رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۲

مسیحی لاہور

جلد ۱۲ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں	۱	دیسی مسیحیوں کی موجودہ حالت	۲۴
مشن کی خبریں	۴	امتحان نفس	۲۶
سیر فلسطین	۹	جاپان کا سلسلہ تعلیم	۲۸
علم الحیات	۱۶	جارج ملر مقیمی برسٹل	۳۰
پادری نکیسے صاحب کا سرمن جو جنرل اسمبلی کے سامنے دیا گیا۔	۱۹	بچوں کی دلچسپی	سرورق کے اندر
ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت ناول کے پیرایہ میں	۲۲	چند آیات پر چیدہ خیالات۔	سرورق کے آخری صفحہ کے اندر

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصول ڈاک

۲۵ روپیہ آمدنی والوں سے - - - - - - - - - - - - ایک روپیہ
۵۰ روپیہ آمدنی والوں سے - - - - - - - - - - - - ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے - - - - - - - - - - دو روپیہ

مربی جو صاحب توفیق ایک روپیہ ماہوار یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو مسیحی ایک روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے اور اڈوائزری کمیٹی کے ممبر ہونگے +

قابل توجہ

کل خط وکتابت متعلق مضامین پادری طالب الدین بی۔ اے پرسبٹرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہئے +
باقی خط وکتابت و ترسیل زر بنام پادری جے علی بخش سینٹ جانس کالج (لاہور) ہونی چاہئے +

بچوں کی دلچسپی

موقعہ مت کھوؤ

ایک مکان پر تختہ لگا تھا - جس پر موٹے حروف میں ذیل کی عبارت لکھی تھی " ملازمت کیواسطے یہاں لڑکے ملسکتے ہیں" ایک صاحب نے ٹھیر کر اس اشتہار کو پڑھا اور پھر اندر داخل ہوکر مہتمم سے دریافت کیا کہ اسوقت کتنے لڑکے حاضر ہیں؟ مہتمم نے جواب دیا "صاحب آج ایک میلہ ہے - پس صرف چھ لڑکے آئے ہیں اور امید نہیں کہ اور آئیں" صاحب نے غور سے ان لڑکوں کیطرف نگاہ کی اور کہا "بچو! شاید تم سب اس بات سے واقف ہوگے کہ آج شب کو کتوں کی ایک بھاری نمائش ہونیوالی ہے" لڑکوں کے زندہ دل ایسی باتوں سے کب بیخبر رہ سکتے ہیں - انکے چہروں سے خوب ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سب کچھ جانتے تھے - یہانتک کہ کسیقدر اسکے حالات بھی بیان کرسکتے تھے ۔

پھر صاحب نے اپنا مقصد بیان کیا کہ "میں ایک ایسا لڑکا ڈھونڈھتا ہوں - جو ایک اندھے شخص کو اس نمائش گاہ کے دیکھنے کیواسطے لیجا سکے" - پہلے تو تمام طرف سے خوب قہقہہ مچا - بعد میں کسی طرف سے آواز آئی کہ "اندھا کیا دیکھے گا" اور کسی نے کہ "ہاں جی آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں - آپ جانتے ہونگے کہ ہم ایسے ہی نادان اور بھولے ہیں - لیکن آپ غلطی کر رہے ہیں" وغیرہ وغیرہ - صاحب نے بڑی متانت اور سنجیدگی سے پھر کہا "نہیں لڑکو میں ہنسی نہیں کرتا" اور پھر ایک لڑکے سے جو اسی اثنا میں خاموش رہا تھا مخاطب ہوکر کہا "کیوں بھئی کہو تو - تمہاری اس معاملے میں کیا رائے ہے - تم کیوں نہیں بولتے؟" لڑکے نے نہایت سنجیدہ پن سے جواب دیا "صاحب میں خیال کرتا ہوں کہ میں اس کام کو کرسکونگا"

صاحب نے کہا کہ "تم کسطرح اسکو نمائش دکھاؤگے؟" لڑکے نے جواب دیا کہ "جناب صرف ایک ہی طریقہ ہے - میں اپنی آنکھوں کے ذریعے انکو دکھا سکتا ہوں" ۔

صاحب نے لڑکے کی پیٹھ پر تھاپی دی اور کہا "میرے بچے تم ہی وہ لڑکے ہو جسکی میں تلاش کرتا ہوں" ۔

پھر اس نے اس لڑکے کو اندھے صاحب کے پاس لیجانیکا بندوبست کیا اور شام کیوقت ایک بڑے وسیع تماشاگاہ میں علیحدہ اور ایک عمدہ کونے میں دو کرسیاں رکھوائیں جہاں کسیطرح اندھے صاحب اور ان کے رہنما کیواسطے کوئی رکاوٹ یا دقت پیش نہ آسکتی تھی - بندوبست کرنیوالے صاحب مقابل میں دور سے ہی بخوبی معلوم کر رہے تھے کہ لڑکا تمام کارروائی کا صحیح بیان کر رہا ہے - اور اندھا صاحب اس میں بہت دلچسپی لیتا اور حظ اٹھا رہا ہے حقیقتاً کوئی شخص ایسے زور سے تالی نہ بجاتا تھا جیسے کہ وہ اندھا شخص اور یہ سب اس ہوشیار لڑکے کی آنکھوں اور اس کے بیان کرنیکے طرز کی بدولت تھا ۔ دوسرے روز وہی صاحب اسی مکان پر انہیں لڑکوں کے درمیان پھر حاضر ہوئے - اور مہتمم کے ساتھ دو ایک باتیں کرکے لڑکوں سے مخاطب ہوکر کہا "لڑکو کل تم میں سے ہر ایک کو موقعہ دیا گیا تھا کہ تم دنیا میں ترقی کے زینے پر قدم رکھتے لیکن تم نے اس کو ہنسی میں گنوا دیا اور صرف ایک لڑکا اسکو حاصل کرنیکیواسطے تیار تھا میرے اندھے دوست نے مدت سے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا کہ اگر کوئی ہوشیار اور سمجھدار لڑکا اردگرد کی چیزوں کو دیکھ کر انکے بارے میں انکے ساتھ گفتگو کرسکنے کے قابل ہو تو وہ اپنی زندگی سے بہت سا حظ اٹھا سکینگے اور اب انکو اپنے تجربے میں کامیابی اور اس سے بے انتہا خوشی حاصل ہوئی انہوں نے مجھ سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک نعمت تھی جس سے میں محروم تھا اب مجھے وہ بھی مل گئی ہے - میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں" میرے دوست

نوٹ اور رائیں

خدا کا شکر ہے کہ "مسیحی" ابتک ہر خطرہ سے محفوظ ہے گو اُسے گذشتہ سال کے دوران میں طرح طرح کے نشیب و فراز سے گذرنا پڑا۔ کبھی امید کی کرنوں سے روشن اور کبھی ظلمت یاس سے ملفوف ہوا تاہم زندہ ہے۔ اور اُس کی درازیٔ عمر یا تو تائید آسمانی سے منسوب کیجا سکتی ہے اور یا اُس کے معاونوں اور قدردانوں کی قدردانی سے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے خیرخواہوں کے زیر سایہ اس سال بھی گرم و سرد زمانہ سے مامون و مصئون رہکر اپنی ہستی کے مدعا کو پورا کریگا ؛

ہم نہایت خوش اور شکر گذار ہیں کہ ناظرین مسیحی نے ہماری درخواست کی قدر کی۔ اور اس سال کے لئے کئی نئے خریدار پیدا کر دیئے اور ہمیں امید ہے باقی احباب بھی اس کام میں مدد کرینگے اور مسیحی کے خریداروں کی تعداد کم سے کم دوگنی کر دینے میں سعی بلیغ فرمائینگے ؛ پنجاب اور ہند کے دیگر صوبجات میں ہزاروں مسیحی اُردو خواں ہیں اور ان میں سے بہت ایسے رسالوں کی قدر کرینگے۔ لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ بہتوں کو ایسے رسالوں کی ہستی کی خبر تک نہیں اس لئے اگر ناظرین مسیحی اس کا پرچا ہی دوسرے مسیحیوں سے کر دیا کرینگے تو خالی از فائدہ نہ ہوگا ؛

ہمارا ارادہ ہے کہ یہ مسیحی سب مسیحی خاندانوں میں جہاں اُردو بولی جاتی ہے داخل ہو۔ اس لئے جیسے اب ایک مہربان نے دس پرچوں کے مفت دینے جانے کا بیڑا اٹھایا ہے ایسے بہت مددگار اُٹھ کھڑے ہونگے اس لئے ہم کو اگر اطلاع ہوتی رہے کہ فلاں فلاں شخص بھی ایسے شوقین ہیں لیکن قلت آمدنی کی وجہ سے خرید نہیں سکتے تو ہم ان کی بھی آرزو پورا کرنے کی کوشش کرینگے گو ہم اس وقت وعدہ نہیں کر سکتے

انڈین کرسچن ایسوسی ایشن۔ بارش نے نہ صرف خشک زمین کو سیراب کیا اور پژمردہ نباتات کو ہرا بھرا کر دیا۔ بلکہ اس نے اس مُردہ ایسوسی ایشن میں زندگی کا دم پھونک دیا۔ اور ۱۵ جنوری کو اس کا سالانہ جلسہ ہوا۔ ممبران کی طرف سے زیادہ سرگرمی اور شوق اور باہمی اتحاد و اتفاق کا اظہار ہوا۔ اور چونکہ موسم سرما گذر کر موسم بہار آنیوالی ہے۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ یہ غنچہ زیادہ شگفتہ ہوکر پورے پھول کا رنگ و بو دکھائیگا۔ چونکہ ممبر ہونے کے لئے چندہ صرف دو آنہ ماہوار ہے۔ اس لئے غریب و امیر سب اس میں حصہ لے سکیں گے۔ اس کے نئے سکرٹری ایس۔ ایل۔ رلیا رام صاحب اور اسسٹنٹ سکرٹری پادری علی بخش ہیں۔ چونکہ اس کے قوانین پچھلے سال مسیحی میں ہدیہ ناظرین ہو چکے ہیں ان کے دوبارہ یہاں درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ کی تعطیلات میں ان قوانین پر نظر ثانی ہوگی اور اگر کوئی صاحب کسی طرح کی ترمیم ان میں چاہتا ہے تو ان تعطیلوں سے پیشتر اس کی اطلاع سکرٹری صاحب کو ہونی چاہئے ؛

ہندوستانی پرسبٹرین کلیسیا کی پانچویں جنرل اسمبلی

کا جلسہ ۲۸ - سے ۳۱ دسمبر ۱۹۰۶ء تک شہر کلکتہ میں منعقد ہوا۔ کرسئی صدارت کو ہز آنر بنگال کے لفٹننٹ گورنر سر اینڈریو فریزر کی رونق افروزی سے زیب و زینت حاصل ہوئی - کچھ کم سو ڈیلیگیٹس حاضر تھے مختلف مضامین پر بڑی آزادی اور محبت کی روح سے بحث کی گئی۔ خصوصاً ہندوستانی کلیساؤں کے اتحاد پر اسمبلی کے بہت سے شرکا اور بالخصوص ماڈریٹر صاحب نے اس اتحاد کی حمایت میں دلچسپ تقریریں کیں - ساری اسمبلی اس بات میں متفق تھی کہ اگر غیر ضروری تفرقات محو ہو جائیں اور متفرق کلیسیائیں باہم مل کر ایک ہندوستانی کلیسیا بن جائیں - تو اس اتفاق و یگانگت سے مسیحی مذہب کو ہند میں بڑی تقویت حاصل ہوگی - جا بجا اس اتحاد کے متعلق سلسلہ جنبانی ہو رہی ہے - پنجاب کو بھی اس عالمگیر حرکت نے گدگدا دیا ہے - چنانچہ جو کارروائی یہاں ہوئی ہے اُس کے متعلق ہم نے ایک اور جگہ مختصر سا نوٹ دیدیا ہے ؎

جو اثر ہم پر بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کلکتہ کے اب مسیحیوں اور غیر مسیحیوں پر اس بات سے ہوا کہ لاٹ صاحب نے نہ صرف عہدۂ ماڈریٹری کو قبول کیا بلکہ ہر ایک میٹنگ میں حاضر ہو کر ہر طرح کی بحث میں حصہ لیا اور اپنی دلچسپی دکھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا بیان سے باہر ہے - ہز آنر نے پرائیویٹ اور پبلک میں اپنے خداوند کے نام پر نہایت پرتاثیر صورت میں گواہی دی اور اپنی ہمدردی ہندوستانی کلیسیا کے متعلق رقت انگیز الفاظ میں ظاہر فرمائی۔ اُن کا وہ درس جو اختتام اسمبلی پر دیا گیا

اور جو اب مطبوع ہو کر اشاعت پا رہا ہے - پڑھنے کے قابل ہے - ہم اگلے نمبر میں اُس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین کرینگے - ماڈریٹر ممدوح نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے اس بات پر زور دیا ہے کہ جہاں ہندوستانی اور انگریزی کلیسیائیں پائی جاتی ہیں وہاں اگر فاصلہ وغیرہ مانع نہ ہو تو اکٹھی عبادت ہونی چاہئے - اور اگر کوئی دشوار گذار امور ایسے مانع ہوں تو دو تین ماہ میں ایک دفعہ ضرور ایسا ہونا چاہئے - تاکہ وہ امتیازات اٹھ جائیں - جو اب ہندوستانیوں اور انگریزوں کو باہم ملنے نہیں دیتے - اور ہندوستانی اور انگریز عبادتی یگانگت کے وسیلے یہ محسوس کریں کہ ہم ایک ہی خداوند کے بندے ہیں - بڑے ڈیر پارٹی میں جس حسن اخلاق اور کشادہ پیشانی سے لاٹ صاحب اور لیڈی صاحبہ نے ہندوستانی اور غیر ہندوستانی ڈیلیگیٹوں کو قبول کیا - اور اُن میں سے ہر ایک کو اپنی شیریں کلامی سے محظوظ فرمایا وہ حیطۂ بیان سے باہر ہے - "خداوند اس حاکم کو اپنی برکت سے مالا مال فرما اور ایسے ہی حکام اور برپا کر تاکہ ہندوستان کا بھلا ہو"!

سابق ماڈریٹر مسٹر نکیبے مفیمی بیبے نے اسمبلی کے سامنے جو سرمن دیا اُس کا خلاصہ مطلب ایک اور صفحہ کے حوالہ کیا گیا ہے - امید ہے کہ ناظرین اُس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائینگے ؎

دیسی مسیحیوں کی موجودہ حالت ناول کے پیرایہ میں اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اس نمبر میں ہم نے اُسے شروع نہیں کیا - جو کچھ پیچھے لکھا گیا ہے اُس کا مختصر سا خلاصہ درج کیا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ بات کیا تھی اور کہاں سے اب شروع ہوگی ؎

دیسی کلیسیا۔ ڈاکٹر کے۔ سی چٹرجی صاحب کی تحریک
سے ایک جلسہ لاہور میں منعقد ہوا جس میں چرچ
مشنری سوسائٹی کے چند منتخب ممبر اور پرسبٹیرین جماعت
کے سرگروہ اصحاب جمع ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف
صدر مجلس تھے۔ باہمی گفتگو کے بعد یہ صلاح قرار پائی کہ
ایک ہی دیسی کلیسیا قائم کرنے کے لئے اور ہر طرح
کے تفرقات اور یوروپین مذہبی بدعتوں کے باعث اس
ملک میں آ گئے ہیں دور کرنے کے لئے چند اصول
پیش کئے جائیں اور ہوا یہ کہ تمام دیسی کلیسیا
سے ان اصولوں کی تائید ہو۔ چنانچہ یہ رزولیوشن پاس
ہوا کہ ایمان کے لئے بائبل کو تسلیم کریں۔
عقیدہ کے اظہار کے لئے رسولوں کا عقیدہ عام طور پر
کلیسیا سے مانا جائے اور نقایا کا عقیدہ کلیسیائی
تعلیم کے لئے مقرر ہو۔ عبادت کے قانون
کے لئے دو رسوم ساکرمینٹ یعنی بپتسمہ اور عشاء
ربانی تسلیم کئے جائیں۔ نماز کی کتاب کا استعمال نہ
لازمی ہو نہ ممنوع بلکہ اختیاری ہے اور چوتھی بات
یہ تھی کہ تواریخی اسقفیت کو یعنی پرسبٹیرین لازم کر
تسلیم کریں ؞

ہمارے بزرگوں کی طرف سے ایسی کوشش قابل
تعریف ہے۔ کیونکہ وقت آگیا ہے کہ ہم دیسی کلیسیا
کی یکجہتی اور ترقی کی فکر کریں مختلف مشنوں نے جو
ہمارے ملک میں کام کیا ہے اس کے لئے ہم انکے
نہایت شکرگزار ہیں۔ کیونکہ انہی اصحاب کی جانفشانیوں
کا نتیجہ یہ دیسی کلیسیا ہے۔ اور ہندوستان جیسے وسیع
ملک میں انجیل کی بشارت کسی ایک فرقہ یا مشن کے
ذریعہ نہایت مشکل بلکہ ناممکن تھی۔ لیکن اب نہ ان
بزرگوں کی یہ خواہش ہے نہ دیسی مسیحی یہ چاہتے ہیں
کہ کلیسیائی اختلاف اس نفاق زدہ ملک میں زیادہ
جڑ پکڑے۔ کیونکہ اگر اسی وقت کلیسیائی اتحاد و یگانگت
کی فکر نہ کی گئی تو پھر اس فرقہ بندی کو دور کرنا محال ہوگا۔
اس لئے ایسے نازک موقعہ پر پہلی تین صدیوں کے
آثار کا مطالعہ کرنا نہایت ہی مفید ہوگا ؞

مسٹر فضل۔ اگرچہ مسٹر فضل کی وفات کو چند ماہ گزر
گئے ہیں لیکن وہ نام ہر روز کے یاد آتا ہے۔ کیونکہ
جو جگہ خالی ہے اور نہ معلوم کب تک خالی رہے گی
اور یہ امر ہمارے بعض دوستوں کے دلوں میں
ان کی یاد کو فراموش نہیں ہونے دیتی۔ آج اگر
کوئی یوروپین اس لیاقت و قابلیت کا ہمارے درمیان
سے انتقال کر جاتا جیسے مسٹر فضل کر گئے تو نہ معلوم
یوروپین صاحبان اس کے لئے کیا کچھ نہ کرتے لیکن
ہم دیسیوں نے مسٹر فضل کے لئے کیا کیا ہے۔ ہم
اب تک منتظر تھے کہ کوئی صاحب اس امر کی سلسلہ جنبانی
کریگا جس سے مسٹر فضل کی ایک لائق یادگار قائم
ہو جائے۔ لیکن ایک عرصہ کی خاموشی نے لبوں کو سینے
نہیں دیا۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ زیادہ توقف نہ
کیا جائے اور جبکہ ان کی یاد تازہ ہے ان کے
دوستوں اور آشناؤں کو ہمارا کہ ان کی یادگار قائم کرنے
کے لئے کوشش کی جائے۔ لیکن اب تک ہم حیران
ہیں کہ ایسے عجیب شخص کی کونسی یادگار ہو سکتی ہے
لاہور ہولی ٹرنٹی چرچ کی چرچ کمیٹی نے تو یہ فیصلہ کیا
ہے کہ ٹرنٹی چرچ میں مسٹر فضل کی یادگار کی تختی
نصب کی جائے۔ کیونکہ وہ اسی جماعت کے ممبر تھے
اور اس جماعت کی ترقی اور گرجا کی زینت میں انہوں

نے بہت حصہ لیا تھا۔ یہ کوشش اچھی ہے۔ لیکن بہت محدود ہے۔ مسٹر فضل کے دوستوں کا دائرہ وسیع ہے۔ اس لئے ایک وسیع یادگار ہونی مناسب ہے۔ دوسرا خیال جو اس کے بعض دوستوں کے دلوں میں ہے وہ یہ ہے کہ ان کی قبر پر کوئی یادگار قائم کی جائے۔ یہ خیال بھی مناسب اور ضروری ہے۔ لیکن ہمیں ایک اور خیال بھی کانٹے کی طرح چبھ رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسٹر فضل نے برسوں سے چیدہ چیدہ کتابوں کو جمع کر کے ایک چھوٹی سی لائبریری بنائی تھی۔ جس پر ان کے تین ہزار سے زیادہ روپئے خرچ آئے۔ اور اس لائبریری کے جمع کرنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ کچھ آزادانہ مسیحی لٹریچر پیدا کیا جائے۔ ان کو اس لائبریری سے بہت انس تھا۔ بہت محنت اور زرکثیر کے خرچ کے بعد یہ خزانہ جمع ہوا تھا۔ اگر اب اس کی فکر نہ کی جائے تو وہ ساری محنت رائگاں جائے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ یہ لائبریری مسٹر فضل سے خرید کر فضل لائبریری اس کا نام رکھا جائے ہم صرف اتنا ہی اشارہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے دوستوں کو کچھ تحریک اور خیال پیدا ہو جائے۔ گرجا میں تختی اور قبر پر یادگار قائم کرنے کے بارہ میں اگر کچھ دریافت کرنا چاہیں تو پادری علی بخش (لاہور) سے دریافت کر سکتے ہیں ◆

مشن کی خبریں

۲۲۔ دسمبر کو چار بالغ شخصوں نے ٹرنٹی چرچ میں بپتسمہ پایا۔ ان میں سے دو ہندو تھے اور دو چوہڑے۔ دونوں نے باقاعدہ تعلیم پاکر جماعت کے سامنے بپتسمہ پایا۔ انکے لئے دعائیں مطلوب ہیں ◆

۲۳۔ دسمبر کو یونیورسٹی کا جلسہ تھا۔ جس میں لاٹ صاحب بہادر نے ڈگریاں عطا کرتے وقت جو تقریر فرمائی وہ بہت پُرتاثیر اور پُرتعلیم تھی۔ اُنہوں نے دو خاص نصیحتیں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سامنے پیش کیں: اوّل۔ کہ کالج چھوڑنے کے بعد ان کی تعلیم گویا شروع ہوگی۔ اور کالج میں جو تعلیم پائی ہے وہ اس بیرونی تعلیم میں مددگار ہوگی۔ یعنی فرماں برداری اور باقاعدہ مطالعہ کی عادت اور محنت کشی جو طلباء کالجوں میں سیکھتے ہیں وہ تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ لیکن چونکہ ابھی تک ان کی تعلیم صرف کتابوں ہی میں زیادہ محدود رہی ہے اس لئے وہ کامل نہیں۔ جب تک کہ تجربہ کے ذریعہ سے وہ تعلیم حاصل نہ کریں۔ اور تجربہ کی تعلیم کتابی تعلیم سے بہت اعلیٰ ہے ◆

دوسری نصیحت یہ تھی کہ جب تم دنیا میں جاؤ گے تو اکثر تم کو واسطہ ایسے لوگوں سے پڑیگا جو تمہاری طرح کالج کی تعلیم سے فیضیاب نہیں ہوئے۔ لیکن ان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا۔ اگرچہ ان کو تمہاری طرح کتابی علم نہیں لیکن وہ تم سے زیادہ تجربہ کار ہیں اگرچہ لفظی طور پر اُن کے کاروبار منطق کے مطابق درست

وہوں - اگرچہ ان کی صلاح و مشورت تمہاری رائے سے متفرق ہو - لیکن ان کے وسیع تجربے اور گہرے مشاہدے کے باعث ان کی قدر کرو - ان کی صلاح و مشورت کو اپنا فخر سمجھو اور خود بذریعہ تجربہ اپنی تعلیم کو کمال کے درجہ تک پہنچاؤ +

۲۵ - دسمبر کو ہولی ٹرنٹی چرچ میں ۱۱ - بجے نماز ہوئی - گرجا خوب آراستہ کیا گیا تھا - اور جماعت بھی معمول سے بہت زیادہ تھی - پادری وگرم صاحب نے وعظ کیا اور یہ خاص نصیحت کی کہ جیسے آج گرجا بھرا نظر آتا ہے - ایسا ہی اگر ہر اتوار کو ہوا کرے - تو خدا کا کیسا جلال اور اُس کی کیسی شکرگذاری ہو بعد نماز عشا کے ربانی عمل میں آئی - اور اس وقت بھی بہت لوگ حاضر تھے - صرف پاسٹر پادری ٹامسن ہل صاحب وہاں رونق افروز نہ تھے - کیونکہ خاص کام کے لئے حیدرآباد دکن تشریف لے گئے ہوئے ہیں +

۲۶ - دسمبر کو بچوں کا جلسہ تھا - سنڈے سکول کے طلبا اور روزانہ سکول کے طلبا مسز انگلس کی کوٹھی پر جمع ہوئے - بچوں نے گیت گائے - مسز انگلس نے کرسمس ٹری سجایا تھا - پادری وڈ صاحب فادر کرسمس بنے ہوئے تھے - اور درخت سے انعام کاٹ کاٹ کر بچوں کو تقسیم کرتے تھے - پادری وگرم صاحب نے بچوں کو یہ نصیحت کی کہ آج مسیح کا جنم دن ہے - اور جس کا جنم دن ہوتا ہے اُس کو انعام دیا کرتے ہیں - لیکن آج بچوں کو انعام مل رہے ہیں - لیکن اصل میں مسیح کو انعام ملنے چاہئیں اور وہ کونسا انعام چاہتا ہے ؟ چند بچے جھٹ بول اُٹھے کہ دل - اس کے بعد بچوں کو مٹھائی تقسیم ہوئی اور جلسہ برخاست ہوا +

۲۸ - تاریخ کو خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر ایک میٹنگ ہوئی - جس میں چند اہل اسلام اور اہل ہنود جمع تھے - اور مسیحیوں میں سے پادری علی بخش حاضر تھے - اس میٹنگ میں یہ قرار پایا کہ مذہبی جلسے سال میں دو تین دفعہ ہونے چاہئیں - اور مقررشدہ مضامین پر مختلف مذاہب کے لوگ تحریری لیکچر سنائیں لیکن ان لیکچروں میں یہ شرط ہوگی کہ کسی مذہب پر کوئی حملہ نہ ہو - اس لئے یہ تحریری مضامین ایک تاریخ مقررہ پر سکرٹری کے پاس بھیجے جائینگے - اور وہاں ایک چھوٹی کمیٹی کے سامنے پڑھے جائینگے اور پھر جلسے میں سنائے جائیں گے - اور اس طریقے سے ایک عمدہ دینی لٹریچر پیدا ہو جائیگا - اور ہر متلاشی حق کے لئے ایک مدد ہوگی - اس جلسے کے جو ممبر ہونا چاہیں اُن کو دو روپیہ سالانہ چندہ دینا پڑیگا تاکہ ان پرچوں اور مضمونوں کے چھپوانے کے اور دیگر متفرق خرچ نکل آئیں - اس غرض کے لئے مختلف اخباروں میں اس کا اشتہار دیا جائیگا - تاکہ جو ممبر ہونا چاہیں وہ سکرٹری کو خبر دیں - غالباً ۱۵ - فروری تک جنرل میٹنگ ہوگی - اُس میں عہدہ دار چنے جائینگے - اور ایسٹر کی تعطیلات میں یہ جلسہ ہوگا - ہمیں امید ہے کہ مسیحی صاحبان میں سے بھی بہت ایسے جلسوں میں حصہ لیں گے اور اس کمیٹی کے ممبر بن جائینگے +

۲۷ - دسمبر کو میتھوڈسٹ مشن میں آپ ورتھ لیگ کا جلسہ وہاں کے گرجا میں ہوا - پادری شاہ جہاں زاہد

پادری ڈانیال صاحبان نے کچھ تقریر فرمائی اور مسٹر سٹیفن صاحب نے اس پر زور دیا کہ ایک دفعہ پھر [illegible] ۱۸۹۸ [illegible] آخر میں پادری علی بخش نے مختصر نصیحت کی اور برکت کا کلمہ سنا کر جلسہ برخاست کیا +

۲۸ تاریخ کو ینگ ویمن کرسچن ایسوسی ایشن کا خاص جلسہ ہوا۔ اور بہت دیسی اور پردیسی مسیحی خواتین جو دور دور سے اس تہوار کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ چاء پانی کے لئے مسز انگلس کی کوٹھی پر تشریف لائیں +

لاہور۔ ۱۰۔ جنوری کو کنارڈ ہائی سکول کا جلسہ ہوا جیسے قدیم زمانوں میں خدا وند کی ہدایت کا یہ نشان تھا کہ آسمان سے بارش نازل ہو۔ اسی طرح اس سالانہ جلسہ کو باران رحمت نے تربتر کر دیا۔ اگرچہ کھیل کود وغیرہ حسب منشا نہ ہو سکے لیکن انعاموں کی تقسیم سے لڑکیوں کے دل نہال ہو گئے۔ ایک لیڈی صاحبہ نے انعام تقسیم فرمائے +

امرتسر۔ ۲۲۔ دسمبر کو بشپ صاحب [illegible] نے پادری فضل دین صاحب کو پریسبٹ کے عہدہ پر اور [illegible] ابراہیم ملک روشن خاں اور قاضی خیر اللہ کو ڈیکن کے عہدہ پر مقرر کیا +

یکم جنوری کو امرتسر کے مشن سکول کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے انعام تقسیم کئے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ مشن سکول کے طلبا اور سکولوں کے طلبا کی نسبت زیادہ معتبر اور قابل اعتبار پائے گئے ہیں اور اس امر سے بھی خوشی ہوئی کہ جن دو شخصوں کو رائے بہادر کے خطاب ابھی ملے ہیں۔ وہ دونوں اسی مشن سکول کے طالب علم تھے۔ جس مستری نے ابھی بورڈنگ کی عمارت تیار کی ہے۔ وہ بھی اسی سکول کا تعلیم یافتہ ہے اور اس نے تخمینہ سے کم خرچ کر کے [illegible] کو [illegible] ہے جو تخمینہ [illegible]

[illegible]

ہوا +

بٹالہ۔ [illegible] ہائی سکول [illegible] ۳۰۔ دسمبر کو ہوا۔ اس سال پرانے [illegible] آگے سے زیادہ تھا [illegible] ہائی [illegible] کی تاریخ میں یہ [illegible] بات تھی کہ ایک پرنسپل [illegible] دوبارہ پرنسپل ہو کر [illegible] افروز [illegible] کسی دوسرے پرنسپل کو ایسا [illegible] یہ موقع نصیب ملا +

ترن تارن۔ ہم پادری گلفرڈ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ان کو سرکار کی طرف سے اول درجہ کا قیصر ہند تمغہ عطا ہوا۔ سچ مچ ترن تارن کے جذام خانہ کی انہوں نے کایا پلٹ دی ہے۔ اور اس [illegible] کام میں انہوں نے بہت محنت کی تھی۔ ایک اور پادری صاحب کو بھی یہی تمغہ عطا ہوا ہے۔ وہ کٹک کے پادری کیمبل صاحب ہیں +

نارووال۔ لاہور کے بشپ صاحب ۲۴۔ نومبر کو نارووال تشریف لے گئے اور ۲۲۔ اشخاص کو مستحکم فرمایا۔ اس اتوار کو وہاں ۹۰۔ اشخاص عشائے

ربانی میں شریک ہوئے ✦

رائے پور (وسط ہند) میں ایک فرقہ بنام ستنامی کے آباد ہے۔ جس کی تعداد چوالیس ہزار سے زیادہ ہے۔ عرصہ تیس سال کا ہوا کہ ایک جرمن مشنری صاحب وہاں تشریف لے گئے اور ان کے درمیان انہوں نے کام شروع کیا۔ سرکار نے کئی ہزار بنجر زمین بھی مشنری صاحب کو عطا کی۔ تیس سال کے عرصہ میں چار ہزار مسیحی اس علاقہ میں ہو گئے ہیں۔ یہ سب کاشتکاری کا کام کرتے ہیں۔ یہ زمین کھیتی وغیرہ دوسرے مشنوں نے بھی وہاں کام شروع کر دیا ہے۔ ان میں روایت ہے کہ اس فرقہ کا یہ نام مسیحی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ لوگ مسیحی ہو گئے تھے۔ لیکن انقلاب زمانہ سے سوائے نام کے اور کچھ نشان باقی نہ رہا۔ نہ معلوم کہاں تک یہ روایت معتبر ہے ✦

انتقال پُرملال۔ ماہ دسمبر میں ڈاکٹر دینا ناتھ دتا صاحب سول سرجن ہوشیارپور کی پیاری بیوی صاحبہ نے انتقال فرمایا۔ یہ مسیحی خاتون ڈاکٹر کالی چرن چٹرجی ہوشیارپوری کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ مسیحی طبیعت۔ خوش اخلاقی۔ ملنساری۔ غریب مسیحیوں کی امداد اور ہمدردی میں مشہور تھیں جنہوں نے ایک دفعہ ان کو دیکھا وہ ان کے خوش بشاش چہرہ کو نہ بھولیں گے۔ خداوند ان کے عزیز خاوند ڈاکٹر دتا صاحب کو اس بڑے غم اور جدائی کے وقت اپنی خاص رفاقت اور حضوری سے سنبھالے اور ان کے دل کو تسلی بخشے ✦

اسی ماہ دسمبر میں مسٹر ایچ۔ ڈی۔ گولڈسمتھ صاحب جو پادری ملکم گولڈسمتھ حیدرآبادی کے بھائی تھے اس دنیا فانی سے جہان جاودانی کو رحلت کر گئے یہ صاحب ۱۸۸۰ء میں مشنری ہو کر ہندوستان میں اپنے بھائی کی مدد کے لئے آئے تھے۔ پیچھے مدراس ڈوٹن کالج کے پرنسپل ہو گئے۔ لیکن علالت طبع کے باعث ان کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ اب پھیپھڑے کے مرض کے باعث انکا انتقال ہوا۔ انکے خاندان اور ان کے بھائی کے ساتھ ہم اپنی ہمدردی ظاہر کرتے ہیں ✦

گوجرانوالہ سے بھی موت کی خبر آئی ہے سچ ہے کہ اس دنیا میں اگر کوئی بازار گرم ہے۔ تو اسی موت کا بازار گرم ہے۔ مسٹر بنرجی مرحوم کی ۱۴ سالہ صاحبزادی نے تپ دق کی بیماری سے انتقال کیا۔ جب وہ بستر مرگ پر تھیں تو ان کی بوڑھی والدہ نے کہا اے بیٹی مجھے کیوں چھوڑ کر چلی جاتی ہو تو اس نے حوصلہ کر کے یہ جواب دیا۔ آپ کو کیا ہوا ہے۔ خداوند پر نظر کرو۔ ہم ان کی والدہ صاحبہ کے لئے اس غم کے وقت دعا کریں کہ ان کو صبر و تسلی حاصل ہو۔ کیونکہ ایک سال کے اندر ان کی یہ دوسری بیٹی بھی چل بسی ✦

نوشہرہ میں قاضی خیر اللہ صاحب کی چھوٹی لڑکی مسیح کی گود میں جا بیٹھی۔ گذشتہ اگست میں یہ لڑکی سخت بیمار تھی کہ ڈاکٹر نے مایوسی ظاہر کی اور قاضی جی لاہور سے بٹالہ کے ہسپتال میں اسے لے گئے۔ مس بوس صاحبہ کے جادو اثر علاج نے اس لاعلاج کو ایک دفعہ پھر زندگی کا مزہ چکھا دیا۔ لڑکی بالکل تندرست ہو گئی۔ اور کچھ عرصہ وہاں

قیام کرنے کے بعد قاضی جی معہ خاندان نوشہرہ چلے گئے اور پھر بیمار ہوکر ۵۔ جنوری کو اس دکھ بھری دنیا کو جواب دیا۔ ماں نے اس کے ساتھ سخت محنت اٹھائی تھی قاضی جی کی بڑی پیاری تھی۔ خدا ان دونوں کو تسلی عطا کرے ✦

حیدرآباد دکن اور رائچور کے علاقہ میں میتھوڈسٹ مشن کے ذریعہ ۱۳۱۴۰ اشخاص نے بپتسمہ پایا ✦

ہند میں مشنریوں کی تعداد پانچ ہزار ہے۔ دیسی کارندے پچاس ہزار ہیں اور مسیحیوں کی تعداد ۱۲۵۰۰۰۰ بارہ لاکھ پچاس ہزار اور اس سے ظاہر ہے کہ کارندے ۴ فیصدی ہیں ✦

ہم نہایت خوشی سے اپنے ناظرین کو یہ خبر دیتے ہیں۔ ایک نوجوان مسیحی محمد اسمٰعیل نے بتاریخ ۹۔جنوری سنہ ۱۹۱۰ء نولکھا گرجہ گھر میں بپتسمہ پایا۔ یہ نوجوان اعلیٰ خاندان سے ہے اور روحانی مزاج رکھتا ہے۔ اسے بہت سی تکلیفیں اٹھانی پڑی ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ ابتک ثابت قدم ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ کسی دن اپنی خدمات سے اپنے مالک کی خدمت میں نمایاں حصہ لیگا ✦

بائبل سوسائٹی کا ایک جلسہ ۱۰۔جنوری کو ہوا جس میں سکریٹری صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ گذشتہ سال میں بائبل کی پچاس ہزار جلدیں مکمل یا حصوں کی صورتمیں تقسیم ہوئیں۔ پنجاب میں ۳۲ بائبل وومن اور صرف ۵ کالپورٹیر اس کام کی ترقی میں مصروف رہے۔ ۸۰۰۴۷ جلدیں صرف لاہور سے شائع ہوئیں۔ اور چونکہ بائبل اور اس کے حصے کم قیمت پر بھیجے جاتے ہیں اس لئے چندوں سے اس کمی کو پورا کرنا لازم ہے۔ چنانچہ آمدنی تو صرف کتابوں کی فروخت کے ذریعہ ۵۶۶۲ روپیہ ہوئی لیکن ان پر چودہ ہزار روپیہ خرچ آیا۔ اور اثناے گفتگو میں مسٹر فضل مرحوم کی بیش قیمت خدمت کا ذکر کیا۔ مسٹر ڈمیگٹی صاحب نے اپنی تقریر میں بائبل کو شیر ببر سے تشبیہ دی کہ اگر اس کو ایک دفعہ کھول دیا جائے تو سب مخالفوں کو نگل جائیگا ✦

لیڈی کینرڈ سکول کے پرائز ڈسٹری بیوشن کا جلسہ ۱۰۔ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو ہوا۔ پرنسپل صاحبہ کی رپورٹ نہایت حوصلہ افزا تھی ان لڑکیوں کو جنہوں نے سال بھر محنت سے اپنا کام کیا پرائز دیئے گئے۔ موسیقی میں جو ترقی بعض لڑکیوں نے کی ہے وہ خوش گلو لڑکیوں کی میٹھی آواز اور پیانو کے نغموں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ ایک عالیشان نئے مکان کی تجویز درپیش ہے۔ مکان چند دن میں شروع ہونے والا ہے۔ اس کی تمامی پر سکول کی حفظ صحت میں بڑی ترقی پیدا ہوگی۔ اسوقت قریباً ۱۲۰ لڑکیاں اس سکول میں تعلیم پا رہی ہیں ✦

وہ جو خداوند کی راہ تکتے ہیں ۔۔۔ عقابوں کی مانند بال و پر سے اڑینگے (یسعیاہ ۴۰: ۳۱)

عقاب جو ہوا میں بلند پروازی کرتا ہے دریاؤں کو عبور کرنے کی فکر نہیں رکھتا ✦

سیر فلسطین

مندرجہ ذیل ایک خط کا ترجمہ ہے۔ جو فورمن کرسچن کالج کے ماہوار میگزین میں شائع ہوا۔ مسٹر فریم صاحب اندنوں معلومات علمی کے لئے ملک فلسطین کی سیر کر رہے ہیں۔ مسٹر فریم صاحب کی چمکدار پیشانی اور ذہانت کالج کے طالب علموں اور ان کے دوستوں کو ہمیشہ یاد رہے گی۔ اس پیاری سرزمین سے بھی ہم پوری طرح واقف ہیں۔ جس کے نام کے ساتھ ہمارے نجات دہندہ کا نام وابستہ ہے۔ اس طرح جب سیر کنندہ اور مقامات سے بہرہ ور ہو کے داخل ہوتے ہیں تو مقامات کی اور بھی [illegible] ہوتی ہے اور کل حالات کا نقشہ ایک عجیب تازگی سے آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ہی سیر کر رہے ہیں۔

پیارے احباب۔ ۲۵ دسمبر کو ہم بیروت سے روانہ ہوئے۔ جانب دمشق اور وادی جبل گلیں [illegible] سے بذریعہ ریل گزر گیا۔ حاجیوں کے سفر کے لئے رستہ دمشق سے مکہ تک بہت مشہور ہے۔ اب کچھ تبدیلی ہو گیا ہے۔ اور مسافروں کے آرام کے لئے ریل جاری ہو گئی ہے۔ بہت محمدیوں نے اس ریل کے اجرا کے لئے چندہ دیا۔ گو اس ریل سے تجارتی پہلو سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے تاہم بعضوں کی رائے ہے کہ باوجود نقصان کے بھی ریل جاری رہنی چاہئے۔ معمولی طور پر تو ریلوں کا یہ حال نہیں ہے۔ خدیو مصر تریپلی تک سڑک ریل تیار کروا رہا ہے۔ اور اس سے بہت سا منافع بھی ہوتا ہے۔ لیکن دمشق اور مکہ کے مابین کی ریل مذہبی بنیاد پر بنائی گئی ہے۔ اور اس سے کسی قسم کے منافع زر کی مراد نہیں ہے۔ اب بھی ریل ہر بدھ اور ہفتہ کے روز شہر المان تک جو بحیرہ لوط سے ساٹھ میل جانب جنوب واقع ہے۔ چلتی ہے۔ اتوار و منگل اور جمعرات کے روز ریل براستہ حجاز دیرات کی جانب جاتی ہے۔ اور پھر جانب غرب پھر جاتی ہے۔ اور نہر [illegible] کی وادی تک پہنچتی ہے۔ اور اسطرح میدان یردن میں ہوتی ہوئی اور بہت سے پیچ کھا کر کوہ کرمل کی جانب شمال بحیرہ روم کے کنارے شہر حیفا تک چلی جاتی ہے۔ ایک اور ریل بیروت اور دمشق کے درمیان بھی جاری ہے یہ سلسلہ کوہ لبنان میں سے گذرتی ہے۔ اور اسی لائن پر ایک سٹیشن بنام ریک سے بجانب الیپو ایک اور شاخ پھٹتی ہے۔ اور اس کے اس لائن کے ساتھ جو مابین سونا اور بغداد جاری ہے۔ ملائے جانے کی تجویز ہے۔ گو اس سے ایپو کی بہبودی مدنظر نہ ہوگی ۔

روانگی کے تین میل کے بعد ہم لبنان کے کوہستان تک پہنچے۔ اور رستے میں بیروت اور بحیرہ روم کے نظارہ ہائے دلکش سے محظوظ ہوتے گئے۔ لبنان کے پہاڑوں پر سبزی کا نام تک بھی نہیں۔

انتہا میں صدیاں گذری ہیں۔ ہم پڑھتے ہیں کہ شاہان
مصر مدتوں تک جہازوں کے جہاز کوہِ لبنان سے
صنوبر اور دیودار لانے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔
اور پھر اس کے بعد سلیمان بادشاہ نے ہیکل کی تعمیر
کے لئے اسی جگہ سے صنوبر کی لکڑی منگوائی۔ کیا
ہی اچھا ہوتا۔ اگر اُن دنوں میں بھی قانونِ جنگلات
ہوتے جس سے لکڑی کاٹنے کی ممانعت ہوتی۔ اس
صورت سے ممکن تھا۔ کہ ہمیں ان پہاڑوں پر بھی
سبزی آج کے دن دکھائی دیتی۔ خیر! اب بھی اس
مشرقی بحیرہ روم کے کنارے کی سرزمین کو کسی سبزی
کی خوبصورتی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ غروب
آفتاب کے وقت کی سنہلی روشنی ان پہاڑوں پر گر
کر عجب رنگ پیدا کرتی ہے۔ جسے دیکھکر خیال آتا ہے
کہ کہیں یہ نظارہ دفعتاً معدوم نہ ہو جائے ؂

کوہِ لبنان کی بلند سرزمین سے ہم نیچے وادی
کوئل سریہ میں پہنچے۔ یہ قطعہ زمین بھی تاریخ زمانہ سلف
میں مشہور گزرا ہے۔ اسی وادی میں سے مشہور
سڑک ایسپو اور کارکمش کے مابین گذرتی تھی۔
اب بھی مسافر ایسپو سے عرفہ تک جاتے ہیں اور
پھر دریائے ٹگرس میں سے بذریعہ کشتی سفر کرتے
ہوئے بغداد تک پہنچتے ہیں۔ پر محکمہ ڈاک کی سڑک
دمشق سے نکلتی ہے۔ سولہ صدی قبل از مسیح
اس وادی کے سرے پر ایک بڑا شہر آباد تھا۔
اور محققین کا خیال ہے کہ یہ شہر قادس ہکساس قوم
کے لوگوں سے آباد تھا۔ جنہوں نے کہ اس سے دو سو
سال پیشتر ملک مصر کو تسخیر کر لیا تھا اور کہ بالآخر تھیبی
میں ایک خاندان نے ایسا زور پکڑا۔ کہ ان کے جوئے
کو مصریوں پر سے اتار دیا۔ اور مصریوں میں اس
جنگ و جدل کے ذریعے ایک ایسی دلاورانہ روح
پھونک دی جو مصریوں کی قوم میں اس سے پہلے
کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ اور نہ اس کے بعد کبھی پ
ہوئی۔ اسی فتح کے جوش میں آکر مصری سپہ سالار
بنام تھٹموس سوئم نے میدان ایسڈرلان کے مقام
مگڈو پر قوم ہکساس اور ان کے ہمراہیوں کو شکست د
ملک فلسطین اور سیریہ کو کوہِ لبنان کی حدوں تک فتح
کر لیا۔ اور ساحل کے کنارے فنیشیہ کے شہروں پر
قبضہ کر لیا۔ تاکہ ان کو اپنی ذخیرہ گاہ اور آمد و رفت کا
رستہ بنالے۔ اور بعد ازاں کئی سال کی تیاری کے
بعد شہر قادس پر چڑھائی کی اور شہر کو تسخیر کر کے د
افرات کی جانب بڑھا اور دریا کے مشرقی ساحل
اپنی سلطنت کی حد مقرر کی۔ انیس سالوں میں اس
سترہ حملے کئے۔ اور اسی اثنا میں مصر کی کل حکو
کی باگ بھی اپنے ہاتھ میں رکھی اور انصاف اور خو
کے ساتھ اس کام کو سرانجام کیا۔ اسکے وزیر ۔
یہ چند جملے اسکی نسبت لکھے ہیں۔ جس سے پور
پر ایک قابل کار آدمی کا حال معلوم ہوتا ہے "
معظم ایک ایسا شخص تھا۔ جسے سب کچھ جو وقوع
تھا معلوم تھا۔ کوئی امر ایسا نہ تھا۔ جس سے وہ نا
ہو۔ وہ ہر چیز کے بارے میں بیٹی علم کا دیوتا
کام ایسا نہ تھا جسے اس نے پورا نہ کیا ہو "
امریکن لوگوں کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ
ستون جو اس اول سلطنت آفرین مرد نے بن
ہمارے شہر نیو یارک میں آج کے دن
ہے ؂

اس کے دو سو سال بعد اسی شہر قادس پر نوجوان رعمسیس دوئم نے حملہ کیا۔ اسوقت اس جگہ حتی لوگ بہ نسبت قوم ہکسا اس کے زیادہ تندخو تھے۔ شہر قادس کو جاتے ہوئے اس نے ایک کتبہ بیروت کے شمال جانب دریائے کلب کے کنارے ایک چٹان پر نصب کروایا۔ اب بھی سیرین اور یونانی اور رومی کتبوں کے درمیان وہی کتبہ موجود ہے۔ ہم اس جگہ کو دیکھنے کے لئے گئے۔ لیکن رعمسیس اس شہر کو فتح نہ کر سکا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ کہ پہلی لڑائی میں حتیوں کے بادشاہ نے اس کے جنرل کو مار ڈالا۔ یہانتک کہ رعمسیس کو خود بڑی دلاوری کر کے اپنی فوج کو بچانا پڑا۔

رومی ایام میں سیریہ ایک دولتمند اور مشہور صوبہ تھا۔ جس میں کہ کئی ملک بڑے شاندار مندروں اور محلات والے شہر آباد تھے۔ گو اس وقت اس وادی کا بڑا شہر بجائے قادس بعل بک ہے۔ پہلے روز ہم اس کیطرف گئے۔ ایک سٹیشن سے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں اسطرف ریل چلتی ہے۔ ہم نے اس خطۂ زمین کو خشک ایام میں دیکھا۔ ان دنوں فصل درو ہو چکی تھی۔ تاہم یہ وادی سیریہ جو دونوں جانب بلند پہاڑوں سے محفوظ ہے۔ اور جس میں پہاڑی خوشگوار ہوا چلتی رہتی ہے۔ ان شائستہ زمانوں کا زبان حال سے بیان کر رہی تھی۔ جو اس نے وقتاً فوقتاً دیکھے تھے۔ اور جن میں مختلف اوقات میں شاندار شہر اس میں آباد ہوتے رہے۔ اسیطرح ملک کا نظارہ دیکھتے ہوئے ہم بعل بک کے شاندار کھنڈرات تک پہنچے۔

اس جگہ جوپیٹر دیوتا اور بیخوس کے مندروں کی تعمیر ایسی چٹانوں سے نہ دیکھی جیسے کہ اکیراپولس کے مندر کے شہر ایتھنی میں پائے تھے۔ اس جگہ تعمیر کا ڈھنگ یہ تھا۔ کہ نیچے بطور پلیٹ فارم کے ایک صحن بنایا گیا ہے۔ اس کے اوپر پشت کی دیوار میں تین بڑے پتھر ایسے بڑے کہ شائد تعمیر کے لئے اور کسی جگہ اتنے بڑے پتھر استعمال نہیں ہوئے لگائے گئے ہیں۔ ان کی لمبائی ۶۴ فیٹ اونچائی اور موٹائی ۱۲ فٹ تک ہے۔ ہر ایک کا وزن ایک ہزار ٹن کے قریب ہوگا۔ اس مصنوعی اکیراپولس کے اوپر جوپیٹر دیوتا کا مندر ہے۔ کوئی نصف درجن کے قریب ستون کھڑے ہیں۔ اس کی تعمیر اور بناوٹ کی خوبی ایسی معلوم نہیں ہوتی جیسے کہ شہر ایتھنی کے پارتھی نان کی۔ تو بھی اس کے محراب و ستون اسکی نسبت بہت بڑے بڑے ہیں۔ پارتھی نان کے محراب قریباً ۶۵ فیٹ بلند ہیں اور بارہ حصوں میں ہیں۔ اور ان کا نچلا قطر ۷ فیٹ ۳ انچ اور اوپر ۴ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ اس مندر میں ان کی بلندی ۶۰ فیٹ ہے۔ اور تین حصے ہیں۔ اور قطر یکساں ۷ فیٹ ۶ انچ ہے۔ اس سے بڑے ستون کا زنگ میں پائے جاتے ہیں۔ بیخوس کا مندر بھی اچھی حالت میں ہے۔ اور ملک سیریہ میں رومی سلطنت کی اچھی یادگاروں میں سے ہے۔

اس بڑے صحن کے اوپر بڑی بھاری سخت سرخ پتھر کی سیڑھیاں گری پڑی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں یہ ابتک کھڑی نہ رہی۔ کسی عظیم طاقت نے انہیں ایسی مضبوطی کی حالت سے

گرادیا - آپ لوگ جو پنجابی ہیں - اس کا جواب بآسانی سمجھ سکتے ہیں - یہ زلزلوں نے گرادیئے - دوسرے دن ہم کوہستان لبنان کو گذر کر شہر دمشق میں وارد ہوئے - اس زرخیز خطہ کے سوا جسمیں بعلبک واقع تھا - ہم نے کہیں سبزی نہ دیکھی تھی - اب دمشق کے باغات اور گلزار دیکھکر ہمارا دل ایسا خوش ہوا - جیسے کہ کسی عربی کا دل باغ باغ ہوتا ہے جو ریگستان سے ہوکے اس گلستان دمشق میں پہنچے - آپ لوگوں کو جنہوں نے کشمیر [illegible] کی سیر کا لطف اٹھایا ہوا ہے - شاید دمشق کا نظارہ ایسا پرلطف نہ ہوگا - پر عربوں کے لئے جو [illegible] ریگستانوں میں گذرتے ہیں - دمشق اس [illegible] شمال و جنوب کی ہے - آپ کو معلوم ہوگا - محمد صاحب کی نسبت بیان کیا جاتا ہے - کہ اُس نے اس شہر میں داخل ہونے سے انکار کیا تھا - یہ کہکر کہ انسان کیلئے صرف ایک ہی بہشت میسر ہوا ہے - میرا اپنا خیال ہے - کہ حقیقتاً دمشق ایک قابلِ تعریف جگہ ہے - یہ ایک دلربا شہر ہے - خواہ اس کی سابقہ تاریخ کا مطالعہ کرلو - خواہ خود جاکر دیکھ لو ؛

اول - آؤ ہم اس کی تاریخ پر ذرا نظر ڈالیں - دمشق یہ دعوےٰ کرسکتا ہے - کہ میں دنیا میں سب سے پرانا ہوں - اس کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے - اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس نے کئی بڑے بڑے شہروں کو بنتے اور برباد ہوتے دیکھا ہے - میں ایک کتاب میں سے کچھ اقتباس کرتا ہوں جسے اول مرتبہ میں نے فورمن کرسچن کالج میں امتحان کی نگرانی کے وقت پڑھا تھا - تو وہ مقابل دمشق [illegible] پرستوں سے فتح کیا - اغلباً یہ عبرانیوں سے جب پہلے آباد تھا - وہ سب مٹ گئے لیکن یہ ابتک آباد ہے - دو مرتبہ اس کی بربادی ہوچکی ہے - اغلباً [illegible] سے جو اب برباد ہوچکا ہے - پھر جب [illegible] مشہور نہیں رہا ہے - کئی دفعہ یہ لوٹا جاچکا ہے - اور دو مرتبہ اس کے تمام باشندے اسیر کئے جاچکے ہیں - لیکن ان سب سے بھی اس کا سلسلہ تاریخ نہیں ٹوٹا - کیونکہ زمانہ تھا کہ وہ بحیرہ اونیانوس سے لیکر بحیرہ چین تک [illegible] دنیا کا دارالخلافہ تھا - نصف [illegible] اس کی عظمت جاتی رہی - لیکن یہ ابتک سب سے [illegible] دوسروں کے ؛

دمشق کا شہر سطح اور پہاڑ پر ہے - جس کے گرد اگرد فصیل ہے - اور اس کے باہر باغات اور گلزار ہیں - یہ بڑا سبزہ زار ایک ٹکڑہ زمین غوطا کہلاتا ہے اور لبنان پہاڑیوں کے دامن میں ہموار سطح ان میں واقع ہے - اس پہاڑ پر جاکر شہر کا نظارہ عجیب ہے گویا ایک سبز پتھروں میں ہیرا جڑا ہوا ہے - ایک فراخ دریا سبزہ زار میں سے ہوکر نکلتا ہے - اور اس کا شفاف اور ٹھنڈا پانی سبزہ زار غوطا کی جانب رخ کرتا ہے اسی ندی کی خاطر دمشق ایک گلستان بن رہا ہے نعمان سریانی کا قصہ آپ کو یاد ہوگا - جو الیشع نبی کے پاس کوڑھ سے چنگا ہونے کے لئے آیا تھا - اور جب نبی نے اس کو کہا تھا - کہ جا اور یردن میں جاکر غوطہ لگا - تو اس نے غصہ میں آکر جواب دیا - "کیا ابنا فرفر کی دمشق کی ندیاں اسرائیل کے پانیوں سے بہتر ہیں" یہی دریا ہے ابنا دمشق کے میدان کو سیراب کرتا ہے - پر اب اس کا نام بردیٰ ہے ؛

یہ دریا سے بردا شہر میں داخل ہونے سے
پہلے سات شاخوں میں ہو جاتا ہے۔ جو میدان دمشق
کو سیراب کرتی ہوئی آگے بڑھکر ریگستان کی جھیلوں
میں گم ہو جاتی ہیں۔ ان شاخوں میں سے سب
سے بڑی شہر کے بیچوں بیچ میں ہوکر گذرتی ہے
اور اس کا پانی نلوں کے ذریعہ شہر کی سب اطراف
میں پہنچایا جاتا ہے۔ ایسے کہ ہر ایک باغ میں ندیاں
نالے بہتے ہیں اور دمشقی ان کے کنارے سے بیٹھکر
کافی اڑاتے اور حقہ پیتے ہیں۔ دمشق کی نشست گاہیں
بھی اسی پانی کے فوارے سے لگے ہوئے ہیں۔ اسکا
پانی کشمیر کی ندیوں کیطرح شفاف ہے +

پہاڑ پر جاکر دمشق کا نظارہ دیکھیں اور [illegible]
پر نظر ڈالیں۔ تو جنوب غربی جانب کوہ حرمون نظر
آتا ہے۔ جس کی چوٹیاں گرمی کے موسم میں بھی
برف سے لدی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ جانب جنوب
جبل الاسود نشیب میں واقع ہے۔ جو صوبہ حوران
کی شمالی حد ہے۔ جنوب مشرقی کوہ حوران واقع
ہے۔ اور عین مشرق میں ریگستان ہی ریگستان
ہے +

تین بڑی سڑکیں دمشق سے نکلتی ہیں۔
پہاڑوں کے بیچوں بیچ بیروت کو رستہ جاتا ہے
جانب حوران درب الحج واقع ہے۔ جو حاجیوں کا بڑا
رستہ ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ حجاز ریلوے جاری
ہے۔ مشرقی دروازے سے بغداد کو رستہ جاتا ہے
اسی رستے سے قافلہ ہاے بغداد کو سفر کرتے ہیں
ذرا آگے بڑھکر اسی میں بغداد کو ڈاک کا رستہ
نکلتا ہے۔ اونٹ کی سواری سے دس روز کا رستہ
ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں سے اکیس گھنٹے اونٹ ہر روز
سفر کرتا ہے۔ اور ساربان بہت ہی تھوڑی نیند پر
اکتفا کرتے ہیں +

وسط شہر میں جامع مسجد واقع ہے۔ جس کی تعریف
عربی شاعروں نے کی ہے۔ سیریا فلسطین کی کئی ایک
دوسری مساجد کیطرح یہ بھی پہلے مسیحی گرجا تھا۔ اس
مسجد کا فرش چھوٹے چھوٹے پتھروں کے بنے ہوئے
کپڑے سے مڑھا ہوا ہے۔ یہ پتھر ایسے طور پر مرطوب
ہو گئے ہیں۔ کہ ان کا اصلی رنگ نظر نہیں پڑتا۔ اور
گنبد کی تصویر بھی بالکل معدوم ہوگئی ہے۔ جنوبی
غربی مینار سے جس کا نام مدینۃ الغربیہ ہے۔ شہر
کا ایک پرلطف نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اسی مینار
سے موذن نے بانگ دی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے
شہر دمشق کے سب سے خوش الحان موذن نے مینار
سے بانگ دی۔ مسجد کے قریب ہی صلاح الدین
کا مقبرہ ہے +

دمشق کے بازاروں میں ہم ادھر ادھر گھومتے
رہے۔ اور دوکانوں اور بھیڑ اور رنگ دار مکانوں
اور چیزوں کو دیکھکر تھک نہیں گئے۔ یہاں کے
بازار بھی سمرنا کیطرح اونچے اور چوڑے ہیں اور
سلامی دار چھت سے چھتے ہیں۔ بازار ایسے اونچے
ہیں۔ کہ ان کے اندر ہوا بخوبی پھرتی ہے۔ اور وسیع
اور گرمی کے وقت بھی ٹھنڈے رہتے ہیں مشرقی
دروازے کے باہر ایک منڈی ہے۔ جہاں مشرقی
صنعت کی اشیاء فروخت ہوتی ہیں۔ محمدی۔ یہودی
اور عیسائی سب کے سب اس جگہ ملازم ہیں۔ اس
لئے یہاں تین دن یعنی جمعہ محمدیوں کے لئے۔

سنیچر یہودیوں کے لیئے۔ اور اتوار عیسائیوں کیلئے
تعطیل دیجاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ نہر سویز کی تعمیر کے
بعد دمشق کی تجارت بہت کم ہوگئی ہے۔ اور جب
سمرنا بغداد ریلوے بن جائیگی تو اس کی تجارت
اور بھی کم ہوجائیگی۔ لیکن ابھی تک یہاں شہر خوب
رونق میں نظر آیا۔ یہ شہر سمرنا کی نسبت بلحاظ عمدہ عمارات
اور فراخی بازار کے کہیں بہتر ہے۔ ہم یہاں پھل پھول
کے موسم میں تھے۔ سامان خورش بکثرت نظر آتا تھا
لوگ ہر کہیں خوشی سے چلتے پھرتے نظر آتے تھے
اور غربت اور تنگ حالی کا نشان بھی نہ پایا جاتا تھا
برقی ریلوے ملک ٹرکی میں صرف یہاں ہی ہے۔
جو کہ دمشق کے مضافات میں واقع ہے۔ سنا کرتے
تھے کہ دمشق کے لوگ ذرا جوشیلے ہیں۔ لیکن ہمیں
تو وہ بڑے مؤدب اور خوش خلاق نظر آئے +

جبل الاسود کی پہاڑیوں کو پار کر کے ہم حاران
میں داخل ہوئے۔ آجکل یہاں مسافروں کے گذر
کی ممانعت ہے۔ باعث یہ ہے کہ گذشتہ ایام میں دروز
لوگوں نے لبنان کے مسیحیوں پر لوٹ مار کی اور کئی گاؤں
کے گاؤں برباد کر دیئے۔ اس لوٹ مار کی فکر سے اور
یورپ کی سلطنتوں کے دباؤ سے سلطنت ٹرکی نے
لبنان کے مسیحیوں کو ایک مسیحی حاکم عنایت کیا اور
ساتھ ہی ان کو ہر طرح کی آزادی بھی بخشی۔ اور بہ نسبت
ملک فلسطین کے اُن کے ٹیکس کو بھی ہلکا کر دیا۔ دروزی
قوم کے لوگ اپنی ناشائستہ حرکات کے برے نتائج
کے ڈر سے حاران کی پہاڑیوں میں ریگستان کے
کنارے جا بسے۔ عام طور پر یہ لوگ امن پسند ہیں
تو بھی جب کبھی عرب لوگ اُن پر حملہ آور ہوتے ہیں
تو اُن کی تند خوئی ظاہر ہوتی ہے۔ گورنمنٹ اس
علاقہ میں پولیس بہم نہیں پہنچا سکتی۔ اور وہی مسافروں
کی حفاظت کی ذمہ وار ہے +

دریائے یرون کے مشرقی جانب کا علاقہ بہت
سرسبز اور زرخیز ہے۔ فلسطین کی نسبت اس میں
ندی اور نالے بھی زیادہ ہیں۔ اور آب و ہوا بھی
صحت بخش اور مفرح ہے۔ رومی سلطنت کے زمانے
میں یہ علاقہ غلہ کا ایک خزانہ تھا۔ جب ہم یہاں تھے
فصل کاٹی جا چکی تھی۔ اور غلہ کے ڈھیر ریل کے
اسٹیشنوں پر ہر کہیں نظر آتے تھے۔ ہم حاران کے
بیچوں بیچ گذرتے ہوئے آخر کار ملک فلسطین میں
پہنچے۔ اور جبیل گلیل کے جنوبی جانب ریل سے اتر
پڑے +

آپ میں سے بہت صاحبان اس سرزمین سے
بوجہ مطالعہ بائبل کے بخوبی واقف ہیں۔ آپکو یاد ہو
کہ پرانے زمانے کے اسرائیلی لوگوں نے اسے ایسی
زمین کا خطاب دیا تھا۔ جہاں دودھ اور شہد بہتا
ہے۔ اب بھی عربی لوگ اس کی عجیب زرخیزی کو
دیکھکر اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں +

پر بحالت موجودہ یہ ملک تنگ حال ہوگیا ہے
تو بھی ٹھیک رائے قایم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہم نے
اس سرزمین کو موسم خزاں کے اخیر میں بھی دیکھا ہے
آئندہ موسم بہار میں اس کی یہ صورت نہ ہوگی لیکن
بایں ہمہ یہ ملک واقعی تنگ حال ہے۔ اور اس کی
وجہ یہ ہے۔ اولاً یہاں کے لوگوں پر بہت بھاری
ٹیکس لگایا گیا ہے جس کی آمدنی اندرونی ترقی
یا تعلیم یا بہتر حکومت میں صرف نہیں کیجاتی ہے

بلکہ ٹرکی سلطنت کے خزانوں کو پُر کیا جاتا ہے۔ جو
نہایت ہی نامناسب ہے۔ دویم گورنمنٹ ٹرکی اُن
متمول اشخاص کو جو کوہ لبنان سے پانی پمپ کے ذریعہ
لایا چاہتے ہیں۔ نہ ہی اجازت دیتی ہے۔ اور نہ ہی
اُن کی حفاظت کی ذمہ وار بنتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو
کل زمین سیراب ہو سکتی تھی۔ گورنمنٹ نہ تو خود ہی
اس کام کا ذمہ لیتی ہے۔ اور نہ دوسروں کو کرنے
دیتی ہے۔ سوم اس ملک کی غربت کی وجہ یہ
بھی ہے کہ لوگوں میں کسی قسم کی ترقی کی خواہش
خواہش اور سرگرمی پائی نہیں جاتی۔ باعث یہ ہے
کہ یہاں کے لوگ مختلف قوموں کے ہیں مختلف
مذہبوں کے ہیں۔ اور اُن میں کسی قسم کی یک جہتی نہیں
پائی جاتی +

آپ سوچ سکتے ہیں۔ کہ ہم اُس سرزمین کے
دیکھنے کے کیسے ہی مشتاق تھے۔ جسکی بابت ہم نے
اتنا کچھ پڑھا ہوا تھا۔ اس ملک کی بناوٹ بڑی ہی
عجیب ہے۔ اُسکے پہاڑ ایسے طور پر واقعہ ہیں۔ اُسکی
ہوا ایسی صاف ہے کہ کئی جگہوں سے کل زمین
وادی یردن کی سمندر کی حد تک صاف دکھائی
دیتی ہے۔ ہوا کی ایسی صفائی کی وجہ سے فاصلوں
کے تخمینہ میں عموماً دھوکا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایکدفعہ
ہم نے دیکھا۔ کہ صبح سے صاف وہ جگہ نظر آتی تھی۔
جہاں کہ دریا یردن جھیل گلیل میں جاکر داخل ہوتا ہے
یہ فاصلہ تیرہ ۱۳ میل کا تھا۔ لیکن ہمیں ایسا نظر آتا
تھا کہ گویا کشتی میں سوار ہو کر ہم ایک گھنٹہ میں وہاں
پہنچ سکتے ہیں +

صبح سے ہم طبریاس کو گئے۔ اور شام کے
وقت ہم اُس جگہ پہنچے۔ ہم نے اُس سمندر پر غروب
آفتاب کے نظارہ کو دیکھا۔ یہ وہ ہی سمندر ہے
جس کے ساتھ یسوع کے کئی واقعات اور
خیالات وابستہ ہیں۔ دوسری صبح ہم گھوڑوں
پر سوار ہو کر یسوع کے پرانے گھر شہر ناصرت کو
دیکھنے کے لئے گئے۔ اور اسی طرح گھوڑے کی
سواری پر تین دن میں یروشلم میں پہنچے۔ اور
پہلی رات مقام جنین میں رہے۔ جو سامریہ کی
شمالی جانب واقعہ ہے۔ اور دوسری رات مقام
نبلوس میں جس کا پرانا نام سکم تھا رہے +

میں اوپر بتا چکا ہوں۔ کہ کسی جگہ سے کل
فلسطین کا نظارہ دیکھا جا سکتا ہے۔ طبریاس سے
روانہ ہو کر ہم نے ایسی تین جگہوں کا ملاحظہ کیا
پہلے روز ہم نے طبر کے پہاڑ پر جا کر نظارہ کیا۔ دوسرے
روز ہم نے ناصرت کے نزدیک ایک پہاڑ پر
چڑھ کر نظارہ دیکھا۔ اس جگہ خداوند یسوع بھی کئی
بار چڑھا تھا۔ سب سے اچھا نظارہ ہم نے ایبل کے
پہاڑ پر سے دیکھا۔ جو نبلوس کے قریب واقع ہے
آخری روز ہم نے تیرہ ۱۳ میل سواری کی۔ نو میل کے
فاصلہ ہی سے یروشلم پہاڑوں پر بسا ہوا نظر پڑتا
تھا دوسرے خط میں آپ کو یروشلم کی بابت بتاؤنگا
یہ وہی جگہ ہے۔ جو محمدی۔ یہودی۔ اور عیسائی
مقدس جانتے ہیں۔ یہ خط کافی لمبا ہو گیا ہے
اب میرا سلام سب دوستوں اور لاہور کے
جان پہچانوں کو ملے + میں ہوں آپ کا

نیازمند

ایم۔ ایس فریم

علم الحیات

ہر زمانہ کے علما اس کی جستجو میں رہتے ہیں کہ
حیات کیا ہے۔ کس چشمہ سے ہے۔ کونسے اجزا
سے یہ مرکب ہے؟ بعضوں نے تو یہ سمجھا کہ اس کا چشمہ
خدا ہے۔ جو مردہ مادہ کو حیات بخش کر زندہ کر دیتا ہے
اور مادہ بذات خود حیات سے معرا اور خالی ہے۔
بعضوں نے یہ سمجھا کہ حیات کا منبع مادہ ہی ہے۔ اور
بعضوں نے خیال کیا کہ اشیاے مفردہ اور ذرات
عناصر کی ترکیب کیمیائی سے حیات پیدا ہوئی۔ لیکن
باوجود صدہا سالوں کی تحقیق و تفتیش کے پچھلی دو قسم
کے علما اپنے دعوے کی اثبات میں قاصر رہے
ہیں۔ چنانچہ ۱۸۶۸ء میں پروفیسر ہکسلی صاحب نے اس
مضمون پر ایک رسالہ لکھا۔ جس میں انہوں نے یہ
ظاہر کیا کہ سمندر کی تہ میں ایک لیس دار لطیف مادہ
پایا جاتا ہے۔ وہ زندہ مادہ کی ایک چادر ہے جو کرہ
زمین کو احاطہ کئے ہے۔ سمندر کی تہ میں یہ چپکنے
والا مادہ جو بکثرت پایا جاتا ہے وہ گویا ذرات
حیات ہیں یا کہو کہ حیات کے والدین ہیں۔ انکا
اصطلاحی نام انگریزی میں پروٹوپلازم (Protoplasm) ہے۔ علم الحیات کی یہ خاص اصطلاح
ہے۔ جس کے لغوی معنی یہ ہیں کہ جو پہلے بنا۔ اس
لئے اگر ہم اسے ذرات حیات سے نامزد کریں تو
موزوں ہوگا۔ کیونکہ سائنس کے لحاظ سے ہر شے
کے بننے سے پیشتر انہی کے ذرات موجود تھے اور
ان ذرات سے باقی سب اشیا خود بخود یا ایک خالق
کی قدرت کاملہ سے عالم وجود میں آئیں۔

لیکن پروفیسر ہکسلی نے اس لیس دار مادہ
کو ایتھی باتیس (Bathybius) سے
موسوم کیا۔ یہ لفظ دو یونانی الفاظ سے مرکب
ہے۔ ان میں سے ایک کے معنی ہیں عمق۔ اور دوسرے
کے معنی ہیں حیات۔ پس مرکب لفظ کے معنی ہوئے
وہ حیات جو عمق سمندر میں پائی جاتی ہے۔ اور
پروفیسر صاحب کی اس رائے پر بعض دوسرے
عالم بھی فریفتہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ حیات کا راز
اب معلوم ہو گیا۔ صدیوں کی محنت کا ثمرہ مل گیا
اب کسی فوق العادت اسباب کے دریافت کی
ضرورت نہ رہی۔ عالم جمادات اور حیوانات میں
جو ایک بڑا گڑھا پایا جاتا تھا اب اس کے ساتھ
پل بن گیا۔ اب کسی ابتدائی معجزے کے ماننے کی
ضرورت نہ رہی۔ پروفیسر ہکسلی کی اس رائے سے
پیشتر اہل سائنس کو ایک ابتدائی معجزے کے ماننے
کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ کس طرح زندگی اور حیات
داخل ہوئی۔ چنانچہ فرنچ انقلاب کے وقت ایک
صاحب (Jean Paul Richter) نے
ان سائنس دانوں پر جو معجزوں کے منکر تھے یہی
اعتراض کیا کہ کم سے کم دو معجزے یا مکاشفے
اس زمانہ میں لاکلام ماننے پڑتے ہیں۔ وہ گویا
پرانا اور نیا عہد نامہ ہیں۔ ایک تو محدود اشیا کی
پیدائش اور دوم مادہ کے سخت تختہ پر حیات

کی پیدائش - اور اگر ایک امر کو ہم لاینحل تسلیم کرلیں
تو دیگر امور کو ایسا ماننے کی راہ کھل جاتی ہے - اگر
ایک معجزہ کو مان لیں تو ساری فلاسفی کی عمارت
گرجاتی ہے - چنانچہ ڈیوڈ فریڈرک سٹراس نے
(David Fredrick Strauss)
پیچھے ہکسلی کی رائے کا گرویدہ ہوگیا ۱۸۷۳ء میں بھی
ایک تحریر میں اس بات کو تسلیم کرلیا تھا کہ ہم کو اقرار
کرنا پڑتا ہے کہ کم سے کم ایک دفعہ حیات کے داخل
کرنے کے لئے معجزہ واقع ہوا - جب تک ہم یہ نہ دریافت
کرلیں کہ مادہ کی مُردہ اور زندہ حالت میں کونسی
کڑی یا اس گڑھے کے پُر کرنے کے لئے کونسا
طریقہ ہے - اب اس نے کہا کہ یہ کڑی اور یہ طریقہ
"باتھی بائیس" ہے - اب معجزہ ماننے کی مطلق ضرورت
نہ رہی - ۱۸۶۸ء سے ۱۸۷۳ء تک جو علما فوق العادات
مذہب کے منکر تھے - ان کا تکیہ کلام اور نام شب ایسی
یہ لفظ "باتھی بائیس" تھا - اور سٹراس جیسے عالم کے
سامنے جو معجزہ کا منکر تھا - معجزہ ماننے والے اکثر
کانپتے تھے - اور سٹراس نے اس لفظ یا نو دریافت
مادہ کو اس انکار معجزہ کی بڑی دلیل گردانا +

لیکن اگر دوسرے عالم علم الحیات اور علوم طبیعیہ
کے ماہر پروفیسر ہکسلی کے ساتھ اس امر میں متفق نہ
تھے - انھوں نے اس کی اس رائے کو رد کیا -
چنانچہ ڈاکٹر والیچ (Wallich) نے ۱۸۹۶ء میں
اس امر کی شہادت پیش کی - کہ سمندر کی تہ میں جو مٹی
ہے اُس سے ہکسلی صاحب کی رائے کی کچھ تائید نہیں
ہوتی - ایک جہاز جو سمندر کی تہ دریافت کرنے میں
مصروف رہا اُس نے بھی اسی قسم کی شہادت جمع
کی ہے - اور اس دریافت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج یہ
لفظ باتھی بائیس نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے
اور جائے تمسخر ہے - اور آج تقریباً سب یہ مانتے
ہیں کہ سمندر کی تہ کی وہ مٹی بجائے حیات کے ذرات
ہونے کے مرکب چونے کا تودہ ہے - اور جو حیوانات
گزر گئے ہیں ان کے بدنوں کا گویا بُرادہ ہے -
اور بشیار چھوٹے چھوٹے زندہ کیڑے کوڑے
وہاں پائے جاتے ہیں - رفتہ رفتہ خود پروفیسر ہکسلی
نے اس رائے سے کنارہ کیا - الغرض عالم جمادات
و عالم حیوانات میں جو گڑھا تھا - وہ ویسا ہی رہا کوئی
عالم اسکو پُر نہیں کرسکا - نہ ہکسلی نہ سٹراس ایسا کرنے
میں کامیاب ہوئے +

جو عالم یہ مانتے ہیں کہ شروع میں زندگی کا بیج
خدا نے بویا تھا ان کی تین قسمیں ہیں - اوّل کہ خدا نے
چند ابتدائی ذرات حیات خلقت میں داخل کردیئے
اُن سے سارے ذرات میں ایک تحریک پیدا ہوگئی
اور یوں مختلف طبقات خلقت تدریج نکل آئے -
دوم - بعض صاحب یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ابتدا میں
نہ ذرات کو بلکہ چند زندہ اشیا ہی کو پیدا کردیا - یا
تو قوانین فطرت کے مطابق یا براہ راست تیسری
قسم کے لوگ یہ مانتے ہیں کہ سارے طبعی قانون
میں خدا ساری ہے - اور ان قوانین قدرت کے
مطابق جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں - وہ سب اُسی
سرایت کنندہ الٰہی فعل ہی کا نتیجہ ہیں +

خلقت کی پیدائش کے بارہ میں علما میں بہت
اختلاف الرائے ہوا ہے اور ان سب کو ہم سات
قسموں پر تقسیم کرسکتے ہیں +

(۱) باہمی ذرات میں جو کشش پائی جاتی ہے وہ ایک طرح کی خواہش یا شوق وصل ہے جس کے لئے ذرات میں بذات خود ایسی تحریک اور ایسا اتحاد ہوتا جاتا ہے۔ کہ خود بخود مختلف صورتیں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں ٭

(۲) جس حالت میں یہ ذرات پائے جاتے ہیں اس کی تاثیر سے مختلف انواع نباتات وحیوانات صادر ہوتی ہیں ٭

(۳) مخلوقات میں ایک طرح کی خانہ جنگی ہے زندہ رہنے کی کوشش برابر جاری ہے۔ اس کوشش وجدوجہد میں کمزور مخلوق فنا ہو جاتے ہیں اور اعلےٰ وزور آور مخلوق بچ رہتے ہیں ٭

(۴) ایک نادانستہ طبعی دانش ایسی مخلوقات کے پیدا کرنے میں محرک ہوتی ہے ٭

(۵) ایک طبعی میلان اور اندرونی طاقت وقدرت کی تاثیر سے یہ سب کچھ بن گیا ٭

(۶) ایسی قدرت کی تاثیر کے متواتر کام کرنے کے ذریعہ سے خلقت بن گئی ٭

(۷) الٰہی قدرت نے قواے فطرت کو ایسی ترتیب دی اور وقتاً فوقتاً دخل دیکر عالم بنایا۔ خاصکر انسان کو ٭

الغرض زمانہ حال کی تحقیقات کی تواریخ سے اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلقت کی پیدایش کے بارہ میں کم سے کم تین مختلف رائیں ہوئی ہیں۔ اگرچہ ہکسلی صاحب کہتے ہیں کہ صرف تین ہی رائیں ہوئی ہیں اور ہوسکتی ہیں۔ یعنی (۱) یہ خلقت ازل سے موجود ہے ٭

(۲) چھ دنوں میں بتدریج بن گئی ٭

(۳) قدرتی انتخاب کے ذریعہ ٭

لیکن ان سب میں سے یہی راے ترقی پر ہے کہ ابتدا میں زندگی کا آغاز خدا کی طرف سے ہوا ٭

عجیب شادی

۱۳۔ نومبر کو ایک یوروپین پادری صاحب کا مقدمہ ولایت کے ایک بشپ صاحب کے سامنے پیش ہوا۔ پادری صاحب پر یہ الزام لگایا گیا تھا۔ کہ ۲۰۔ اگست کو اس نے دو شخصوں کا نکاح پڑھا۔ اسوقت وہ نشہ کی حالت میں تھا۔ اور عجیب حرکات اُس سے سرزد ہوئیں۔ اُس نے پہلے تو دفن کی کی ترتیب پڑھنی شروع کردی۔ اور پھر بپتسمہ کی ترتیب کا آخری حصہ اور آخرکار ایک دوسرے پادری صاحب کو بلایا اُس نے آنکر نکاح کی ترتیب ختم کی ٭

(از سول ملٹری گزٹ ۷۔ دسمبر سنہ ۱۹۰)

پادری نکمبے صاحب کا سرمن جو جنرل اسمبلی کے سامنے دیا گیا

(دیکھو نوٹ)

یسعیاہ ۲: ۱ - ۵

پادری نکمبے صاحب سابق ماڈریٹر جنرل اسمبلی نے مذکورہ بالا مقام پر درس دیا۔ ہم اُس کا خلاصہ مطلب ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ اُس سے پڑھنے والوں کو فائدہ پہنچے ٭

پادری صاحب موصوف نے اپنے سرمن کو تین حصوں میں تقسیم کیا وہ یہ ہیں۔ (۱) مسیح کی بادشاہت کی عالمگیری۔ (۲) اس بادشاہت کے پھیلانے اور استحکام پانے کا طریقہ۔ (۳) اس بادشاہت کی خاصیت۔ پہلے پوائنٹ کے متعلق پادری صاحب نے کئی عمدہ خیالات پیش کئے مگر ہم اُنہیں طوالت کے خوف سے اس جگہ درج نہیں کرسکتے ٭

(۲) دوسرے پوائنٹ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مسیحی بادشاہت کے پھیلانے میں ہمیشہ دو باتیں کارگر ثابت ہوئی ہیں۔ اول تعلیم اور دوم عبادت۔ ان دونوں باتوں کا سرانجام کرنیوالا خدا خود ہے۔ لیکن اُس سے تعلیم پانے کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ ہم فروتن بنیں۔ کیونکہ ہمارا علم محدود ہے۔ دوم لازم ہے کہ ہم مؤدب بنیں کیونکہ بہت باتیں ہیں جو ہمیں معلوم ہی نہیں ہیں لہذا ہم خود اُنہیں دریافت نہیں کرسکتے۔ اُن کے متعلق ہمارا معلم روح القدس ہے۔ پس بیجا فخر کو ترک اور ادب کو اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ عبادت کے ساتھ اخلاقی زندگی ایسی وابستہ ہے کہ اُس سے جُدا نہیں ہوسکتی۔ نہ مذہب کو اخلاق سے اور نہ اخلاق کو مذہب سے جدا کرسکتے ہیں۔ پس ایکطرف سچے علم آلہی کی ضرورت ہے اور دوسریطرف پاک زندگی کی جب دونوں باتیں مل جائینگی تو دشمن پست ہوجائیگا۔ اور مسیحی دین فتح پائیگا ٭

(۳) اس بادشاہت کی خاصیت۔ خاصیت اسکی سلامتی ہے۔ تلواروں کے پھاوڑے وغیرہ بن جائینگے یعنی ہر بُرے انسٹیچوشن کا توڑا جانا۔ ہر غریب بچہ کا سکول میں ڈالا جانا مسیح کے فرزند خدا ہونے کی دلیل ہے۔ اور خداوند کی دعا کا جواب ہے صلح اور سلامتی ضروری امور ہیں۔ پس جب تک تلواریں بنتی رہینگی۔ اسوقت تک مسیحی اقوام خیال میں مسیحی مگر عمل میں ملحد ہیں گی ٭

پھر یہ دکھاکر کہ یسعیاہ کی تعلیم انجیلی تعلیم ہے اور وہ سب کے لئے ہے۔ سب قوموں کے لئے ہے۔ مسٹر نکمبے نے یہ دکھایا کہ قوموں کو مسیحی بنانے کا اچھا طریقہ یہی ہے کہ ہم پہلے فرداً فرداً ہر ایک شخص کو مسیحی بنائیں ٭

(۴) اب ہم دیکھینگے کہ یہ نبوت کہانتک پوری ہوئی ہے۔ دو ہزار برس میں جو نتائج پیدا ہوئے

وہ مخفی نہیں ہیں۔ کئی مذہب دنیا سے اٹھ گئے۔ مثلاً
یوروپ اور امریکہ کے بعض مذہب۔ اور اب ہندوستان
میں مسیحی مذہب کیا کچھ کر رہا ہے۔ ہمیں معلوم ہے
کہ جب کیری صاحب نے ہندوستان میں قدم رکھا
تو اُس وقت سارا ملک تاریکی میں ملفوف تھا۔ بہت
مدت کے بعد انہیں فقط ایک شخص کے کلیسیا میں
شامل کرنے کی خوشی حاصل ہوئی۔ خدا نے اُن
مشنریوں کی محنتوں پر برکت بخشی اور اب ہر سو
باشندگان ہند میں سے لوگ مسیحی ہیں اور ہو رہے
ہیں۔ اس سے کارندگان مشن کی مشکلات میں حوصلہ
افزائی ہونی چاہئے۔ لیکن یہ اعتراض کیا جا سکتا
ہے کہ ہمارا کام عموماً غریبوں میں ہو رہا ہے۔ اعلیٰ
ذات جو ہند کی سوسائٹی کی جان سمجھے جاتے ہیں
وہ نہیں آتے۔ اس کا جواب اول یہ ہے کہ خدا
طرفدار نہیں ہے۔ اُسکے نزدیک امیر اور غریب
یکساں گنہگار ہیں۔ تو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بالکل
غریب اور جاہل ہی کلیسیا میں شامل نہیں بلکہ
ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو بسبب اپنے علم اور
دانائی اور دینداری کے قابل نمونہ ہیں۔ اور
ایسے شریف اور اعلےٰ ذات لوگ بھی شامل ہیں
جنہیں ہم اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ خدا نے اپنے تئیں کسی
سوسائٹی میں گواہ کے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔ تاہم
یاد رہے کہ یہ امر خدا کی حکمت اور تجویز میں داخل
ہے کہ مسیحیت کی ذاتی خوبی اور طاقت ادنیٰ درجہ
کے مصالح کو اعلےٰ بنا کر اپنے تئیں ظاہر کرتی ہے
مگر چند رکاوٹیں بھی ہیں۔ اور اب میں انکا ذکر کرونگا
(الف) نام کے عیسائیوں کی خراب زندگی
ترقی کو روکتی ہے۔ لوگ تعلیم کی نسبت زیادہ تر چلن
کو دیکھتے ہیں۔ کئی مسیحی بزنس مین اور حکام مسیحی مذہب
سے متاثر نہیں ہوئے۔ لہذا غیر مسیحیوں کے لئے
ٹھوکر کا باعث ہیں۔ بعض ان میں سے مذہب کی
طرف سے محض بے پروا ہیں۔ دولت کے حصول
کی تجویزوں میں غرق اور عشرت کے خیالات میں
ڈوبے ہوتے ہیں۔ اُن کو دیکھکر لوگ اس خام خیال
میں پھنسے ہوئے ہیں کہ مسیحی مذہب ولایت میں
کمزور ہو رہا ہے اسیواسطے یوروپین لوگ مذہب
کی پروا نہیں کرتے۔ کئی اُن میں سے صاف کہتے ہیں
کہ مسیحی مذہب اور دیگر ہند کے مذاہب میں کچھ فرق
نہیں ہے۔ اگر وہ حکام ایسے ہوتے جیسے ہمارے
بزرگ ماڈرٹیر صاحب ہیں تو حالت دگرگوں ہوتی۔
مسیحی مذہب ملک میں بہت پھیلتا۔

(ب) گورنمنٹ کی بے تعلقی۔ بے توجہی بھی
مانع ترقی ہے۔ کوئی اَور گورنمنٹ مذہب کی نسبت
اسقدر بے طرفدار نہیں جسقدر کہ سرکار انگلشیہ ہے
گورنمنٹ کو اندیشہ ہے کہ اگر ذرا سی طرفداری بھی
دکھائی گئی تو خرابیاں پیدا ہونگی۔ یہ اندیشہ بہت
جاندار نہیں ہے۔ کیونکہ ہندو لوگ اس بات کو جانتے
ہیں کہ اپنے مذہب کی تائید اور رعایت کرنا ایک امر
طبعی ہے۔ پس اگر مناسب اور جائز صورتوں میں
انجیل کے پھیلانے کی کوشش کیجائے تو یہ برا نہیں
ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اگر مسیحی مذہب تہذیب اور
اخلاق اور ذہن کے معاملہ میں ترقی بخشتا ہے۔ تو
گورنمنٹ کا یہ مادرانہ فرض ہے کہ اس تبدیلی کن
اثر کو ترقی دے۔ گورنمنٹ انگلشیہ اپنے عمدہ راج

کے سبب سے اسقدر یاد نہیں رہے گی۔ جسقدر اس بات کے سبب سے یاد رہیگی کہ اُس نے ہندوستان کو وہ مذہب دیا۔ جو دل اور دماغ کو روشن کرنے والا ہے ✦

(ج) سوا ان کے اَور کئی باتیں بھی ہیں جن سے مسیح کی بادشاہت رُکتی ہے۔ اُن میں سے ایک مشنری صاحبان کی حکمت عملی ہے اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ جو رشتہ ہندوستانی مسیحیوں اور مشنریوں کے درمیان اس وقت پایا جاتا ہے وہ چنداں دل پسند نہیں ہے۔ اب یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کا نامرغوب تعلق مسیح کی کلیسیا کے اندر پایا جائے۔ کیونکہ اس سے مسیح کے کام میں بڑی ابتری پیدا ہوتی ہے ✦

مشنریوں کی یہ پولیسی ہے۔ اور وہ ہر جگہ ہندوستانی مسیحیوں کو اعلےٰ درجوں پر نہیں بلکہ ادنیٰ درجوں پر مامور کرتے ہیں۔ مگر اس پالوسی میں خود غرضی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس پالیسی کے سبب سے ہندوستانی عیسائی خواہ کیسا ہی لائق کیوں نہ ہو ادنےٰ درجہ پر رکھا جاتا ہے اور کسی نہ کسی مشنری کے ماتحت۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ مستثنیات بہت کم ہیں۔ اب اس خصوص میں ہندوستانی عیسائیوں کی وہی فیلنگ ہے جو انڈین کانگرس کی گورمنٹ کی طرف ہے۔ فرق ہے تو یہ ہے کہ گورمنٹ نے کانگرس والوں کو بہت کچھ دیدیا ہے۔ مگر وہ پھر بھی اَور مانگتے چلے جاتے ہیں۔ مشن ہندوستانیوں کو کچھ نہیں دیتی اور وہ پھر بھی کوئی کانگرس مشن کے خلاف کھڑی نہیں کرتے۔ میری رائے میں اس قسم کی کانگرس مشن کے حلقہ میں برپا کرنا درست نہیں ہے۔ پر اگر کبھی ہو۔ تو ہندوستانیوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ یہ کام محض خود غرضی کے لئے نہ کریں بلکہ مسیح کے جلال کے لئے۔ گورمنٹ نے بہت سے ہندوستانیوں کو اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک پہنچایا ہے۔ مشن بھی یقیناً اچھا کریگی اگر لائق آدمیوں کو آزاد کر دیگی۔ مناسب ہے کہ مشنری اور ہندوستانی متفق ہو کر ہند کو مسیح کے پاس لانے کے لئے کام کریں ✦

وہ میرا بھائی ہے

ایکدن سخت طوفان کیوقت جہاز پر سے یہ آواز آئی کہ کوئی آدمی جہاز پر سے سمندر میں گر پڑا ہے۔ اور سبھوں نے دیکھا کہ ایک آدمی سمندر کی لہروں سے جنگ وجدل کرتا ہوا کنارے پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ بہت کشتیاں اُس کی مدد کیلئے روانہ کی گئیں لیکن وہ بہت دور تھا اور وقت پر مدد پہنچنی مشکل تھی۔ اور سمندر کے شور میں وہ شخص مدد کے لئے چلا رہا تھا اور سب لوگوں کی نظریں اُس شخص پر لگی تھیں۔ جو اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ کشتی والوں نے بہت زور مارا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ بیچارہ مایوسی کی ایک چیخ مار کر پانی کے نیچے چلا گیا۔ ایک شخص نے زور سے پکار کر کہا کہ اُسے بچاؤ! اُسے بچاؤ! جو کوئی اُسے بچانے میں ہزار پونڈ اُسکو دونگا یہ جہاز کے کپتان کی آواز تھی اور جو شخص ڈوبا تھا وہ اُسکا بھائی تھا۔ اُس نے اپنے بھائی کے بچانیکے واسطے اتنی کوشش کی۔ ہماری نجات کا کپتان بھی یہی

ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت

ناول کے پیرایہ میں

پچھلے سال چند ماہ تک میری کا قصہ شائع ہوتا رہا۔ مصنف کے دل میں اس ناول کی تحریر کا شوق صرف اسواسطے پیدا ہوا تھا۔ کہ جو باتیں ہندوستانی مسیحی سوسائٹی کی تخریب کا باعث ہیں۔ اُن کی طرف ارباب غور و فکر کی توجہ طلب کیجائے تاکہ وہ اُن کی اصلاح کے درپے ہوں۔ اور جو خوبیاں دین عیسوی اور یورو پین تہذیب کے مس سے حاصل ہوتی ہیں انہیں اور بھی رونق دیجائے۔ ماسوا اِن باتوں کے ایک یہ خیال بھی مدنظر تھا کہ اُن ہندوستانی مسیحی خواتین کے لئے جو انگریزی زبان کے اچھے اچھے ناولوں کو پڑھنے کی قابلیت اور استعداد نہیں رکھتی ہیں۔ اور نہ اُن کتابوں کے پڑھنے میں دل لگا سکتی ہیں جو مسیحی اُردو لٹریچر میں موجود تو ہیں مگر بسبب دقیق ہونے کے عورتوں کے لئے دلچسپ نہیں ہیں۔ ایسی کتابوں کی تصنیف کی بنیاد ڈالی جائے جو اُن کے لئے نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوں بلکہ اُنہیں اُن کی زندگی کی ہر منزل میں ایسا بننا سکھائیں۔ جیسا اُنہیں بننا چاہئے۔ یہ خیال تو اچھا تھا۔ مگر اسے وجود میں لانا بڑا مشکل کام تھا۔ تاہم چند باب بھلے بُرے جیسے بن پڑے لکھ ڈالے۔ مگر یہ دیکھکر کہ مسیحی میں دو ناولوں کی گنجائش نہیں ہے۔ اور "صبح صادق" اپنی مکمل صورت میں طالع ہو کر صرف دفتر مسیحی کو روشن کر رہا ہے۔ بلکہ صفحات مسیحی کو بھی اپنے انوار لطافت بار سے چمکدار بنا رہا ہے۔ اس قصہ ناتمام کو جہاں تھا وہیں چھوڑا۔ اور اس خیال سے کہ شاید میری پھر کبھی اخباری سٹیج پر پبلک کے سامنے نہیں آئے گی۔ مگر "کالو کی نیلی تتنی" بعض اہل مذاق کو کچھ ایسا رنگ دکھا گئی کہ وہ اُسی کی ادھیڑبن میں لگے رہے۔ مصنف بیچارہ یہ خیال کرتا تھا کہ وقت بہت گذر گیا ہے اور جیسا قاعدہ ہے اب وقت نے کالو کی تتنی کے نیل کو اُڑا دیا ہوگا۔ اور وہ لوگوں کو یاد بھی نہیں رہی ہوگی۔ مگر واہ رے کالو تیری تتنی! کیا جانے کس مٹکے میں ڈبوئی گئی تھی کہ اب تک چمک رہی ہے ۔

کچھ عرصہ ہوا یہ کہا گیا تھا کہ کالو کی تتنی کا رخا نہ تصنیف میں سل رہی ہے۔ کہنے کو تو یہ بات کہہ دی تھی۔ مگر حق بات یہ ہے کہ جو سینے والا ہے وہ جانتا ہے کہ کالو کی تتنی کو سینا گویا ایک "بوقلمو قبا" کو تیار کرنا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس رقعہ بر رقعہ دوختن کا کام ایسا انوکھا کام ہے۔ جو اُس کی چھوٹی سی استعداد سے کہیں بلند و بالا ہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ دوستوں کا تیز طرار اصرار سر پر سوار ہے گریز کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لہذا غریب مصنف نے پھر انگشتانہ پہنکر سوئی ہاتھ میں لے لی ہے۔ اور "لونگی ٹانکے" لگانے کو تیار ہے۔ کوئی پوچھے گا "لونگی ٹانکے" کسے کہتے ہیں۔ پنجاب کے کسی گاؤں

کی کوئی عورت ایک مرتبہ ایک درزی کی دوکان پر کپڑا سلوانے آئی۔ درزی محض رنگروٹ تھا ہاتھ ہاتھ بھر کے ٹانکے لگانے لگ گیا۔ عورت نے کہا "ویرا توں تاں وڈے وڈے توپے بھردا ہیں" (بھائی تم تو بڑے بڑے ٹانکے لگاتے ہو)۔ جواب دیا "کملی ہو گئی ہیں۔ ایہ لونگی توپے ہین۔ دیکھ تاں سہے کہ نہیں اک اک توپا لونگ ورگا بنیا ہویا" (دیوانی ہو گئی ہو میرا ایک ایک ٹانکا لونگ کی مانند ہے) اسی قسم کے ٹانکے لگینگے۔ خوشی ٹیک خوشی نو ٹیک +

اس طویل دیباچہ کے بعد کالو کی درزی کا درزی نئے جوڑ لگانے سے پیشتر پرانے پارچوں کی طرف آپ کی توجہ طلب کرتا ہے۔ پچھلے سال کے پہلے کئی نمبروں میں غلام مسیح کے خانگی حالات۔ میری کے ساتھ اُس کی وہ گفتگو جو نہر کے پل پر ہوئی۔ اُس کی بیماری کا حال۔ اُس کی نصیحت۔ اُس کا انتقال۔ میری کا خواب۔ مس کلارک صاحبہ سے اُس کی ملاقات۔ مس جی کے سکول میں اُس کا آنا۔ اور بڑی جانفشانی سے اپنے کام کو انجام دینا۔ دوسری لڑکیوں کا اُس سے حسد کرنا اور آخر کار اُس پر چوری کا الزام لگانا۔ یہ سب باتیں پچھلے نمبروں میں درج ہو چکی ہیں اگلے نمبر میں نئے جوڑوں کا بخیہ شروع کیا جائیگا +

دیسی مسیحیوں کی موجودہ حالت

کلیسیائی حالت۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مختلف مشنوں کی ہمت کے ذریعہ مسیحی قوم اس ملک میں وجود پذیر ہوئی۔ یہ مختلف مشنیں مغربی مسیحی لوگوں کی ہمت کا نتیجہ تھیں۔ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ اُن مغربی ممالک میں بہت سی مسیحی کلیسیائیں اور اُن کے بے شمار مختلف فرقے موجود ہیں۔ چنانچہ مشنری صاحبان اُن ہی فرقوں اور کلیسیاؤں کو اپنے ساتھ لائے۔ اس میں ہم اُن کی اس کارروائی پر معترض نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں مشنری کام کے معنے مسیح کے نام کو پھیلانے کے ہیں تاہم جس جس فرقے اور کلیسیا کے متعلق مشنری صاحبان اور اُن کی سوسائیٹیاں تھیں۔ اُن کی متابعت اُنہوں نے مشنری کام میں بھی اپنے لئے سب سے مقدم رکھی۔ اور یہ بہت کچھ مناسب بھی ہے کہ ایسا ہی کیا جاوے۔ چنانچہ بڑی بڑی کلیسیائیں جن کی بُنیاد ہم لوگوں میں پڑ گئی ہے یہی ہیں۔ رومن کیتھلک چرچ پروٹسٹنٹ چرچ۔ ان میں سے آخری کے بہت ہی زیادہ فرقے ہیں۔ اب ہمارے درمیان چرچ مشن اور ایس پی۔ جی مشنوں کے سبب سے چرچ اوف انگلینڈ کے بیشمار ممبر موجود ہیں۔ دوسری طرف امریکن پریسبٹیرین

مشن اور یونائیٹڈ پرسبٹیرین مشن اور سکوچ پرسبٹیرین مشن اور رفورمڈ پرسبٹیرین مشن کی مہربانی سے پرسبٹیرین کلیسیا کا بیج موجود ہے۔ اور اسی طرح بپٹسٹ مشن۔ میتھوڈسٹ مشن۔ ونیز لسن سن کی کارکردگی سے ان ہی کے نام کی کلیسیائیں قایم ہوگئی ہیں۔ جابجا شہروں اور گاؤں میں ان کے ممبر موجود ہیں۔ ہر ایک مشن کے علیحدہ علیحدہ گرجے اور انتظام کلیسیائی اپنے اپنے طریق پر ہو رہے ہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اُن کی ترتیب اور تعلیم کی تاثیر ہم لوگوں میں بڑے درجے تک نہیں ہوگئی ہے۔ یہاں ضرورت نہیں کہ ہم مختلف جگہوں کے نام پیش کریں۔ جہاں یہ کلیسیائیں موجود ہیں اور نہ یہ ضرورت ہے کہ ہم اُن کے ممبروں کی تعداد بتلائیں کہ وہ کسقدر ہیں۔ جو لوگ مسیحی قوم کی کلیسیائی حالت کا مطالعہ کرنیوالے ہیں۔ اُن پر روشن ہے کہ کسطرح جابجا مختلف مسیحی فرقوں کی کلیسیائی تعلیم پھیل رہی ہے۔ گویا یہ کہنا سراسر درست ہے کہ جتنی مشنیں ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اُتنی ہی کلیسیائیں بھی ہیں ✦

(۲) اس جگہ ہم اس پر بحث نہیں کرینگے کہ کون اچھی ہے اور کون بُری۔ ہمارا کام سنجیدگی سے کلیسیائی پہلو سے اپنی قوم کی حالت کو ظاہر کرنے کا ہے۔ شاید فی زمانہ ترقی اسی بات پر موقوف ہے کہ مختلف مشنوں کے ذرائع سے مختلف کلیسیائیں قائم ہوکر لوگوں میں روحانیت کا بیج اچھی طرح جڑ پکڑے اور مسیحی مذہب کی اشاعت بھی زیادہ سرگرمی سے ہووے۔ اسوقت ہمیں ایک مختصر گفتگو کا خاکہ یاد پڑتا ہے۔ جو کسی وقت بوقت سفر ریل ایک مشنری صاحب کے ساتھ ہوئی۔ جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ کیا یہ درست ہے کہ مشنری لوگ ہمارے ملک میں مسیح کے نام کے ساتھ ہی اپنی کلیسیائیں بھی لے آئے۔ اور رجوابتری اور علیحدگی اور اختلافات ان کے اپنے درمیان موجود تھے۔ اُن کو ہمارے بیچ میں آکر بو دیا۔ تو صاحب موصوف بولے کہ اگر یہی کام مشنری لوگ ایک ہی سوسائیٹی بنکر کرتے تو میرے خیال میں ایسی سرگرمی سے کام نہوتا اور نہ ہی اس قدر جلد ترقی مسیحی مذہب کی اشاعت میں ہوتی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کہانتک یہ درست ہے۔ پرصورت حال یہ نظر آرہی ہے کہ ہم تھوڑے ہیں اور فرقے بہت۔ اتنے ممبر نہیں جتنی کلیسیائیں۔ اور طرہ اس پر یہ ہے کہ باوجود قلیل تعداد کے اختلافات اسقدر زور پکڑ گئے ہیں کہ یگانگت کرنا امر محال نظر آتا ہے۔ کچھ وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ جیسے کہ انسانی کمزوری ہے جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس۔ یا یوں کہو کہ رعایا کا مذہب بادشاہ کا مذہب ہے۔ عموماً مسیحی لوگ مشنوں کے ملازم ہیں۔ اور جس جس مشن کے متعلق وہ کام کرتے ہیں۔ اُس کی متابعت کلیسیائی اور تعلیمی ایک لازمی امر ہے۔ چنانچہ اگر کسی پرسبٹیرین مشن کے ملازم سے ملو تو وہ اپنی کلیسیا کے گیت گائے گا۔ اور اگر کسی دوسری کلیسیا کے ملازم سے واسطہ پڑے تو وہ اپنی کلیسیا کی خوبیوں کو ایسے طور پر واضح کریگا کہ گویا لوح محفوظ کا الہام وہی ہے۔ اس سے بڑھکے مختلف کلیسیاؤں کا خالص اثر ایک اور پہلو سے اپنی

قوم پر نظر ڈالنے سے معلوم پڑتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف کلیسیاؤں کی تعلیم اور تربیت کی تاثیر ہمارے دلوں میں گھر کر گئی ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ لوگ جو کسی مشن کے ملازم ہیں وہ بھی جس جس کلیسیا سے ان کا تعلق چلا آیا ہے اُنکے دلدادہ اور شیدا ہیں۔ ہمارے خیال میں کسی قوم میں کسی کلیسیا کے تربیت اور انتظام اور تعلیم کی مناسبت کا ہونا خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو ایک نیک نتیجہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری قوم میں کلیسیائی انتظام کی مخالفت کا مادہ نہیں ہے۔ اور کہ اُس کے ممبر خواہ ان کی تعداد کتنے ہی درجہ تک قلیل کیوں نہ ہو۔ اپنے آپ کو کسی نہ کسی کلیسیا سے وابستہ اور پیوستہ رکھنا اپنی زندگی کا مذاق اعلےٰ تصور کرتے ہیں ؏

(۳) کلیسیائی تعلیم اور تربیت کے حسن اور قبح کو تولنا اور جانچنا اعلےٰ علم الٰہی اور مسیحی علم تاریخ کی واقفیت پر منحصر ہے اور شکر ہے خدا کا اسوقت ہمارے درمیان مسیحیوں میں ایسے باواقفیت بزرگ موجود ہیں کہ وہ اس مضمون کو اپنے خاص مطالعہ میں رکھیں۔ ہماری قوم کا کام یہ فیصلہ کرنا نہیں کہ کونسی کلیسیا اچھی ہے اور کون بُری کس کو رد کریں اور کس کو اختیار کریں۔ پر یہ کہ اس ہونہار عہدہ کے لئے آئندہ کے واسطے کونسی فضا وار ہوا ہو گی۔ کونسے مالی کے واقف کار انتظام کے اس کی ڈالیاں سپرد ہونگی۔ جس میں کہ وہ نشو و نما پاوے۔ اظہر من الشمس ہے کہ ضرورتِ زمانہ ایک بڑے کلیسیائی اتحاد کی ضرورت ہے۔ اور اس ضرورت کا احساس کسی درجہ تک ظاہر بھی ہوا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں مختلف پرسبٹیرین کلیسیاؤں نے یگانگت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اور ہمارے ہی درمیان سے بزرگ ڈاکٹر صحیح چی صاحب کو اپنا موڈریٹر مقرر کیا۔ پچھلے سال یہ خبر بڑی خوشی سے سننے میں آئی تھی کہ چرچ مشن کونسل نے بھی اپنی ایک کمیٹی مقرر کی ہے جنکا یہ کام ہو گا کہ وہ دوسری کلیسیاؤں سے خط و کتابت کر کے کسی نہ کسی قسم کی یگانگت کے پیدا کرنے کی صورت نکالے۔ لیکن افسوس ہے کہ اب تک اُس کا کچھ نتیجہ سننے میں نہیں آیا صورت حال یہ نظر آرہی ہے کہ پرسبٹیرین اور دیگر نان کنفارمسٹ کلیسیاؤں کا متفق ہونا تو آسان ہے۔ لیکن چرچ اوف انگلینڈ کا اپنی اعلےٰ حیثیت کے رتبے سے نیچے قدم رکھکر دوسرے سے ہاتھ ملانا نہایت دشوار۔ یہی وجہ ہے کہ سب کے سب بڑی آرزو کیساتھ اس یگانگت کی سبیل اور صورت کے پیدا اور نمودار ہونیکے خواہشمند ہیں جسکے لئے کمیٹی نے فیصلہ کیا اب وقت بہت ہی قریب ہے کہ قوم کے لیڈر کلیسیائی اتحاد کے سوال کو زیر بحث کریں۔ کم از کم بڑے بڑے شہروں میں جہاں مسیحیوں کی تعداد خاصی ہے ایسے اتحاد کی جنبش ہونی چاہیئے۔ مثلاً لاہور۔ امرتسر۔ راولپنڈی۔ دہلی وغیرہ میں

خدا کے فضل و کرم سے پھر کرسمس کے ایام دیکھنے میں آئے ہیں۔ ہر طرف خوشیوں کا ڈنکا بج رہا ہے اور ہر کہیں اپنے اپنے طریق پر اور کسی نہ کسی درجہ تک ان ایام کی خوشی کیجاتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتے کہ بجائے اس کے ان ایام میں ایک ہی نام کے اور کام کے ظہور کی خوشی جس طور پر کیجاتی ہے۔ اُسیطرح اُسی کے نام کی نہ ادا ہم سب

امتحانِ نفس

چھٹا باب

تیسرا گناہ - خون

فرشتوں نے گناہ کیا اور درگاہ الٰہی سے راندے گئے - آدم اول نے گناہ کیا اور باغ عدن سے خارج ہوا - لیکن گناہ کا خاتمہ نہ ہوا - اُس نے آدم کی اولاد میں سر نکالا - اور اُس بے وطن غریب کو چین لینے نہ دیا - اس کے پہلوٹھے بیٹے کو شکار کیا - سچ گناہ یا شیطان شیر ببر کیطرح کونے کھدرے میں گھات لگائے بیٹھا ہے اور ذرا آدمی چونکا اور اُس نے آدبوچا - چنانچہ قائن کے بارہ میں کتاب مقدس نے گناہ کی یہی تصویر کھینچی ہے "اگر تو اچھا نہ کرے تو گناہ دروازہ پر موجود ہے اور تیرا ارادہ رکھتا ہے" شیر کی آنکھوں کا مقابلہ کرنا کسی شیر دل آدمی ہی کا کام ہے - بلّی کے آگے کبوتر کیسے سہم جاتے ہیں آنکھیں موند لیتے ہیں اور اپنے تئیں محفوظ سمجھنے لگتے ہیں - سانپ کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کے سامنے بیشمار مرغ پتھرا جاتے اور مُردہ بن جاتے ہیں - بلکہ چوہے اور دیگر جانور تو اس کی جادو اثر نگاہ کا شکار ہوکر خود بخود اُس کے مُنہ میں جاکودتے ہیں - لیکن یہاں تو دوہرا رنگ چڑھا ہوا تھا ایک تو قائن خود اپنی طبیعت سے لاچار تھا - دوسرے نافرمانی کی تاثیر والدین سے میراث میں لے چکا تھا پھر تو گناہ کا مقابلہ کرنا نہایت دشوار تھا - ماسوا خدا کیطرف سے آگاہی پالنے کے وہ سخت گناہ کا مرتکب ہوا - اور خونریزی کی - اپنے پیارے بھائی ہی کو مار ڈالا - اور یہ پہلا خون تھا جو زمین پر گرایا گیا - ہائے زمین تجھے کیا غذا نصیب ہوئی - یہ تو قیامت تک تجھے ہضم نہ ہوگی - ہائے تو تو کسی کے خون کی پیاسی نہ تھی - تجھے کیوں یہ خون جگر پینا پڑا - ہائے قائن تجھے کیا ہوگیا کہ تو نے اپنے پیارے بھائی کا خون کیا ماں جایا اب تجھے کب ملیگا تو نے اس کا خون کیا تو نے اپنے پیارے والدین کے لختِ جگر کو پارہ پارہ کردیا - تیری ماں کا دل کیا کہتا ہوگا - اسکے دل پر کیا گزری ہوگی اس کے تو سینے میں تلوار چل گئی ہائے قائن تو نے تو ایک ہی ضرب سے بہتوں کو گھائل کردیا - اب اس راستباز کا خون زمین سے انتقام کے لئے پکار رہا ہے جو تلوار تو نے چلائی جو ہاتھ تو نے بھائی پر اٹھایا جو اوزار تو نے بھائی کے قتل میں برتا وہ تیری ساری نسل میں چلتا رہیگا - تو نے ایسی ندی کا منہ کھول دیا کہ زمین پر خون کی ندیاں بہنے لگ گئیں - خدا کی صورت کو تو نے برباد کرنا چاہا - زمین و آسمان تیری برداشت کیسی کرسکینگے تو دونوں سے راندہ جائیگا ۔

کس امر نے اُسے اس گناہ کبیرہ کی ترغیب دی - ؟ غالباً حسد ہوگا - حسد کی آگ جب بھڑک اٹھتی ہے تو نوع انسان کے جنگل کو جلاکر خاک کا ڈھیر کر دیتی ہے - قائن نے جب دیکھا کہ ہابیل کی قربانی خدا

منظور ہوئی اور اس کی قربانی منظور نہ ہوئی۔ پھر کیا تھا۔ خون جوش میں آیا۔ حسد نے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کر دیا۔ جب حسد دل میں آتا ہے تو خویش و بیگانہ بھول جاتا ہے۔ انتقام ہی کا خیال رہ جاتا ہے اور وہ غریب کانٹے کیطرح کھٹکنے لگتا ہے۔ کہتے تو یہ ہیں کہ سہ طمع بدوزد دیدہ ہوشمند۔ لیکن حسد آدمی کو اندھا ہی کر دیتا ہے۔ غیر کا خون کرتا ہے اور خود خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن کے پھول بھی کانٹے نظر آنے لگتے ہیں۔ خوبیاں عیب بھی جاتی ہیں۔ الغرض بہشت کو دوزخ سے بدل دیتا ہے۔ بلکہ یہ حسد خون کا چشمہ ہے۔ یا یہ کہو کہ خون کا پیش خیمہ ہے اسی نے ساؤل کو داؤد جیسے بہادر نیک خصلت شخص کا دشمن بنا دیا۔ اور خانہ جنگی کا ناکہ کھولدیا۔ اے ناظرین سچی کیا یہ حسد آجتک سیکڑوں ہزاروں کے دلوں کو جلا کر کباب نہیں کر رہا ہے۔ بھائی بھائی کی عزت ورتبہ وشہرت کو دیکھکر سڑتا نہیں۔ بہت تھوڑے ایسے ہونگے جو دوسروں کی ترقی سے خوش۔ اور اپنے بھائیوں کی سرافرازی اور شہرت سے شاداں ہوں۔ اے بھائیو یاد رکھو خون کا ایک بڑا چشمہ یہ ہے۔ حکم تو یہ ہے کہ تو خون مت کر۔ اگر کوئی اپنے تئیں جانچنا چاہے کہ آیا میں خون کا مرتکب تو نہیں ہوا تو وہ اپنے دل میں کھوجے کہ آیا حسد تو میرے دل میں نہیں۔ اور خداوند کے اُن الفاظ کے ذریعہ اپنا امتحان لے " تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کر اور جو کوئی خون کریگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ غصہ وغضب دلی حسد کا اظہار ہے وہ پوشیدہ آگ جب بھڑک اٹھتی ہے تو غصہ و غضب کے شعلوں میں ظاہر ہوتی ہے اور ان کا نتیجہ اکثر خون ہوتا ہے +

لیکن یہی اکیلا چشمہ خون کا نہیں۔ کبھی کبھی دیگر وجوہات سے بھی آدمی ایک دوسرے کو مار ڈالنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً لالچ ایک ایسی زبردست شے ہے۔ کہ جب یہ کسی انسان کے دل میں غلبہ پاتی ہے۔ تو ہر طرح کی بدی اُس سے سرزد ہوسکتی ہے ابی ملک نے اپنے ستر سوتیلے بھائیوں کا خون اسی لالچ سے کیا کہ سلطنت میرے ہاتھ میں آجائے۔ اورنگ زیب جیسے متشرع بادشاہ نے۔ بھائیوں کو اسی لالچ سے مارا۔ ساؤل کے بیٹے کو اس کے دو ملازموں نے اسی لئے قتل کیا کہ داؤد کے ہاتھوں انعام حاصل کرینگے۔ اس قسم کی مثالیں بکثرت مل سکتی ہیں۔ طوالت کی ضرورت نہیں۔ یہوداہ اسکریوتی نے چند روپیوں کی خاطر اپنے خداوند کو مارے جانے کیلئے پکڑوا دیا۔ لالچ ایک سخت بڑی عادت ہے اور پوشیدہ ہونیکی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے بچی رہتی ہے۔ اور اکثر لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے لیکن اے سچی بھائیو لالچ سے خون ہوتے ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں بچوں کی جانیں اس نے تلف کی ہیں کہ انکے زیور اتارنے کیلئے لوگوں نے آکر انکو مار ڈالا ہے حنانیاہ سفیرہ کا گناہ بھی لالچ تھا۔ اور یہی لالچ بت پرستی کہلاتی ہے یعنی یہ بد عادت بڑھتے بڑھتے خدائی کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن اسوقت ہم خون کے چشموں پر غور کر رہے ہیں۔ اپنے تئیں جانچو کہ کوئی لالچ تو ہمارے اندر زور نہیں پکڑ رہا

تعلیم

جاپان کا سلسلۂ تعلیم

ہمارا مقصد ذیل کے مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ ہمارے اہل ملک کا مقصد عموماً اور ہندوستانی مسیحی کلیسیا کا خصوصاً تعلیم کو ایسے درجے تک فروغ دینے کے لئے ہونا چاہئے۔ جیسے دنیا کی دو سب سے بڑی مسیحی طاقتوں یعنی ممالک متحدہ امریکہ اور انگلستان نے کیا ہے۔ یا جیسے ہماری ایشیائی سلطنت جاپان نے بڑی ایمانداری کے ساتھ ان دو مسیحی قوموں کی پیروی کر کے اپنے ملک میں تعلیم کی بے بہا برکت کو رائج کیا ہے۔ اور جو جاپان کے مندرجہ ذیل سرکاری اعلان سے واضح ہوتا ہے۔ یہ اعلان سنہ ۱۸۷۲ء میں دیا گیا تھا۔ اب سے یہ قرار پایا ہے کہ تعلیم تھوڑے سے خاص اشخاص ہی تک محدود نہ رکھی جاوے گی لیکن ایسے طور پر پھیلائی جاویگی کہ کسی گاؤں میں ایک بھی جاہل گھر نہ رہے۔ اور کسی گھر میں ایک فرد بھی علم سے بے بہرہ نہ رہے۔ ذیل کے مضمون سے ظاہر ہوگا کہ جاپان نے ایک ہی پشت میں اس امید کو حقیقت امر کر دکھایا ہے +

سنہ ۱۸۶۳ء میں یورپ اور امریکہ کے تھوڑے سے جنگی جہازوں نے شمونا سکی شہر کے قلعوں پر حملہ کیا۔ اور ان کو سختی کے ساتھ شکست دی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۵ء میں یعنی قریباً چالیس سال کے بعد اسی آبنائے شمونا سکی کے پاس ہی بحری افسر ٹوگو نے دنیا کی ایک بڑی طاقت یعنی روس کو چکنا چور کیا۔ سنہ ۱۸۶۳ء کے جاپان پر اگر غور کیا جاوے تو اس کی یہ حالت تھی کہ جو طاقت یا قوم اس کو بےعزت کرنا یا لوٹنا چاہتی بے پوچھے کرتی اور سنہ ۱۹۰۵ء کا جاپان "کرہ بحر الکاہل کی ملکہ" کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ان دو مختلف حالتوں کا فرق صرف ایک ہی لفظ میں بیان کیا جا سکتا ہے وہ لفظ تعلیم ہے اگر یہ جادوگر اپنے جادو کے عصا کو اس ملک کے اوپر نہ پھیلاتا تو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ اسوقت سے کہیں پیشتر یہ قوم اپنی خودمختاری کھو بیٹھی ہوتی۔ تواریخ سے ایسی تعلیم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن کوئی بھی ایسی حیرت انگیز نہیں۔ جس میں صرف ایک ہی پشت میں لوگوں میں اسقدر تبدیلی پیدا ہو گئی ہو۔ اور قوم اس عجیب طور پر ظفریاب ہوئی ہو +

تو بھی اس میں جادو کی کیا بات ہے۔ کئی مرتبہ بیان کیا جاتا ہے کہ جاپان کی ترقی میں کوئی عمیق بھید ہے کوئی ایسا اندرونی خفیہ راز جو مغرب کے لوگوں کی آنکھ دل سے دیکھا نہیں جاتا۔ پر ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر جیرت کی کوئی بات ہے تو یہ ہے کہ کہاں سے جاپان میں یہ سیکھنے والی روح آئی۔ جسکے سبب انہوں نے اپنے مدبروں اور اپنے ملک کو غیروں کی رہنمائی کے سپرد کیا۔ حقیقتاً اس کا معلوم کرنا دلچسپی اور تعجب سے خالی نہیں۔ لیکن جب اس قوم نے ایک مرتبہ وہ تعلیم پذیر روح پائی تو ہم اسکا مقابلہ ایک ایسے ہونہار اور لائق شاگرد کے ساتھ کر سکتے ہیں جس نے بیس سال کے عرصہ میں اُس تمام علم کو حاصل کر لیا ہو جس کی تحصیل میں بنی نوع انسان نے نہایت مشقت کے ساتھ بیسیوں صدیوں کو گزار دیا ہو جیسے اس قوم نے یہ روح پائی۔ تو صرف ... دانہ دانا۔

استادوں کی ضرورت رکھی جو ملک کو ترقی کے راستوں پر لئے چلیں ✦

اوائل زمانہ کے غیر صلاح کار

جاپان کے غیر ممالک کے صلاح کاروں میں سے جنہوں نے اس ملک میں مغربی تعلیم کا رواج دیا اور مغربی تہذیب کی اشاعت کی دو صاحبان کی خدمات بڑی تعلیم کے ساتھ یاد کیجاتی ہیں۔ یعنی ڈاکٹر گیڈو۔ الیف وربیک۔ و ڈاکٹر ڈیوڈ مرے۔ ڈاکٹر گیڈ و امریکہ کی ریفارمڈ چرچ کے مشنری تھے۔ اُنہوں نے بہت جلد وہاں کے لوگوں سے واقفیت پیدا کرلی اور سب سے لائق اور فاضل لوگوں کی نظروں میں وقعت حاصل کرلی۔ اُنہوں نے ڈاکٹر مذکور کو اپنے دارالخلافے میں مدعو کیا۔ اور ڈاکٹر موصوف نے ٹوکیو امپیریل یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی۔ اور یہی تعلیم کی جڑ اور بنا ٹھیری۔ ان کے کام کی عمدگی۔ اور ان کی خدمات کی قدر بار بار مانی گئی ہے۔ آجکل کے مشنری کیواسطے اور ہمیشہ کیلئے یہ نہایت فخر کا مقام ہے کہ ایک ایسے لائق اور قابل اور دانا صلاحکار اور مشیر نے ایسے نازک موقعہ پر اس قوم کی رہنمائی کی۔ ڈاکٹر ڈیوڈ مرے صاحب کئی سال تک تمام علمی کاروبار کے مہتمم رہے۔ اور اُنہوں نے مدرسوں کا سلسلہ جیسا کہ زمانہ حال میں ہے جاری کروایا ✦

زمانہ حال کی تعلیم کا آغاز

۱۸۶۹ء میں سرکاری اعلان کے ذریعے یونیورسٹی اور مڈل سکول اور ابتدائی مدارس کے متعلق قواعد کی اشاعت کی گئی۔ اور جولائی ۱۸۷۱ء میں تعلیمی محکمہ قائم کیا گیا اور تعلیم کے متعلق تمام کارروائی اس محکمے کے سپرد کی گئی۔ ماہ اگست ۱۸۷۲ء میں ضابطہ تعلیم جاپان نافذ کیا گیا۔ ضابطے کے دیباچے کے شروع میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "اب سے یہ قرار پایا ہے کہ تعلیم تھوڑے سے خاص اشخاص ہی تک محدود نہ رکھی جائے لیکن ایسے طور پر پھیلائی جاویگی کہ کسی گاؤں میں ایک بھی جاہل گھر نہ رہے۔ اور کسی گھر میں ایک فرد بھی علم سے بے بہرہ نہ رہے"۔

اس ہماری مقصد کو حاصل کرنے کیواسطے جاپان کی حالت خوش قسمتی سے بہت ہی اچھی تھی۔ وہ نہ صرف تمام زمانوں کا وارث اور وقت کے لحاظ سے سب سے آگے بڑھکر دوسروں کے کئے کرائے کاموں اور عجیب عجیب ایجادوں اور آلوں کو بغیر محنت اور مشقت کے حاصل کر لینے کیواسطے تیار تھا۔ بلکہ اُسیقدر اُن ترقیوں اور معلومات کے بکھیڑوں کی تکلیف سہنے سے بھی آزاد رہا۔ دیگر ممالک کے عالم اور مدبر گو اُن کے خیالات کیسے ہی وسیع ہوں گذشتہ زمانے سے ایسی کامل علیحدگی کبھی اختیار نہیں کر سکتے۔ حال اور ماضی کا ایسا قطع تعلق کسی اور قوم سے بالکل ناممکن ہے۔ انکو تمام موجودہ حالات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ بہت سے دستور اور رواج قایم رکھنے کے لائق نہیں اور بجائے فائدے کے قوم کیواسطے نقصان کا باعث ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ انہیں ترک نہیں کر سکتے ✦

چونکہ جاپانیوں کے دلوں پر پہلے ہی سے رسم و رواج کا کوئی بوجھ نہ تھا۔ انکا تعلیمی سلسلہ بھی ایک ہی اصول پر یکجہتی۔ یگانگت اور خوش اسلوبی کیساتھ چل رہا ہے ✦

یہی باعث ہے کہ وہاں تعلیمی اصلاح نہایت آسانی کیساتھ ہو سکتی ہے کوئی بینل ایک سرکاری افسر کسی ایک

جارج ملر مقیمی برسٹل

(سلسلہ کیلئے دیکھو نمبر بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء)

۱۴۔ اگست ۱۸۳۲ء ایک قابل یاد دن تھا۔ اسی دن کی شام کو بیت حدا کے گرجہ گھر میں مسٹر ملر مسٹر کریک اور ایک بھائی اور چار بہنیں فراہم ہوئے۔ گنتی میں تو یہ لوگ صرف سات ہی تھے۔ مگر ان ہی لوگوں نے ملکر ایک کلیسیا قائم کی۔ مگو انتظام کے لئے کسیطرح کے ظاہری قواعد اختیار نہ کئے۔ کیونکہ سب کی خواہش یہ تھی کہ جو کچھ خدا اپنے کلام کے وسیلے ظاہر فرمانے لگا۔ اسی کے مطابق عمل کیا جائیگا ✦

مسٹر ملر نے بڑی سادگی سے اس واقعہ کو اپنے جرنل میں درج کیا ہے۔ مگر یہ واقعہ اُس کے لئے بڑا سنجیدہ مطلب رکھتا تھا۔ یہ وہ موقعہ تھا جبکہ وہ ایک سادہ اور رسولی طرز کی کلیسیا قایم کرنے کے لئے علیحدہ کیا گیا۔ سوائے نئے عہدنامہ کے اور کوئی رسوم نامہ یا قواعد نامہ اُس کے پاس موجود نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ یہ موقعہ ہمیں اُس کی زندگی کے اُس تیسرے زمانہ یا حصے میں لیجاتا ہے۔ جب اُس نے وہ کام شروع کیا جو گویا اُس کی زندگی بھر کا کام تھا۔ خدا کا کارندہ تیاری کی منازل طے کر کے تیار ہو چکا تھا۔ اب ایک طرف وہ کام کے لئے تیار تھا۔ دوسری جانب کام کا سب مصالح اُس کے لئے موجود تھا۔ اُس نے اُسے شروع کیا اور جاری رکھا تاوقتیکہ وہ اپنے اختتام کو نہ پہنچا ✦

اسی سال ہیضہ بڑے زور شور سے شہر برسٹل میں پھوٹ نکلا۔ ہزارہا جانیں اُس کا شکار ہوئیں۔ ہر گرجہ میں سے فیونرل کی خبر دینے والے گھنٹے کی آواز آتی تھی۔ جابجا دُعائیہ جلسے ہوتے تھے تاکہ خدا کی درگاہ میں جاکر گریہ وزاری کیجائے کہ وہ اُس بلائے ناگہانی کو دُور کرے۔ تعجب کی بات ہے کہ جس کلیسیا کی خدمت جارج ملر اور کریک کیا کرتے تھے اُس کے شرکاء میں سے صرف ایک ہی شخص اس مرض کے چنگل میں گرفتار ہوا ✦

اسی سال مسٹر اور مسز ملر کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لڈیا رکھا گیا۔ یہ وہی لڑکی ہے جس نے جوان ہوکر اور مسٹر جیمس رائٹ کہلا کر اپنے شمیم خلق سے ایک دنیا کے مشام جان کو معطر کیا ✦

انہیں ایام میں ایک مرتبہ پھر مسٹر جارج ملر کی فروتنی ظاہر ہوئی۔ اُس نے دیکھا کہ میرے رفیق مسٹر کریک کا کام جو وہ متلاشیوں کے درمیان کر رہا ہے زیادہ پھیلتا جاتا ہے۔ لوگ اپنے گناہوں سے قائل ہوتے اور مسیح کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ مگر یہ برکت مجھے حاصل نہیں ہے۔ اس خیال نے بڑا اثر پیدا کیا۔ اور

سوچ و فکر سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ اس بات کی تین وجہیں ہیں (۱) مسٹر کیک میری نسبت زیادہ روحانی آدمی ہے۔ (۲) وہ قائل کرنے والی طاقت کے لئے مجھ سے زیادہ دعا مانگتا ہے (۳) وہ اپنی منادی میں میری نسبت زیادہ صفائی سے اُن کی طرف مخاطب ہوتا ہے جو نجات یافتہ نہیں ہیں ؛

ان کمیوں کے انکشاف سے اُس نے نہ صرف اپنی حالت پر واویلا ہی کیا۔ بلکہ زیادہ با اصرار دعا میں مصروف ہوا۔ اور ساتھ ہی اس قسم کے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے کیلئے زیادہ تیاری بھی کرنے لگا۔ ازاں بعد اُس کی منادی پر خدا کی مُہر کے نشان ہویدا ہونے لگے۔ ہم اس بات سے کیسا عمدہ سبق سیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ہر ایک نقص اور کمی کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ اور اُس کا علاج یہی ہے کہ ہم اُسے فضل کے تخت کے سامنے لیجائیں تاکہ ہمیں وہ مدد جو ہمارے لئے ضروری ہے ملجائے ؛

ہم اوپر اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ جارج ملر نے صرف دعا ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ محنت سے بھی کام لیا۔ چنانچہ اُن کو جو غفلت کی نیند میں مبتلا تھے جگانے کے لئے اُن کی حالت کے مطابق اپنی تقریروں کو تیار کرنا شروع کیا۔ جسطرح اس دنیا میں ہوتا ہے۔ اُسیطرح فوق العادت دنیا میں بھی سبب اور نتیجہ کا قانون جاری ہے۔ یہانتک کہ خدا کی روح بھی ترتیب اور ترکیب کے بغیر کام نہیں کرتی۔ وہ بھی اپنے چیدہ وسائل کو استعمال کرتی ہے تاکہ اُن کے وسیلے سے برکتوں کی ندیاں جاری ہوں۔ ایک قسم کی منادی ایسی ہوتی ہے کہ اُس کے وسیلے سے لوگ اپنے گناہوں سے قائل ہو کر مسیحی بن جاتے ہیں اور ایک ایسی ہوتی ہے۔ جو یہ نتائج پیدا نہیں کرتی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ کلام الٰہی کی صداقت کے سیکھنے اور وفادار استعمال میں بھی ہمیں امتیاز اور انتخاب سے کام لینا پڑتا ہے۔ خدا کے سلاح خانہ میں طرح طرح کے اسلاح موجود ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک ہتھیار خاص مقصد کے لئے کام آتا ہے۔ مبارک ہے وہ سپاہی جو یہ جانتا ہے کہ کونسا ہتھیار فلاں موقعہ یا جنگ کے وقت کام آئیگا۔ ہمیں اُس کے کلام اور روح کی ایسی رفاقت حاصل ہونی چاہئے کہ ہم ایسے کارندے بن جائیں۔ جن کو شرمندہ ہونا نہ پڑے اور جو "حق کے کلام کو درستی سے کام میں لائیں" (۲ تمطاؤس ۲ : ۱۵)

یہ اخیری جملہ جو تمطاؤس کے دوسرے خط میں پایا جاتا ہے بڑا عجیب فقرہ ہے۔ یونانی میں اس کا مطلب سیدھی سڑک تیار کرنا ہے۔ مناد کو ایسا کارندہ بننا چاہئے کہ اُسے کبھی شرمندہ نہ ہونا پڑے بلکہ وہ ایسی منادی کرے کہ حق کے کلام کے لئے ایک سیدھی سڑک تیار ہو جائے۔ واقعی خدا کا کارندہ اُس سول انجینئر کی مانند ہے۔ جس کے سپرد یہ کام کیا جاتا ہے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ایک سیدھی راہ تیار کرے۔ سننے والے کا دل اور ضمیر

وہ جگہ ہے جہاں پہنچنا منظور ہوتا ہے - پس مناد
کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو مد نظر رکھے کہ
مجھے خدا کے کلام کی صداقتوں کو ایسے طور پر
استعمال کرنا چاہئے کہ میں سیدھا پر تاثیر طور
میں اپنے سامعین کی احتیاج و ضروریات تک
پہنچ جاؤں - پس اُسے سب پیچ در پیچ راہوں
اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ کر - ہر طرح کی فریب
دہ دلیلوں کو ترک کرکے - اور منطق کی اِدھر اُدھر
کی اُلجھنوں سے بچ کر تائید الٓہی کا جویاں ہونا
چاہئے تاکہ اُس کے فضل اور رہنمائی سے
اُسے وہ چھوٹی سیدھی اور جلد طے ہونیوالی
راہ مل جائے جو اُسے فی الفور اُس جگہ لا کھڑا کرے
جہاں سننے والے فوراً قائل ہو کر نئے ارادے
باندھنے لگ جائیں - اب جب کہ سڑکوں
کے انجینیر سڑک بنانے سے پیشتر سارے
علاقہ کا ملاحظہ کرتے ہیں اور پھر سڑک تیار
کرتے ہیں تو کسقدر مناد کے لئے اس بات کی
ضرورت ہے کہ وہ پہلے اپنے سامعین کی
ضرورتوں کا ملاحظہ کرے اور پھر اس بات پر
غور کرے کہ اُن کی منفعت کا کیا تدارک ہوسکتا
ہے - ازاں بعد اس سے بھی زیادہ خبرداری اور
دعا کے ساتھ کلام الٓہی کا مطالعہ کرے تاکہ اُن کی
ضرورتوں کے مطابق انجیل کا پیغام اُنہیں
پہنچا سکے +

یہ درست نہیں

ڈاکٹر چامرس کے بارہ میں ایک قصہ ہے کہ ایک
عورت نے اس کے پاس آکر کہا - اے ڈاکٹر
میں اپنے بچہ کو مسیح کے پاس نہیں لیجا سکتی -
میں نے بہت کچھ اُسے کہا لیکن کچھ اثر نہیں ہوا
ڈاکٹر نے خیال کیا کہ یہ بہت دانا نہیں اسلئے اُس
عورت کو کہا کہ تو چپ رہ اب میں اُس لڑکی سے
اکیلے ہو کر بات کرونگا +

جب اکیلے ہو کر لڑکی سے ملاقات کی تو
اُس نے لڑکی سے کہا "وہ تمہیں اس سوال
کی بابت بہت دق کر رہے ہیں - اب میں
تمہاری ماں کو کہدونگا کہ ایک سال تک تم
سے اس مضمون کا ذکر نہ کرے - کیا تم کو
منظور ہے - اُس سکاچ لڑکی نے تھوڑے
تامل کے بعد کہا - شاید ایک سال تک انتظار
کرنا درست نہ ہوگا - شاید کچھ حادثہ واقع ہو اور
میں اس وقت سے پیشتر مرجاؤں - ڈاکٹر نے
جواب دیا - یہ تو ممکن ہے - تو خیر میں چھ مہینے تک
ملتوی رکھنے کو کہونگا - لیکن لڑکی نے کہا شاید
یہ بھی درست نہیں - ڈاکٹر نے کہا کیا تین
مہینے بس ہونگے ؟ لڑکی نے کہا - تین مہینے
تک ملتوی رکھنا بھی درست نہ ہوگا - بلکہ اس
کو ذرا بھی ملتوی کرنا درست نہیں - اور اس پر
دونوں نے گھٹنے ٹیکے اور اس لڑکی نے مسیح
کو قبول کیا +

چند آیات پر چیدہ خیالات

ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں۔ بلکہ ہر ایک دوسروں کے احوال پر بھی نظر رکھے۔ (فلپیون ۲ : ۴)

اپنے آپ کو خدمت کے لئے مخصوص کر دینا آسان یہی ہے۔ دوسروں کو غم میں تسلی دینا اپنے غم میں تسلی حاصل کرنے کا یہی طریق ہے۔ اگر اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہو تو اوروں کا بوجھ بھی اپنے اوپر اٹھا لو۔ اعلےٰ ترین خوشی اسی میں ہے کہ اپنی زندگی خدمت کے لئے ایسی مخصوص کیا جائے کہ اپنی ذات کا خیال ہی نہ رہے اور خود شماری اس درجہ کی ہو کہ اپنے شمار ہونیکا علم ہی نہ رہے +

جو دل میں بھرا ہے وہی منہ پر آتا ہے۔ (متی ۱۲ : ۳۴)

خداوند دل پر نظر کرتا ہے۔ (۱ سموئیل ۱۶ : ۷) +

ہم بہتر طور پر دعا کیوں نہیں مانگتے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں دعا کا جواب مل نہ جائے۔ فی الحقیقت دعا مانگنا بڑی نازک بات ہے کیونکہ ممکن ہے کہ جو لفظ ہمارے منہ سے نکلے ہم کو قابو کر لے۔ دعا مانگتے وقت ضرور ہے کہ ہماری خوشی اسی میں ہو کہ خدا اپنی مرضی کے موافق ہماری دعا کا جواب دے۔ مثلاً میں صبح کے وقت یہ مانگتا ہوں کہ خدا آج مجھے مفید بنا لے۔ یہ کیسی مشکل میں ڈالنے والی دعا ہے میں اپنے الفاظ کے قابو میں آ سکتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں ایک ایسا معاملہ میرے پیش آ جاتا ہے جس میں میں نہایت مفید ہو سکتا ہوں مگر اسمیں میرا ایک سو روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اب اگر میں یہ رقم خرچ کرنے کو تیار نہیں تو میں نے دعا مانگنے میں غلطی کی ہے۔ چاہئے کہ جو کچھ ہمارا دلی مطلب ہو اُسی کو زبان پر لائیں +

کوئی ایک بات اُن سب اچھی باتوں میں سے جو خداوند نے کہیں زمین پر نہ گری (۱ سلاطین ۸ : ۵۶) +

امتحان کے وقت وعدوں کی طرف دوڑو۔ یہ وعدے خداوند کی طرف سے شاخیں ہیں جو پانی پر لٹک رہی ہیں اور جن کو اُس کے بے عقل ڈوبتے ہوئے فرزند پکڑ کر بچ سکتے ہیں۔ اگر تم اُن ٹہنیوں کو چھوڑ دو تو ضرور ڈوب جاؤ گے +

کیا تو اپنی تلاش سے خدا کا بھید پا سکتا ہے؟ (ایوب ۱۱ : ۷) +

جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا تو ...... وہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دیگا۔ (یوحنا ۱۶ : ۱۳ و ۱۴) +

بائبل اس لئے الہام سے دی نہیں گئی کہ وہ دنیا کو اُن مضامین کی تعلیم دے جن کو وہ رفتہ رفتہ بلا مدد الہام کے سیکھ سکتے تھے۔ خدا اپنی روح القدس کو ضائع نہیں کرتا +

محبت کے طالب ہو (کرنتھیوں ۱۴ : ۱)

پس خدا کی مانند بنو اور محبت سے چلو جیسے مسیح نے تم سے محبت کی (افسیون ۵: ۱ تا ۲) +

کرنتھیوں کے پہلے خط میں مسیح کا نام چونسٹھ مرتبہ آیا ہے مگر تیرھویں باب میں ایک مرتبہ بھی نہیں آیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پُرجوش باب میں مسیح کے نام کے بجائے اُس کا بیان کیا گیا ہے۔ پولس اُس کا خاکہ کھینچکر بڑی دانائی سے فیصلہ ہم پر چھوڑ دیتا ہے کہ آیا یہ بیان سوائے مسیح کے اَور کسی پر صادق آتا ہے یا نہیں۔ جو صفات محبت کیطرف منسوب کی گئی ہیں، وہ سب مسیح میں پائے جاتے ہیں۔ ورنہ محض محبت کی تعریف کرنے سے کیا حاصل تھا۔ ہمیں اُس شخص کی عزت کرنی چاہیے جس میں محبت کی تمام کرنیں جمع ہو جاتی ہیں +

گھر عطر کی خوشبو سے مہک گیا (یوحنا ۱۲ : ۳)

ہم خدا کے نزدیک مسیح کی خوشبو ہیں (۲ کرنتھیوں ۲ : ۵)

مقدس زندگی مسیح کی خاموش گواہی ہے۔ یہ ایک ایسا خوشبودار بادل ہے جس کی لپٹیں دنیا کو معطر کر دیتی ہیں۔ اُسکی زندہ اور پُرتاثیر طاقت بغیر ظہور کے نہیں رہ سکتی۔ جو دل مسیح کی صلیب کے پاس مریم کی ڈبیا کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔ اُس میں سے اُسی دم سے ایمان اور محبت اور فرمانبرداری اور ہر قسم کی نیکی کی خوشبو نکلنی شروع ہو جاتی ہے +

کیونکہ خدا ہر ایک فعل کو ہر ایک پوشیدہ چیز کے ساتھ خواہ بھلی ہو خواہ بُری عدالت میں لائیگا واعظ ۱۲ : ۱۴)

کسی انسان کی حقیقی سیرت کا معیار یہ ہے کہ اگر اُس کو معلوم ہو جائے کہ میرا فعل کسی پر ظاہر نہیں ہوگا تو وہ کیونکر اُس کام کو کریگا +

ریاکار کی امید کیا؟ جب اُس پر بپتا پڑے کیا خدا اُس کی فریاد سنے گا + (ایوب ۲۷ : ۸ و ۹) +

خدا گنہگاروں کی نہیں سنتا۔ لیکن اگر کوئی اُس کی مرضی پر چلے تو وہ اُس کی سنتا ہے۔ (یوحنا ۹ : ۳۱) +

دعا میں ہماری طاقت ہماری زندگی پر منحصر ہے۔ اگر ہماری زندگی درست ہو تو ہمیں معلوم ہوگا کہ دعا کیونکر مانگیں جس سے خدا خوش ہو اور ایسی دعا کا جواب ضرور ملے گا۔ جو شخص خدا کے لئے سب نقصان اٹھانے کو تیار رہے وہ یقین رکھے کہ خدا اُس کے لئے سب کچھ کریگا +

وہ خداوند کی کمک کرنے کو جباروں کے مقابل نہ آئے (قاضیوں ۵ : ۲۳)

اپنی تجاویز میں خدا سے مدد طلب کرنا اَور بات ہے اور خدا سے یہ مانگنا کہ مجھے اپنی تجاویز میں مددگار بنا اور بات ہے۔ ہر ایک شخص خدا سے مدد حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ مگر ایسے آدمی شاذ و نادر نظر آتے ہیں جو خدا کی مدد کرنا اپنا اول فرض سمجھتے ہیں +

نہ فقط لفظی طور پر بلکہ قدرت ... کیساتھ۔ تم جانتے ہو کہ ہم تمہاری خاطر تم میں کیسے بن گئے تھے (تھسلنیکیوں ۱ : ۵)

جس گھڑی کوئی شخص فی الحقیقت اپنا کام کرسکتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۲۲

مسیحی لاہور

جلد ۱۲ | بابت ماہ فروری ۱۹۰۸ء | نمبر ۲

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۳۲
مشن کی خبریں ۳۵
مسیح اور مسیحی زندگی ۳۹
امتحان نفس ۴۱
علم الحیات ۴۵
جاپان کا سلسلۂ تعلیم ۴۷
نامور عورتیں ۵۰
جارج طریقتی پرسنل ۵۲
ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت ۵۵
عاشقان مسیح کے واسطے ۶۴
کرنا اور ہونا .... سرورق کے آخری صفحہ کے اندر
قاصد .... سرورق کے اندر

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصول ڈاک

۲۵ روپیہ آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ
۵۰ روپیہ آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مربی جو صاحب توفیق ایک روپیہ ماہوار یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں۔ تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو مسیحی ایک روپیہ سالانہ پرچہ اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جاسکے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے اور اڈوائزری کمیٹی کے ممبر کہلائینگے۔

قابل توجہ

تمام خط و کتابت متعلق مضامین پادری طالب الدین بی - اے پرسبٹرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہئے۔
تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام پادری جے علی بخش سینٹ جانس کالج (لاہور) ہونی چاہئے۔

قاصد

قاصد - ہندوستان کی نیشنل مشنری سوسائٹی کا کاغذی ہرکارہ ہے - اور ہمیں امید ہے کہ یہ ہرکارہ ہماری ہندوستانی مشنری سوسائٹی کی خبریں جن سے ہم سب ایک قسم کی دلبستگی رکھتے ہیں - اپنے پروں پر لیکر کبوتر کی طرح جابجا پہنچایا کرے گا - چار ورق کی ضخامت ظاہر کرتی ہے کہ فضول بوجھ سے اس کے پر سبکدوش ہیں - فقط مشنری سوسائٹی کی کارروائی سے مطلع کرنا اس کا اکیلا اور اعلےٰ فرض ہوگا - یہ پرچہ ہر تیسرے مہینہ شائع ہوا کرے گا - اس کے اڈیٹر پروفیسر آر سراج الدین بی - اے - اور مینجر ڈاکٹر کے دینا ناتھ صاحب ہیں - چند درخواستیں اور اطلاعیں مینجر کی طرف سے پہلے نمبر میں دی گئی ہیں - ہم اُنہیں درج کرتے ہیں - بدیں نظر کہ ہمارے معزز ناظرین اس قاصد کی حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں - مینجر قاصد فرماتے ہیں :-

جناب من کو قاصد کی بارہ کاپیاں

ارسال خدمت ہیں - مہربانی سے اپنے سٹیشن کے اردو خواں مسیحی برادران میں ان کو تقسیم کردیں - اور اگر زیادہ کاپیاں درکار ہوں - تو مجھے اطلاع دیں +

۱ - قاصد کی خریداری منظور فرماکر سال کا چندہ جو برائے نام ۲ ر بلا محصول ڈاک ۱۴/ ۲ ر مع محصول ڈاک ہے - پیشگی عنایت فرمائیں +

۲ - اپنے سٹیشن میں قاصد کے لئے خریدار پیدا کریں - کوئی مسیحی گھرانا ایسا ہونا نہیں چاہئے - جہاں قاصد نہ پہنچے - متعدد کاپیاں ایک ہی پتہ پر منگوانے میں محصول ڈاک میں کفایت ہوگی +

۳ - قاصد کے اخراجات کے لئے عطیہ عنایت فرمائیں +

۴ - نیشنل مشنری سوسائٹی کے کام اور اُس کے کارپردازوں کے لئے برابر دعا کریں +

۵ - خریداری کی نسبت اپنے منشاء سے اطلاع دیں +

زیادہ سلام

نیازمند مینجر

فیض عام پریس موری دروازہ لاہور تمّ

نوٹ اور رائیں

ہم نے اپنے پچھلے نمبر میں یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم اس نمبر میں اُس تقریر بیمثل تحریر میں سے جو ہز آنر لفٹنٹ گورنر بنگال نے بحیثیت ماڈریٹر اسمبلی کے خاتمہ پر بیان فرمائی تھی بعض دلچسپ حصص پیش کش ناظرین کرینگے۔ مگر اس نمبر میں ہم نے ایسا نہیں کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمعصر نور افشاں اُس اڈریس کا ترجمہ اپنے کالموں میں شائع کر رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ ترجمہ اول تو نور افشاں ہی کے کالموں میں بہت اصحاب کی نظر سے گذر جائیگا پر اگر ایسا نہ ہوا تو یقین واثق ہے کہ اُس وقت جب کہ کتاب کی صورت میں شائع ہوگا ضرور اہل مذاق کے ہاتھوں میں آئیگا۔

ہم نور افشاں کے معزز اڈیٹر کو یہ صلاح دینے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ اس نادر اڈریس کے ترجمہ کو ضرور کتاب کی صورت میں شائع کریں۔ ہندوستان کے ایک اعلےٰ حاکم کے قلم سے ایسی نایاب باتوں کا نکلنا ہمارے لئے غنیمت ہے۔ اُن کے خیالات کو ہماری رائے میں نہ صرف انگریزی مسیحی لٹریچر میں مستقل جگہ ملنی چاہئے بلکہ اُردو کے ذخیرے میں بھی۔

ایک سہ ماہی رسالہ بنام منار دیدبان حال ہی میں جاری ہوا ہے۔ مقام اشاعت لکھنؤ اور اڈیٹر مس مارسٹن صاحبہ ہیں۔ زبان اُردو اور خط رومن ہے۔ پہلا نمبر جو ہماری نظر سے گذرا ہے ہر طرح تعریف کے لائق ہے۔ ہم اس رسالہ کے کارپردازوں اور بہی خواہوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔ طرح طرح کے اہم مضامین اس میں درج ہیں۔ مضامین کی رنگینی اور بوقلمونی سے امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ رسالہ اُس خدمت کو جس کا بیڑا اس نے اٹھایا ہے اچھی طرح بنا ہے گا۔ اس رسالہ کا یہ مقصد ہے کہ اُن خواتین کو جو وائی۔ ڈبلیو۔ سی۔ اے سے علاقہ رکھتی ہیں۔ روحانی علمی اور عقلی فائدہ پہنچائے واقعی جو مسیحی مستورات رومن ہی پڑھنا جانتی ہیں اُن کے لئے خصوصاً اور سب عورتوں کیلئے عموماً یہ رسالہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس کے مطالعے سے اُن کی روحانی زندگی کو تقویت ملے گی۔ اور مشنری جوش پیدا ہوگا۔ قیمت سالانہ فقط چھ آنہ ہے۔ اڈیٹر صاحبہ سے خط و کتابت کرنی چاہئے جن کا پتہ یہ ہے۔ لاج دیو لکھنؤ۔

ریویو۔ ہمارے پاس تین رسالے بغرض ریویو پہنچے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ”مسئلہ تجسم“ دوسرے کا ”مسئلہ کفارہ“ اور تیسرے کا نام ”تصور خدا“ ہے۔ یہ تینوں رسالے ٹریکٹ کی صورت میں ہیں اور ضخامت میں بھی چھوٹے ہیں۔ قیمت بھی بہت کم رکھی گئی ہے تاکہ عوام الناس فائدہ اٹھا سکیں چنانچہ پہلے رسالہ کی قیمت دو پیسے فی جلد اور دوسرے کی ایک پیسہ فی جلد اور تیسرے کی قیمت دو آنہ فی جلد ہے۔ مصنف پادری جان قلندر صاحب قسیس ہیں جو کچھ عرصہ تک الہ آباد ڈونٹی سکول میں معلم رہے بعدہ لکھنؤ میں ممتریوں کے درمیان کام کرتے رہے اور حال ہی میں الہ آباد ڈونٹی سکول کے وائس پرنسپل

مقرر ہوئے اور یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک دیسی پادری ڈونٹی سکول کے وائس پرنسپل کے عہدہ پر مقرر ہوئے ۔ وہاں کے مقرریوں کی یہ قدردانی اور کشادہ دلی کا ثبوت ہے ۔ کیونکہ اس سے پیشتر بھی انہوں نے پادری نہال سنگھ صاحب کو کے نن (canon) ہونیکا اعزاز بخشا تھا ۔ پس جبکہ مصنف ایسے مشہور اور لائق معلم علم الٰہیات ہیں تو پھر ان کے کچھ دوں یا رسالو کی تعریف یا سفارش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہم سلسلہ وار ان تینوں رسالوں کا کچھ مختصر خلاصہ اور سلسلہ دلائل ہدیہ ناظرین کرینگے ۔ جن سے آپ ان کی قدر وخوبی کا کسیقدر اندازہ لگا سکیں گے +

مسئلہ تجسم

دیباچہ ۔ تجسم نہایت ہی عمیق راز ہے ۔ اس پر عقل ونقل سے بحث کیگئی ہے +

الف ۔ عقلی ثبوت ۔ خاصکر دیانندیوں ۔ محمدیوں اور صداقت دوست صاحبوں کو مدنظر رکھکر ۔

(ا) تجسم کی تعریف ۔ تجسم خدا ذوالجلال کا وہ عالی ظہور ہے جو خلقت کے اعلےٰ طبقہ انسانیت میں ہوا سمجھے +

(ب) اس بحث میں یہ امور مسلمہ ہیں ۔ (۱) خدا ہے (۲) خلقیت فی الحقیقت موجود ہے +

(ج) تصور خدا ۔ جو اسما خدا کے وجود کے لئے مستعمل ہیں ان سے یہ تصور پیدا ہوتے ہیں +

(۱) خدا ہستی واجب الوجود ہے جو قائم بالذات اور غیر محتاج ہے ۔ اس کی ہستی کسی دوسرے پر منحصر نہیں +

(۲) وہ قادر عظیم ہے ۔ چنانچہ عربی لفظ اللہ ۔ عبرانی لفظ الوہیم ۔ یونانی لفظ تھیوس ۔ لاطینی لفظ ڈی آس اور سنسکرت لفظ دیو میں عظمت کا خیال پایا جاتا ہے +

(۳) خدا شخص ہے ۔ اور شخصیت میں یہ اجزا ہیں ۔ اوّل ۔ خودوانی ۔ یعنی یہ کہ میں ہوں ۔ جسے سیلف کانشس نس کہتے ہیں ۔

دوم ۔ خود رائی یا ارادہ ۔

سوم ۔ خواہشات جنکے باعث ہم ایک دوسرے سے رفاقت رکھا چاہتے ہیں +

(د) تصور انسانیت ۔ کیا انسانیت مظہر اللہ ہونے کی قابلیت رکھتی ہے یا نہیں ؟

ب ۔ نقلی ثبوت ۔ مسیح مظہر اللہ ہے +

(ا) ۔ مسیح کے معجزے اور اس کی اعجازی زندگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے +

(ب) یسوع مسیح معصوم تھے +

(ج) یسوع مسیح کی تعلیم قابل غور ہے +

(د) یسوع مسیح نہ صرف خدا کی بادشاہت ۔ توبہ وایمان بلکہ اپنے تئیں پیش کرتا ہے یوحنا ۵ ۔ ۲۸ + ۱۴ ۔ ۶ وغیرہ +

(ہ) مظہر اللہ کی صورتیں (۱) خدا تعالیٰ کا مساوی یوحنا ۵ ۔ ۲۱ (۲) ذات الٰہی میں شریک " میں اور باپ ایک (شے) ہیں +

(۳) قدیم سے ہے ۔ پیشتر اس سے کہ ابراہیم تھا ۔

اسپرانٹو (Esperanto)

آج کل یورپ میں ایک نئی زبان کا بہت چرچا ہورہا ہے ۔ جسے اسپرانٹو کہتے ہیں ۔ شاید یہ پہلی مصنوعی

زبان ہوگی جو دنیا میں کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے ۔
اسپرانٹو اطالین زبان کا لفظ ہے ۔ جس کے
معنی "امید" کے ہیں ۔ شاید اسکے بانی کا یہ خیال
ہوگا کہ امید ہے کہ اسی زبان کے وسیلہ سے یورپ
میں ایک مشترکہ زبان بن جاوے ۔
عام طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے ۔ کہ اس
زبان کا فائدہ کیا ہوگا ؟ اس کی بنا تو تجارتی کارو
بار و خط و کتابت میں سہولیت پیدا کرنے کے لئے
ڈالی گئی تھی ۔ لیکن ابھی سے ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ یہ
مذہبی خیالات کے اظہار کا ایک آسان وسیلہ بنتی
جاتی ہے ۔ اس زبان کی پچھلی کانفرنس میں ایک
انگریز پادری ڈبلیو ۔ بی ۔ سیبی اور بلجیم کے ایک
پادری جے ۔ سی ۔ راسٹ و دیگر صاحبان نے اس
زبان میں فصاحت کے ساتھ عمدہ وعظ کئے ۔ جن
کو مختلف زبانوں کے حاضرین نے نہ صرف سنکر
سمجھ ہی لیا ۔ بلکہ بڑے محظوظ ہوئے ۔ اسی طرح بمقام
ہیگ ایک کانفرنس اس زبان کے متعلق ہوئی
اور اس میں بھی اسپرانٹو کو بڑی کامیابی
حاصل ہوئی ۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اس گڑبڑی کو جو بابل کے
برج کے بنانے کیوقت زبان میں پیدا ہوگئی تھی
شاید اس ہی زبان کے ذریعہ سے دور کیا جائے
اور دنیا میں ایک ہی زبان ہو جاوے ۔ شاید اس
کا بانی خدا کا ایک ہتھیار ہو ۔ کہ جس کے ذریعہ
سے پنتیکوست کے دن کی طرح مختلف اقوام اور
لوگ ایک دوسرے کی زبان اور خیالات سمجھ
سکیں ۔ اور لوگوں کے دل ایک ہی زبان ہونے
کے وسیلہ سے مل جاویں ۔

مشن کی خبریں

مالابار کے سُریانی مسیحیوں کی چند خوبیاں و نقص

ساحل مالابار بیہ راس کماری کا شمال مغربی بحری
کنارہ ہے ۔ اس علاقہ میں ایک پرانی مسیحی کلیسیا
پائی جاتی ہے ۔ جو ریاست ٹراونکور کے شمالی
حصہ اور مالابار کی دو چھوٹی ریاستوں میں بستی ہے
بموجب مردم شماری ۱۹۰۱ء ان کی کل تعداد پانچ
لاکھ پچاس ہزار تھی ۔ وہ اپنے تئیں مقدس توما
کے مسیحی کہتے ہیں ۔ گویا یہ دعوے کرتے ہیں کہ
ان کے برہمن آباؤ اجداد مقدس توما کی منادی
سے ۵۲ء عیسوی میں مسیحی ہوئے ۔ ان کا بیان
ہے ۔ کہ مقدس توما نے وہاں دو پادری یعنی
(Panaeta) کا تقرر کیا ۔ اور سات گرجے
تعمیر کرلئے ۔ اور مدراس کے قریب ایک پہاڑی
پر جو مقدس توما کی پہاڑی (St. Thomas
Mount) کہلاتی ہے شہید ہوا ۔ جہاں

اُس نے پہلے پہل یہیں منادی کی تھی۔ لیکن جب دوسری مرتبہ وہاں گیا تو مارا گیا ﴿

ایشیا کوچک میں ایک مسیحی نو آبادی تھی۔ جو سریانی کہلاتی تھی مشرقی کاتھولک کلیسیا نے ان کو بمعہ اڈیسہ کے بشپ جوزف کے مالابار میں آباد ہونے کو بھیجا۔ یہ نو آبادکار "ستر خاندان" چند ڈیکن اور پریسبٹ تھے۔ بموجب ایک روایت کے ان سریانی نو واردوں اور مقدس تھوما کے ہندوستانی مسیحیوں کے درمیان شادی بیاہ ہونا شروع ہوا لیکن دوسری روایت یوں کہتی ہے کہ ان نو آباد کاروں کو ستر مینج ذات کے اشخاص غلام کے طور پر دیئے گئے تھے۔ اور ان غلاموں اور ان میں ناطہ رشتہ ہوا۔ جب سنہ ۱۴۹۸ء میں پرتگیز کالیکٹ میں آئے تو انھوں نے ان مخلوط النسل مسیحیوں کو یہاں پایا یہ لوگ نسطوری فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بابل کے نسطوری پترارک (آبا) کو اپنا سردار مانتے تھے ﴿

سنہ ۱۵۹۷ء میں سریانی بشپ مار ابراہام (Mar Abraham) کی وفات پر گوا کے آرچ بشپ نے بموجب فرمان پوپ کلیمنٹ ہشتم اس علاقہ پر حق و اختیار جتلانا شروع کیا۔ چنانچہ ۱۵۳ سریانی مسیحیوں کے تقرر کرکے ایک سنڈ (Synods) فراہم کی۔ اور چونکہ اس سنڈ میں زیادہ تعداد انہی پادریوں کی تھی۔ لہذا پوپ کامیاب ہوا۔ سنہ ۱۵۹۹ء سے سنہ ۱۶۵۳ء تک یہ مسیحی رومی کلیسیا سے وابستہ رہے۔ اس کے آخری سال میں ایک مشرقی پترارک ان کی امداد کے لئے آیا۔ جو رومی کلیسیا کی مجلس عدالت (Inquisition) کے فیصلہ کے مطابق گوا میں سختی سے مارا گیا۔ اس پر سریانی مسیحیوں نے روم سے قطع تعلق کر لیا۔ لیکن چونکہ پرتگیزوں نے نسطوری بشپوں کو مالابار میں آنے نہ دیا۔ اس لئے وہ (Monophysite) بن گئے۔ یعنی مسیح کی ایک ہی ذات ماننے لگ گئے۔ اور یہ اس لئے کہ مشرقی کلیسیا سے اُن کا علاقہ قائم رہے۔ اس پر بھی رومی کلیسیا کا کنارہ یہ فرقہ کوشش کرتا رہا۔ اور نصف کے قریب سریانی مسیحی روم کے تحت رہے۔ باقی یعقوبی فرقہ سے مل گئے ﴿

سنہ ۱۸۰۶ء میں ایک پادری کلاڈیس بکانن گورنر جنرل کی مہربانی سے ان یعقوبی مسیحیوں کے پاس گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی کلیسیا سے متعلق ہے جس کا پوپ سے کچھ واسطہ نہیں۔ تو بڑے تپاک اور محبت سے اس کو ملے۔ ڈاکٹر بکانن ان سے ملکر بڑا خوش ہوا۔ اور تین ماہ ان کے بشپ کے ساتھ رہکر ان کی مختلف کلیسیاؤں میں جاکر لوگوں سے ملتا جلتا رہا۔ ان کے بشپ کی درخواست پہ اُس نے سریانی زبان سے ان کی مادری زبان ملایالم (Malayalam) میں پاک کلام کے ترجمہ کرنیکا انتظام کیا۔ بلکہ انگریز پادریوں کو بھی اُن کی تعلیمی اور اصطلاحی امداد کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ سریانی بشپ مار ڈایونیسیس نے سریانی زبان کی بائبل کا اصل نسخہ ڈاکٹر بکانن کو نذر کیا۔ جو وہ اپنے ہمراہ ولایت کو لے گیا۔ اور کیمبرج کے دار العلوم کے کتب خانہ میں رکھدیا ﴿

بموجب درخواست بشپ ڈایونیسیس سنہ ۱۸۱۶ء میں

چرچ مشنری سوسائٹی نے ولایت سے انگریز مشنریوں کو ان کی امداد کے لئے بھیجا۔ قریباً پندرہ سال سریانی مسیحی اور مشنری آپس میں محبت سے ملے جلے رہے۔ ازاں بعد پانچ سال تک آپس میں کچھ کشمکش رہی۔ آخرکار سنہ ۱۸۳۶ء میں وے بالکل علیحدہ ہو گئے اور بہت تھوڑے مشنریوں کے ساتھ رہے۔ تب سے مشنری صرف غیر اقوام ہی میں کام کرتے ہیں اور سریانیوں سے دوستانہ برتاؤ رکھتے۔ ان کے بچے مشن اسکولوں اور کالج میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اس تعلیم کا ایک اچھا نتیجہ نکلا ہے کہ ان میں اپنی مادری زبان میں عبادت کرنے کی بڑی خواہش پیدا ہو گئی ہے۔

انگریز مشنریوں کے تعلق سے تین قسم کے فواید ان لوگوں کو پہنچے ہیں:-

اوّل۔ ملایالم زبان میں پاک کلام کا ترجمہ ہو گیا ہے۔

دوم۔ یعقوبی فرقہ میں اصلاح ہو گئی۔ جس کی وجہ سے وہاں پر ایک علیحدہ کلیسیا قائم ہو گئی جس کا بشپ بھی اپنا ہی ہے۔ انہوں نے نہ صرف مسیح کی واحد ذات کے ماننے والے فرقہ سے علیحدگی اختیار کی۔ بلکہ انطاکیہ کے یعقوبی پیٹریارک سے بھی تعلق قطع کر لیا ہے۔ اور صرف اپنی مادری زبان میں عبادت کرتے ہیں۔

سوم۔ انگریزی کلیسیا کی ایک شاخ قائم ہو گئی ہے۔ جس کی پشت پناہ انہی سریانی لوگوں کی اولاد ہے۔ جو سنہ ۱۸۳۶ء میں انگریزی کلیسیا کے ہمراہ رہے تھے۔ ان میں سے اکثر ٹراونکور اور کوچین کے علاقوں میں خادم الدین کے عہدوں پر مقرر ہیں۔

مالابار کے سریانی لوگوں کے مسیحی فرقوں کی تعداد بموجب مردم شماری سنہ ۱۹۱۱ء مفصلہ ذیل ہے:-

۱۔ رومی سریانی جو سریانی نماز کا استعمال کرتے ۔۔۔ ۳۱۵۰۰۰ تین لاکھ پندرہ ہزار۔

۲۔ یعقوبی فرقہ متعلقہ پاپائے انطاکیہ ۲۰۰۰۰۰ دو لاکھ۔

۳۔ اصلاح یافتہ کلیسیا جو اپنے آپ کو مقدس تھوما کی سریانی کلیسیا کہتے ہیں ۶۰۰۰۰ ساٹھ ہزار

۴۔ نسطوری جو رومی کلیسیا سے قطع تعلق کر بیٹھے تھے ۸۰۰۰ آٹھ ہزار۔

پہلے تین فرقوں میں ہر ایک کے تین بشپ ہیں نسطوری اپنے پادریوں کا سلسلہ بابل کے بزرگ سے منسوب کرتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سریانی کلیسیاؤں کے وجود سے مسیح کی کلیسیا سے ہند کو کیا فائدہ پہنچا ہے؟ (ان میں بعض نقص بھی ہیں جن کا اس تحریر میں ذکر ہوگا۔ لیکن وے آہستہ آہستہ مٹتے جاتے ہیں)۔

ایسی مسیحی کلیسیا کا وجود ایک غیر اقوام کے ملک میں مسیحی دین کی ایک پختہ گواہی ہے۔ میں نے کئی بار منادی میں ہندوؤں سے کہا۔ کہ یہی ٹراونکور مسیح کا ایک گواہ موجود ہے۔ ان سریانی مسیحیوں کو دیکھو۔ وہ صدہا سال سے اسی خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ جس کی کہ انگریز پرستش کرتے ہیں۔ ان کی ۲۰ فٹ اونچی پتھر کی صلیبیں ان

کے پرانے گرجوں میں اس امر کی شاہد ہیں ۔
ان مسیحیوں نے بائبل کی خوب محافظت کی
ہے۔ پرانے اور نئے عہدنامہ کا سریانی نسخہ جو ڈاکٹر
بکانن نے کیمبرج کے دارالعلوم میں رکھا۔ پاک
کلام کے پہلے کا ایک اعلےٰ گواہ ہے۔ صرف یہ
نسخہ اور جو نسخہ ملاں کا ہے پوری پوری جلدیں
ہیں جو آجتک موجود ہیں ۔

کلیسیائی یا سیاسی انتظام اور تین کلیسیائی
درجے صدہا سالوں سے بڑی دیانت داری سے
قائم رکھے گئے ہیں۔ ہرچند کہ یہ کلیسیا باقی مسیحی
ممالک سے بہت دور رہی۔ لیکن یہ کلیسیائی درجے
ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ گویا بائبل پر جنے اور
مقرر کئے گئے۔ جو اشخاص مغربی کلیسیائی انتظام
کو جو کہ صرف ناشائستہ اصلاح سے ہے اس ملک
میں قایم کرنا چاہتے ہیں ذرا سوچ سمجھ کر ایسا کریں
اور ان سے سبق لیں ۔

پرانی نماز کی کتاب بموجب مقدس یعقوب
(Liturgy of St. James)
جس میں سے کہ اکثر ہماری نماز کی کتاب میں لیا
گیا ہے۔ ان لوگوں کی گویا قیمتی میراث ہے
جس سے مسیحی عبادت کی یکتائی محسوس ہوتی
ہے۔ اس نماز کی کتاب میں نقایہ کا عقیدہ مشرقی
کلیسیا کے موافق ہے ۔

اس پرانی کلیسیا کی آواز ایک پرانے
سوال وجواب کے ذریعہ (جو کہ ڈیڑھ سو سالہ
پرانے نسخہ سے نقل کیا گیا ہے) کانوں کو کیسی
بھلی معلوم ہوتی ہے۔ وہ یوں ہے :-

سوال۔ میرے بچے کیا تو نصرانی ہے؟
جواب۔ ہاں خدا کے فضل سے ہوں ۔
سوال۔ خداوند کے فضل سے کیا مراد ہے؟
جواب۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ نہ تو میرے کسی
ثواب کے سبب سے نہ میرے باپ اور ماں کے
ثواب کے سبب اور نہ ہی کسی مخلوق کے ثواب
کی طفیل سے۔ بلکہ صرف ہمارے خداوند یسوع مسیح
کے ثواب اور فضل کے وسیلہ سے میں نصرانی ہوں
سوال۔ کسکو سب سے اول یہ نصرانی نام دیا گیا تھا؟
جواب۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کو۔ جس کی
نسبت نبیوں نے گواہی دی۔ کہ وہ نصرانی کہلائیگا۔
کیونکہ وہ ایک ایسی جگہ میں رہا۔ جو ناصرہ کہلاتی تھی
اور چونکہ وہ نصرانی کہلایا۔ اسلئے وہ سب بھی جو اس
پر ایمان لاتے اور بپتسمہ پاتے نصرانی کہلاتے ہیں؟

سریانی کلیسیا پوپی دعووں کے خلاف
مشرقی کلیسیا کی ہستی پر گواہ ہے۔ رومی کلیسیا کا
دعوےٰ ہے کہ وہی صرف اصلی کاتھولک کلیسیا
ہے۔ اور مشرقی کلیسیا کو گویا موہوم خیال
کرتے ہیں۔ سچ مچ مالابار کی کلیسیا عزت کی مستحق
ہے۔ کیونکہ باوجود سخت مشکلات اور مصائب
کے اس نے دلیری سے رومی کلیسیا کا مقابلہ کیا
اور ہر ایک استقفی علاقہ کے کامل استقفی اختیارات
کو قایم رکھا۔ اسوقت آٹھ ہزار نسطوری مسیحیوں کی
ایک کلیسیا اس جگہ موجود ہے۔ جو کہ رومی کلیسیا کے
وجود میں آنے سے پیشتر کی ہے۔ وہ درخواست
کر رہے ہیں کہ نسطوری آبا جنکے ماتحت ان کو ایک
مشرقی بشپ دیا جاوے ۔ (باقی دارد)

مسیح اور مسیحی زندگی

مصنفہ روبرٹ ای سپیئر

پہلا باب

یسوع مسیح ہمارا خداوند

ہماری مسیحی زندگی کا اول قدم یہ ہے کہ ہم اپنے تیئں مسیح کے حوالہ کر دیں۔ جو کچھ ہم اپنے لئے نہیں کر سکتے وہ کر سکتا ہے۔ جو کچھ ہم خود بن نہیں سکتے وہ ہم میں بن سکتا ہے۔ پس ہم اُسکو اپنے لئے کرنے اور اپنے اندر بننے دیتے ہیں جو کچھ کہ ہم خود کر یا بن نہیں سکتے۔ یہی اصول جو ہماری مسیحی زندگی کے آغاز پر قائم کیا گیا ہے آخر تک قائم رہیگا۔ خودی کی جگہ مسیح متمکن ہو جاتا ہے۔ اول وہ ہماری خودی کو نیست کرتا ہے تاکہ وہ خود ہمارے اندر بسے۔ اُس کا وعدہ تھا کہ ”جو کوئی اپنی جان بچانی چاہے وہ اُسے کھوئیگا۔ اور جو کوئی میرے واسطے اپنی جان کھوئیگا وہ اُسے پائیگا“ مسیح میں ہماری نئی زندگی کی خوشی اور عجوبہ یہی ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اپنی زندگی مجھے دیدو۔ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور اُس کی جگہ ایک بہتر شاداب اور جلالی زندگی حاصل کرتے ہیں ؛

ہمارا حال ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا ہم نے شروع کیا ضرور ہے کہ آئندہ بھی ہم اپنا سب کچھ مسیح کو دیدیں اور اُسکو اپنا مالک قرار دیں۔ اور جیسا ابتدا میں اسی طرح ہمیشہ وہ سب کچھ جو ہم اُسکے حوالہ کر دیتے ہیں۔ زیادہ مبارک حالت میں ہم کو واپس دیگا ؛

پس مسیح اور مسیحی زندگی کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے اول قدم پر یہ کہنا اجتماع نقیضین نہیں ہے کہ ہماری زندگی اپنی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی زندگی کی نسبت فکرمند ہونا نہیں چاہئے۔ تمام حقیقی مسیحیوں کے ساتھ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری زندگی اپنی نہیں بلکہ مسیح کی ہے۔ جس میں ہماری زندگی فی الحقیقت ہماری ہو جاتی ہے۔ اپنا سب کچھ مسیح کے حوالہ کر دینے کا مبارک راز یہی ہے کہ ہمیں سب کچھ مسیح میں واپس مل گیا ہے ؛

(مراقبہ۔ اے میرے خداوند میرے پاس جواہرات نہیں جن سے میں تیرے معبد کو آراستہ کروں نہ میں کوئی مشہور خوشنما کام کر سکتا لیکن میں اپنے کانپتے ہاتھ میں اپنی مرضی کو لاتا ہوں۔ گو یہ ایک حقیر ساتحفہ ہے۔ مگر تو اے خداوند جانتا ہے کہ میں اس کے ذریعہ اپنے تیئں تیرے حوالہ کرتا ہوں تو آج مسیح کی خاطر اس ہدیہ کو قبول کر۔ تیری تیز نگاہ دیکھ سکتی ہے کہ اس میں میرے اندرونی جذبات اور خوشی کی روشنیں پنہاں ہیں۔ میں جو کچھ رکھتا ہوں یا ہوں یا ہو سکتا ہوں۔ میری گہری محبت۔ دلی امیدیں اور لا محدود

اُمنگیں سب اِسی میں موجود ہیں۔ آنسوؤں سے تر اور آہوں کے دھوئیں سے دُھندلی ہوئی میرے ہاتھ میں اُس کی کوئی خوبصورتی بھی نہیں ہے اب وہ تیرے قدموں میں سرنگوں پڑی ہے اور یہ دُعا کر رہی ہے کہ تیری مرضی پوری ہو۔ اے باپ میرے ہمت ہارنے سے پیشتر میری مرضی کو لیکر اپنی مرضی میں غرق کر دے۔ تاکہ اگر کسی اور وقت میں تو میری فریاد کے جواب میں اُسے واپس دیدے تو وہ ایسی پاکیزہ اور خوبصورت اور تبدیل شدہ اور تیرے ساتھ ایک اَور بڑا اطمینان ہو گئی ہو ہو کہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ میری مرضی ہے بلکہ وہ تیری مرضی ہو جائے)+

ضرور ہے کہ ہماری شخصی زندگی اس اعتراف پر مضبوطی سے قائم ہو کہ یسوع مسیح زندگی کا خداوند ہے۔ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اپنے لئے سچائی سے وہ الفاظ کہنا سیکھے جو پولُس نے سب کے لئے فرمائے کہ "میں اپنا نہیں ہوں۔ مَیں مسیح کا ہوں" جبتک ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہم نے زندگی کا حقیقی لطف ہی نہیں اٹھایا۔ زندگی کی اصلی حقیقت یہی ہے کہ ہماری ہستی کسی اَور زندگی کے ساتھ ایسی وابستہ ہو کہ ہم اُس کے اثر سے متاثر ہو جائیں جیسے زعفران گوشت اور خون اور ہڈیوں اور ہر ایک شئے کو اپنے رنگ سے رنگین بنا دیتا ہے۔ اور یہ اثر ہم پر اس درجہ کا ہو کہ ہم بول اُٹھیں کہ "اے محبوب میں تیرا ہوں" اور اُس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ "اے محبوب میں تیرا ہوں" سب باتوں کا آخری راز اس فقرہ میں ہے کہ "میرا محبوب میرا ہے اور میں اُس کا ہوں" مسیح کے شاگردوں میں سے ہر ایک جوان اور بڈھے کی حقیقی زندگی کا اول قدم اور معراج۔ یہ صداقت ہونی چاہئے کہ مسیح میرا کامل مالک ہے +

جب ہم مسیح کو اپنی شخصی زندگی کا مالک قرار دیتے ہیں تو دو باتیں فوراً صاف ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے زندگی وقت لیاقت مقبوضات۔ یہ سب خبریں مسیح نے اس غرض سے ہم کو تفویض کی ہیں کہ ان کو مسیح کے لئے اور دوسروں کے لئے نہ کہ خود غرضی سے اپنے لئے خرچ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسیح ہمارا خداوند مطلق اور ہمارا بادشاہ ہے۔ ہم بڑی سرگرمی سے اُس کو اپنا شہنشاہ تسلیم کریں اپنی زندگی میں اُس کو اعلےٰ ترین درجہ پر رکھیں اور اَوروں کی زندگی میں اس کے لئے اول جگہ طلب کریں +

اب مسیح کو اپنا آقا تسلیم کرنے سے بہت سے مبارک نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اول مسیح ہمارے لئے ہماری ہر حالت اور چال وچلن کے لئے ذمہ وار ہو جاتا ہے۔ اُس کو اس امر کی فکر ہو گی کہ جس زندگی کا میں مالک ہوں وہ ایسی حالت میں ہو جس میں مَیں اُسے رکھنا چاہتا ہوں۔ ہم اکثر خدا کی مرضی کی نسبت مضطرب ہو جاتے ہیں کہ کاش فلاں معاملہ کی نسبت مجھے خدا کی مرضی معلوم ہوتی۔ لیکن اگر ہم مسیح کی ملکیت ہیں تو وہ یقیناً ہم کو ہماری خاص جگہ میں رکھنے کے لئے ہم سے زیادہ فکرمند ہے اور وہ ہم کو

اس جگہ رکھے گا بھی ۔ پھر مسیح ہمارے چال وچلن کا نصدوار بھی بن جاتا ہے ۔ اگر ہم کوئی بُرائی یا شرمناک بات کریں تو اُسکو ندامت اٹھانی پڑتی ہے ۔ اور اس بات کا خیال ہی اُس فعل کو ناقابل برداشت کر دیتا ہے ۔ مسیح جو ہم میں ہے جب کسی بات کو ناپسند کرتا ہے ۔ تو اپنی ساری طاقت سے اُسے روکتا ہے ۔ ہمارا مالک اُسی حالت میں اپنی ملکیت کی فکر رکھنا ترک کرے گا ۔ جب ہم قطع تعلق کر کے اُسے دست بردار ہونے پر مجبور کرینگے ۔ بیچر وتل صاحب ایک حبشی غلام کا قصہ سنایا کرتے تھے جو اس راز سے آگاہ تھا ۔ اور آزمائش کے وقت دعا مانگا کرتا تھا ۔ کہ "اے مالک خبردار رہنا تیری ملکیت خطرہ میں ہے" ۔ (باقی دارد)

امتحان نفس

لیکن کبھی انسان اپنے گناہ کے چھپانے کیلئے بھی خون کرتا ہے ۔ اگر کسی نے کوئی فعل شنیع کیا ہے اور کوئی دوسرا شخص اُسے دیکھ رہا ہے تو یہ مجرم ایسے شاہد کو مار ڈالنے کی کوشش کریگا تاکہ اُس کی بدی عوام الناس میں مشتہر نہ ہو ۔ چونکہ خدا کی طرف سے جو عتاب قائن کو ہوا تھا اور قربانی کی نامنظوری کی خبر اُسی کو تھی تو شاید قائن کے دل میں یہ بھی خیال ہو کہ اس کو بیچ میں سے نکال پھینکو تاکہ یہ دوسروں میں اس کا چرچا نہ کرے ۔ اور اکثر خون کی وجہ انتقام ہوتا ہے ۔ اگر کسی سے کچھ نقصان پہنچا ہو تو اُس سے انتقام لینے کے لئے اُسے قتل کرتے ہیں ۔ جیسے ابی سلوم نے اپنی بہن کا انتقام لینے کے لئے اپنے بھائی امنون کو مار ڈالا ۔ اور بسا اوقات یہ بھی وقوع میں آیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کی بدی اُس پر ظاہر کی اور بدی کے لئے تنبیہ کی تو بجائے شکرگزار ہونے اور تنبیہ پذیر ہونے کے ایسے ناصح کو لوگوں نے مار ڈالا ۔ کسی نبی کو اور بعض کو اسی لئے قتل کئے گئے کہ اُنہوں نے اپنے لوگوں کے گناہوں کو کھولکر اُن پر ظاہر کیا تھا ۔ زکریاہ عین ہیکل کے درمیان اسی لئے مارا گیا ۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا اسی لئے سر قلم ہوا ۔ خداوند یسوع مسیح کو فریسیوں اور کاہنوں نے اسی لئے صلیب کے لئے پیش کیا کہ ان کی بدیوں کو کھولکر طشت ازبام کر دیا تھا ۔ اے دوستو غور کرو اپنے دلوں کو آزماؤ ۔ کہ ان کی کیا حالت ہے کہیں خون کے یہ اسباب تو وہاں پائے نہیں جاتے انتقام کی روح تو آپ میں نہیں ۔ نیک بات کے سننے سے ناراض تو نہیں ہو جاتے ۔ اپنے ناصحوں کو حقیر تو نہیں جانتے جنہوں نے آپ کی حالت کو آپ پر ظاہر کر دیا ۔ ان سے دل میں دشمنی تو نہیں رکھتے ہو ۔ کیونکہ اصل میں یہ ساری جڑ دل میں ہوتی ہے ۔ جب ہمارے خداوند نے فرمایا کہ خون حسد وغیرہ دل ہی سے نکلتے ہیں (متی ۱۵-۱۹) پس دل ہی کو پرکھو اور اگر کوئی جڑ ایسی پائی جائے تو خدا کی مدد سے اُسے اکھاڑ پھینکو تاکہ خونیوں کی عادت

اور سزا سے بچ جاؤ۔ پھر اُس نے یہ کہا کہ تو نے کیا کیا۔ تیرے بھائی کا خون زمین سے مجھ کو پکارتا ہے اور اب تو زمین سے لعنتی ہوا جس نے منہ پسارا کہ تیرے ہاتھ سے تیرے بھائی کا لہو لیوے۔ کہ جب تو زمین پر کھیتی کریگا وہ تجھے اپنا حاصل نہ دیگی اور زمین پر تو پریشان اور آوارہ ہوگا۔

یہ جہان کیسا دردناک ہے کہ ہم بھائی بھائی تو کہلاتے ہیں۔ لیکن اکثر ہابیل اور قائن کی طرح بھائی ہیں۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے نقصان کا باعث ہوتے اور بسا اوقات ایک دوسرے کا دل دکھاتے ہیں یہ قائن کا گناہ بہت سخت اور کریہ تو ہے۔ لیکن ایک اور گناہ ہے جو اس سے بھی سخت اور اُبھارنے والا گناہ ہے۔ جسے ہم جسم کا گناہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ کچھ ایسا دلفریب اور مکر سے پُر ہے کہ شروع میں انسان کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا اور انسان آسانی سے نادانستہ اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت داؤد کا حال یاد ہے کہ کس طرح ایک ہی نظر میں تیر اُسکے جگر کے پار ہوگیا۔ اور تقریباً سال بھر تک اس نے خدا کے آگے اُس کا اقرار بھی نہ کیا۔ اگرچہ دل الزام دیتا تھا اور ہڈیاں اُس کے سوچنے سے جلتی تھیں لیکن اُس نے عرصہ تک کسی کی نہ سُنی جب تک کہ ناتن نے آن کر نہ کہا کہ یہ تو ہے۔

اگرچہ جسم کے گناہ بہت سارے ہیں اور ان کی فہرست مقدس پولوس نے گلتیوں کے خط میں دی ہے لیکن حرامکاری خاصکر جسم کا گناہ ہے۔ اور رسول نے اس گناہ کی شدت کو محسوس کر کے اس کی مخالفت یوں کی ہے "بدن حرامکاری کے لئے نہیں بلکہ خداوند کے لئے ہے اور خداوند بدن کے لئے۔ . . . کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے بدن مسیح کے اعضا ہیں۔ پس کیا میں مسیح کے اعضا لیکر کسبی کے اعضا بناؤں۔ ہرگز نہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ جو کوئی کسبی سے صحبت کرتا ہے وہ اس کے ساتھ ایک تن ہوتا ہے . . . . حرامکاری سے بھاگو۔ جتنے گناہ آدمی کرتا ہے وہ بدن سے باہر ہیں۔ مگر حرامکار اپنے بدن کا بھی گنہگار ہے کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارا بدن روح القدس کا مقدس ہے جو تم میں بسا ہوا ہے اور تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے اور تم اپنے نہیں کیونکہ قیمت سے خریدے گئے ہو۔ پس اپنے بدن سے خدا کا جلال ظاہر کرو" (۱ قرنتی ۶-۱۵ سے ۲۰)

یہی گناہ ہے جس کی مخالفت میں بائبل کی ایک کتاب کا بڑا حصہ بھرا پڑا ہے۔ یعنی امثال کی کتاب میں۔ خاصکر اسی گناہ کے خلاف انسان کو اور خصوصاً جوانوں کو متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام میں یوں لکھا ہے کہ بیگانہ عورت کے ہونٹوں سے شہد ٹپکا پڑتا ہے اور اُس کا تالو تیل سے زیادہ چکنا ہے پر اُس کا انجام ناگدونا کی مانند کڑوا ہے اور دو دھاری تلوار کی مانند تیز ہے۔ اُس کے پاؤں موت ہی میں اُترتے ہیں۔ اُس کے قدم جہنم کو پکڑے ہوئے ہیں تا نہ ہو کہ تو زندگی کی راہ کو دھیان کرنے لگے۔ اُس کی راہیں ہیر پھیر کی ہوتیں۔ سو تو انہیں پہچان نہیں سکتا۔ پس اے لڑکو میری سنو اور میرے منہ کی باتوں سے کنارہ نہ کرو۔ اپنا راستہ

اس سے دور بھاگ۔ اور اس کے گھر کے دروازہ کے
نزدیک نہ جاؤ۔ تا نہ ہو کہ تو اپنی عزت اوروں کو
اور اپنی عمر بے رحموں کو دے۔ نہ ہو کہ بیگانہ لوگ
تیری قوت سے سیر ہوں اور تیری ساری کمائی اجنبی
کے گھر میں صرف ہو۔ اور تو آخر کو جب وقت تیرا گوشت
اور تیرا بدن فنا ہو جائینگے تو کراہیگا اور تو کہیگا
افسوس میں نے تادیب سے کیوں کینہ رکھا اور
میرے دل نے سرزنش کو کیوں حقیر جانا۔ ۔ ۔
اپنے ہی حوض سے پانی پی اور اپنے ہی باؤلی میں
سے بہتا پانی۔ تو تیرے چشمے باہر پھیلیں۔ اور
گلیوں میں تیرے پانی کی نہریں۔ تو ہی اکیلا اُن کا
مالک ہو اور کوئی بیگانہ تیرا شریک نہ ہو تیرے
چشمے میں برکت ہو اور تو اپنی جوانی کی جورو کے
ساتھ خوش وقت رہ (امثال ۵ - ۲۰ سے ۱۵) کوئی
قوم اور ملک اس مرض سے خالی نہیں۔ جن میں
پردہ کا دستور ہے وہ بھی اس سے بچ نہیں سکے
اور نہ عورتوں کی آزادی کے ہوا خواہ اس ظالم
کے پنجہ سے آزاد رہے ہیں ؛

اے جان غور کر۔ اے دل سوچ تیرے
اندر تو یہ بلا اور مرض نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا چشمہ
بھی دل ہی میں ہوتا ہے۔ (۲) کا بیج بھی دل ہی
میں بویا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے خداوند نے اسکا سراغ
لگا کر بتا دیا ہے "میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس
کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی
وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا" کیونکہ
برے خیال۔ زنا۔ حرامکاری۔ چوری ۔ ۔ ۔ دل
ہی سے نکلتے ہیں یہ باتیں آدمی کو ناپاک کرتی ہیں
(متی ۵ - ۱۹) ؛

ایک ترچھی نظر۔ ایک بھولی ادا۔ ایک شیریں
سخن اس بیج کے بونے کے لئے کافی ہے۔ نہ صرف
بیج بونے کے لئے بلکہ دل کی زراعت کو جلا کر خاکستر
کر دینے کے لئے " اے میرے بیٹے میری باتوں
کو حفظ کر ۔ ۔ ۔ دانائی کو کہہ کہ تو میری بہن ہے
اور فہم کو اپنی آشنا جان تاکہ وہ تجھکو بیگانہ عورت
سے اُس اجنبی سے جو اپنی باتوں سے تیری چاپلوسی
کرتی ہے بچا رکھیں ۔ ۔ ۔ " یہ سارا باب پڑھیں اور
دیکھیں کہ ایسا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اور سکاٹ لینڈ
میں اسی لئے نوجوانوں کو اس کی تلاوت کی ترغیب
دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب ایسی آزمائش سے
آگاہ کرنے میں خاصکر مفید ہے ؛

یہ گناہ نہ صرف امیروں کا بلکہ غریبوں کا بھی ہے
نہ صرف دنیادار بلکہ دیندار بھی اس میں گرفتار ہو جاتے
ہیں نہ صرف بادشاہوں کا یہ داغ ہے بلکہ رعیت
بھی اس میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک
اس آزمائش پر غور کرے۔ ایسے مرض کا پوست کندہ
بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اور ایک دو مثالوں
سے ہم اپنا مقابلہ کر سکینگے۔ جسمانی خواہش تو ہر انسان
میں پائی جاتی ہے۔ مسیحی اور غیر مسیحی کا اس میں فرق
نہیں۔ لیکن مسیحی سوسائٹی کی موجودہ حالت کے
لحاظ سے اس گناہ اور آزمائش کے زیادہ موقعے
پیدا ہو گئے ہیں۔ عورتوں کی آزادی اگرچہ بہت
ضرور اور مناسب ہے لیکن ما قبل کی تربیت اور
تعلیم کے بغیر سخت ہولناک ہے۔ یورپ کی
آزادی صدیوں کی تعلیم و تربیت کے بعد ہوئی

اور یہاں سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔ بچوں کو گوشت کھلانا شروع کر دیا۔ نابالغ کو میدان جنگ میں کھڑا کر دیا۔ فائر پروف (Fire proof) یعنی جس پر آگ اثر نہیں کرتی) مہیا کئے بغیر ہمارے سینے میں آگ جھونک دی۔ پھر اگر جل نہ مریں تو کیا ہو۔ آئے دن یہی جھگڑے اور یہی شکایت چاروں طرف سے سننے میں آتی ہے۔ اور کسی نے تو بہیا نتک کہا ہے کہ شاید شراب خوری اور زناکاری مسیحی جماعت میں گناہ سمجھے نہیں جاتے یہ سخت ریمارک تو ہے اور ہم کبھی اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں لیکن جسقدر خطرہ اس کا ہمیں ہے اتنا دوسری جماعتوں کو نہیں۔ مردوں عورتوں کا آزادانہ میل جول بے روک ٹوک اختلاط۔ بلا اعلیٰ اخلاقی اور روحانی تربیت کے سخت آزمائش کا باعث ہے۔ علاوہ اس کے ہم اُس مثل کے بھی مصداق ہو گئے ہیں کہ کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھول گیا۔ دیکھا دیکھی کورٹ شپ (courtship) یعنی منگنی بیاہ سے پیشتر لڑکے لڑکی کا میل جول محبت بڑھانے کے لئے) پر لٹو ہو گئے ہیں۔ لڑکا لڑکی تنہا سیر و سیاحت کو جاتے ہیں۔ بوس و کنار کا حظ اٹھاتے ہیں اور بسا اوقات روسیاہی اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے تو یہ وطیرہ ہی اختیار کر لیا ہے۔ اے جوانو! اے جوانو! اے بزرگو اس آزمائش سے خبردار رہو۔ آگ کو سینہ میں نہ لو۔ محبت بڑھانا بُرا نہیں۔ ایک دوسرے کی طبیعت سے آگاہ ہونا گناہ نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ تم

انسان ہو اور یہاں چلتے ہوئے فرشتوں کے پر جلتے ہیں۔ کیا اسی مرض کے مبتلا پر جلے فرشتے "دائمی قید میں تاریکی کے اندر روز عظیم کی عدالت تک" ہماری عبرت کے لئے موجود نہیں ہیں ایک جگہ ایک نیتی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ اُس میں ایک دفعہ یہ سوال اُٹھا تھا کہ مسیحیوں کو شادی کرنے کا حکم کہاں ہے۔ اور اس مضمون پر کسی ایک صاحبوں نے تقریر کی اور اثنائے جلسہ میں وہاں کے سکرٹری اور میر مجلس اور چند اور ممبروں نے ظاہر کیا کہ وہ بلا شادی عورتوں کو اپنے گھروں میں رکھتے ہیں کیونکہ ان کو انجیل میں کوئی حکم شادی کا نہیں ملا۔ اور آخر کار انہوں نے اپنی میٹنگ علیحدہ کر لی۔ کیا یہ ہولناک نہیں ہے۔ کیا ایسی حالتوں میں مسیحی سوسائٹی ترقی کر سکتی ہے۔ سو اے صاحبو خبردار رہو۔ اپنے تئیں جانچو۔ اگر عورتوں کی بیمار پُرسی کو جاتے ہو تو اپنی بیوی یا بہن کو ساتھ لیجاؤ۔ اور عورتوں کی صحبت میں زیادہ رہنے سے گریز کرو۔ خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اگر شادی کے متلاشی ہو تو بڑی احتیاط۔ دعا اور خوف خدا سے کام لو بلا سوچے سمجھے اس بحر ناپیدا کنار میں کود نہ پڑو۔ اور اگر اس سمندر میں غوطے مار رہے ہو تو اسکے تلاطم اور لہروں کے طمانچوں سے ہوش میں آجاؤ اور اُس سنہری زنجیر کو جو آسمان سے ہمارے بچانے کے لئے نیچے لٹکائی گئی ہے مضبوطی سے پکڑ کر کنارہ پر آجاؤ۔

ایک تو سوسائٹی کی یہ حالت تھی۔ دوسرے ایک اور ترغیب مل گئی۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ۔ کہ زنا کے لئے کوئی سزا نہیں۔ چوری کی سزا ہے۔ گالی گلوچ کی سزا ہے۔ لیکن زنا کی کوئی سزا سرکار نے

معتبر نہیں کی۔ اور عموماً اس پر عمل ہے کہ میاں بیوی
راضی تو کیا کریگا قاضی۔ کسی کی بیوی اور کسی
کا میاں اگر راضی ہو جائیں تو پھر کوئی امر مانع
نہیں ہے۔ یہ آزادگی۔ یہ لاپروائی۔ سوسائٹی
کو درہم برہم اور ستیاناس کر دینے والی
ہے۔ اس لئے ایسے زمانہ میں جو آخری زمانہ
ہے۔ کیونکہ ایسی حالت آخری زمانہ کا نشان
رہی ہے۔ خبردار کرو۔ اور اپنی جان کو حفاظت
سے رکھو۔ تاکہ اُس بھسم کرنے والی آگ
میں نہ پڑو۔

علم الحیات

مسٹر ڈارون کے زمانہ سے علما کا میلان
زیادہ تر اس طرف رہا ہے کہ افراد و انواع اجناس
انسان و حیوان چرند و پرند وغیرہ ایک ہی چشمے
سے نکلتے ہیں۔ یعنی ایک ادنیٰ حالت سے ترقی
کرتے کرتے ایک اعلیٰ حالت و درجہ تک پہنچ
گئے ہیں۔ مثلاً انسان آدم نما لنگوروں یا بندروں
سے نکلتے ہیں۔ اور یہ آدم نما بندر دیگر ادنیٰ حیوانات
سے۔ الغرض یہ سلسلہ پیچھے ہٹتے ہٹتے یہاں تک پہنچ
جاتا ہے کہ جہاں حیوانات اور نباتات کے طبقے
میں فرق نہیں ہو سکتا۔ بعض بعض حیوانات ادنیٰ
درجہ کے ایسے ہیں کہ ان کی نسبت یہ فیصلہ کرنا مشکل
ہو جاتا ہے۔ کہ آیا وہ حیوانات میں شمار ہوں یا
نباتات میں۔ الغرض اصلی ادنیٰ حالت سے زندگی
نے ترقی کی اور مختلف منزلوں پر پہنچکر مختلف قسم
کے نباتات اور حیوانات اور آخر کار انسان پیدا
ہو گئے۔ موٹی مثال جو عام فہم ہو سکتی ہے وہ یہ
ہے کہ کبوتروں پر نظر کرو۔ کوئی مقا ہے کوئی لوٹن
کوئی سفید کوئی سیاہ ہے۔ لیکن یہ فرق مختلف ان
کو رنگ رکھنے سے پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر ان کو
کچھ عرصہ تک ان کی حالت پر چھوڑ دیں تو آپ دیکھکر
حیران ہونگے کہ وہ سارے تفرقات ایسے دور ہو گئے
جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اور وہ سب ایک
حالت پر آجاتے ہیں جنہیں جنگلی کبوتر کہتے ہیں۔ اسی
طرح بیشمار اقسام کے پھول پھل جو ایسے خوبصورت
اور ایک دوسرے سے بہت متفرق معلوم ہوتے
ہیں وہ مالی کی حکمت کا نتیجہ ہیں۔ مالی کا ہاتھ اور آنکھ
ان سے اُٹھالو تو چند برسوں کے اندر ہی وہ انواع
و اقسام کے رنگ و بو گم ہو جائینگے۔ اور ایک قسم
کے پھول و پھل نکل آئینگے۔ اس رائے نے گذشتہ
صدی میں بڑی ہلچل مچادی تھی۔ اور ڈارون
کے طبعی تجربوں نے بہت ایمانداروں کے دل
کو تھرا دیا تھا اور کئی خیال کرنے لگ گئے۔ کہ اب
ایمان کی بنیاد کا قائم رہنا مشکل ہے۔ اب بائبل
کے بیانات کو ان تجربوں اور مشاہدوں کی روشنی
میں ماننا دشوار ہے۔ دیگر علمانے بھی اس رائے
کو لیکر اُس پر بہت حاشیے چڑھائے اور یہ نتیجہ نکالا
کہ مادہ میں فطرتاً یہ مادہ ہے اور قوت ہے۔ کہ جسم خیال
جذبہ اور ارادہ اپنے اندر سے نکال دکھائے [illegible]

کروی اپنے اندر بھی بالانکال لیتی ہے۔ ایسی رائے کو مادیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بموجب سب کچھ مادہ سے نکلا ہے۔ روح وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں +

لیکن یہ سارا طومار مادہ کی تعریف پر موقوف ہے۔ اس قسم کی رائے قائم کرنے سے پیشتر یہ دریافت کرنا ضرور ہے کہ مادہ کو ہم کیا خیال کرتے ہیں۔ ایک مشہور عالم ٹنڈل صاحب کی رائے مادہ کے بارہ میں ان کی تصنیفات سے معلوم ہو سکتی ہے +

(۱) "جذبہ۔ عقل۔ ارادہ اور دیگر صورتیں ایک دفعہ ایک آتشین بادل میں چھپی تھیں" "مجھے مادہ میں زندگی کی ہر صورت اور صفت کا وعدہ اور قابلیت نظر آتی ہے" "مادہ درحقیقت ایک داد اور پہلے درجہ کا لطیف ہے" +

(۲) اگر بچپن سے ہمارے دل میں یہ ڈالا جاتا کہ مادہ ایک کثیف مادہ ہے بلکہ خدا کا زندہ لباس ہے۔ تو آج ہم کو اس امر کے ماننے میں چنداں وقت نہ ہوتی کہ شروع میں مادہ اور روح کا چشمہ ایک ہی تھا +

(۳) فلاسفر نہ تو ایسے دہریوں سے ہمدردی رکھتے ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں اور نہ ان لوگوں سے جو اس بات کے مدعی ہیں کہ ہم کو خدا کے دل کا حال معلوم ہے۔ ایک مشہور فیلسوف عمانوئیل کانٹ کہا کرتے تھے کہ "دو امور مجھے حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اوپر تو ستاروں بھرا آسمان اور نیچے انسان میں اخلاقی ذمہ واری کا احساس۔ جو صاحب سائنس کی تحقیقات میں لگے ہیں ان کو بھی اسی قسم کی حیرت آگھیرتی ہے۔ میں نے اپنے غور و خوض کے زمانہ میں اس بات کو دیکھا ہے کہ یہ مادیہ تعلیم ایسے وقت میں کبھی مجھے نہیں بھاتی۔ جب میرا دماغ صاف اور تازہ ہے ایسے وقت پر تو صاف یہ نظر آتا ہے کہ یہ رائے اس راز کو حل نہیں کرتی جس میں ہم رہتے اور جسکا ہم جزو ہیں"

ٹنڈل صاحب کی جو رائے مادہ کے بارہ میں بیان ہوئی ہے وہ مسلمہ رائے سے متفرق ہے مثلاً۔

(۱) اس رائے میں اس کا انکار ہے کہ سکون مادہ کا خاصہ ہے۔ حالانکہ مسلمہ رائے اسے خاصہ مانتی ہے +

(۲) اس رائے میں یہ مانا گیا ہے کہ مادہ بالطبع جسم اور زندگی پیدا کر سکتا ہے۔ حالانکہ مسلمہ رائے اسکے خلاف ہے +

(۳) یہ رائے مانتی ہے کہ مادہ میں سے فطرتاً خیال جذبہ۔ کانشنس اور ارادہ نکلتا ہے۔ لیکن مسلمہ رائے اسے رد کرتی ہے +

ان دو تعریفوں میں یہ مخالفت ہے۔ اور مجھے مسلمہ رائے بوجاہات ذیل قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے +

اوّل۔ اگر سکون مادہ کا خاصہ ہے تو جسم۔ جان خیال پیدا کرنے کی طاقت اس میں نہیں ہو سکتی۔ اور اس رائے کا ثبوت بکثرت مل سکتا ہے کہ سکون مادہ کا خاصہ ہے۔ عام رائے یہی ہے۔ ہر زمانہ

کے فیلسوف اس پر اپنا اتفاق راے ظاہر کرتے ہیں اور تجربہ اور مشاہدہ نے اس کی تصدیق کی ہے؀ قوت وہ شے ہے جو حرکت کے پیدا کرنے یا روکنے میں توسیع پاتی ہے - اور سکون سے میری مراد ہے قوت یا حرکت پیدا کرنے میں نا قابلیت - یا ایسی صفت جو مادہ کو اگر اُسے حرکت دی جائے تو جب تک کوئی قوت اُسے نہ روکے ابد الآباد متحرک رکھے گی - یا اگر مادہ کو ساکن چھوڑا جائے - تو جبتک کوئی قوت اُسے حرکت نہ دے ہمیشہ تک ساکن رہنے دیگی - اور جہانتک تجربہ ہوا ہے وہ یہی ثابت کرتا ہے کہ مادہ میں بذاتِ خود اپنے تئیں حرکت دینے کی قوت نہیں - اور اس کے ثبوت کشش ثقل کے ثبوتوں سے بھی شمار میں بڑھکر ہیں - خود نیوٹن صاحب نے یہ نہیں سمجھا کہ کشش مادہ کا عین خاصہ یا اُس کی عینی ضرورت ہے - پس جب تک کہ پورے طور سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حرکت اور قوت مادہ کا عین خاصہ ہے تب تک وہ قدیم راے پر زور رہے گی کہ حرکت اور قوت کا چشمہ خدا ہے اور قوانین فطرت اُس خدا کی ہستی پر دال ہیں ؁

دوم - مسلمہ راے تجربہ سے ثابت ہو سکتی ہے لیکن دوسری راے محض راے ہی ہے جو اسی وولیوشن (Evolution) کی بنا پر پیش کی جاتی ہے اور ٹنڈل صاحب جو اس دوسری راے کے بہت حامی ہیں وہ اپنے ایک لکچر میں ذکر کرتے ہیں کہ "اسی وولیوشن کی تعلیم کا زور تجربہ کی شہادت پر نہیں لیکن اس پر ہے کہ جہانتک فطرت کا طریقہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے اُس سے عموماً مطابق ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ جو مادہ کی تعریف صاحب ممدوح نے کی ہے - وہ تجربہ سے ثابت نہیں ہو سکتی - لیکن مسلمہ راے تجربہ سے ثابت ہے؀

سوم - ٹنڈل صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ اور عقل کے درمیان جو تعلق ہے "وہ بیرون از قیاس ہے - اور اگر ہم اُس تعلق کی گتھی کو دریافت کرنا چاہیں تو وہ خشکی پر کشتی چلانا ہے - وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ہم یہ بھی سمجھ لیں کہ محبت کا تعلق دماغ کی داہنی طرف کی خاص رگوں سے رشتہ ہے اور عداوت کا ان کی بائیں طرف کی رگوں سے تو بھی حرکت کے چشمہ کے سمجھنے کے بارہ میں بالکل ناواقف رہینگے - پس جبکہ یہ حال ہے کہ دماغ میں مادہ اور خیال کا رشتہ سمجھ سے باہر ہے اور ٹنڈل ہینسر اور بین جیسے فلاسفر ان کے تعلق کو علت و معلول کا تعلق نہیں ٹھیرا سکتے - بلکہ صرف مقدم و موخر کا - تو کس طرح ہم مان سکتے ہیں کہ "دور دراز مادہ میں" ہر صورت اور زندگی کی صفت کا وعدہ اور قابلیت ہے"؀

چہارم - ان فیلسوفوں نے مادہ کی جو تعریف کی ہے وہ دل کی آنکھوں کے سامنے صاف طور سے کوئی صورت نہیں کھینچ سکتی - ایک جرمن عالم کا مقولہ ہے کہ "جو سچ ہے وہ صاف ہے" اور ٹنڈل صاحب تو مادہ کے بارہ میں یہانتک ناواقف ہیں کہ وہ یہانتک اپنے لکچروں میں مان گئے ہیں کہ مادہ کی حقیقت جاننا ہماری عقل کی رسائی سے پرے ہے - یہ امر واقعی ہیں

بلکہ ایک نتیجہ ہے - چنانچہ فرینچ ایسوسی ایشن کے
میر مجلس نے اس قسم کے مسائل کے بارہ میں
آخری تقریر میں یہ فرمایا کہ "یہ بے فائدہ ہے کہ
سائنس نے جمادات کی ساخت اور طبعی تربیت کو
منکشف کیا ہے - اب یہ اعلےٰ پرواز کرنا چاہتی
ہے - اور اُسے یقین ہے کہ اشیا اپنی ذات میں نہ تو
اپنا آغاز اور نہ اپنی حافظ ہیں وہ ایک علت
اولےٰ تک ہم کو لے جانا چاہتی ہے -
یعنی ایک بے نظیر عالمگیر خدا کی
طرف +

جاپان کا سلسلۂ تعلیم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

محکمہ تعلیم

محکمہ تعلیم میں ذیل کے افسر شامل ہیں - یعنی
سرکاری تعلیم کا وزیر جو شہنشاہ کے وزرا میں سے
ایک ہوا کرتا ہے - اور نائب وزیر تعلیم اور پچاس
یا ساٹھ دیگر عہدہ دار +

تعلیم کی کونسل اعلےٰ - اس محکمے کو تعلیم کی اعلےٰ
کونسل سے مدد ملتی ہے - یہ ایک صلاح کار جماعت
ہے - جو سال میں ایک مرتبہ فراہم ہوتی ہے اور
اُن امور پر جو وزیر تعلیم کی طرف سے پیش کئے
جاتے ہیں - بحث کرتی ہے - یہ جماعت بڑی قدر و وقعت
کی نظر سے دیکھی جاتی ہے - اور اُس میں ساٹھ
یا ستر وکلاء تعلیمی محکمے کے ہر ایک حصے میں سے
شامل ہیں - یعنی اعلیٰ عہدہ دار - انسپکٹر - شاہی
یونیورسٹیوں کے پریزیڈنٹ - سب سے بڑے
سرکاری اور پرائیویٹ مدرسوں کے ڈائرکٹر -
اور کئی ایک صاحب علم اور تعلیمی امور میں تجربہ کار
اشخاص +

یہ بڑے بڑے اسکول کچھ تو محکمۂ تعلیم کے
زیر نگرانی ہیں - اور کچھ لوکل افسروں کے ماتحت
ہیں - یہ سب ذیل کے پانچ اقسام میں تقسیم
کئے جا سکتے ہیں - (۱) معمولی ابتدائی سکول -
(۲) اعلےٰ ابتدائی سکول - (۳) مڈل سکول -
(۴) اعلےٰ یا ہائی سکول (۵) سرکاری یونیورسٹیاں
عموماً یونیورسٹی اور ہائی سکول کے درجے
کے مدارس کا خرچ نیشنل گورنمنٹ کی طرف سے
دیا جاتا ہے - اور مڈل اسکولوں کا خرچ ضلعے کے
خزانے سے - اور ابتدائی سکولوں کا شہروں یا
قصبوں کی طرف سے +

سکولوں کی آمدنی اور خرچ

اُس آمدنی کے علاوہ جو مختلف قسم کے ٹیکسوں
سے حاصل ہوتی ہے - جاپان کے سرکاری سکولوں
کے لئے آمدنی کے دو اور وسیلے بھی ہیں - یعنی
تعلیم کی فیسیں - اور مستقل جائداد - تھوڑا ہی عرصہ
ہوا کہ تمام سکولوں میں فیس لی جاتی تھی لیکن

۱۹۰۰ء میں لازمی حاضری کی قید کی وجہ سے یہ حکم ہوگیا کہ جہاں کہیں ممکن ہو ابتدائی تعلیم مفت ہی دیجائے۔ مارچ ۱۹۰۰ء میں اس اصلاح پر یہانتک عمل کیا گیا۔ کہ ۲۵ ہزار ابتدائی سکولوں میں سے صرف ایک ہزار سکولوں میں فیس لی جاتی تھی پس اب ابتدائی معمولی تعلیم فی الواقع بلا فیس دیجا رہی ہے۔ جب فیس لی بھی جاتی ہے۔ تو وہ ایک پیسے سے لیکر آٹھ آنے ماہوار سے زیادہ نہیں ہوتی ایسی جگہوں میں بھی جو والدین اپنے تئیں فیس دینے کے ناقابل ظاہر کریں۔ تو شہر کا حاکم ان پر یہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

اعلےٰ ابتدائی درجے کے سکولوں میں فیس کی اوسط ساڑھے آٹھ آنے ماہوار ہے۔ اور مڈل سکولوں میں ڈیڑھ روپیہ سے چار روپیہ ماہوار تک طالبعلم کا کل خرچ ۱۵ روپیہ ماہوار سے کم ہی رہتا ہے۔ ہائی سکول اور کالج میں فیس کا خرچ ۴۰ روپیہ سالانہ ہوتا ہے۔ اور طالب علم کا کل خرچ ۲۲ سے ۳۰ روپیہ ماہوار تک ہوتا ہے۔

مستقل جائداد۔ چونکہ لوکل گورنمنٹ پر عوام کی تعلیم کا بوجھ بہت ہے۔ اور دن بدن زیادہ ہو رہا ہے۔ اسواسطے مستقل جائداد قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسی جائداد کے خرید نے کے لئے یا تو اسکول کی فیس سے ایک حصہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ یا خاص عطیے دیئے جاتے ہیں۔ یا جو سالانہ بچت ہو۔ وہ جمع کی جاتی ہے۔ بعض اسکولوں میں فیس کی ساری آمدنی بیس یا تیس سال تک جمع رکھی جاتی ہے اور اسکول کے خرچ ٹیکسوں کے ذریعے سے پورے کئے جاتے ہیں۔ مارچ ۱۹۰۵ء میں اس جائداد کا شمار مندرجہ ذیل طور پر تھا:-

نقد جمع۔ سوا کروڑ روپیہ۔ دیگر جائداد پونے دو کروڑ۔ اس جائداد سے ساڑھے سات لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ۱۸۹۹ء میں ایک نیشنل تعلیمی فنڈ قایم کیا گیا تھا۔ جس میں ڈیڑھ کروڑ روپیہ اس ہرجانے میں سے جو چین نے بھرا تھا۔ تعلیم کے لئے علیحدہ کیا گیا۔ اس کی سالانہ آمدنی تعلیم کے کام میں صرف کی جاتی ہے۔

خرچ۔ کل خرچ تعلیم پر پونے سات کروڑ روپیہ سالانہ ہے۔ جس میں سے ساڑھے پانچ کروڑ روپیہ لوکل ٹیکسوں کے وسیلے وصول ہوتا ہے۔ اور اس رقم میں سے ساڑھے چار کروڑ ابتدائی سکولوں پر خرچ ہوتا ہے۔ چونکہ جاپان کی کل مجموعی آبادی ساڑھے چار کروڑ ہے۔ اسلئے فی کس قریب ڈیڑھ روپیہ سالانہ تعلیم پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ خرچ اُن ملکوں کے مقابلے میں جہاں خاطرخواہ تعلیمی سلسلے قائم ہیں سب سے کم ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ میں فی کس ساڑھے سات روپیہ۔ سکاٹلینڈ میں چھ روپیہ۔ انگلینڈ اور ویلز میں قریب چھ روپیہ۔ جرمنی میں سوا پانچ روپیہ۔ فرانس میں سوا تین روپیہ تعلیم پر فی کس خرچ ہوتا ہے۔

× × × × × × × × × × × × × × × × × ×

تمام دنیا مصیبت کے وقت ان کی پناہ گاہ ہے۔ وہ جو تیرا نام جانتے ہیں تجھ پر بھروسا رکھینگے۔ (زبور ۹: ۹ و ۱۰)

ہر ایک شخص اسیقدر نائب رکھ سکتا ہے جتنا وہ صحبت گورنمنٹ کا مرتبہ [illegible]

نامور عورتیں

کیتھرین بوتھ

تمہید

جب زمانہ آئندہ کا مورخ انیسویں صدی کے آخری نصف حصہ کی تمدنی ترقی انگلستان کی تاریخ لکھنا شروع کریگا - تو اسوقت اس کے لیئے ایک خاندان کا عظیم الشان کام نظر انداز کرنا مشکل ہوجائیگا - اور یہ خاندان عزت تمول ہے - اور نہ خطاب یافتہ ہے - اور نہ پولٹیکل شہرت رکھتا ہے خاندان بوتھ کے تمام مرد و عورت ہمدردی عام اور خون کے رشتہ سے ایک دوسرے سے وابستہ ہیں - اس کی مثال روئے زمین پر کہیں بھی نظر نہیں آئیگی - ان کی روحانی طاقت کا اثر دور دور تک پھیلا ہوا ہے - اور اپنے ہمعصروں پر بہت گہرا اثر پیدا کیا ہے ؛

بحر شمالی کے دائمی برف سے ڈھکے ہوئے خطہ سے لیکر افریقہ کے جلتے ہوئے ریگستانوں تک اور جدت پسند امریکہ سے لیکر تو ترقی یافتہ جاپان تک مکتی فوج کا نام بچے بچے کی زبان پر ہے اور اس فوج کی والدہ ماجدہ کیتھرین بوتھ ہیں جن کی سوانح عمری ہم اپنے ناظرین کے سامنے ذیل میں پیش کرینگے - اس سلسلہ میں ہم چار مشہور عورتوں کی زندگیوں کے حالات ہدیہ ناظرین کرینگے اور یہ وہ عورتیں ہیں - جنہوں نے بنی آدم کی خدمت گذاری - ہمدردی بنی نوع انسان اور سچی سیچی زندگی کے واسطے شہرت لازوال حاصل کرلی ہے ؛

بچپن ماہ جنوری ۱۸۲۹ء کو کیتھرین قصبہ ایشبرن واقع ضلع ڈربی میں پیدا ہوئیں - ان دنوں میتھوڈسٹ فرقہ کے خیالات نے انگلستان میں عجیب ہلچل پیدا کر رکھی تھی - جس گھرانہ میں پیدا ہوئی تھیں - وہاں دینداری اور میتھوڈسٹ خیالات کا بہت غلبہ تھا - آپ کے والد جان ممفرڈ ویسلین فرقہ کے واعظ تھے - گو باقاعدہ طور پر اس مبارک خدمت پر کبھی مامور نہیں ہوئے تھے - آپ کی والدہ بڑی نیک نہاد اور شریف ہونے کے علاوہ بڑی پکی دیندار تھیں - گو انہوں نے بچپن میں کلیسائے انگلستان کے اصولوں کی تربیت پائی تھی - مگر شادی ہونے سے پہلے میتھوڈسٹ خیالات کی قائل ہوگئی تھیں - مسٹر و مسز ممفرڈ کے پانچ بچے ہوئے تھے - مگر سوائے دو کے سب عالم طفولیت ہی میں اگلی دنیا کو سدھار گئے تھے - اس وجہ سے کیتھرین اکلوتے بچے کی حیثیت رکھتی تھیں - ان دنوں والدین اپنے فرائض کی انجام دہی میں سخت غفلت کرتے تھے جس سے بچے بہت بگڑ جاتے تھے - اس سبب سے مسز ممفرڈ اپنی لڑکی اور لڑکے کو اپنے ہمسائیوں کے بچوں سے نہیں ملنے دیتی تھیں تا ایسا نہ ہو - کہ بری صحبت کے اثر سے دونوں لڑکا لڑکی خراب ہوجائیں - کیتھرین بارہ برس کی عمر تک اسکول

میں داخل نہیں کی گئی تھیں۔ مسز مفرڈ ہمیشہ اپنے دونوں بچوں کو بہلانے کے سامان بہم پہنچا دیا کرتی تھیں۔ اور ان کے ساتھ خود کھیلا کرتی تھیں جس سے وہ خوش رہتے۔ اور ان کی ننھی طبیعتیں اداس اور پریشان ہونے نہیں پاتی تھیں۔ کیتھرین کا بدن نازک اور طبیعت خاموش تھی۔ شروع ہی سے انکا دل بہت متین تھا۔ اور اکثر کچھ نہ کچھ اپنے دل میں سوچتی رہتی تھیں۔ جو اس عمر کے بچوں کے لئے بہت عجیب ہے۔ کیتھرین کو دلچسپ قصے کہانیوں کی کتابیں دل بہلانے کے لئے نہیں دیجاتی تھیں۔ اور نہ گھر سے باہر کسی قسم کے کھیل کھیلنے کی اجازت تھی ہاں ان کے پاس کھیلنے کو گڑیاں بہت تھیں۔ اور ان سے انہیں خاص انس پیدا ہوگیا تھا۔ ان کے ہاتھ منہ دھوتی۔ کھانے کی چیزیں دیتی اور ان کیواسطے کپڑے اپنے ہاتھ سے سی دیا کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ کبھی کبھی ان کے ساتھ دو بھی مانگا کرتی تھیں۔

کیتھرین کی والدہ نے انہیں لکھنا پڑھنا بہت چھوٹی عمر میں سکھا دیا تھا۔ بارہ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے پہلے آٹھ مرتبہ بائبل پڑھ چکی تھیں۔ جس سے کتب مقدسہ کا اتنا وسیع علم چھوٹی عمر میں حاصل ہوگیا اور جو بعد میں خدمت گذاری انسان میں اسقدر مفید ثابت ہوا ہے۔ گو مسز مفرڈ اپنی لڑکی کی تربیت کی سخت درجہ پابند تھیں۔ مگر اسے خواہ مخواہ ہر مفید بات سے منع نہیں کرتی تھیں۔ جب ماں باپ کسی معاملہ پر بات چیت کرتے۔ تو کیتھرین ان کے ساتھ شریک ہوجاتی تھیں۔ اور جب ملاقاتی آتے۔ تو یہ بھی ان کے ساتھ گفتگو کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ خود کہتی ہیں "بارہ برس کی عمر سے پہلے پہلے ملکی معاملات کی بابت میرے خیالات قائم ہوچکے تھے۔ اور میں اپنے والد سے اکثر بحث کرتی تھی جہاں اور مسائل پر تکرار ہوتی۔ وہاں رومن کیتھلک لوگوں کو ملکی اختیارات دینے کا ایک مسودہ بھی پارلیمنٹ میں پیش ہوا تھا۔ میرے والد اس کے حق میں تھے۔ اور میں اس کے خلاف تھی۔ اور یہ دلیل پیش کرتی تھی۔ کہ چونکہ رومن کیتھولک لوگ اپنے ملکی اختیارات کو ہمیشہ بڑی طرح سے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے ہیں"

کیتھرین بچپن ہی سے غربا اور مصیبت زدہ لوگوں پر بہت رحم کرتی تھیں۔ اور اخلاقی جرأت اس درجہ اعلےٰ تھی۔ کہ اپنے خیالات کو عملی صورت دینے سے کبھی نہیں ہچکچاتی تھیں۔ اس کے متعلق ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ایک روز کیتھرین بازار میں کھیل رہی تھیں۔ کہ ایک کانسٹبل ایک شرابی کو کشاں کشاں تھانہ کو لیجاتے ہوئے دکھیا۔ لوگ تالیاں بجاتے اور غل مچاتے اس کے پیچھے جا رہے تھے۔ کیتھرین پہلے گھبرا گئیں مگر پھر جلدی سنبھل گئیں۔ اور بدنصیب شرابی کیساتھ تھانہ کو ہولیں۔ اسوقت ہمدردی اور رحم ان کے دل میں جوش زن ہوگیا تھا۔ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" یہہ مثل کیتھرین پر صادق آتی ہے۔

(باقی دارد)

جارج ملر مسیحی مقیمی برسٹل

اِس وقت اُن مشنریوں نے جو بغداد میں کام کر رہے تھے۔ جارج ملر اور کریک کو ایک خط لکھا اور دعوت دی کہ بغداد جاکر اُن کے ساتھ مشنری خدمت میں حصہ لیں۔ ساتھ ہی اخراجات سفر کیلئے دوسو پونڈ کی ایک ہُنڈی بھی روانہ کر دی۔ اس دعوت نامہ کے موصول ہونے پر ملر اور کریک نے پورے دو ہفتہ دعا و مناجات میں صرف کئے تاکہ خداوند سے اس معاملہ میں ہدایت طلب کریں۔ دو ہفتہ کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ہم بغداد نہیں جائیں گے۔ اور یہ فیصلہ ایسا صحیح تھا کہ انہیں کبھی اُس کے سبب سے پچھتانا نہ پڑا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر معاملہ اور دعوت کی نسبت کیسے غور و فکر اور دعا و مناجات سے کام لیا کرتے تھے ◆

اب ہم اُس موقع پر پہنچ گئے ہیں جب اُس نے اپنے اصل کام کو شروع کیا۔ ہم اوپر ایک جگہ اے۔ ایچ۔ فرنکی صاحب کی طرف اشارہ کر آئے ہیں۔ یہ وہ شخص تھا۔ جس نے شہر ہالے میں یتیم خانوں کو قائم کیا تھا۔ جارج ملر نے اس کی سوانح عمری کا مطالعہ فروری ۱۸۳۲ء کو شروع کیا۔ اور چونکہ اس بزرگ کی زندگی نے اُس پر ایسا اثر ڈالا کہ اُس نے وہی کام اختیار کیا جو یہ بزرگ کیا کرتا تھا لہذا انسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ اس خدا پرست مسیحی کی زندگی کا مختصر سا حال ہدیہ ناظرین کریں ◆

آگسٹ۔ ایچ۔ فرنکی ملر کا ہم وطن تھا۔ اُس نے ۱۶۹۶ء میں پرشیا کے شہر ہالے میں ایک ایسا عظیم اور وسیع یتیم خانہ شروع کیا جس کی نظیر اسوقت دنیا کے طبقہ پر کسی جگہ دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔ جو مکانات اُس نے غریب یتیموں کے لئے تعمیر کروائے وہ ایک بڑے بازار کی طرح نظر آتے تھے۔ دو ہزار یتیم ان مکانوں میں رہتے تھے۔ اُن کے کھانے اور کپڑے کا انتظام حسب خواہش کیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح اُن کی ایجوکیشن پر بھی کافی زور دیا جاتا تھا فرنکی صاحب کا بھروسہ خداوند پر تھا۔ وہ کبھی شرمندہ نہ ہوا۔ کیونکہ وہ جس پر تکیہ کئے تھا۔ اپنے خزانہ غیب سے اُس کے یتیموں کی احتیاج سے بڑھکر اُسے دیتا تھا۔ تیس سال تک یہ کام اُس کی زیر نگرانی انجام پاتا رہا۔ لیکن ۱۷۲۷ء میں خداوند کو پسند آیا کہ اپنے خادم کو اوپر بلالے۔ اُس کی رحلت کے بعد یتیم خانوں کا اہتمام اُس کے داماد کے ہاتھ میں آیا جو اس معاملہ میں اپنے خسر سے پوری پوری ہمدردی رکھتا تھا۔ دو سو سال گذر چکے ہیں۔ مگر یہ یتیم خانہ اتبک موجود ہیں اور اپنے شریف مقصد کو پورا کر رہے ہیں ◆

فرنکی اور ملر کے یتیم خانوں کا مقابلہ ایک نہایت دلچسپ کام ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے یتیم خانوں کو توکل بخدا شروع کیا۔ ایک نے پرشیا میں اور دوسرے نے انگلستان میں۔ ایک نے تیس سال تک اہتمام کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی۔ دوسرے نے ساٹھ سال تک۔ جس طرح فرنکی کی وفات کے بعد اُس کا داماد اُس کا جانشین ہوا۔ اُسی طرح ملر کی وفات کے بعد اُس کا ہم خیال داماد اُس کے کام کا نگران مقرر ہوا +

جب خدا اپنے کسی خادم کو کسی خاص کام کے لئے تیار کرنا چاہتا ہے تو وہ عموماً اُسے یا تو کسی شخص کی سوانح عمری سے متؤثر کرتا ہے یا اپنے کسی زندہ خادم کے وسیلے سے اُس میں وہ روح پھونک دیتا ہے۔ جس کے وسیلے سے وہ شخص اُس کے کام کو بہترین صورت میں انجام دینے کی تحریک اور لیاقت حاصل کرتا ہے۔ جارج ملر اسوقت یہ چاہتا تھا کہ خداوند کی خدمت میں کسی وسیع کام میں صرف کیا جائے۔ فرنکی کی لائف کے مطالعہ نے اُس پر عجیب اثر پیدا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اُن بچوں کی جو اُس کے اردگرد اِدھر اُدھر مارے پھرتے تھے فکر کرنے لگا۔ آخرکار یہ سوال اُس کے دل میں پیدا ہوا کیا میں فرنکی صاحب کیطرح خدا کے فضل اور مدد سے اِن بچوں کے لئے کچھ نہیں کرسکتا ؟ رفتہ رفتہ اس خیال نے ایسا زور پکڑا کہ اُس کے اندر آوارہ بچوں کی فکر کی آگ بھڑک اُٹھی +

اب ۱۲- جون ۱۸۳۳ء کو جبکہ اُس کی عمر ابھی اٹھائیس سال کی بھی نہیں ہوئی تھی اُس نے وہ کام شروع کیا جو گویا ایک عظیم الشان تجویز کا پہلا قدم تھا۔ وہ اِن دنوں صبح کے وقت ہر روز شہر کے گلی کوچوں سے بچوں کو ایک جگہ جمع کر کے پہلے اُنہیں کچھ کھانے کو دیا کرتا تھا اور پھر اُنہیں پڑھنا سکھاتا تھا۔ اور آخر میں انجیل سناتا تھا۔ شام کے وقت نوجوانوں اور بڑی بڑی عمر کے لوگوں کو جمع کر کے انجیل کی منادی کیا کرتا تھا۔ ابتدا ہی سے اُس نے تیس چالیس غریبوں کو کھلانا پلانا شروع کر دیا اور اِس امید کے ساتھ کہ جوں جوں شمار بڑھتا جائیگا توں توں خدا کے خزانہ کا دروازہ بھی کھلتا جائیگا ایک دن اپنے دل کا حال مسٹر کریک کے پاس بیان کیا۔ باہمی مشورت کے بعد ایک مکان جس میں ایک سو پچاس جانوں کو پناہ مل سکتی تھی۔ دس شلنگ سالانہ کرایہ پر لینے کا انتظام کیا گیا۔ ساتھ ہی خدا نے ایک مسن شخص کو اِن آوارہ گردوں کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ مگر مشکلات نے جو آناً فاناً برپا ہوئیں اس تجویز کو عمل کی صورت نہ دیکھنے دی۔ اِدھر سیکڑوں کنگالوں اور محتاجوں کی طرف سے کھانے کے لئے درخواستیں آنے لگیں۔ اور اُدھر ہمسایوں کی شکایتوں نے تنگ کرنا شروع کیا۔ بیکار کنگالوں کے ایک بڑے سے لشکر کا ہر روز بازار میں جمع ہونا۔ اور لوگوں کے گھروں کے دروازوں کے سامنے پڑا رہنا اور آنے جانے والوں کی راہ کو

بند کر دینا دوسروں کو کب گوارا ہو سکتا تھا۔ ان تباہتوں کے سبب سے موجودہ طریقہ کو ترک کرنا پڑا۔ مگر وہ خیال جو مولر کے دل میں جاگزین ہو چکا تھا کب دور ہو سکتا تھا۔ خدا کو یہ منظور تھا کہ اُسکی زیر نگرانی ایک عظیم الشان یتیم خانہ اور سکرپچرل نالج انسٹیٹیوٹ قایم ہو۔

ان ایام میں جب کبھی وہ یہ سوچتا تھا کہ آئندہ کیسے دشوار گذار مرحلے طے کرنے پڑینگے۔ کیسے کیسے شکل سین میں سے گذرنا ہوگا تو اُس کے دل کو خدا کے گذشتہ سلوکوں کی یاد سے بڑی تازگی حاصل ہوتی تھی۔ اسی موقعہ پر یعنی ۱۸۳۳ء کے اختتام پر وہ اپنے جرنل میں لکھتا ہے کہ پچھلے چار سال کے اندر میں نے فقط خدا پر بھروسہ رکھنے کو اپنا شعار بنایا۔ اس عرصہ میں ایک دفعہ بھی میں محتاج نہیں ہوا۔ پہلے سال مجھے ایک سو تیس۔ دوسرے سال ایک سو اکاون۔ تیسرے سال ایک سو نوّے اور چوتھے سال دو سو سڑسٹھ پونڈ وصول ہوئے۔ یہ سارا روپیہ لوگوں نے آپ ہی آپ اپنی خوشی سے دیا۔ اُس نے کبھی ایک کوڑی بھی کسی سے نہیں مانگی۔ اُس کی آنکھیں ضرور خدا کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور خدا نے بھی اُس کے ایمان کو ایسا امتیاز بخشا کہ اُسے نہ صرف اُس کی حاجتوں کے مطابق دیا۔ بلکہ اُن سے کہیں زیادہ۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر سال کے آخر میں وہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ جیب میں کچھ باقی نہیں رہا۔ واضح ہو کہ یہ سب روپیہ عجیب طور پر اُس کے پاس آتا تھا۔ اور ایسے لوگوں کی طرف سے جنہیں وہ جانتا تک نہ تھا اور ایسی جگہوں سے جن کا خیال بھی کبھی اُس کے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ اس موقعہ پر وہ ناظرین جرنل کی توجہ اس بات کی طرف بھی منعطف کرتا ہے کہ جیسی اُس کی ضرورت ہوتی تھی اُس کے مطابق اُس کو مدد ملتی تھی اگر روپیہ کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی۔ تو زیادہ روپیہ آجاتا تھا۔ اور اگر کم روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی تو کم آتا تھا۔ خدا کی عجیب پروردگاری کے کام جو ابتدائی زمانہ میں اس کے تجربہ سے گذرے۔ مابعد کی زندگی میں اور بھی نمایاں اور گہرے ہو گئے۔ جو نصیحتیں اُس نے ان چار برسوں میں حاصل کیں۔ انہوں نے اُسے اُن تازہ سبقوں کے لئے تیار کر دیا جو اُس نے بعد میں اسی مکتب الٰہی میں اپنے حکیم اور قادر اُستاد کی زیر نظر تحصیل کئے۔

مبارک ہیں وہ جن کی بدکاریاں معاف ہوئیں اور جن کے گناہ ڈھانکے گئے (رومیوں ۴: ۷) حالی اُس مبارکبادی کا دروازہ ہے جو ہمارے لئے تیار ہے۔ ہمیں اب ہیکل کے برآمدہ میں بھیک مانگنا نہیں چاہئے۔ بلکہ ضرور ہے کہ مسیح کا نام لیکر اُٹھیں اور کودتے پھاندتے خدا کی تعریف کرتے ہوئے مقدس ہیکل کے اندر

ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت*

ناول کے پیرایہ میں

چھٹا باب

میری پیاری تمہاری سینہ فگار غم کی کہانی کو رقم کرتے کرتے قلم کا سینہ پھٹ گیا ہے۔ اب اُس میں یہ طاقت نہیں کہ اُسے اَور طول دے۔ پس ہم تمہیں تمہاری دردانگیز حالت میں چھوڑ کر ذراسی دیر کے لئے مس ایتھل کی وہ گفتگو سُنینگے جو وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی کر رہی ہے۔ ہم تمہیں اس لئے تنہا نہیں چھوڑتے کہ ہماری آنکھیں تمہاری حالت زار کے مشاہدے سے بچنا چاہتی ہیں۔ گو تمہاری ایک ایک تکلیف سے ہمارے دل کو ایسا صدمہ پہنچتا ہے کہ وہ پاش پاش ہوجاتا ہے۔ تو بھی ہم تمہارے صبر اور استقلال کے ایسے شیفتہ و فریفتہ ہیں کہ ایک منٹ کی جدائی بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ مگر میری یہ صلیب تمہاری صلیب ہے ہم اُٹھا نہیں سکتے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کسطرح اُس الزام سے بری ہوگی جو تم پر حسد اور رشک کے سبب سے لگایا گیا ہے۔ پر اتنا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم آخر تک اپنی آزمائش کی برداشت کروگی تو وہ زندگی کا تاج پاؤ گی۔ جس کا وعدہ خداوند نے اپنے محبت کرنے والوں سے کیا ہے (یعقوب ۱:۱۲)+

ایتھل اور اُس کی دوستوں کی گفتگو

مسٹر ڈین۔ بھئی گینت تو بڑا مہنگا ہے۔ ہم تو اُس کے ہاں جانے کے نہیں۔ جو ڈریس تم پہنے ہوا ہے اسکے ساتھ کا ایک پیس[1] میں بھی لائی تھی یکمشت[2] فائیو چارج کئے۔ تم سے کیا لیا؟

مس ایتھل۔ لڑکی تم تو جیت میں رہیں۔ ہم سے تو اُس نے تھرٹی[3] دھرو لئے۔ مگر خیر ڈریس بڑا

*اس باب میں وہی بول چال پیش کی گئی ہے۔ جو آجکل ہندوستانی مسیحی خاندانوں میں رائج ہے۔ انگریزی زبان سے کثیر استعمال کے سبب سے انگریزی الفاظ اور محاورات اس قدر وردزبان ہوگئے ہیں کہ اُردو بولتے وقت بھی بے ساختہ منہ سے نکل جاتے ہیں۔ اگر سچ پوچھا جائے تو یہ کہنا پڑیگا کہ اب یہ عادت عیسائیوں ہی پر موقوف نہیں رہی۔ جو لوگ انگریزی سے مس رکھتے ہیں۔ اُن سب میں یہ میلان کم وبیش پایا جاتا ہے۔ عیسائیوں میں زیادہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (مرد اور عورت) سب انگریزوں سے ملتے۔ اُن کی بولی بولتے اور اُن کے طریقوں پر چلتے ہیں۔ واضح ہو کہ جو لڑکیاں اس باب میں ہمارے سامنے آتی ہیں وہ سب دیسی ہیں+

[1] پیس۔ تھان۔ [2] ٹنٹی فائیو۔ پچیس روپیہ۔ [3] تھرٹی۔ تیس+

بن گیا - میں اس آنے والی شادی کے لئے
ایک ایسا ڈریس بنوانا چاہتی ہوں کہ اُس کے
مقابلہ کا دوسرا نہ ہو۔
مسز ڈین - مجھے بھی اس ویڈنگ کا خیال ہو رہا تھا
ہے ابکے جب ڈاکٹر صاحب لاہور جائینگے تو میں
ساتھ جاؤنگی - میں بھی ایک عمدہ سا ڈریس یہیں
لاؤں گی۔
مس اکمل - لاہور میں عمدہ سٹف کہاں ملتی
ہے؟ ہم نے تو گنپت کی دوکان اور ریبے ہاؤس
اور انگلش شاپس سب ٹٹول کر دیکھے - جو ڈریس
مَیں پہنے ہوئے ہوں شاید اس کے ساتھ کا
کپڑا مل جائے مگر اس سے بہتر تو لاہور میں کہیں
نہیں ملنے کا - لیکن ایسی گرینڈ ویڈنگ میں
اس قسم کا کپڑا کیا زیب دیگا؟ لڑی ایک اور
مشکل یہ ہے کہ اگر کپڑا حسب خواہش مل جاتا
ہے تو ٹیلر مرضی کے مطابق نہیں ملتا - لوگ
محمد بخش کی بڑی تعریفیں کرتے ہیں - مگر میرے
خیال میں اُسے ذرا بھی ووقوف نہیں - کپڑے
کا اس کر دیتا ہے - ابھی کوئی دو تین مہینے
گذرے ہونگے کہ میں نے اُس سے ایک
سلک جیکٹ سلوائی تھی - ایسی اونچی کر دی
کہ مَیں اُسے کسی پارٹی میں نہیں پہن سکتی -
اب کے تو میں فیلیس اینڈ کو کو آرڈر کرونگی -
چاہے وہ فارٹی ہی چارج کرے - ماما نے
کہدیا ہے کہ قیمت کی کچھ فکر نہ کرنا - تم جیسا چاہو
ڈریس بنوالو۔
مسز ڈین - محمد بخش سے تو مَیں بھی بہت خوش
نہیں ہوں - ایک دفعہ میرا ایک سکرٹ بگاڑ دیا اور
ایک دفعہ ایک بلاوز بالکل خراب کر دی - میں نے
اُس دن سے ایسا کان کو ہاتھ لگایا - کہ ذرا سا کام
بھی اگر ہوتا ہے تو انگلش شاپ میں بھیج دیتی ہوں
ایسا ایسا بنکر آتا ہے کہ جی خوش ہو جاتا ہے۔
مس اکمل - لڑی تم تو لیٹسٹ فیشن بھی کنسلٹ کیا
کیا کرتی ہو؟
مسز ڈین - تو کیا تم نے مجھے گنوار ہی سمجھا ہے؟
میرے پاس لیٹسٹ فیشن - ہاؤ ٹو ڈریس - نیو فیشن
لیڈیز جرنل وغیرہ سب میگزین آتے ہیں - ان کے
بغیر بھلا آج کام چل سکتا ہے؟
مس اکمل - سنا ہے کہ اس کی پندرہ کو وائٹ
اوے لیڈلا کے یہاں کلیرنس سیل ہونے والا
ہے - تم چلوگی؟ سنتی ہوں کہ سلک بہت سستا
بکے گا - بلاوز اور سکرٹ کے عمدہ عمدہ پیٹرن بہت
ارزاں ہاف پرائس پر دیئے جائینگے - لڑی تم ضرور
چلنا۔
دائی - اے نیم صاحب وہ آپ کی ملاقات کو آئی ہیں
مسز ڈین - وہ کون؟ کچھ اُن کا نام بھی ہے تم
اتنے دن سے یہاں کام کرتی ہو - سب یہاں آتے
جاتے ہیں - مگر تمہیں کسی کا نام نہ آیا - بتاؤ کون ہے

۱ه ویڈنگ - شادی ۲ه سٹف کپڑا ۳ه شاپس - دکانیں ۴ه گرینڈ - عالیشان ۵ه ٹیلر - درزی ۶ه سلک جیکٹ ریشم کی جیکٹ - ۷ه
سلوائی کرنا - آرڈا ۸ه فارٹی - چالیس روپیہ ۹ه سکرٹ - سایہ ۱۰ه بلاوز - ایک قسم کی جیکٹ جو لیڈیز پہنا کرتی ہیں ۱۱ه اخبار کے نام
جن میں کپڑوں کے نمونے اور قطع و برید کے فیشن کا تذکرہ مطبوعہ ہوتا ہے ۱۲ه کنسلٹ کرنا - اخبار کو مشورت کی غرض سے دیکھنا ۱۳ه کلیرنس
سیل - دوکاندار جب اپنے مال کو ارزاں قیمتوں پر بیچنے لگ جاتے ہیں تو اسے کلیرنس سیل کہتے ہیں ۱۴ه ہاف پرائس - نصف قیمت

دائی۔ اے نیم صاحب میں کیا جانوں۔ وہی جو مس کلارک کے ساتھ جایا کرتی ہیں ۔

مسٹر ڈین۔ بس اب تم زیادہ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ میں سمجھ گئی کہ کون ہیں۔ ایتھل شاید مس تھارنٹن ہی ہیں ۔

مس ایتھل۔ مس تھارنٹن کو بھی لاہور لے چلو ۔

مسٹر ڈین۔ جاؤ دائی مس صاحبہ کو یہاں لے آؤ۔ ایتھل تمہارا خیال تو صحیح ہے۔ اگر مس تھارنٹن بھی ہمارے ساتھ جانے کو راضی ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہو۔ مس تھارنٹن کو کپڑے کا بڑا شوق ہے میں سمجھتی ہوں بیچاری اپنی ساری تنخواہ کھانے اور کپڑے میں صرف کر دیتی ہے ۔

ایتھل۔ روپیہ اور ہے کس کام کے لئے۔ اگر کھانے اور پہننے کے کام نہ آیا تو اور کس کام آئیگا۔ وہ لوگ کیسے بدنصیب ہیں جو روپیہ جمع کرتے جاتے ہیں۔ اور اپنے آرام و آسائش میں کچھ بھی خرچ نہیں کرتے۔ لو مس تھارنٹن بھی آ رہی ہے ۔

مس تھارنٹن۔ گڈ آفٹرنون[4]۔ آج کیا سکیم کنکاٹ[1] ہو رہی ہے؟ دونوں یہاں بیٹھکر کیا منصوبے باندھ رہی ہو؟ شاید میرا آنا اسوقت کی گفتگو میں انٹرپشن[2] پیدا کریگا ۔

مسٹر ڈین۔ نہیں نہیں ہم کوئی منصوبہ نہیں باندھ رہے۔ یو آر کوائٹ ویلکم[3]۔ آؤ بیٹھو۔ ٹیک دِس چیئر[4]۔ ہم کلیرنس سیل میں جانیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں ایتھل سے کہہ رہی تھی کہ اگر تم بھی ساتھ چلو تو خوب ہی رونق ہو ۔

مس تھارنٹن۔ نہیں بھئی میں تو کسی طرح نہیں جا سکتی پرسوں تنخواہ ملی تھی سو کے سوا ایک سب کہیں اُڑ گئے۔ ایک کوڑی تک نہیں بچی۔ پچیس تو نوکروں کی نذر گئے۔ چالیس کپڑے والا لے گیا۔ بیس بورڈ[5] کے لئے دیئے۔ دس کیک والے کو بھیجے۔ اب کی دفعہ کیک ڈیوی سن کے یہاں سے منگوایا تھا۔ کمپرانیڈ کو سے کون لے ایسا مہنگا دیتے ہیں۔ پہلے تو میں انہی کے یہاں سے منگوایا کرتی تھی۔ مگر اب کی دفعہ ڈیوی سن کو آرڈر دیا تھا۔ اس نے کچھ انگریزی مٹھائی کچھ ولایتی بسکٹ آپ ہی آپ بھیج دیئے۔ باقی جو بچا وہ چھوٹی موٹی چیزوں میں صرف ہو گیا۔ اب اس بندی کی پاکٹ میں ایک چھوٹی کوڑی تک نہیں رہی۔ سیل میں جا کر کیا کرونگی؟

مسٹر ڈین۔ اسے کچھ نہ لینا۔ ساتھ تو چلو۔ اور اگر خرید کرنا چاہو تو کریڈٹ[6] پر لے آنا ۔

مس تھارنٹن۔ کہدینا تو آسان ہوتا ہے۔ مگر کسی کو دوسروں کے حال کی کیا خبر ہوتی ہے۔ میں تو سرتاپا قرض سے دب رہی ہوں۔ سر اٹھانا مشکل ہو گیا ہے۔ اس بھوکھنڈ سے تو میرا جی ایسا بیزار ہے کہ میں اُس کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی اُس کے کل سوا سو روپیے مجھ پر آتے ہیں۔ مگر ہر مہینے ایسے تقاضے کے ساتھ بل بھیجتا ہے کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ کیک والے نے الگ ناک میں دم کر رکھا ہے۔ سوسائٹی میں بھلا

---

[1] سکیم کنکاٹ کرنا۔ سازش کرنا۔ [2] انٹرپشن۔ پیدا کرنا۔ خلل انداز ہونا۔ [3] یو آر وغیرہ۔ خوش آمدید [4] ٹیک دِس چیئر۔ اس جوکی پر بیٹھو۔ [5] بورڈ۔ کھانے کا دام۔ [6] کریڈٹ۔ اُدھار

بنتا ہی کیا ہے ۔ گذر بڑی مشکل سے ہوتی ہے ۔ اگلا ڈٹ اد ا ہونے نہیں پاتا کہ نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ مجھے اس وقت ایک سفید بلنکٹ ۔ اور ایک فرانسیسی شال کی ایسی ضرورت ہے کہ میں ہی جانتی ہوں ۔ یوں تو میرے پاس دو شال موجود ہیں ۔ اُن میں سے ایک پارسال ہی لیا تھا ۔ اور دوسرا اُس سے ایک سال پہلے ۔ مگر دونوں ایسے شیبی ہو گئے ہیں کہ اب اوڑھنے کو دل نہیں چاہتا ۔ مگر کروں کیا پاکٹ ہی میں اتنی سکت نہیں ہے کہ جو چیزیں چاہتی ہوں وہ خرید کر سکوں ۔ اور پھر ان ناداری پر چندوں کی وہ بھرمار ہے کہ آئے دن ایک نئی لسٹ سامنے آجاتی ہے ۔ اور مس کلارک اپنے ہی گیت الاپتی رہتی ہیں ؛

مسٹر ڈین ۔ ہم نے بھی سنا ہے کہ مس کلارک سے تمہاری کچھ ان بن سی ہو گئی ہے ۔ بتاؤ تو کس بات پر بگڑ گئیں ؟

مس تھارنٹن ۔ بس اِن مسوں کے ساتھ تو اُسی کی نبتی ہے جو انہیں ڈیر اور ڈارلنگ کہکر پکارے ۔ لمبی لمبی دعائیں مانگ چھوڑے ۔ ہر وقت ان کی ہاں میں ہاں ملاتا رہے ۔ وہ تو ولی پارسا زاہد سب کچھ سمجھا جاتا ہے ۔ اور اگر ذرا ان کی سی نہ کہی تو بس وہیں آدمی فضل کی منزل سے گر جاتا ہے مس کلارک کے منہ تو آج مسز دیال سنگھ چڑھی ہوئی ہے ۔ اُنہی کے گُن گاتی رہتی ہیں اُس بندی نے بھی مس کلارک کی ایسی رگ پہچانی ہے ۔ ایسا انہیں اپنے بس میں لائی ہے کہ جیسا ناچ چاہتی ہے ویسا نچاتی ہے ۔ میں ایسی نوکری سے باز آئی ؛

ایتھل ۔ لڑی یہ بات تو مس تھارنٹن کی ہمیں بھی درست معلوم ہوتی ہے ۔ یہ مشنری ہیں تو بہت نیک مگر ریاکاروں کے پھندے میں بہت جلد پھنس جاتے ہیں ۔ ہمارے سکول میں بھی ایک لڑکی پڑھتی ہے ۔ میری اُس کا نام ہے ۔ عمر تو ابھی کچھ ایسی بڑی نہیں ہے ۔ مگر ریاکاری میں پورا بی ۔ اے ہے ۔ اُس چھوٹی سی لڑکی کے ہتھکنڈوں کے سبب سے مس جی بیچاری ایسی اُس کے ہتھے چڑھی ہیں کہ جو وہ چاہتی ہے ۔ سو کرواتی ہے ۔ مگر تم جانتی ہو کہ ریاکاری ہتھیلی کا پھپھولا ہوتی ہے ۔ ذرا سی ٹھیس لگی پھوٹی اور مواد بہہ نکلا ۔ میری کا وضو بھی دو کوڑی کے گلوز پر ٹوٹ گیا ۔ دو تین دن کا عرصہ ہوا کہ مس انتوان کے دستانے چوری کر بیٹھی ۔ اب مس جی کو معلوم ہوا ہو گا کہ گمنام کنجڑے قصائیوں کی لاوارث لڑکیوں کو سکول میں بھرتی کرنا کیا معنی رکھتا ہے

مس تھارنٹن ۔ ایتھل تم کب سکول سے آئیں ؟

ایتھل ۔ لاسٹ سٹرڈے کو آئی تھی ۔ این کی شادی ہونے والی ہے ۔ تمہیں بھی تو انویٹیشن آیا ہو گا ۔ اُس کے لئے ڈریس کی فکر میں ہوں ۔ لڑی کو دیکھنے آئی تھی کہ اس معاملے میں ان کی مشورت بھی لوں ۔ اور اگر ممکن ہو تو کلیرنس سیل میں جانے کی ترغیب دوں ۔ وہ تو چلنے کو راضی

ہیں۔ تم کہو۔ چلو گی کہ نہیں؟

مس تھارنٹن۔ میں تو ابھی اپنے دکھڑے تمہارے سامنے رو چکی ہوں۔ کلیرنس سیل میں جاکر کیا کرونگی۔ ان لوگوں کے سامنے تو بات کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔ کلیرنس سیل کو طاق پر رکھو۔ یہ بتاؤ کہ شادی پر کون کون بلائے گئے ہیں۔ تمہارے ایسے بھیا جان بھی آئینگے؟

ایتھل۔ میں کیا جانوں۔ اُن سے لکھ کر پوچھ لو۔

مس تھارنٹن۔ میں نے آزما کر دیکھا ہے کہ میں جب کبھی تمہارے بھائی کا ذکر کرتی ہوں تو تم ایک ایک بات میں مینا کاری چھانٹنے لگتی ہو۔ کیا جانے تم کیوں ایسا جیلس[1] فیل کرتی ہو۔ تو تینوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں میں نے اگر اُن کی بابت پوچھ لیا تو کیا قصور کر دیا۔

ایتھل۔ مجھ سے غصہ نہ ہو۔ میں مس کلارک نہیں ہوں۔ اُن کا غصہ مجھ پر نہ نکالو۔ لو خفا نہ ہو میں بتائے دیتی ہوں۔ ماما کہتی تھیں کہ وہ شادی پر حاضر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر اسوقت تک سفر سے واپس آ گئے تو ضرور جائینگے۔ اب بتاؤ۔ سیل پر چلو گی؟

مس تھارنٹن۔ اچھا اگر تم لوگ یہی چاہتی ہو تو چل دوں گی۔ پر اگر مس کلارک سے ایک اور جھپٹ ہو گئی تو شاید کلیرنس سیل یہیں ہو جانے لگا کسی آکشنیر[2] کو بلوا کر اپنی ہی چیزیں نیلام کروانی پڑینگی۔

مسٹر ڈین۔ تو کیا اب پہچ مچ لائق[3] کلیر ہونے کو ہو۔

مس تھارنٹن۔ اور نہیں تو کیا مسٹر دیال سنگھ کی لمبی لمبی دعائیں سنا کرونگی؟

مسٹر ڈین۔ مس تھارنٹن اب تم بھی اپنی شادی کا کیک کھلاؤ۔ نوکری ووکری کے بکھیڑوں سے چھوٹ جاؤ۔

مس تھارنٹن۔ میرا ویڈنگ کیک[4] لندن میں تیار ہو رہا ہے۔ اور مسٹر رائٹ پرسن بھی جن کے ساتھ میری شادی ہوگی۔ وہیں کسی فیکٹری میں مینوفیکچر ہو رہے ہیں۔ جب گھڑ کر تیار ہو جائیں گے تو آپ بھی آجائیں گے اور کیک بھی اپنے ساتھ لیتے آئینگے۔

مسٹر ڈین۔ ایسا نہ کہو۔ تمہارے ایک چھوڑ تین تین چار چار اڈمائرر ہیں۔ کیا ان میں سے ایک بھی مسٹر تھارنٹن کے لائق نہیں ہے۔ یا تم بھی ویسا ہی کروگی۔ جیسا ایک لڑکی نے ایک مرتبہ کیا۔

ایتھل۔ وہ کیا؟

مسٹر ڈین۔ میں نہیں جانتی کہ سچ ہے یا جھوٹ۔ میں نے ایک مرتبہ سنا تھا کہ ایک لڑکی کے چار اڈمائرر تھے۔ ایک مسٹر لوک بی۔ اے ہیڈ ماسٹر مشن سکول۔ دوسرا مسٹر سنگھ ایم اے منسٹر۔ تیسرا ڈاکٹر ڈے اسسٹنٹ سرجن۔ چوتھا منشی کرم داد۔ ایک دن اُس کی کسی دوست نے اُس سے پوچھا۔ تم ان میں سے

---

[1] جلسی قبول کرنا۔ جلنا۔ [2] آکشنیر۔ نیلام کرنیوالا۔ [3] لائق کر دینا سزاوار ہوا [4] ویڈنگ کیک۔ شادی کا کیک یا مٹھائی [5] وہ شخص جس سے شادی ہونیوالی ہو
[6] [illegible] [7] [illegible] عاشق

کس کے ساتھ شادی کروگی؟" کہا مَیں تو ان میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی نہیں کروں گی۔ اور اگر وجہ جاننا چاہو تو وہ بھی سُن لو۔ مسٹر لوک اچھا وجیہ جوان ہے۔ مگر مشن کا نوکر ہے۔ مشن کا نوکر اگر سونے کا بن کر بھی آئے تو مَیں اُس کی طرف کبھی نہ دیکھوں۔ مشنریوں کی کون خوشامد کرتا پھرے اور پھر کُل سوڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ ہے یہاں بندی اکیلی سو روپیہ ہضم کرجاتی ہے۔ شادی کرکے بھی اگر دنیا کی چیزوں کو ترستے رہے تو ایسی شادی سے کیا فائدہ؟ مسٹر سنگھ سے تو میں ایسا ڈرتی ہوں کہ کچھ پوچھو نہیں۔ اُن کی تو بات بات پر سنجیدہ مزاجی کا پانی پھرا ہوا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ منسٹر ہیں۔ بیچارہ جب کبھی مجھ سے ملتا ہے دو چار مشن کی خبریں سُنا دیتا ہے یا کسی آیت سے دو چار نصیحتیں نکالکر میرے حوالہ کرجاتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ شاید اُسکے ہومیلیٹیکل پند و نصیحت سے مَیں اُس پر فدا ہوجاؤں گی۔ اگر بیچارے کو کہیں جورو مل گئی تو مَیں نہیں جانتی اُس کا کیا حال ہوگا۔ سرمن دے دیکر حیران کر چھوڑے گا۔ اور ڈاکٹر ڈوے! اُن کے توتلے اور پوپلے پن سے جو طبیعت منحرف ہوتی ہے اُس کا تو مَیں بیان ہی نہیں کرسکتی۔ اُن کا رُخ پھرا ہوا کالا رنگ۔ پچکی ہوئی طباق سی ناک چشم خانوں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں۔ سچ کہتی ہوں اگر کہیں ایسی بھیانک شکل خواب میں نظر آجائے تو ڈر کے مارے بستر پر سوتی کی سوتی رہجاؤں۔ رہ گئے مسٹر کرم داد۔ شکل اچھی ہے۔ جائداد کی کچھ کمی نہیں۔ روپیہ پیسہ بافراط موجود ہے۔ مگر انگریزی کا ایک لفظ نہیں جانتے۔ انگلش فیشن سے ذرا واقف نہیں۔ ایک ٹوکرا سی پگڑی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ ایسے سے کون شادی کرے۔ سوسائٹی میں مُنہ دکھانا بھی وبال جان ہوجائے۔

مس تھارنٹن۔ لڑکی تم بڑی شریر ہو۔ میں جانتی ہوں تمہاری وہ "ایک لڑکی" کون ہے اور اُس کی "دوست" کون ہے جس نے اُس سے شادی کی بابت پوچھا تھا۔ اب چلو آگے بڑھو چپ کیوں ہوگئی جاتی ہو جب اتنا کہہ دیا تو باقی بھی سنادو۔

مسٹر ڈین۔ باقی کا حصہ تم سناؤ۔ وہ تمہارے مُنہ سے زیادہ سجے گا۔

مس تھارنٹن۔ نہیں تم ہی سناؤ۔

مسٹر ڈین۔ اچھا اگر تم سننا چاہتی ہو تو خیر مَیں باقیماندہ حصہ بھی سنائے دیتی ہوں۔ اُس کی دوست نے اُس سے کہا "تو کیا تم کبھی بھی شادی نہیں کروگی؟"

لڑکی:۔ شادی کرنے میں مجھے کیا عذر ہے۔ جب کوئی آجائے گا تو کرلونگی۔

دوست۔ شاید اسی انتظار میں بال سفید ہو جائینگے۔ دیکھئے وہ شخص موہوم کب آتا ہے۔

لڑکی۔ مَیں اُن میں سے نہیں ہوں جو کسی کے چہرہ یا آنکھ یا ناک یا قد کو دیکھکر لٹو ہوجاتی ہیں۔ اگر پیسہ جیب میں نہ ہو تو شباہت اور وجاہت کس

ـــــــــــــــــــ

لہ منسٹر پادری۔ لہ ہومیلیٹیکل۔ واعظانہ۔ لہ مُنہ دکھانا۔ جنا پھرنا۔

کام آئیں گی - میں ایسی محبت سے باز آئی بعض لڑکیاں کیریکٹر کا خیال کیا کرتی ہیں - میں پوچھتی ہوں کہ اگر میز پر جام جیلی نہ ہوں تو وہ کیا میاں کی کیریکٹر کو چاٹیں گی - مجھ سے تو ایسی مصیبت جھیلی نہ جائے - کیا جانے وہ کون ہیں اور کہاں سے آتی ہیں - شاید وہ آسمان سے اتر پڑی ہونگی - جو عشو میاں سے گلے میں ہاتھ ڈالکر کہتی ہیں - ڈارلنگ تم میری خاطر لنگر بند کر رہیں دنیا کے مال و اسباب کی کچھ پروا نہیں کرتی - میں نے تم سے بیاہ کیا ہے - تمہاری دولت سے بیاہ نہیں کیا - جب تم میرے پاس ہو تو سب کچھ میرے پاس ہے - تمہاری صحبت تمہاری سنگت کی بھوکی ہوں - میری یہی تمنا ہے کہ مجھے یہ نعمت ملتی رہے - اگر یہ نہ ہو - تو خوان یغما بھی کچھ چیز نہیں ہے؟ بوا ہم تم سے سچ کہتے ہیں ہم سے تو ایسی باتیں بنائی نہ جائیں ہیں تو اگر ہر مہینے نہیں تو دوسرے مہینے ضرور ہی ایک فیشنیبل ڈرس چاہئے - اگر میز خالی ہو تو چھپکلی کی طرح پیچھے پڑ جاؤں - - میاں کا جینا حرام کر دیں - محبت اور پیار کی باتیں انہیں کو مبارک ہوں جو ناولوں کو پڑھ پڑھ کر آنسو بہانا سیکھ گئی ہیں - میں ایسی رقیق القلب نہیں ہوں - اگر ہماری شادی دیکھنا چاہتی ہو تو کوئی ایسا آدمی لاؤ جسکے طرز تقریر کے ساتھ سحر و تسخیر کا علم بات ہو - جس کے خوبصورت چہرے کے روبرو چاند شرمندہ ہو - مگر اس کے ساتھ ہی جیب بھی ایسی پُر ہو - جہاں ایک مکان عالیشان ویسٹرن فیشن کے مطابق سجا سجایا مل جائے - میز پر کباب کٹلٹ کروکے پڈنگ کی کچھ کمی نہ ہو - گرمیوں میں آئس کریم اور برف ملا ہوا لیمونیڈ کلیجہ کو ٹھنڈا اور سردیوں میں چائے - کافی - کوکو خشکی کو دور کریں - ہر شام کو فٹن پر سوار ہو کر باغوں کی سیر ہو - اور انگلش بینڈ کی پُر لطف جھونکوں کے مزے اڑائے جائیں ہر شب کو ایک الابوریٹ ڈنر کے بعد پیانو کی دلکش آواز کان میں آئے ٭

نیشنل مشنری سوسائٹی کے لئے چندہ سارے ہندوستان سے جمع ہوتا ہے - لیکن انجیل کی بشارت کا کام پہلے ہمارے ہی صوبہ پنجاب کے ضلع منٹگمری تحصیل دیپالپور - موضع مفضل آباد (صوبہ کے) میں جاری کیا گیا ہے - ضلع منٹگمری کی آبادی کا حال ذیل کے اعداد سے بخوبی معلوم ہوگا - کل آبادی پونے پانچ لاکھ - مسلمان ۳½ لاکھ - ہندو ایک لاکھ - سکھ ۱۹ ہزار - مسیحی ۶۶ گاؤں کی تعداد ۱۱۸۱ ٭

مشنری کام میں یہ پہلی مثال ہے کہ مدراس اور اودھ اور بنگال کے لوگوں نے پنجاب کیلئے یوں باقاعدہ چندہ اکٹھا کیا ہو ٭ منقول از قاصد

ذیل کے اشعار آبدار ہمارے بعض مسیحی احباب کی شاعرانہ طبیعت کا نتیجہ ہیں - ہم اُن کی تعریف میں کچھ نہیں کہتے - ہم چاہتے ہیں کہ پڑھنے والے خود اپنی رائے قایم کریں مگر تاہم ضرور بتانا چاہتے ہیں کہ اُن مصنفوں کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ شاعروں میں شمار کئے جایئں - اُن کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے خداوند کی خوبیوں پر اپنے تجربہ کی شہادت کے موضوع نظم کے پیرایہ میں گواہی دیں - ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ کیا قصیدہ اور کیا غزلیات سب بڑی دعاؤں کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

عاشقان مسیح کیواسطے

نئے سال کا تحفہ

قصیدہ در مدح خداوند یسوع مسیح

چو از بے صبری جانم بر لب آمد در دل آہے
خرد گفتا کہ شو خاموش ہست ایں حرف بیجائے

زسیر گلشن و صحرا چنان آزردہ دل باشم
ندانم خار را از گل نہ گلشن را ز صحرائے

بیا عابد کہ بنمائم ترا آں چشمۂ حیواں
بیا شامی چو زاں سازی فراموش دین و دنیائے

ندانی نام نامی او اگر آوارہ گردی
دگر نامے نہ بخشید ندزیر چرخ خضرائے

خداوند یسوع نام مبارک چوں بلب آمد
بقدمم شد سر چرخ بریں ہم ناصیہ سائے

شنو سرے کہ گر خود را بسازی خاک راہ او
کند عودت ترا ایام ماضی مثل فردائے

غلامش را بفرقِ مسندِ عرش علا پایہ
کلامش گنج پنہان پر نعیم خاطر آسائے

دہانم بند گشت از گفتن شرح جلال او
زبانم گنگ شد از دیدنِ نیز نگ رعنائے

رُخم از ذوق قُربِ او شود چوں مہر نورانی
دلم جز شوق وصل او نمے دارد تمنائے

چنان چشم مرا بنمود باریکی نگہ عشقش
یہ تاریکی نگاہے کردہ مے بینم تماشائے

نمے دانم چہ گویم - ہست امر واقعی کاینجا
غلو مدت از شانش بباقتا و تکلمائے

زعشق ماہ رویانِ جہاں دل بستہ ام دارد
خیال حسن یکتائے حضور فارقلیطائے

صدائے رعدے ماند صیت نغمۂ دلکش
زبرقِ ابر گریاں گشتہ عشق انگیز سیمائے

بسانِ مست مے مخمور چوں از روح حق گشتم
زجوش بیخودی بر سر شکستم جام و مینائے

بیارم بار فکر خویش و در کوثت بنید ازم
کہ بخشیدی دوت کو بندہ را جرم تقاضائے

سزو رسم ترا بخشودنِ گنہ خطاکاران
چو کار مشکل بکشودن جیشمانِ اعمائے

رہا نیدی بجونِ خود مرا از بندش عصیان
نباشد معصیت را بر من اکنوں ہیچ دعوائے

عقاب نوجوان جانم بشد از مدح تو گفتن
رسید ستم بہ پیرے طاقت مِی سالہ برنائے

زحالِ جسم و روحِ من کنوں خبرے نمے آید | که مرگم نفع باشد زندگی ام شد مسیحائے
مکن باور که از طبعِ خود این گوہر برآوردم
مگر از عالمِ بالا فرو شد جوشِ دریائے

عشقِ الٰہی

درخشیده به تیره خاکداں نورِ جمالِ تو | بیکار نہی بگشته منور از جلالِ تو
ہمانا این سرِ بیخود که در شوقِ جمالِ تو | سزاے بادہ نوشی یافت از جامِ وصالِ تو
تمناے دل زار است در آغوشِ تمنا کشتن | کجا این خرمنِ ہستی کجا برقِ جمالِ تو
ندارد سے بکار آید نہ ہیچ نے اثر دارد | مگر گیرد دلِ مضطر قراری از وصالِ تو
تو نوشاے یارِ من آبِ بقا و چشمهٔ حیوان | و لا تشنہ یک جرعہ از جامِ کمالِ تو
پناه و دستگیرِ عاصیاں در عرصهٔ محشر | نہ دوری لم [illegible] تو نہ در عقبے مثالِ تو
لطیف سے نوا در یادِ حق در گوشهٔ بنشیں | که تریاق از نعمتِ دنیا ست این جامِ سفالِ تو

ڈاکٹر ٹی۔ آر لطیف

چشم بکشا که صورتِ دلدار | جلوه فرماست از در و دیوار
ہر دلے کاشت خارے از عشقش | ہمہ تن گشت غیرتِ گلزار
وصلِ تو خلد و فصلِ تو دوزخ | وقنا ربنا عذاب النار
مومن است و این روحِ احد | از حیاتِ ابد شود سرشار
نفس و ابلیس را مشو تابع | زینہار از قرینِ بد زنہار
غوطہ گر خوری بخونِ مسیح | از گنہ پاک سازدت غفار
لعنتِ حق بدشمناں بنما | دل و جاں کن نثارِ حق ہر بار
با برادرِ خویش نیکی کن | ہادی ات باد روحِ حق [illegible]
بگسل از خلق و با خدا پیوند
تا که باشی ز عمر برخوردار

ڈاکٹر برخوردار بٹالی

حمد المسیح

اے مسیح کلمۂ خدا ہے تو | ساری خلقت کی ابتدا ہے تو
تو ہے حق کے جلال کی رونق | نقشِ ماہیت خدا ہے تو

تجھ کو دیکھا خدا کو دیکھ لیا | مظہرِ ذاتِ کبریا ہے تو
مل گئے تجھ میں خالق و مخلوق | ابنِ آدم ہے اور خدا ہے تو
ربِ ازلی کی آنکھ کا تارا | اور مریم کا لاڈلا ہے تو
تو ملائک کے گیت کا مضمون | اور نبوت کا مدعا ہے تو
تو بزرگوں کے شوق کا مرجع | اپنی اُمت کا پیشوا ہے تو
تو شہیدوں کا مرکزِ امید | سرِ شتم انبیا ہے تو
گلشنِ دہر تجھ سے ہے سرسبز | غنچۂ روح کی صبا ہے تو
بارِ عصیاں اٹھا لیا تو نے | بےگماں برۂ خدا ہے تو
حبذا تیرا جذبۂ الفت | واہ کیا خوب دلربا ہے تو
دشتِ غربت میں تو ہی ہے رہبر | بھولے بھٹکے کا رہنما ہے تو
غمزدوں کا ہے مونس و ہمدم | تھکے ماندوں کا آسرا ہے تو
دھوپ کے وقت تو ہی سایۂ ابر | شبِ تاریک میں ضیا ہے تو
ظلمتِ گور کو کیا روشن | مر گیا اور جی اٹھا ہے تو
موت کا جبکہ ڈنک توڑ دیا | آسمانوں پہ چڑھ گیا ہے تو
میرے ایماں کا تو سہارا ہے | ابتدا اور انتہا ہے تو
ڈر نہیں مجھکو گرچہ ہو طوفان | میری کشتی کا ناخدا ہے تو

مجھکو ہرگز نہ چھوڑیو بیکس
اپنے وعدوں میں پُروفا ہے تو

نیشنل مشنری سوسائٹی کے پہلے مسٹر جیمس ولیمس بی۔ اے۔ خلف ڈاکٹر مرحوم فورمن کرسچن کالج کے ایک گریجوایٹ اور سینٹ جانس ڈِوِنیٹی سکول کے تعلیم یافتہ ہیں۔ مسٹر ولیمس نے جنوبی ہندوستان کا خاص کر اور ہندوستان کے اَور حصوں کا بھی سفر کیا ہوا ہے۔ گذشتہ سال نیشنل مشنری سوسائٹی کے پاس اپنی خدمت پیش کرنے سے پہلے دنیا کے مسیحی طالبعلموں کے جلسے پر پنجاب کی طرف سے ڈیلیگیٹ ہوکر جاپان کی بھی سیر کر آئے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کی وسیع سیاحی اُن کو انجیل کے پھیلانے میں مدد دیگی۔

ماخوذ از قاصد

کرنا اور ہونا

مریم نے مایوس ہوکر موڑھا کھینچا اور ٹھنڈی سانس لی اور کہا "آہ آج کا دن بھی گزر گیا ہے۔ اور پھر بھی میں نے کوئی خاص کام نہیں ختم کیا میرا ارادہ تھا کہ آج بہت سا کام کر لیتی۔ لیکن کچھ بھی ہاتھ سے نہیں نکلا۔ شام پڑنے کے باعث اس کی خالہ نے اپنی سلائی کی پیچی باندھ کر اٹھا رکھی اور کہا "بیٹی مجھے بتاؤ کہ آج تم نے کیا کیا کام کئے؟"

مریم موڑھے پر سے اٹھکر قالین پر اپنی خالہ کے پاؤں کے پاس آ بیٹھی اور جواب دیا کہ خالہ جان آپ خوب جانتی ہیں کہ میں نے اپنا سارا دن کس طرح صرف کیا۔ آپ سے بیان کرنے کی تو حاجت ہی نہیں۔ صبح میں نے معمول کی طرح کتاب مقدس کے تین باب پڑھے۔ میں بہت چاہتی ہوں۔ کہ اسے اس سال کے اخیر تک ختم کر سکوں۔ پھر اباجان کیواسطے مجھے ایک گھنٹے کے لئے باہر جانا پڑا۔ پھر میں نے تین خط لکھے۔ بعد میں سکندر کے دستانے رفو کئے۔ مارتھا کی عبارت صحیح کی پھر اماں جان نے مجھے دسترخوان لگانے کا حکم دیا۔ پھر کھانے کے بعد میں نے دو تین اخباروں کے پتے تبدیل کئے اور ڈاک خانے میں تبدیل شدہ سرناموں کی اطلاع لکھی۔ پھر۔ آہ! پھر ایموجن کے ساتھ سر کھپایا۔ اور مدرسے کے واسطے سبق سکھائے۔ مجھے اس سر دردی میں ایک پورا گھنٹہ ضائع کرنا پڑا۔ پھر ابا نے مجھے ایک ضروری خط نقل کرنے کو دیا۔ بعد میں سکینہ ملنے کو آگئی وہ تو پھر ایسے جٹتی ہے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اپنے وقت کی تو اسے کچھ پرواہ نہیں۔ دوسروں کا بھی خیال نہیں کرتی۔ پہلے تو آدھ گھنٹہ تک اماں جی اسکے پاس بیٹھی رہیں۔ پھر کام میں لگ گئیں اور مجھے پاس بٹھا چھوڑا۔ خدا خدا کر کے دو گھنٹے میں کہیں رخصت ہوئی۔ پھر میں نے قریب ایک مہینے سے شمس سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ ایک گیند دونگی سو وہ لاکر دیا۔ اور اماں جی کیواسطے کچھ اون بھی لائی اور اب دیکھیں سڑکوں پر لیمپ بھی جل گئے ہیں۔ دن ختم ہو چکا ہے۔ اور کام میں نے ابتک کوئی نہیں کیا۔

خالہ نے لڑکی کے ماتھے پر سے پیار کیساتھ بال پیچھے ہٹا کر۔ "بیٹی تم کو کام کرنیکا بڑا ہی خیال رہتا ہے ہے یا نہیں؟"

"ہاں۔ اور خالہ جی آپکا بھی تو یہی حال ہے۔ آپ بھی تو ہروقت مصروف ہی رہتی ہیں"۔

"ہاں یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ نکما بیٹھنا اچھا نہیں۔ خدا ہمیں کرنے کیواسطے بہت سے کام دیتا ہے۔ لیکن کیا تمہارا یہ خیال نہیں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم کچھ ہوں بھی۔ صرف کرتے ہی نہ رہیں۔

ہاں! ہاں!! بلاشک!

بیٹی اگر تم بُرا نہ مناؤ تو میں صاف صاف تم کو آج کے روز کی مایوسی اور اداسی کا بھید بتا سکتی ہوں۔

خالہ جان "دوست کے ہاتھ کے زخم پر وفا ہیں" یہ ضرور مجھ ہی میں کوئی نقص ہوگا۔ آپ مجھے سر بسر بے جھجھک سے بھید ڈالیں تو میں مطلقاً اُف تک نہ کرونگی۔ لیکن یہ کہتے ہوئے بیچاری لڑکی کے ہونٹ کانپتے تھے۔ خالہ نے زیادہ کہنے سے پیشتر اپنی پیاری بھانجی کو چوما۔ اور اسکا سر اپنی گود میں رکھکر کہا "عزیزہ آج تمام دن بھر میں نے تمہاری طرف خیال رکھا ہے۔ اور بار بار میرا دل چاہا کہ تم سے کچھ کہوں میں نے دیکھا ہے کہ خداوند مسیح کے حکموں پر عمل کہ "تمیں تم کرو" کو یاد رکھتی اور "ہو" کو بھول جاتی ہو۔ میں سب کچھ پہچانتی ہوں۔ اب دیکھو۔ پہلے ہی تم نے اپنی بائبل کے تین باب پڑھے۔ وہ کسطرح پڑھے تھے صرف پڑھ ڈالنے کی خاطر نہ کہ ان سے کچھ سبق لینے کے لحاظ سے۔

مریم نے شرمسار ہوکر منہ نیچے کر لیا اور کہا ہاں خالہ جی بات تو سچ ہے۔ اور یہانتک بھی کہ پڑھنے سے پیشتر میں نے ورق الٹا کر دیکھا کہ باب بہت لمبے تو نہیں۔ اچھا بیٹی اس بات کا ذکر چھوڑ دو۔ اس پر پھر کبھی غور کرینگے۔ بعد میں تمہیں اپنے والد واسطے کسی کام پر باہر جانا تھا۔ تس پر تم بڑبڑاتی رہیں کہ میرا وقت ضائع ہوگا۔ وغیرہ! جب تمہاری ماں نے پوچھا کہ خط کسکو لکھ رہی ہو۔ تو تم نے نہایت تلون مزاجی سے جواب دیا۔ تم نے سکندر کے دستانے رفو کرتے ہوئے اسکو جھڑکا کہ کیسا شریر ہے۔ دستانے جلا کر لے آیا ہے۔ تم نے ایموجین کو سوال نکلواتے ہوئے رنجیدہ کیا۔ یہانتک کہ وہ رو پڑی۔ پھر جب تمہاری ماں نے دسترخوان لگانے کیواسطے تمہیں کہا۔ تو تم نے کام کر تو دیا لیکن ساتھ ہی کھج کر جواب دیا کہ میرا کام نہیں۔ یہ خانساماں کا کام ہے"۔

مریم نے پھر تند ہوکر ہی کہا "میرا حقیقتاً یہ کام نہیں۔ بعض مرتبہ اماں جان بڑی زبردستی کرتی ہیں" خالہ نے اپنی بات کا سلسلہ قایم رکھا اور کہا کہ "پھر تم نے شخص کو تھپڑ لگایا۔ اسلئے کہ اُسنے تمہارے کچھ کاغذات چھپا دیئے تھے۔ وہ صرف تم سے مذاق کر رہا تھا۔ اور تم نے اسکے ساتھ ایسا بے مہری سے سلوک کیا۔

مریم نے شرمندہ ہوکر جواب دیا کہ "خالہ جان اس قصور کیواسطے میں خود بڑا افسوس کرتی ہوں۔ میرا ارادہ تو نہ تھا کہ ماری۔ لیکن نہیں معلوم کیوں ایسے زور سے اس بیچارے کو تھپڑ لگا دیا۔ آگے کو احتیاط کا خیال رکھوں گی۔ پھر جب تم اپنے والد کیواسطے خط نقل کرتی تھیں۔ تمہارے ماتھے پر اسقدر تیور تھے کہ میں تمکو پہچان بھی نہ سکتی تھی۔ پھر ابھی بہن سکینہ گاڑی کا موڑ بھی نہ پہنچی ہونگی کہ تم نے انکی ہنسی کرنی شروع کر دی۔ اور طرح طرح کی باتیں انکے بارے میں کہنی شروع کیں۔ مریم نے نہایت شرمسار ہوکر فروتنی کے ساتھ کہا۔ خالہ جی سب باتیں سچ ہیں۔ اب مہربانی سے معاف کریئے۔ آگے کو میں ہوشیار رہونگی لیکن اب مجھے "ہونے" کی بابت بھی کچھ تھوڑا سا سمجھاویں۔ اگر آپ میری مدد کرینگی تو میں اس پر عمل کرنیکی کوشش کرونگی۔ خدا کہتا ہے "محبت کیساتھ ایک دوسرے سے ملے رہو"۔ "تم صابر ہو"۔ "تم شاکر ہو"۔ "بس دنیا کے مشکل مت بنو"۔ "چھوٹے بچے بن جاؤ"۔ "کامل ہو"۔ "ہمدرد ہو"۔ "گناہ سے مغلوب مت ہو"۔

مریم خاموش رہکر سب باتیں سنتی گئی۔ لیکن جب اُٹھی تو تسکی خالہ نے معلوم کیا کہ لڑکی کی گالیں آنسوؤں سے تر ہیں۔ مریم نے جاتے ہوئے خالہ کو سلام کہا اور یہ بھی کہا "اب مجھے معلوم ہوا کہ کرنا ہونے سے نکلتا ہے۔ پہلے ہم کچھ ہوں۔ پھر ہمارا کرنا کسی گنتی میں آویگا"۔ خالہ یہ باتیں سنکر نہایت خوش ہوئی اور کہا جبتک ہم خدا کے سارے حکم نہ مانیں ہم اسکے پیارے بن نہیں سکتے۔ جلدی جلدی جستی اور [illegible] ہی کے ساتھ کام کر لینے سے صابر ہونا بہتر ہے۔ ہونا معاف کرنا۔ مریم دل میں [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۶

مسیحی
لاہور

جلد ۱۲ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۳

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۶۵
مشن کی خبریں ۶۸
مسیح اور مسیحی زندگی ۷۲
نامور عورتیں ۷۵
علم حیات ۷۹
امتحان نفس ۸۲
جارج ملر ۸۵
مرڈاک ۸۹
دیسی مسیحیوں کی موجودہ حالت ناول کے پیرایہ میں ۹۲
رسید زر چندہ .... اخیر سرورق کے اندر بائیں

قیمت سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک

۲۵ روپیہ آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ
۵۰ روپیہ آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مربی جو صاحب توفیق ایک روپیہ ماہوار یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۵۰ سے کم آمدنی والوں کو مسیحی مصر سالانہ پر یا اصل خرچ سے بھی کم پر دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائیں گے۔ ایڈوائزری کمیٹی کے ممبر ہونگے۔

قابل توجہ

کل خط و کتابت متعلق مضامین پادری طالب الدین بی۔ اے پریسبیٹیرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہیے۔
کل خط و کتابت دیگر مثل زر چندہ وغیرہ [illegible]

"جس کسی نے باپ سے سنا اور سیکھا ہے وہ میرے پاس آتا ہے"

یوحنا ۶ - ۴۵

نئے عہد کا یہ خاصہ ہے۔ کہ جو اُس میں شریک ہیں وہ براہ راست خدا سے تعلیم پاتے ہیں ✤

اس کا کیا مطلب ہوگا؟ کیا کوئی مسیحی اُستاد مسیحیوں میں نہ ہونا چاہیئے؟ یہ تو درست نہیں ✤

بلکہ پہلے مسیحیوں کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ رسولوں سے تعلیم پانے میں اور آپس میں رفاقت رکھنے اور روٹی توڑنے اور دعا مانگنے میں مشغول رہے اعمال ۲ - ۴۲ ✤ اور جہاں کلیسیائی عہدوں کا ذکر ہے وہاں اُستاد کے عہدہ کا بھی ذکر ہے۔ افسیوں ۴-۱۱ اُس نے بعضوں کو رسول بعضوں کو نبی اور بعضوں کو اُستاد مقرر کیا ✤

پرانے عہد نامہ میں بنی اسرائیل کو ایسی براہ راست تعلیم نہ ملتی تھی بلکہ وہ ایسی تعلیم سے ڈرتے تھے ✤

خروج ۲۰ - ۱۹ تب اُنہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جائیں ✤

کاہنوں اور نبیوں کے وسیلے وہ تعلیم ان کے سامنے پیش کی گئی۔ کہ وہ قبول کریں اور خدا کو مانیں وہ پتھر کے تختوں پر لکھا گیا یہ دل کی تختی [illegible] رکھا گیا یہ دل کے اندر جس کسی [illegible] باپ سے سنا اور سیکھا ہے وہ میرے پاس آتا ہے ✤

۴۴ آیت میں ہے۔ کہ کوئی میرے پاس نہیں آتا جبتک باپ اُسے نہ کھینچے۔ اور یہاں ہے کہ جس کسی نے باپ سے سنا اور سیکھا ہے وہ میرے پاس آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ باپ کی کشش دو طرح سے ہے اس سے سننے اور اُس سے سیکھنے کے ذریعہ یعنی اُسکی طرف سے بلاہٹ کا ہونا اور رمل کا اُس بلاہٹ کو قبول کر لینا ✤

۱ قرنتی ۲-۱۲ سے ۱۳ ہم ان چیزوں کو اُن الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسانی حکمت نے ہمکو سکھائی ہوں بلکہ اُن الفاظ میں جو روح ہے سکھاتے ہیں ✤

۱ تسلونیقی ۴-۹ کیونکہ تم آپس میں محبت کرنیکی خدا سے تعلیم پا چکے ہو یہ تعلیم بذریعہ روح القدس کے ہے ✤ باپ بھی کھینچتا ہے لیکن مسیح بھی کھینچتا ہے یوحنا ۱۲-۳۲- محبت کی قربانی ✤

مسیح کی محبت کا مکاشفہ ہمیں کھینچتا ہے مسیح کی محبت ہمیں مجبور کرتی ہے ✤

ہوسیع ۱۱-۴- میں نے اُنہیں انسان کیطرح رسیوں سے اور محبت کی ڈوریوں سے کھینچا ✤

ایسی کشش درکار ہے کیونکہ دشمن نے ایسے زور سے پکڑا ہوا ہے ✤ مسیح کی محبت ہمکو مجبور کر دیتی ہے ۲ قرنتی ۵: ۱۴ ✤

نوٹ اور رائیں

مسیحی کی شاعت کی ترقی کے لئے ایک تجویز یہ سوچی گئی ہے کہ اگر ہمارے احباب کچھ تکلیف گوارا فرماکے ایسے مسیحی بھائیوں کے نام پتے سے اطلاع فرمائیں جو اُن کے نزدیک اپنے رسالہ کی قدر کرینگے تو ہم بہت مشکور ہونگے ۔ یا اگر ناظرین میں سے کوئی صاحب نمونہ کا پرچہ کسی اپنے دوست کو دینا چاہے تو ہم ایک یا دو پرچے فالتو اُس کے پاس بھیج دینگے ۔ اس رسالہ کی حالت میں جو ترقی ہوئی ہے اور ہورہی ہے اُس سے آپ ناواقف نہیں ۔ ہمارے خیال میں اس قیمت کے رسالہ میں اسقدر مضامین اور دلچسپ و مفید امور شاید کسی دوسری جگہ مشکل سے پائے جائینگے ؛

مسٹر فضل کی یادگار کے لئے جہانتک دوستوں سے معلوم ہو سکا اُس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ایک وظیفہ ان کی یادگار میں جاری کیا جائے اور بعض سمجھتے ہیں کہ کسی حرفت کے سیکھنے کے لئے یہ وظیفہ مخصوص کیا جائے ۔ کیونکہ مسٹر فضل کو تجارت کیطرف بھی خاص خیال تھا ۔ لیکن اس کا فیصلہ پیچھے کمیٹی کرسکے گی ۔ ان کی قبر پر جو یادگار عنقریب تیار ہونیوالی ہے ۔ وہ مسز فضل کیطرف سے ہوگی اور وہ ہرگز پسند نہیں کرتیں کہ اُن سے یہ آخری خدمت کوئی دوسرا چھین لے ؛

ریویو ۔ پادری جان قلندر کے دوسرے رسالہ کا مضمون کفارہ ہے ۔ جس کا بیان اس ترتیب وسلسلہ سے ہوا ہے :-

کفارہ کی بنیاد ایک تواریخی حقیقت ہے جس کی شاہد تواریخ ہے ۔ اور یہ تواریخی حقیقت ایک شخص کی موت ہے ۔ یعنی خداوند یسوع مسیح کی ۔ جس نے اپنی جان ہمارے گناہوں کے کفارہ میں دیدی ۔ گو اسلام اس واقعہ کا قائل نہیں لیکن دنیوی مؤرخ مثلاً یوسیفس اور تاسطس اس کے شاہد ہیں ۔ اور اناجیل نقارہ کی چوٹ اس کا اعلان دے رہی ہیں ۔ کفارہ کے لغوی معنی ہیں ڈھانپنا ۔ اور علم الٰہی میں اس سے وہ فعل مراد ہے ۔ جس کے ذریعہ خدا اور انسان میں میل ہوتا ہے ؛ گناہ کا عالمگیر علاج قربانی ہے ۔ جو غیر اقوام ۔ یہودیوں بلکہ محمدیوں میں بھی مروج ہے ۔ البتہ جانوروں کی قربانی انسان کے گناہوں کا کافی کفارہ نہیں ہوسکتی صرف خداوند مسیح کی قربانی ہے جسکی خبر پہلے نبیوں نے دی ہے اسکی قربانی کے مقبول ہونیکا ثبوت اسکی قیامت ہے یہ قربانی نہ صرف گذشتہ گناہوں کو دور کرتی ہے بلکہ آئندہ گناہ سے بچنے کیلئے طاقت بھی بخشتی ہے ؛

یہ خاکا بہت ادھورا اور ناکامل سا ہے رسالہ کے دیکھنے سے اسکی خوبی معلوم ہوسکتی ہے اور قیمت فی جلد صرف ۳ پائی ہے

تعلیم ۔ اس ملک میں والدین کی طرف سے

شکایت بڑے شدومد سے ہوتی رہی ہے۔ کہ سکولوں میں بچوں پر تعلیم کا بوجھ بہت بھاری ہے اس کی تصدیق سررشتہ تعلیم کے ایک اعلے افسر نے حال ہی میں کی ہے۔ مسٹر جے۔ سی۔ گاڈلے جو آجکل سررشتہ تعلیم کے ڈائرکٹر ہیں وہ اپنی رپورٹ میں یوں رقم طراز ہیں:۔ "جسقدر کثرت سے مضامین اور پڑھائی کی کتابیں مقرر ہیں اور جسطرح سے یہ مضامین استادوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ان کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ طلبا کو گھر پر کام کرنے کے لئے کثرت سے دیا جاتا ہے۔ جس سے قوت حافظہ پر بہت زور پڑتا ہے اور لڑکے حفظ تو کر لیتے ہیں لیکن سمجھتے بہت کم ہیں۔ جب طلبا کو سکول کے پانچ چھ گھنٹوں کی پڑھائی کے بعد چار پانچ گھنٹے تک گھر میں کام کرنا پڑا تو نہ صرف ان کی بصارت میں اور بدنی قوت میں فرق آئے گا۔ بلکہ ان کے عقلی قوا سے بھی بہت ضعیف ہو جائینگے۔ یہ تو ہیڈ ماسٹروں کا فرض تھا کہ لڑکوں کو ایسے طویل مطالعہ اور کام سے روکیں۔ لیکن شاذ و نادر ہی اس پر کسی ہیڈ ماسٹر نے عمل کیا ہے۔ پڑھائی کی اس شدت کا ایک برا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کو سکول کے کام کے سوا اور کچھ پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ سکول میں جو کتب خانے ہیں ان سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اگر بورڈنگ ہوسوں کا زیادہ دانائی اور عقلمندی سے معائنہ کیا جائے اور سکول میں جو کھیلوں کا انتظام ہے اس کی طرف زیادہ شوق دلایا جائے تو یہ نقص کسیقدر رفع ہوسکتا ہے"۔ (از سول ملٹری)

امید ہے کہ صاحب ممدوح ایسی رپورٹ کے بعد اس نقص کے دور کرنے کی سعی بلیغ فرمائینگے لیکن کیا والدین اور دیسی استادوں کو اس کی فکر نہ کرنی چاہئے؟ استادی کا پیشہ محض پیٹ پالنے کا وسیلہ نہ ہو بلکہ فائدہ عام کا ذریعہ ہو۔

یوروپ میں مسیحی دین کی رنگت آجکل بہت کچھ بدل رہی ہے اور ایک نئی تعلیم جو انگریزی میں موڈرنزم (Modernism) کہلاتی ہے ترقی کرتی جاتی ہے حال ہی میں پوپ نے اپنے خادمان دین اور دیگر ممبران کو اس کے خلاف آگاہ کیا ہے اور بڑی دلیری سے اس کی مخالفت کی ہے اور بتایا ہے کہ ہر طرح کی بدعت اس نئی تعلیم کے ذریعہ ایک نئے لباس میں ظاہر ہوتی جاتی ہے۔ یہ نام تو نیا ہے لیکن تعلیم پرانی ہے جو بھیس بدل کر ظاہر ہو رہی ہے۔ سچ مچ مسیحیوں میں جو لاپروائی حقیقی زندہ مذہب کیطرف سے بڑھ رہی ہے نہ معلوم وہ کیا گل کھلائیگی۔

سکاٹ لینڈ میں مسیحی ہونے کے بعد صدیوں تک یہ دستور رہا کہ جو لوگ شادی کرتے تھے وہ ایک سوراخ دار پتھر میں سے (جو Odin دیوتا کے نام سے نامزد تھا) اپنے ہاتھ نکالکر ملاتے تھے اور باہمی وعدہ اور اقرار کرتے تھے اور اگر ایسے وعدہ کے بعد ان میں سے کوئی بیوفا ثابت ہوتا تو کلیسیا کیطرف سے اس کو سخت

سزا ملا کرتی تھی ✦

بچوں کی تعلیم - امریکہ میں بصدارت پریسیڈنٹ روز وولٹ صاحب ایک جلسہ منعقد ہوگا جو ۱۰ - مارچ سے ۱۷ - مارچ تک رہیگا - اس کی خاص غرض یہ ہے کہ بچوں کی بہبودی پر غور کیا جائے - اس کے متعلق نہ صرف بچوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش اور نگرانی پر زور دیا جائیگا - بلکہ والدین کو ہدایات بھی دیجائینگی کہ وہ کس طرح سے بچوں کے ساتھ سلوک کریں - اگر کوئی بچہ کسی گناہ میں مبتلا ہوگیا ہو اس کے سدھارنے کی کوشش کی جائیگی - اور اگر والدین کافی طور پر بچوں کی پرورش نہ کر سکیں تو بچوں کی ایسی حالت میں مدد ہوگی ✦

خدا کرے کہ ایسا کوئی انتظام ہمارے دیسی بچوں کے لئے ہو - ہمارے لڑکے لڑکیاں ایسے مریل - زرد رنگ اور تپ دق کے مارے ہوئے چاروں طرف نظر آتے ہیں کہ آدمی حیران ہوتا ہے کہ ان کو کیا ہوگیا - کتنے لڑکے لڑکیاں سکولوں میں تپ دق سے مرتے ہیں - کھانسی تو ان کی جدی میراث ہوگئی ہے لیکن کوئی دم نہیں مارتا - ماں باپ کی کیا مجال ہے کہ اُف کریں - ذرا سوچو کہ یہ آفت اور یہ مرض کہاں سے ہم کو دامنگیر ہوگئی ہے - ہمارے خیال میں والدین کو آپس میں صلاح و مشورہ کرنا چاہئے اور آیندہ پشت کی روحانی اور جسمانی بہتری کے لئے جان وتن سے مصروف ہونا چاہئے - کاشکہ والدین ایک دوسرے سے مل کر اپنا دکھڑا روتے اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کی روز افزوں اور جگر افگار مصیبت کو نہ دیکھتے ✦

ملکی فوج کے ایک مشہور افسر نے اپنے ایک اخبار بنام وارکرائی (Warcry) یعنی نعرہ جنگ میں یہ فرمایا ہے کہ ہندوستان کی بڑی ضرورت "عملی مسیحیت" ہے - آج کل وہ فرماتے ہیں کہ بہت سے مسیحی فرقے ہیں اور رسمیات بھی بہت ہیں لیکن ایسی سرد مہری اور مُردنی چھائی ہوئی ہے کہ اُن کی زندگی میں کچھ زور و تاثیر نہیں - اس لئے اہل ہند اُس سے موثر نہیں ہو رہے - صاحب ممدوح کا یہ فرمانا بہت بجا ہے - ایسی حالت میں مسیحی دین کا ترقی کرنا تو درکنار ہماری رائے میں اُس کا قائم رہنا بھی دشوار ہوگا ✦

دیسی مسیحیوں کا طلاق - مسٹر ہری نے سکرٹری آف سٹیٹ سے دریافت کیا کہ آیا اُنکو اس امر کی آگاہی ہے کہ دیسی مسیحیوں کے طلاق کے ایکٹ اور تعزیرات ہند کے مجموعی اثر سے دیسی مسیحیوں کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہے خاصکر رومن کیتھالک مسیحیوں کو - لیکن جواب ملا کہ دیسی مسیحی عموماً ایسی کوئی جائے شکایت نہیں پاتے اور نہ ان کیطرف سے ایسی تکلیف کا اظہار رہا ہے ✦

چرچ اوف انگلینڈ کے ممبروں کو بھی سخت تکلیف ایسے مقدمات سے بکثرت پیش آتی ہے - کہ جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک یا دونوں ایک دوسرے سے بیوفائی کرتے ہیں اور بدچلنی میں پڑ جاتے ہیں تو اکثر اُنکو اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کورٹ میں جا کر طلاق حاصل کریں - اگرچہ چاہتے ہیں کوشش کرتے ہیں کہ پھر شادی کی مبارک حالی کو حاصل کریں لیکن کورٹ کے

کلیسیا اور مشن کی خبریں

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان لوگوں کا اصلاح یافتہ کلیسیائی حصہ پُرانی رسومات کے استعمال کا گواہ ہے۔ کیونکہ ان میں پُرانی رسومات مثلاً کوپ (Cope) دھوپ اور موم بتیوں کا جلانا۔ مشرق کیطرف منہ کرنا وغیرہ کا ابھی تک باقاعدہ استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اصلاح کیا جا چکا ہے ٭

رومی کلیسیا کے خلاف یہ پُرانی کلیسیا رُوس کی کلیسیا کی طرح بائبل کا اپنی زبان میں ترجمہ کا استعمال کرتی ہے۔ رومی کلیسیا عموماً اپنی کلیسیاؤں کو ان کی مادری زبان میں پاک کلام دیتی ہی نہیں۔ اور نہ ہی دوسروں کے ترجموں کو پڑھنے کی اجازت دیتی ہے ٭

مشرقی کلیسیا کے موافق سُریانی کلیسیا بھی شادی شدہ پادری رکھتی ہے۔ اس امر میں چرچ مشنری سوسائٹی نے بھی انکی بڑی مدد کی۔ اس کلیسیا کے سارے شرکا صرف ایک ہی شادی کرتے ہیں۔ اور مالابار کے ہندوؤں کے مقابلہ میں جو شادی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں (سوائے برہمن کے سب سے بڑے بیٹے کی شادی کے) یہ کلیسیا پاکیزگی کا ایک اعلےٰ نمونہ ہے۔ میں اپنے شخصی تجربہ سے کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ میں ۲۵ سال تک ان لوگوں میں رہا۔ کہ ہرچند ہندوستان کے عام لوگوں کیطرح (سوائے مالابار کے لوگوں کے) یہ بچپن میں ہی بیاہے جاتے ہیں۔ لیکن طلاق یا اخلاقی بدی کا انہیں نام تک بھی نہیں ٭

یہ لوگ عام طور پر کفایت شعار اور محنتی ہیں پُرانے زمانہ میں بہادر سپاہی بھی گذرے ہیں زمانہ حال میں تعلیم اور ہر طرح کی اصلاح کیطرف بہت راغب ہیں۔ ان میں سے قریباً ڈیڑھ سو نے مدراس یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اور ہزاروں نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا ہے ٭

مشنریوں نے کلیسیائی آمدنی (سپورٹ) کا عمدہ سبق ان سُریانی مسیحیوں سے سیکھا ہے ان اطراف میں دلہن کو شادی پر بہت بڑا بلکہ بعض اوقات قرضہ اٹھا کر بھی عمدہ جہیز دیا جاتا ہے (عوام تو اس جہیز کو دولہا کی قیمت تصور کرتے ہیں) سُریانی ان جہیزوں پر ٹیکس بطور فیس شادی لگا دیتے ہیں یعنی اس کا دسواں حصہ دلہن کی کلیسیا یا گرجہ کو دیا جاتا ہے۔ آجکل جبکہ بڑے بڑے جہیز قیمتی تقریباً دو ہزار روپیہ دیئے جاتے ہیں۔ تو اس کا دسواں حصہ دو سو روپیہ ایک شادی کے لئے کچھ کم فیس نہیں ہے۔ (پہلے یہ جہیز تین سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوتے تھے) یہ فیس ایک پادری کی ایک سال کی تنخواہ کے لئے کافی ہوتی ہے ہماری چرچ کونسل نے چرچ سسٹینٹیشن فنڈ کی امداد کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ سُریانی اس

وہ کل کا دسواں حصہ اپنے بشپ کی امداد کے لئے
رکھتے ہیں۔ شاید یہی طریقہ کسی وقت دیسی انگریزی
کلیسیا میں بھی رائج ہو جائے۔

سریانی کلیسیاؤں نے کلیسیائی جائداد کے
مقرر کرنے میں بھی وہ طریقہ مقرر کر رکھا ہے۔ ایسی
زمینیں وقف شدہ کہلاتی ہیں۔ اسی نمونہ پر اس
طرف کی انگریزی کلیسیا بھی اپنے لوگوں کو نصیحت
کرتی ہے۔ کہ اگر وہ سکے چندے اکٹھے کر کے زمین
خریدیں جس کی فصل کیلا وغیرہ سے کسی وقت اچھی
آمدنی ہو سکے گی۔

ابھی چند سال گذرے۔ کہ سریانی کلیسیا کا
ریاست کے ساتھ بھی کچھ تعلق تھا۔ ریاست کی
طرف سے حکم تھا کہ مجسٹریٹ بشپ کے حکم سے کلیسیائی
انتظامی معاملات میں دخل دیں۔ لیکن اتفاقیہ تھے
یعقوبی آبا نے جو ہمارے کو روکنا چاہتا تھا [illegible]
دخل دیکر اس تعلق کو قطع کروا دیا۔

چونکہ سریانی مسیحی ہندو ریاست میں بستے ہیں
ان کا یہ مقولہ رہا۔ جیسا کہ بعض مسیحیوں کا بھی ہے۔
کہ "تمہارا مذہب چاہے تم شیطان کی پرستش ہی کیوں
نہ کرتے ہو۔ تمہارے لئے اچھا ہے اور ہمارا مذہب
ہمارے لئے۔" اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وے بشارتی کام
میں بہت ڈھیلے ہو گئے۔ علاوہ ازیں چونکہ ان
کے پاس پاک کلام ان کی مادری زبان میں نہ تھا۔
اور نہ ہی ان کے پادری وعظ کرتے تھے۔ وے
مسیحی بشارتی احکام سے جو اناجیل اور خطوط میں
مندرج ہیں بے خبر ہے۔ اور اسی وجہ سے وے
مختلف توہمات باطلہ میں بھی پھنس گئے۔ مثلاً
بدروحوں کی تعظیم کرنا مقدس جارج اور اژدہا کی
مورت کی پرستش کرنا وغیرہ۔ قانون کے امتیاز
کی وجہ سے "شمالی" اور "جنوبی" مالاباری مسیحی
باشندے آپس میں رشتہ ناطہ نہیں کرتے۔ اور
نہ جنوبی والوں میں سے کوئی بشپ ہی چنا
گیا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] پائی جاتی
[illegible] متعلق بھی غیر اقوام کی
[illegible] رسومات کرتے ہیں۔ [illegible] کا چلم [illegible]
[illegible] عمل میں لاتے ہیں۔

ان میں ایک عجیب رسم یہ تھی۔ کہ مردے
کو بارہ ماہ کے لئے گرجہ کے اندر رسمی میں دفن
کرتے تھے۔ بعد اس کے انکی ہڈیاں نکالکر ایک
گہرے لیکن سوکھے کوئیں میں جو گرجہ کے احاطہ
کے ایک کونے میں ہوتا تھا ڈال دیتے لیکن
یہ بدرسم قریباً بیس سال سے متروک ہے۔

اوائل کے ہندو راجاؤں کی مہربانی سے
ان مسیحیوں کی ذات نیرا Nayers. کے
برابر تصور ہوتی ہے۔ مالابار میں نیرا نیم برہمن [illegible]
ہندوستان کے کشتریوں (شاہی اور فوجی
ذات) کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ اسی لئے
اب جو لوگ غیر اقوام میں سے مسیحی ہوتے ہیں وہ
[illegible] گروہ کے ممبر مانے جاتے ہیں۔ پھر بھی سریانی
[illegible] ذات کی حفاظت بسبب نو مریدوں کو شامل کرنے
کے بہتر خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے وے معزز

تجارتی پیشوں مثلاً ترکھان۔ سنار اور دیگر حرفتی کاموں کو اختیار نہیں کرتے ؛

مالا بار کے ہندؤں میں ایک عجیب رسم ہے کہ جائداد اور نسب کا سلسلہ بیٹی کے ذریعہ چلتا ہے اسی وجہ سے دینی عہدے بھی خاص خاندانوں میں برابر سلسلہ وار چلے آتے ہیں۔ حالانکہ بعض موقعوں پر پادری شادی بھی نہ کرتے تھے۔ اور بشپ تو اب تک بھی شادی نہیں کرتے۔ لیکن بہن کی اولاد جائز وارث تصور ہوتی تھی ؛

ایک خاص امر میں یہ لوگ ہندؤں سے بالکل متفرق ہیں۔ یعنی جھوٹی گواہی کے متعلق۔ ان مسیحیوں کا چال چلن سچائی کے بارے میں معمولی مالاباریوں سے بہت افضل ہے۔ عموماً جھوٹ بولتے ہی نہیں۔ بلکہ ان کا مقولہ ہے کہ "حق کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے" ؛

بڑے افسوس کی بات ہے کہ موجودہ (Mar Timotheus) زان مار ڈایونیسس چہارم غیر مصلح فرقہ یعقوبی صدر اسقف ناجائز طور پر تقرر کر دیتا ہے۔ جس وجہ سے کلیسیائی انتظام میں خلل آتا ہے۔ مثلاً یونائیٹڈ سٹیٹ امریکہ کے انگریز بشپ نے مار ڈایونیسس سے بمنت التجا کی کہ رینی ویلیٹ (Rene Vallete) انگریزی کلیسیا کے خارج شدہ ی کا تقرر نہ کرے۔ لیکن اس نے ایک مذاق تقرر کر ہی دیا۔ پیچھے یہ آدمی رومن کاتھولک ا۔ اور فرانس میں وہی رومن کاتھولک لوگوں بغل میں سانپ بن رہا ہے ؛

پھر سے آخری الفاظ ان کی نسبت پر امید ہیں ؛

تمام سریانی کلیسیائیں جب سے انگریز شیوری آئے۔ یعنی سنہ ۱۸۱۶ء سے بشارت کا کام کرنے لگی ہیں۔ لیکن خاص طور پر ابھی تیرہ چودہ سال ہی ہوئے ہیں۔ کہ باقاعدہ بشارتی کام شروع کیا ہے بلکہ رومی سریانی کلیسیاؤں نے جب دیکھا کہ ہم غیر اقوام غلاموں کو بھی مسیح کی کلیسیا میں شامل کر لیتے ہیں۔ تو انہوں نے بھی ایسوں کو شامل کرنا شروع کر دیا۔ یعقوبی فرقہ کے سریانی اصلاح یافتہ اور غیر اصلاح یافتہ کلیسیاؤں نے مشنری ایسوسی ایشن اور سنڈے سکول بھی قائم کئے ہیں بلکہ اصلاح یافتہ فرقہ نے ان دس ہی سال کے عرصہ میں قریباً ۱۵۷۷ غیر اقوام کو اپنے میں ملا لیا ہے ؛

مالابار کا سریانی تعلیم یافتہ مسیحی جب روح پاک کی اس پر خاص تاثیر ہو اطلاق اور محبت میں یورپ کے مسیحیوں سے ذرا بھی کم نہیں ہوتا۔ جس سے پوری امید بندھتی ہے۔ کہ جلد یہ لوگ خود ہی ہندوستان کے ایسے علاقوں میں جہاں انجیل نہیں پہنچی مشنری بنکر جاوینگے ؛

روحانی بیداری کے لئے اصلاح یافتہ کلیسیا کے بشپ کی زیر صدارت اب ہر سال کونشن ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں پر کم از کم چودہ ہزار سریانی مسیحی ایک ہفتہ کے لئے فراہم ہوتے ہیں ؛

(از اخبار ایسٹ اینڈ ویسٹ)

مرقومہ پادری ڈبلیو۔ جے۔ رچرڈ

ڈی۔ ڈی۔

پنجاب کا سنڈے سکول کنونشن

اس سال سنڈے سکول کنونشن (۱۲-۱۳ مارچ) شہر گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ بہت سے ڈیلیگیٹ حاضر تھے۔ علاوہ ڈیلیگیٹوں کے گوجرانوالہ کے مسیحی بھی میٹنگوں میں شامل ہوتے تھے۔ حاضرین کا شمار کبھی تین اور کبھی چار سو کے قریب پہنچ جاتا تھا۔ کھانے پینے وغیرہ کا انتظام مسٹر ہیو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ انڈسٹریل ہوم کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے بڑے حسن انتظام سے اس کام کو انجام کو دیا۔ گوجرانوالے کے مشنری صاحبان بھی اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع میں ہمہ تن مصروف تھے۔ مگر سب سے بڑی قابل ذکر بات یہ ہے کہ سنڈے سکول کی میٹنگیں اُن لوگوں کے لئے جو ان میں شامل ہوئے بڑی برکت کا باعث ثابت ہوئیں۔ جو لوگ ان میٹنگوں میں آتے تھے محسوس کرتے تھے کہ خداوند اپنے وعدہ کے مطابق ہمارے درمیان حاضر ہے ✦

بعض بعض مضامین جن پر درس دیئے گئے واقعی نہایت اہم اور غور طلب تھے۔ مثلاً ایک مضمون زیر غور یہ تھا۔ سنڈے سکول کا کام مسیحی خدمت کی والنٹری صورت کو ترقی دیتا ہے۔ اس مضمون پر مسٹر گولکناتھ مقیمی پھلور نے درس دیا جگہ کی قلت کے سبب سے ہم اُن کے نہایت مفید درس کا خلاصہ درج نہیں کر سکتے۔ مگر ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر سنڈے سکول کے استاد کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ والنٹری کام کرے۔ یہاں والنٹری کام کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی جماعت کے لڑکے اور لڑکیوں کو طوطے کی طرح سبق کا مضمون ہی یاد نہ کرائے بلکہ اپنی خدمت کا اعلیٰ مقصد اس بات کو قرار دے کہ اس کی جماعت کا ہر ایک لڑکا یا لڑکی مسیح کے پاس لایا جائے تاکہ وہ خداوند کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرے۔ سنڈے سکول کے ہر استاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے لڑکے یا لڑکیوں کے لئے دعا کیا کرے۔ تاکہ وہ ہمیشہ کی زندگی کے وارث ہوں۔ اس کے بعد اس مضمون پر ایک پیپر پڑھا گیا کہ ہم اپنے سنڈے سکولوں کو دیہات میں پائے جاتے ہیں کیونکر کامیاب بنائیں۔ اس مضمون کے متعلق خاص کر اس بات پر بحث ہوئی کہ ہم کس طرح گاؤں کے بچوں کو جمع کریں۔ یہ کام حقیقت میں بڑا مشکل کام ہے کئی ایک طریقے پیش کئے گئے۔ مگر سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ان بچوں کی محبت ہمارے دل میں ہو۔ اگر یہ محبت ہمارے دلوں میں ہو تو وہ آپ اپنے لئے کارگر طریقے ایجاد کر لیگی ✦

زاں بعد ڈیلیگیٹوں کی رپورٹیں سنی گئیں پچھلی دفعہ کی نسبت رپورٹوں کا شمار زیادہ تھا اول تو شمار ہی کی زیادتی سے اور پھر ان تقریروں

سے جو ڈیلیگیٹوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ
سنڈے سکول کا کام خدا کے فضل سے دن
دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے ؛

مسٹر ڈبلیو۔ نیوٹن صاحب نے جو اگزیکٹیو
سکرٹری ہیں۔ ایک نہایت عمدہ اور دلچسپ پیپر
سپرنٹنڈنٹوں کے فائدہ کے لئے اس امر
مضمون پر پڑھا۔ یعنی یا کہ سنڈے سکول کے
امتحان کو کس طرح چلانا چاہئے۔ یہ پیپر بڑی خبرداری
اور نہایت غور و فکر سے تیار کیا گیا تھا۔ اس
میں نہ صرف اس بات کا ذکر تھا کہ امتحان کے
وقت میں کونسے قواعد کی پابندی ضروری
ہے بلکہ یہ بھی دکھایا گیا تھا کہ اس امتحان کے
فوائد کیا ہیں۔ مسٹر پریم داس نے اپنے چارٹ
کے وسیلے بچوں کی دینی تعلیم پر نہایت دلچسپ
نصیحت کی۔ پادری ڈی دھاوال نے دعا کی تاثیر
پر ایک نہایت تاثیر بخش درس دیا۔ مسٹر پال سنگھ
صاحب نے جو آل انڈیا یونین کی طرف سے
بچوں کے مشنر مقرر ہوئے ہیں۔ ایک بڑی پر
جوش اور رقت انگیز تقریر کی۔ اثنائے تقریر میں
آپ نے فرمایا کہ میں سنڈے سکول کا م کا پھل
ہوں۔ میں چھ برس کا تھا جب ڈاکٹر فورمن صاحب
مرحوم کے سنڈے سکول میں داخل ہوا تھوڑے
ہی عرصہ کے بعد مسیح کی محبت میرے دل میں
قائم ہو گئی۔ اور میں اُسے کسیطرح اپنے دل
سے نکال نہیں سکتا تھا۔ آخر کار میں اُس
سے ایسا مغلوب اور مجبور ہوا۔ کہ سب کے
دنیا کے سامنے مسیح کا اقرار کرنا ہی پڑا۔
کیا اس بیان سے سنڈے سکول کے استادوں
کو دلیری نہیں ملتی؟ آخر میں پریسیڈنٹ
نے چند نصیحتانہ ریمارک کر کے کنونشن کو ختم
کیا۔ امید ہے کہ جو تاثیر لوگوں کے دلوں پر
اس کنونشن کے دور میں ہوئی وہ جاتی نہیں
رہے گی۔ خداوند اس کام کے وسیلے بہتوں کو
اپنے پاس لائے ؛

مسیح اور مسیحی زندگی

(گذشتہ سے پیوستہ)

جس شخص نے اپنا سب کچھ مسیح کے سپرد
کر دیا ہے مسیح اپنے آپ کو اُس کی زندگی کا حصہ
بنا لیتا ہے۔ یہی سبق اُس نے اچھے چرواہے
کی تمثیل میں سکھایا۔ اُس نے فرمایا کہ "میں
اپنی بھیڑوں کو جانتا ہوں۔ اور میری بھیڑیں مجھے
جانتی ہیں۔ میری بھیڑیں میرے پیچھے پیچھے چلتی
ہیں۔ مگر وہ غیر شخص کے پیچھے نہ جائینگی۔ اور
میں اُنھیں ابدی زندگی بخشتا ہوں۔ اور میں بھیڑوں
کے لئے اپنی جان دیتا ہوں " جسقدر اُس نے دیا
ہے اُسیقدر وہ طلب کرتا ہے یعنی سب کچھ اپنے

لیئے مانگتا ہے اور اپنا سب کچھ ہمارے لیئے
دے دیتا ہے۔ کنگسلی دوراہبوں کا ایک سچا
قصہ بیان کرتا ہے کہ ابتدائے زمانہ میں وہ دونوں
نہایت محبت کے ساتھ ایک غار میں کئی سال
تک اکٹھے بود و باش کرتے رہے۔ آخر ایک
نے دوسرے سے کہا کہ آؤ ہم دنیا کے لوگوں
کی طرح جھگڑا کریں۔ اُس دوسرے نے پوچھا
کہ وہ کیونکر۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ یہ ایک پتھر
ہمارے درمیان پڑا ہے میں کہونگا کہ یہ میرا پتھر
ہے اور تم کہو کہ نہیں یہ میرا ہے۔ بس جھگڑا شروع
ہو جائیگا۔ یہ کہکر اُس نے پتھر کیطرف اشارہ
کرکے کہا کہ یہ میرا پتھر ہے۔ دوسرے نے
ذرا سوچ کر جواب دیا کہ میں سمجھتا ہوں یہ پتھر میرا
ہے۔ جھگڑا شروع کرنیوالے شخص نے جواب
دیا کہ اگر پتھر تیرا ہے تو تو ہی لے لے ٭

جہاں دو زندگیاں ایک دوسرے کا
مال ہیں۔ جو کچھ ایک کا ہے سو دوسرے کا
ہے۔ جب ہم مسیح کو کہتے ہیں کہ اے مسیح میں
تیرا ہوں تو وہ جواب دیتا ہے کہ اے دوست
میں تیرا ہوں ہماری شخصی زندگی مسیح کا مال ہے ٭

ملکیت کے معاملہ میں مسیح ایک بات
میں ہماری مانند ہے۔ یعنی وہ اپنی ملکیت اپنے
نزدیک رکھنی چاہتا ہے۔ اُس نے اپنی دعائے
عظیم میں فرمایا کہ "اے باپ میں چاہتا ہوں
کہ جنہیں تو نے مجھے دیا ہے جہاں میں ہوں
وہ بھی میرے ساتھ ہوں" یہی ایک مقام ہے
جہاں مسیح نے اپنی مرضی کو پیش کیا۔ اور اُس
کی مرضی یہ تھی کہ مجھ سے میرے اپنے کبھی جدا نہ ہوں
پھر اُس نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ "اگر کوئی
شخص میری خدمت کرے تو میرے پیچھے ہو لے
اور جہاں میں ہوں میرا خادم بھی ہوگا" یہ اُس کی
حضوری کے لیئے دعا مانگنے میں کوئی بُرائی نہیں
مگر ہم اُس کی حضوری سے کہیں بھاگ ہی نہیں
سکتے۔ جہاں ہم جاتے ہیں وہ جاتا ہے۔ اور
جہاں وہ ہے ہم بھی ہیں۔ اور اعلیٰ سیرت کا
راز ان الفاظ میں ہے کہ "ہم سب کے بے نقاب
چہروں سے خداوند کا جلال اس طرح منعکس ہوتا
ہے جس طرح آئینے میں اُس خداوند کے وسیلے
سے جو روح ہے ہم اُسی جلالی صورت میں درجہ
بدرجہ بدلتے جاتے ہیں" اُس کی صحبت میں رہنے
سے (اور اگر ہم اُس کے ہیں تو یہ ضروری بات
ہے) ہم اُسکے مشابہ بن جاتے ہیں ٭

مسیح کے مالک ہونے کے اس مندرجہ بالا
خیال سے زندگی نہایت سادہ اور حقیقی سی شے
ہو جاتی ہے۔ زندگی کی مشکلات کسی اصول یا
فرض کے خشک بحث سے حل نہیں ہوتیں۔
ہم آئندہ یہ سوال نہیں کرتے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے
بلکہ یہ کہ وہ کیا چاہتا ہے کہ میں کروں۔ میں اپنے
سفر میں یسوع کو اپنے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ
نہیں سکتا۔ مگر وہ میرے ساتھ رہتا ہے تاکہ میں
اس کے بازو پر سہارا دیکر کہہ سکوں کہ اے
خداوند تجھے کیا منظور ہے۔ وہ زندگی کا خداوند
ہمیشہ حاضر ہے اور ہر ایک سوال کا جواب
دینے کا منتظر اور یقینی ہدایت اور مدد کے لیئے

تیار ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ " میں ابن اللہ کے نام پر ایمان لاتا ہوں۔ اس لئے میں اُس میں ہو کر اُس کے خون کے ذریعے سے خلاصی اور اُس کی روح کے وسیلے سے زندگی حاصل کرتا ہوں۔ وہ مجھ میں ہے اور اُس میں تمام معموری ہے۔ میں اُس کا ہوں کیونکہ اُس نے مجھے خرید لیا اور فتح کر لیا اور میں نے اپنے آپ کو اُسکے سپرد کر دیا ہے۔ اور وہ میری تمام ضروریات کے لئے میرا ہے۔ کوئی اندرونی یا بیرونی مشکل ایسی نہیں جس کو حل کرنے کے لئے وہ آج ہی تیار نہیں۔ خداوند میرا حافظ ہے۔ آمین "۔

مگر ہماری اوپر مسیح کی خداوندی سے فقط ہماری شخصی زندگی ہی جو مسیح سے متعلق ہے متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس کی ملکیت ہونے سے ہمارا اُن سب کے ساتھ بھی تعلق قائم ہو جاتا ہے جو مسیح کے ہیں۔ پولس فرماتا ہے کہ اُن کے درمیان جو مسیح یسوع میں ہو کر خدا کے فرزند بن گئے " نہ کوئی یہودی رہا نہ یونانی نہ کوئی غلام۔ نہ آزاد اور نہ کوئی مرد نہ عورت۔ کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو "۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ ایک خفیہ سوسائٹی میں محض اسی وجہ سے شامل نہ ہوا کہ اُس میں ایک مصنوعی بندش ہے جو بنی آدم کی توسیع یگانگت کو کمزور کرنیوالی ہے۔ مسیح کا ہو کر وہ اُسکے لوگوں سے قطع تعلق کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ مسیح کا تھا اور اُسکے تمام تعلقات مسیح کے تعلقات تھے۔

مسیح ہماری زندگی کا خداوند ہو کر اُس سب کا بھی خداوند ہے جو ہماری زندگی میں ہے۔ پس لازم ضرور ہے کہ وہ ہمارے تمام بیرونی حالات کا بھی خداوند ہو۔ جن سے بظاہر ہماری سیرت کی نسبت فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے تمام افعال اور عادات اور الفاظ پر مسیح صریحاً اور برملا طور پر قابض ہو۔ اور یقیناً جو کچھ ہمارے اندر ہے اُس پر بھی وہ قبضہ کر لے۔ اگر اُس کو محض بیرونی زندگی کا خداوند بنائیں اور اندرونی حقیقی زندگی پر اُس کو قابض نہ رہنے دیں تو یہ سخت ریاکاری ہے۔ خیالات اور جذبات اور مذاق اور قیاس اور اُمنگیں اور عقل اور دیگر اندرونی احساسات سب مسیح کے زیر تسلط ہونے ضرور ہیں۔ تو بھی اُس کی غلامی کامل آزادی اور زندگی ہے۔ بلکہ اُس کی زنجیریں پہن لینے سے ہم آزاد ہو جاتے ہیں۔ وہ آزاد زندگی کی ادنیٰ غلامی سے ہمکو رہائی بخشتا ہے۔

اول سچائی یہ ہے کہ ہم اپنے نہیں بلکہ مسیح کے ہیں۔ مسیحی کی تمام زندگی اسی پر منحصر ہے۔ اور اگر ہم اس کو نہ مانیں تو ہم گہری اور حقیقی زندگی کے خزانوں کو دریافت نہیں کر سکتے اور نہ ان پر قابض ہو سکتے ہیں۔ فی الحقیقت کہیں اور ہمارا ٹھکانا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم مسیح کے ہیں خواہ ہم اس کو مانیں یا نہ مانیں۔ در اصل سوال یہ ہے کہ کیا ہم اُس کے تسلط کو محبت اور وفاداری کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں یا باغیانہ اور ننگ حرام زندگی بسر کرتے ہیں۔ آؤ ہم خوشی سے اُس کو اپنا مبارک اور مطلق خداوند قبول کریں جس نے ہمکو نہ فانی چیزوں مثلاً سونے یا چاندی

نامور عورتیں

کیتھرین بوتھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس کے ساتھ ہی وہ بے زبان جانوروں پر بھی بہت ترس کھاتی تھیں۔ جہاں کہیں کسی کمزور بیمار گھوڑے یا بھیڑ پر بے رحمی ہوتی دیکھتیں فوراً اس کے آقا سے رحم کا سلوک کرنے کی درخواست کرتیں۔ اس کے چند برس بعد وہ چپکے چپکے غریبوں کو کھانا دیا کرتی تھیں۔ اور کمزور جانوروں کو چارہ دیتی تھیں۔ گدھے چرانیوالے لڑکوں کو دو تین آنے کے پیسے دیکر انہیں تاکید کرتیں کہ ان بیچارے گونگے جانوروں پر سختی مت کرو۔

یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ کہ کیٹ ممفرڈ ان بچوں میں سے تھیں۔ جو دل کی خوشی سے گرجا میں جایا کرتیں۔ اور مشن کے کام میں جو غیر مسیحیوں کے درمیان کیا جاتا تھا۔ بہت گہری دلچسپی لیتی تھیں۔ وہ اپنی ضروریات گھٹا کر جو روپیہ بچاتی تھیں۔ اسی قسم کے کاموں میں صرف کر ڈالتی تھیں۔ بلکہ بعض مرتبہ اشاعت انجیل کے واسطے لوگوں سے چندہ جمع کر کے لایا کرتی تھیں۔

بنی آدم کی فلاح کے واسطے ایک اور تحریک انہی دنوں میں بڑے زور شور سے جاری تھی۔ جس کی کیتھرین دل وجان سے خیرخواہ تھیں۔ اور وہ تحریک لوگوں کو مے نوشی سے قطعی طور پر پرہیز کرانے کے متعلق تھی۔ چودہ برس کی عمر میں ٹمپرنس کے متعلق کئی ماہوار رسالوں میں مضامین لکھنے شروع کئے تھے۔ مگر اپنا نام ظاہر نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ اپنے مضامین اپنی ایک ہم جلیس سے نقل کرا لیا کرتی تھیں۔ تاکہ اخبار نویس خاص تحریر دیکھ کر مضمون چھاپنے سے گریز نہ کرسکیں۔ مگر کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ آیا وہ مضامین شائع ہوئے تھے یا نہیں۔

طالب علمی کی زندگی۔ ۱۸۳۳ء کو مسٹر ممفرڈ اپنے اہل وعیال سمیت بوسٹن واقع پارک شائر میں نقل مکان کر گئے۔ وہاں کی کلیسیا میں ایک بڑی پارسا اور شریف ذات اور قابل عورت تھی۔ جو ایک لڑکیوں کے اسکول کی پرنسپل بھی تھیں۔ مسز ممفرڈ کا ان سے تعارف ہوگیا۔ اور بعد میں دونوں ایک دوسرے کی بڑی دوست اور خیرخواہ بن گئیں۔ مسز ممفرڈ کے دل میں ان کی بڑی عزت اور محبت پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ سے ۱۸۴۱ء میں کیتھرین کو اس کے سپرد کر دیا۔ دو برس کے عرصہ میں کیتھرین نے اپنی استانی کے دل میں گھر کر لیا اور ان کی محبت حاصل کر لی۔ اس سے اور لڑکیوں کے دل میں حسد پیدا ہوگیا۔ اور وہ انہیں دق کرتی چڑاتی تھیں۔ جس سے کیتھرین کا مزاج

برہم ہوجاتا ۔ جس کے لئے وہ غصہ اتر جانے کے بعد بہت پچھتاتی تھیں ✦

تاریخ اور جغرافیہ کے مطالعہ کا کیتھرین کو طبعاً بہت شوق تھا ۔ خاص کر اول الذکر مضمون کا اس قدر شوق تھا ۔ کہ بہت سا وقت تاریخ کے مطالعہ میں صرف کرتی تھیں ۔ مختلف تاریخی اشخاص کی سوانح عمریوں کو بغور پڑھتی ۔ اور ان کے عادات خصائل ۔ افعال اور اقوال کا مقابلہ کرتی تھیں ۔ آیا انہوں نے اپنی لیاقت اور اثر سے غربا کی حالت سنوارنے کی بھی کوشش کی ۔ یا صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر سب کچھ کرتے رہے ؟ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ وہ چھوٹی ہی عمر میں بنی آدم کی فلاح کے کاموں میں صدق دل سے دلچسپی لیتی تھیں ۔ حساب سے انہیں نفرت تھی ۔ مگر مضمون نگاری میں سب لڑکیوں پر سبقت لیجاتی تھیں ۔ گانے بجانے کی بابت کچھ معلوم نہیں ۔ آیا سیکھا تھا یا نہیں ۔ فرنچ زبان پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی ۔ کیونکہ مسٹر ممفرڈ کا یہ خیال تھا کہ اگر لڑکی فرنچ زبان سیکھ گئی تو اس زبان کا گندہ اور مضر لٹریچر پڑھکر اپنی زندگی برباد کرلے گی ۔ بعد میں کیتھرین نے کہا کہ اس میں میری ماں نے غلطی کی تھی ✦

کیتھرین زیادہ مدت تک اسکول میں نہیں رہیں ۔ کیونکہ چودہ برس کی عمر میں ریڑھ کی ہڈی کی کمزوری لاحق ہوگئی ۔ جس سے انہیں زیادہ تر پشت کے بل لیٹنا پڑتا تھا ✦

اس زمانہ میں انہوں نے اپنا وقت کلیسیا کی تاریخ اور دینیات کے مطالعہ میں صرف کرنا شروع کیا ۔ کیونکہ لیٹنے کے سوا اور کوئی کام نہ ہوسکتا تھا ۔ ویٹلی ۔ فنی ۔ نلی چر ۔ ماشیم اور نین ڈیر کی تصنیفات یکے بعد دیگرے پڑھ ڈالیں ۔ مگر اس سے پہلے بٹلر کی "انالوجی" اور "پلگرمس پراگرس" پڑھی تھیں ۔ نیوٹن کی "پیشینگوئی" بھی بغور پڑھی ✦

ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ کیتھرین اور لڑکیوں کی نسبت بہت جلد سن بلوغ کو پہنچ گئی تھی ۔ پندرہ برس کی عمر میں ان کے سامنے اپنے چاہنے والے کی نسبت فیصلہ آخری کرنے کا سوال آیا ۔ یا تو وہ اسے روکھا پھیکا جواب دیکر ٹالدیں یا ان سے شادی کرنے کا وعدہ کریں ✦

ان کا چاہنے والا ان کا چچا زاد بھائی تھا ۔ اور وہ کئی عمدہ خوبیوں کا آدمی تھا ۔ مگر مذہب کی طرف سے بالکل بے پرواہ اور دنیاوی طبیعت رکھتا تھا ۔ جس کے باعث کیتھرین نے اسے پورے طور پر قطع تعلق کرلیا ۔ اور خط وکتابت بند کردی ۔ اور اس کے لئے مابعد کی زندگی میں کیتھرین کے پچھتانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ✦

تقلیب قلب (کنورشن) ۱۸۴۴ء میں مسٹر ممفرڈ اپنے اہل وعیال سمیت لندن کو چلے گئے اور برکسٹن میں سکونت اختیار کرلی ۔ اس موقع پر کیتھرین کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ پیش آیا ۔ یعنی ان کے خیالات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا ۔ کیتھرین کا خیال میتھوڈسٹ فرقہ کے اصول کے مطابق یہ تھا ۔ کہ دل کی

تبدیلی کے ساتھ ایک خاص انقلاب واقع ہوتا ہے۔ جو اب تک میرے اندر پیدا نہیں ہوا ہے وہ کہتی ہیں "اگرچہ شروع سے میں اپنی زندگی خدا کی نذر کر چکی تھی۔ اور میرے دل میں اس کی خدمت کرنے کی تیز خواہش تھی۔ دعاؤں میں خاص لطف آتا تھا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے مجھے اپنے گناہوں کے عفو کا پورا یقین نہ تھا" ان دنوں کیتھرین کا دل بہت بے چین اور طبیعت بے تاب رہتی تھی۔ رات کے دو بجے تک اپنے کمرہ کے اندر بیقراری کی حالت میں پھرتی رہتی تھیں۔ اور پھر تھک کر سو جاتی تھیں۔ بائبل اور گیتوں کی کتاب اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیتی اور خدا سے دعا کرتیں۔ "اے خدا جب میں صبح کو بیدار ہوں۔ تو میرے دل میں نجات کا پورا یقین ہو جائے"۔

ایک مرتبہ صبح کو اٹھیں۔ تو گیت کی کتاب کھولتے ہی ایک گیت پر نظر پڑی۔ جس کی پہلی سطر میں یہ لفظ تھے "یہ خداوند میرے میں ہوں تیری یہ ہے کیسی تشفی سے الٰہی" گو وہ اس گیت سے ناواقف نہ تھیں۔ مگر اس روز اس کے بالکل نئے معنی دل میں ظاہر ہوئے۔ اور ان کے دل کی تسلی ہو گئی۔ کہ نجات کا وعدہ یہی ہے ان کی رُوح پر روشنی کا ایک نیا سیلاب نمودار ہوا۔ کیتھرین کے رگ و ریشے میں خوشی کا احساس برق نما سرعت کے ساتھ دوڑ گیا۔ چارپائی سے اٹھکر اپنی ماں کے کمرے کیطرف بھاگ گئیں۔ تاکہ یہ مژدۂ روح افزا اپنی ماں کو بھی دیں۔ وہ لکھتی ہیں "اس کے بعد چھ ماہ تک میرا دل ایسا خوش تھا گویا میں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوں میں اسوقت مرنے کی خواہشمند تھی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ میں کسی طرح لغزش کر جاؤں اور اس بڑی برکت الٰہی سے محروم ہو جاؤں" کیتھرین برکسٹن کے ویسلین [illegible] میں شامل ہوگئیں۔ گو اس وقت لندن میں اس فرقہ کے نامی گرامی اور بہت قابل رکن موجود تھے۔ مگر ان ماں بیٹیوں کی کسی طرح تسلی نہیں ہوئی۔ کیونکہ دعا نماز کے وقت توبہ کے وہ آثار ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ جو روح القدس کے اندرونی اور مخفی کام کے ظاہری اور خطانا کے نیواسطے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کیتھرین ایک کلاس میٹنگ میں جانے لگیں جو اس وقت ویسلین فرقہ کے ممبروں کیواسطے ضروری تھیں۔ اور وہ اسے مسیحی زندگی کے واسطے بالکل لابدی خیال کرنے لگیں۔ پانچ برس تک وہ اس کلاس میں جاتی رہیں۔ اور اسی جگہ تقریر کرنے کی تعلیم حاصل کرکے مہارت پیدا کر لی۔ وہاں لڑکوں سے دعا منگوائی جاتی تھی۔ جس سے کیتھرین کی بولنے کی طاقت رفتہ رفتہ اس درجہ تک بڑھ گئی کہ وہ عام جلسوں میں بآسانی تمام فراٹے سے تقریر کرنے کے قابل ہوگئیں۔

اس جماعت کے لیڈر کی لڑکی بڑے نفیس اور وضعدار کپڑے پہنا کرتی تھی۔ اور اس کی نسبت ایک نوجوان سے ہوگئی تھی۔ جس نے شخصی طور پر سچے دل سے خداوند مسیح کو قبول

نہیں کیا تھا۔ اس سے کیتھرین کو بہت صدمہ پہنچا۔ خیال کرنے لگیں۔ کہ اگر اس قسم کی لغویات اور گندم نما جو فروشی روا رکھی گئی۔ تو اس جماعت کے ممبروں کو دیرپا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ گذشتہ زمانہ کے مجددا اور پارسا مسیحیوں کیطرح کیتھرین اپنے دینی تجربہ کی نئی باتیں ایک روزنامچہ میں درج کر لیا کرتی تھیں۔ ۱۶ اور ۱۹ برس کی عمر میں شہر برانسٹن میں انہوں نے حسب ذیل باتیں لکھی ہیں:-

۴ مئی ۱۸۴۴ء۔ آج صبح جب میں رو کی کتاب پڑھ رہی تھی۔ تو میرے دل میں ایک عجیب قسم کی خوشی نمودار ہوئی۔ جس سے تحریک پذیر ہو کر میں نے اپنے آپ کو نئے سرے سے خدا کے سپرد کر دیا۔ تاکہ وہ جس طرح چاہئے۔ مجھ سے کام لے۔ کیا اچھا ہو۔ اگر میں کسی کام کی ہو جاؤں! خداوندا لوگ تجھے تلاش نہیں کرتے اور نہ وہ تجھے جانتے ہیں تو ان پر رحم کر اور ان کی مدد کر۔ کہ وہ لوگوں کے سامنے ایک نیک اور اعلےٰ نمونہ پیش کریں۔ خداوندا تو مجھے برکت دے۔ کہ میں ہر جگہ انجیل کی شہادت دے سکوں۔ مجھے دعا کی سخت ضرورت ہے۔ اور خوب غور سے چلنا چاہیئے۔ ان کے روزنامچہ سے اور اسی قسم کے اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر بطور نمونہ مشتِ از خروارے اسیقدر کافی ہے ✚

۱۸۴۹ء میں ویسلین کلیسیا کے ممبروں میں بہت ہلچل پھیلی۔ جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ ایک لاکھ ممبر خارج کئے گئے ✚

اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ انتظامی کانفرنس کے سو ممبر تھے۔ جو جان ویسلی کے مقرر کردہ قاعدہ سے منتخب کئے جاتے تھے۔ اور وہ ہر ایک کام جابرانہ طریق سے کرتے تھے۔ اس سے بہت سے لوگ ان کی حرکات سے بہت برگشتہ ہو گئے۔ گمنام رسائل تقسیم کئے گئے۔ جن میں اس کانفرنس کی انتظامی کارروائیوں کی قلعی کھولی گئی تھی۔ اس سے کانفرنس کے ممبر بہت سٹ پٹا گئے۔ آخر کار تین پادری خارج کئے گئے۔ اور کئی آدمیوں کو سخت سرزنش کی گئی۔ مگر ان کی اس حرکت سے کشیدگی بڑھتی گئی۔ جو لوگ کانفرنس کے ممبروں کے برخلاف تھے۔ انہوں نے اپنے ایک نئے فریق کی بنیاد ڈالی۔ جو ریفارمروں کے نام سے مشہور ہوا۔ جن ممبروں کو اس گروہ سے ہمدردی تھی۔ اُن کو کانفرنس نے کلیسیا سے نکال باہر کیا۔ مس کیتھرین ممفرڈ ہمیشہ عوام اور مظلوم کا حصہ لیتی تھیں۔ شروع سے اپنے عقائد کے مطابق کام کرنے کی جرأت تو موجود تھی ہی۔ انہوں نے اپنے خیالات کا بڑی اچھی طرح اظہار کیا۔ جس سے کانفرنس کے ممبر سخت ناراض ہو گئے اور انہیں تنبیہ کی۔ مگر کیتھرین خارج شدہ لوگوں کی طرفداری برابر کرتی رہیں۔ کیونکہ آپ انہیں راستی پر سمجھتی تھیں۔ اس لئے کانفرنس نے ممبری کا ٹکٹ نہیں دیا۔ یوں گویا کیتھرین ویسلین چرچ سے نکالدی گئیں ✚

(باقی دارد)

کچھ نہ کچھ صورت رکھتا ہے ۔ تقسیم پذیر ہے ۔ سکوت اور رنگ اس میں داخل ہے ۔ لیکن ([illegible]) میں ان میں سے کوئی صفت بھی پائی نہیں جاتی ۔ اور جب پروفیسر ہکسلی صاحب نے یہ دعوے کیا کہ زندگی خود بخود مادہ میں پیدا ہوگئی تو اُنھوں نے بلا دلیل دعوے پیش کیا ۔ کیونکہ آجتک کسی نے ثابت نہیں کیا کہ کسی جگہ کسی صورت میں مادہ سے خود بخود زندگی صادر ہوئی ۔ اور ایسا دعوے تشبیہ عالم کے بھی خلاف ہے ۔ اور اگر خود بخود مادہ سے حیات صادر نہیں ہوئی تو ضرور یہ ماننا پڑیگا کہ کسی فوق العادت فعل کے ذریعہ یہ حیات شروع شروع میں داخل ہوئی ۔

اور ہیگل (Hegel) جیسے فلاسفر یہ مان گئے کہ اگر شروع میں حیات خود بخود یا معمولی فعل الٰہی سے صادر شدہ ثابت نہ ہو تو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ کسی فوق العادت یا غیر معمولی فعل الٰہی سے اس زندگی کا آغاز ہوا اور ڈارون (Darwin) صاحب کی اس رائے سے کہ طبعی انتخاب کے ذریعہ سے خلقت کی مختلف پیدا ہوگئیں ۔ اس اتھاہ گڑھے کو جو ذی حیات اور غیر ذی حیات کے مابین حائل ہے پر نہیں کر سکتے ۔

پروفیسر موصوف اس بات کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب ساری چیزیں بخار یا گیس کی حالت میں تھیں کیا اُس وقت زندگی اُس میں داخل ہوئی ۔ سر ولیم ٹامسن صاحب تو یہی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ کسی بیرونی طبعی چشمے سے یہ زندگی اس جہان میں آئی ۔ لیکن جب یہ علما کہتے ہیں کہ ایک وقت سارے جہان بخار یا گیس کی حالت میں تھے تو پھر ان میں یہ زندگی کیسے آئی ہوگی ۔ ہمارے خیال میں یہ اصحاب دورِ تسلسل میں پھنس جاتے ہیں ۔ لیکن جائے تعجب ہے کہ یہ تو انہیں گوارا ہے ۔ لیکن ساری زندگی کا ایک الٰہی چشمہ ماننا ان کی نازک طبع کے موافق نہیں ۔

ڈارون نے اس امر پر بہت زور دیا ہے کہ طبعی انتخاب کے ذریعہ دنیا میں خلقت کے مختلف اقسام صادر ہوئیں ۔ لیکن جب ہم اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ دو نسلوں کے مخلوط ہونے سے ایسی نسل پیدا ہو جاتی ہے جو آیندہ کو بے ثمر رہتی ہے ۔ جیسے خچر وغیرہ جانوروں کا حال ہے ان کی اولاد آگے کو بڑھ نہیں سکتی ۔ پھر خلقت کی مختلف طبقوں میں انواع اشیا کی ایسی کثرت کیسے پیدا ہوگئی اور آجتک ایسے انتخاب کے ذریعہ سے کوئی بار آور نسل پیدا کر کے اُن عالموں نے نہیں دکھائی اور نہ یہی طبعی انتخاب کے ماننے والے تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا انتخاب صدیوں میں جا کر تکمیل پاتا ہے اس لئے انسان اور اعلےٰ لنگوروں کے درمیان جن سے کہ ان کے خیال کے مطابق انسان نکلا ہے نہ سیڑھی کے کئی زینے درکار ہیں اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ اُن گم شدہ زینوں کی تلاش میں گذر گیا ہے ۔ لیکن آجتک اُن کا سُراغ نہیں ملا اور جو پرانے سے پرانے انسانی فاسل (fossils) ہمکو آجتک ملے ہیں وہ اعلےٰ لنگوروں یا نیہوں

سے کوئی قریبی تعلق ظاہر نہیں کرتے - اور خود
ڈاروں نے ان کی عدم موجودگی پر حیرت ظاہر
کی ہے اور جو سب سے قدیم انسانی فاسل
(Fossil) ہمارے پاس موجود ہے وہ
انسانی کھوپری کے متوسط اندازہ کے مطابق
ہے اور بازو اور ران کی ہڈی کی لمبائی چوڑائی
ویسی ہے جیسے کہ ایک معمولی انسان میں پائی
جاتی ہے اور کھوپری بھی ایسی ہے - جیسے
کوہ قاف کے باشندوں کی ہوتی ہے - اور
ادنے سے ادنے انسان کے دماغ کا وزن
اور جسامت بڑے سے بڑے لنگور کے
دماغ سے دگنا ہے اور انسان کا بے بال
ہونا زندگی قائم رکھنے کی جد و جہد میں نہ صرف
بے فائدہ تھا بلکہ مضر تھا - اور طبعی انتخاب
کی رائے پر اسکی تشریح ہو نہیں سکتی اس لئے
یہ عالم امور واقعی سے مجبور ہو کر یہ مان لیتے
ہیں کہ ہم در حقیقت نہیں جانتے کہ یہ مختلف انواع
و اقسام کے مخلوق کسطرح سے پیدا ہو گئے آیا
کوئی بیرونی طاقت اس میں اپنا کام کر گئی یا
خلقت کی بناوٹ ہی میں کوئی ایسی طاقت
پوشیدہ تھی یا کسی ایک طاقتوں نے ملکر یہ
نتیجہ پیدا کر دیا ✦

اس کیلئے بھی ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ
یہ عالم اتنی لاعلمی کا اقرار تو کرتے ہیں اور کسی
بات کو مسلمہ نہیں ٹھیراتے سوائے ایک بات
کے کہ ہمارا زمانہ باقی سارے زمانوں پر فوقیت
رکھتا ہے ✦

آجکل بعضوں کا یہ دستور العمل ہو گیا
ہے کہ نصف تو اٹکل سے بتاتے ہیں اور پھر
اس کو دو سے ضرب دیدیتے ہیں - اور آجکل
وہی معاملہ ہو رہا ہے کہ نیم حکیم خطرۂ جان و نیم
ملا خطرۂ ایمان - اگر یہ لوگ اسی پر قناعت کرتے
کہ ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں جو ہمارے مشاہدے
میں گذرا ہے - اور قیاس کے طبقے میں چھلانگیں
مارتے تو سچ مچ وہ بہت ہی مفید ثابت ہوتے
اور اپنے ہمعصروں اور پیروؤں کو ہر طرح کے مبالغے
اور اختلاف البیانی سے بچا لیتے - دو مثالیں
اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہونگی ایک
مشہور علم ارض کے عالم (Dana) دانا صاحب
فرماتے ہیں کہ اس زمین پر زندگی کو شروع ہوئے
ہزاروں ملین (Million - ملین دس لاکھ
کو کہتے ہیں) ہو گئے ہیں - لیکن سر ولیم ٹامس اسکا
زمانہ زیادہ سے زیادہ ایکسو ملین (Million)
ٹھیراتے ہیں بالفرض اگر یہ بھی مان لیں کہ پانچسو
ملین (Million) سال پیشتر یہ زمین اور سب
رقیق حالت میں تھے - لیکن اسکا کیا ثبوت ہے ✦

پروفیسر دانا صاحب نے انسان اور
لنگور کے مغز کا تجربی مقابلہ کیا ہے وہ یہ فرماتے
ہیں کہ انسان کا ماقبل حیوانات سے ایسی جلدی کا
نکل آنا جیسا کہ مانا جاتا ہے بہت حیرت خیز اور
تعجب انگیز ہے - اور جب مدعی یہ کہتے ہیں
کہ ہمارے زمانہ کے قریب ہی یہ نسل نکلی ہے
تو اس سے تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے - کیونکہ
بڑے سے بڑے انسان نما لنگور کی کھوپری

کی جسامت صرف ۳۴ مکعب انچ ہے۔ اور اسکے بدن کی ساخت عموماً ایسی ہے کہ وہ سیدھا چلنے کی مدد نہیں اور اونٹے سے اونٹے انسان کی کھوپڑی جو اسوقت موجود ہے ۶۸ مکعب انچ ہے۔ اور اس کے بدن کی ہر ہڈی یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ سیدھا بدن۔ گھٹنے کے لئے بنائی گئی تھی اور ہاتھوں کی ساخت ایسی ہے کہ وہ نہ صرف زمین پر چلنے کے ناقابل ہے بلکہ وہ اعلےٰ استعمال کے لئے بنی ہے۔

پس لنگور اور انسان میں جو فرق بلحاظ کھوپڑی اور مغز کے ہے وہ بہت ہی نمایاں اور متفرق ہے۔ لنگور کی کھوپڑی کا ۳۴ انچ ہونا اور انسان کی کھوپڑی کا ۶۸ انچ ہونا اور ان کے مابین کسی اور درمیانی کھوپڑی اور دماغ کا نہ ملنا جائے تعجب نہ ہو تو کیا ہو۔ جبکہ نصف صدی سے زیادہ تحقیقات کا زور بھی اسی طرف رہا ہو۔

× × × × × × × ×

امتحان نفس

محبت کے بارہ میں

مسیحی مذہب کی خاص تعلیم یہی ہے کہ خدا سے اور انسان سے محبت رکھو۔ مسیحی سیرت میں اعلےٰ صفت محبت ہے۔ باہمی محبت پر جسقدر مسیحی مذہب میں زور دیا گیا ہے کسی اور مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ساری اخلاقی شریعت کا لب لباب یہی ہے۔ مسیحیوں کا خدا بھی محبت کہلاتا ہے۔ اس لئے سب سے بڑھکر مسیحی کا فرض یہ ہونا چاہئے کہ محبت کے بارہ میں اپنے باطن کی جانچ پڑتال کیا کرے۔ کہ آیا میں اس اعلےٰ صفت اور اعلےٰ نیکی میں تو قاصر نہیں اور بار بار اس عبارت پر غور کیا کرے "محبت صابر ہے اور مہربان۔ محبت حسد نہیں کرتی محبت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیں۔ نازیبا کام نہیں کرتی۔ اپنی بہتری نہیں چاہتی جھنجھلاتی نہیں۔ بدگمانی نہیں کرتی۔ بدکاری سے خوش نہیں ہوتی۔ بلکہ راستی سے خوشی ہوتی ہے۔ سب کچھ سہ لیتی ہے۔ سب کچھ یقین کرتی ہے سب باتوں کی برداشت کرتی ہے۔ (۱ قرنتی ۱۳-۴ سے ۷)

اس مقدمہ میں سب سے مقدم اس امر کا دریافت کرنا ہے کہ کیا میرے کسی بھائی کو میرے بارہ میں کچھ شکایت ہے۔ کیا میں نے کسی کو کچھ نقصان پہنچایا ہے۔ کسی کی عصمت میں بٹا لگایا ہے۔ کسی کے دل کو دکھایا ہے۔ کسی میں نااتفاقی کا بیج بویا ہے۔ کسی کو کسیطرح سے بیجا غصہ دلایا ہے۔ اگر کسی قسم کا کچھ قصور ہوا ہو تو ضرور کوئی نہ کوئی میرا شاکی ہے اور مجھے اس کے ساتھ میل کر لینا ضرور ہے۔ وجہ شکایت

کوحتی الامکان رفع کرنا میرا فرض ہے۔ اور
اگر ابتدا میری طرف سے ہوئی ہو۔ تو بمصداق
البادی اظلم میں زیادہ قصوروار ہوں اگرچہ
مابعد دوسرے شخص کا قصور میرے قصور
سے زیادہ بھاری ہوگیا ہو۔ کیونکہ ہمارے
خداوند نے اس کے بارہ میں خاص طور پر
ہمیں آگاہ کیا ہے۔ اُس نے فرمایا۔ اگر تو
قربان گاہ پر اپنی نذر گذرانتا ہو۔ اور وہاں تجھے
یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت
ہے۔ تو وہیں قربانگاہ کے آگے اپنی نذر
چھوڑ دے۔ اور جاکر پہلے اپنے بھائی
سے ملاپ کر تب آکر اپنی نذر گذران۔ پس
اگر میرے قصور کے باعث اور میری ناراضی سے
میرے بھائی کو شکایت کا موقع ملے تو اُس
کو جلد رفع دفع کر دینے کی کوشش کرنی چاہئے
لیکن شاید کسی نے ہمارا قصور کیا ہے
کسی نے ہمارا دل دکھایا ہے۔ کسی سے ہم
ناراض ہوئے ہیں۔ اب ہم کیا کریں۔ کیا ہم
اُس غصہ اور آگ کو اپنے اندر رہنے دیں۔
جب تک کہ وہ شخص آن کر ہم سے معافی طلب
نہ کرے یا پیشتر اُس سے کہ وہ معافی مانگنے آئے
ہم دل سے اُس کو معاف کر دیں۔ دل سے
معاف کرنا نہایت ہی مشکل ہے۔ سزا نہ دینا۔
غصہ کا اظہار نہ کرنا۔ کوئی ظاہرا بدسلوکی بھی عمل میں
نہ لانا آسان ہے۔ لیکن معاف کر دینا۔ دل
کی خلش کو مٹانا اور ہر طرح کی شکایت کو اپنے
اندر سے نکال ڈالنا بہت ہی مشکل ہے۔ بلکہ جب

ہم ظاہرا کسی کے کہنے یا معافی مانگنے پر ہم زبان
سے معافی دیدیتے ہیں۔ لیکن دل سے اس
کو معاف نہیں کرتے۔ اپنے دل میں اس کو
وہی جگہ نہیں دیتے۔ جو قصور کے سرزد ہونے
سے پیشتر ہم دیتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے
کہ انسانی فطرت کس قدر انتقام کیطرف مائل
ہے اور معافی دینے کے مخالف ہے۔ یہ صرف
خداوند ہی کے خاص فضل سے توفیق مل
سکتی ہے کہ ہم دوسروں کے گناہ کو دل سے معاف
کریں۔ ہمارے خداوند کے شاگردوں نے
بھی اس مشکل کو محسوس کیا۔ اُس وقت پطرس نے
پاس آکر اُس سے کہا اے خداوند اگر میرا
بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو میں کتنی دفعہ اسے
معاف کروں۔ کیا سات دفعہ تک۔ یسوع نے
اُس سے کہا۔ میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات
دفعہ بلکہ سات دفعہ کے ستر گنے تک۔ اور
آگے چلکر ظاہر کر دیا۔ کہ جو شخص اپنے قصوروں پر
غور کریگا جنکو خدا مسیح کے وسیلے سے بخشدیتا
ہے۔ تو وہ دوسروں کے معدودے چند قصوروں
کو دل سے معاف کرنے کے لئے تیار اور
آمادہ ہوگا۔ اور وہی شخص خداوند کی دعا کو سچے
دل سے استعمال کر سکیگا۔ کیونکہ وہاں یہ
صاف آتا ہے "ہمارے قصوروں کو معاف
کر کہ ہم بھی اپنے قصورواروں کو معاف کرتے
ہیں"۔ لیکن ناشکرگزار اور احسان فراموش شخص
معاف کرنے کے لئے نہیں بلکہ سخت انتقام کیلئے
آمادہ ہوگا۔ اے دل اس معاملہ میں تیرا کیا

حال ہے۔ خدا کے سامنے تو کیا جواب دیگا۔
کیا میرے لئے یہ کہہ سکے گا کہ میں نے دل
سے اپنے بھائی کے قصور معاف کر دیئے
ہیں۔ مسیحی شخص سے تو اس سے بھی زیادہ طلب
کیا جاتا ہے " جو تمہیں ستاتے ہیں اُن کیواسطے
برکت چاہو۔ برکت چاہو۔ لعنت نہ کرو . . . .
بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ سے
بدی پر غالب آؤ (رومیوں ۱۲-۱۴ و ۲۱)

علاوہ ازیں محبت کے خلاف چند ایک
رغبتیں ہمارے اندر پائی جاتی ہیں۔ جن کا مقابلہ
ہمیں کرنا چاہئے۔ اس لئے اکثر ہم امتحان لیں
کہ کیا میں اُن رغبتوں پر غالب آنے کی جد و
جہد کر رہا ہوں یا نہیں۔ مثلاً رشک جو کبھی
کبھی حسد کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہے ہمارے
اندر پایا جاتا ہے۔ دوسرے کی ترقی اور بہبودی
کو دیکھکر ہم جلنے لگ جاتے ہیں۔ اور اُس کی
تخریب کے درپے ہوتے ہیں۔ خواہ ہمارا ہی
نقصان ہو۔ لیکن دوسرے کو فائدہ نہ پہنچے
چنانچہ حال ہی میں سننے میں آیا کہ ایک مشنری
صاحب ایک مسیحی شخص کو ڈیلیگیٹ کے طور پر
کسی کانفرنس میں بھیجنا چاہتے تھے لیکن ایک
دوسرا مسیحی اس کے مخالف تھا اور اُسکی بجائے
خود جانا چاہتا تھا۔ مشنری صاحب نے فرمایا۔
اچھا میں تم دونوں میں سے کسی کو نہیں بھیجتا
ایک اور شخص کو بھیجونگا۔ اب وہ دونوں شخص
خوش ہو گئے اور کہنے لگے۔ کچھ مضائقہ نہیں
کہ میں نہیں گیا۔ میں نے فلاں کو تو جانے
نہیں دیا۔ کیا افسوسناک حالت نہیں +

کوّوں سے ہمیں سبق لینا چاہئے کہ جب
کوئی ٹکڑا اُن کیطرف پھینکتا ہے تو وہ کائیں
کائیں کرکے اور کوّوں کو قرب و جوار سے
جمع کر لیتے ہیں۔ البتہ کتوں کا یہ خاصہ ہے کہ
وہ ہڈی پر لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے
کو بھونکتے اور کاٹتے ہیں۔ چاہئے تھا کہ خدا کے
فرزندوں کا نمونہ سب پکڑتے نہ کہ ان کو یہ
یاد دلانا پڑتا کہ تم جانوروں اور حیوانوں سے
سبق سیکھو۔ ایک دفتر میں ایک مسیحی اچھے عہدہ
پر ملازم تھے انہوں نے ایک دوسرے مسیحی کو
بھی سفارش کرکے اُس دفتر میں ملازم کرا دیا۔
اب وہ صاحب فرماتے ہیں کہ اُس نے ایسا
ناک میں دم کیا اور ہر طرح سے میری بیخ کنی
کا ساعی ہوا۔ اور جبتک اُس کی تبدیلی نہ ہوئی
آرام نہ ملا۔ اور کچھ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ
دیسی مسیحیوں کے گھروں میں دیسی مسیحی ملازم اکثر
نہیں ہوتے۔ اور دیسیوں کی ماتحتی دیسیوں
کو پسند نہیں ہوتی۔ مجھے یاد ہے کہ بٹالہ بورڈنگ
میں جب اعلیٰ میز (High Table)
جاری ہوا۔ جس پر پرنسپل اور مسیحی استاد اکٹھے
بیٹھکر کھانا کھایا کرتے تھے تو برتن صفا کرنیوالے
نوکر بڑے ناراض ہوتے اور پرنسپل صاحب سے
شکایت کی کہ ہم دیسیوں کے آگے کے برتن
صاف نہیں کرینگے" ہم بیجا فخر کرکے نہ ایک دوسرے
کو چڑائیں نہ ایک دوسرے سے جلیں " (گلتیوں
۵: ۲۶) +

جارج ملر مقیمی برسٹل

خدا کا لگایا ہوا درخت

اب وقت آگیا تھا کہ بوستان حکمت الٰہی کا یہ نخل جسے خدا نے اپنے فضل اور روح پاک کی آبیاری سے سینچا تھا اپنا پھل دیکر خدا کے کام بجز نظام کا جلال ظاہر کرے ؛

پس ۲۰ - فروری ۱۸۳۴ء کو جارج ملر نے خدا کی ہدایت سے اُس کام کو شروع کیا جو چند دن کے بعد افادہ عام اور رفاہ انام کا ایک عجیب وسیلہ ثابت ہوا - یعنی اُس نے "سکرپچر نالج انسٹیچوٹ" کی بنیاد ڈالی - یہ کام بھی اُس نے اپنے معمول کے مطابق بہت سی دعا و مناجات اور اپنے ارادات و خواہشات کے امتحان اور بہت سے انتظار کے بعد شروع کیا ؛

اگر ہم اس جگہ اُن وجوہات کو اور نیز اُن اصولوں کو مختصر طور پر قلمبند کریں - جن کے سبب سے اُس نے اس عظیم الشان کام کو ہاتھ لگایا - تو خالی از فائدہ نہ ہوگا - یوں تو آگے بھی بہت سوسائیٹیاں موجود تھیں - جن کے وجود اور ہستی کا مقصد یہ تھا کہ مشنری خدمات کو فروغ حاصل ہو - ٹرکٹ بانٹنے کے کام کو ترقی دیجائے اور مسیحی مدارس کی خدمات عروج تک پہنچائی جائیں ؛

اگر مسٹر کریک اور جارج ملر چاہتے تو انہیں میں سے کسی کے ساتھ ملکر کام کرسکتے تھے مگر اُن دونوں کے دل میں یہ خیال جاگزین تھا کہ جو کچھ کیا جائے وہ خدا کی اُس مرضی معلومہ کے نامطابق نہ ہو - جس کا انکشاف کلام اللہ میں صاف صاف طور پر ہوچکا ہے - کیونکہ جب کبھی اُس سے خلاف ورزی اختیار کی جاتی ہے تو برکت کا وجود کالعدم ہوجاتا ہے وہ دیکھتے تھے کہ بعض بعض سوسائیٹیاں ایسی ہیں جو کلام الٰہی کے برخلاف تو نہیں ہیں مگر اُس سے پوری پوری مطابقت بھی نہیں رکھتی ہیں - مثلاً وہ سوسائیٹیاں جو اس غرض کے لیئے قائم کی گئی ہیں کہ اسی زمانہ میں دنیا مسیحی ہوجائے - اُن کے نزدیک کلام الٰہی کی تعلیم پر پورے پورے طور پر مبنی نہ تھیں کریک صاحب اور ملر صاحب کے نزدیک کلام کی رو سے یہ زمانہ کلیسیا کو دنیا میں سے بلانے کا زمانہ ہے نہ کہ دنیا کو کلیسیا میں بھرتی کرنے کا - پس وہ خیال کرتے تھے کہ اس قسم کی تجویزوں کو قائم کرنا نہ صرف کلام ربانی کے برعکس ہی ہے بلکہ خدا کے بندوں کو مایوس اور بیدل اور خدا کو جھوٹا ثابت کرنیکا ایک باعث ہے - یعنی جب نتیجہ مطلوبہ جس کا وعدہ کلام میں نہیں پایا جاتا پورا نہ ہوگا تو ماننے والوں کے دل آپ ہی آپ ناکامی کو دیکھکر

ٹوٹ جائینگے اور خدا جو صادق القول ہے
بیوفا ثابت ہوگا۔

علاوہ ازیں وہ یہ بھی دیکھتے تھے۔ کہ
موجودہ سوسائیٹیاں دنیا کے ساتھ ایسا
رشتہ رکھتی ہیں جو انہیں رکھنا نہیں چاہیئے
مثلاً بجائے اس کے کہ وہ اُس سے علیحدہ
ہوں ۔ وہ اُس سے شیر و شکر کی طرح ملی ہوئی
ہیں۔ جو شخص مقرری چندہ ادا کر دیتا ہے
وہ سوسائٹی کا ممبر بن سکتا ہے ۔ بلکہ ڈائرکٹر
بھی ہو سکتا ہے ۔ یوں اُسے ہر معاملہ کی
انجام دہی کے متعلق تقریر کرنے اور رائے
دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے ۔ وہ دیکھتے
تھے کہ روپیہ جمع کرنے کے لئے ایسے
وسائل استعمال کئے جاتے ہیں جو نوشتوں
کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے ۔ مثلاً غیر
مسیحیوں یا بیدینوں کے پاس زر کی خاطر
اپلیں بھیجی جاتی ہیں۔ اور اس بات کو کوئی
خیال میں نہیں لاتا کہ جس شخص سے روپیہ
مانگا جاتا ہے وہ کیسا شخص ہے مسیحی ہے یا
نہیں ہے ۔ اس بات کی کوششیں کیجاتی
ہیں کہ بڑے بڑے امرا اور ذی احتشام عام
کی پٹرونیج (سرپرستی) حاصل کیجائے ۔ اور
جب کبھی اس قسم کے لوگ مل جاتے ہیں
تو کرسی صدارت اُن کے حوالے کیجاتی ہے
ماسوائے اس کے اپنا کام چلانے کیلئے
سوسائیٹیاں اکثر مقروض بھی ہو جاتی ہیں
اس قسم کی سب انتظامی باتیں کریک اور
ملر کی نظر میں خدا کے کلام کے اسقدر برخلاف
تھیں کہ وہ ضمیر کی صفائی کے ساتھ اِن کی
پیروی نہیں کر سکتے تھے ۔ پس وہ یہ یقین رکھتے
تھے کہ جو کام ہم نے شروع کیا ہے ۔ اگر وہ
بائبل کی روح اور ہدایات کے مطابق کیا گیا
تو اُس سے بہت اچھے روحانی نتائج پیدا
ہوں گے ۔

اب جن اصولوں کی پابندی انہوں نے
اختیار کی اُن میں سب سے مقدم اور اول یہ
تھا کہ کلام الہٰی میں جو حدود مقرر کئے گئے ہیں
اُن سے کبھی تجاوز نہ کیا جائیگا ۔ ان کا یہ
اعتقاد تھا کہ اگر اس اصول کی پیروی وفاداری
سے کی گئی تو اس سے ہمیں دعا مانگنے کی جرأت
حاصل ہوگی اور یہ یقین بھی دل میں پیدا ہوگا ۔
کہ ہماری محنت رائگاں نہیں جائیگی ۔ علاوہ
بریں وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ یہ جو کام جو انہوں
نے شروع کیا تھا وہ بذات خود زندہ خدا کی
ہستی اور حکمت پر ایک گواہی ہو ۔ اور نیز ایمانداروں
کے لئے ایک شہادت کا کام دے ۔ کہ وہ اُن
کے مقابلہ میں موجودہ ناجائز طریقوں کو جو مروج
ہو رہے ہیں دیکھیں اور اس بات سے ہمت
حاصل کریں کہ جب اُن باتوں کی پیروی وفاداری
سے کی جاتی ہے ۔ جو خدا نے جائز ٹھہرائی ہیں
تو پھل آپ ہی آپ پیدا ہو جاتا ہے ۔ پس ۵
مارچ سنہ ۱۸۳۴ء کو ایک پبلک میٹنگ کے وقت
انہوں نے حاضرین کو اپنے ارادے سے
مطلع کیا ۔ اور ساتھ ہی اُس کے مقاصد اور

قواعد بھی اُنھیں پڑھ سنائے وہ حسب ذیل ہیں:-

۱- ہر ایماندار کا فرض اور حق ہے کہ وہ مسیح کے کام اور بادشاہت کو ترقی دے ॰

۲- نہ دنیا کی مدد کی تلاش کیجائے اور نہ اُس پر کسیطرح کا انحصار کیا جائے۔ اور نہ اُس کی تائید میں کچھ کہا جائے ॰

۳- اس انسٹیچوٹ کی احتیاج کی مرافقت کے لئے اُن لوگوں سے نہ روپیہ مانگا جائیگا جو مسیح یسوع پر ایمان نہیں رکھتے ॰

۴- خداوند کے کام کی انجام دہی کے لئے نہ قرض لیا جائے گا اور نہ قرض لینے کی اجازت دیجائیگی ॰

۵- کامیابی کا اندازہ نہ لوگوں کے شمار کی کثرت سے اور نہ روپیہ کی افراط سے کیا جائے گا ॰

۶- اُن باتوں سے جن کے سبب سے صداقت میں فرق آئے۔ یا خدا کے کاموں پر گواہی دینے میں خلل پیدا ہو۔ اجتناب کیا جائےگا ॰

یہ اس انسٹیچوٹ کے اصول و قواعد تھے اور ان سے بخوبی ظاہر ہے کہ (اول) انھوں نے خدا کے کلام کو سب باتوں میں اپنا مشیر ٹھیرایا اور (دوم) اُس برکت پر جو دعا کے جواب میں نصیب ہوتی ہے تکیہ کیا -

مقاصد اس انسٹیچوٹ کے یہ تھے ॰

۱- روزانہ سکول اور سنڈے سکول اور بالغوں کے سکول قائم کئے جائیں یا اُن کی مدد کی جائے - مگر اُن میں وہی لوگ کام کریں جو مسیح یسوع کو دل و جان سے مانتے ہیں - اور جو تعلیم ان سکولوں میں دیجائے وہ سراپا خدا کے کلام کے اصولوں کے مطابق ہو ॰

۲- جہانتک رسائی ہو سکے پاک نوشتے کامل بائبل کی صورت میں یا حصص کی صورت میں جا بجا تقسیم کئے جائیں ॰

۳- اُن مشنری کوششوں کی تائید اور ایسے کارندوں کی مدد کیجائے جو خداوند کے تاکستان میں کام کرتے ہیں - جن کا کام بائبل کی بنا پر قائم ہے اور جو اپنی پرورش کے لئے فقط خداوند کیطرف دیکھتے ہیں ॰

اس قسم کے کام کو ایسے وقت اور ایسی وسعت کے ساتھ شروع کرنا بڑے ایمان کا کام تھا - کیونکہ جو کام وہ اس سے پیشتر کر رہے تھے وہ اُن کے وقت اور اُن کی طاقت کے لئے کافی تھا - مگر اس کے علاوہ اسوقت اور مشکلات بھی درپیش تھیں جو اتنے بڑے کام کو ہاتھ لگانے کی مطلق اجازت نہیں دیتی تھیں - مثلاً مسٹر ملر کے جرنل میں اسوقت کے متعلق یہ الفاظ پائے جاتے ہیں "ہمارے پاس اسوقت صرف ایک شلنگ (۱۲ آنہ) باقی ہے" (...) میں شک نہیں کہ اگر اسوقت خالی بٹوے کو چھوڑ کر اُس خداوند پر جس کے خزانہ میں کبھی زوال نہیں آتا - اُس کی آنکھیں نہ لگتیں تو وہ کبھی ایک قدم بھی آگے نہ

اٹھاتے ہیں۔

ہاں یہ خدا ہی کی حکمت کا ایک کام تھا کہ اس ہمدرد چرچ کی ناداری میں سے اُسکے فضل اور فیاضی کی دولت کے خزائن ظاہر ہوں۔ اُس کو یہی پسند آیا کہ اُس کا کام ایسے وقت شروع کیا جائے جب اُسکے خادم نہایت تنگ دست اور کمزور تھے تاکہ اُس کے رحم اور حکمت کے نخل کے عظیم قد و قامت سے جو چند عرصہ کے بعد عیاں ہوا۔ یہ ثابت ہو کہ وہ انسان کے ہاتھ کا نہیں۔ بلکہ خدا کے دہنے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے اور یوں اُس کا وعدہ جو ذیل میں درج ہے اس نادر کام کی تاریخ میں پورا ہو۔ "میں خداوند اُس کی حفاظت کرتا ہوں۔ میں اُسے ہر دم سینچتا ہوں۔ تا نہ ہو کہ اُسے کچھ صدمہ پہنچے۔ میں رات اور دن اُس کی خبرداری کرتا ہوں" (یسعیاہ ۲۷: ۳)

اب ہم اس نئے انسٹیچوٹ کی ضرورت اور احتیاط کی نسبت خواہ کچھ ہی کہیں۔ ایک بات روز روشن کیطرح صاف ہے اور وہ یہ ہے کہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ لیکن یہ انسٹیچوٹ اب تک اپنی بنیاد پر قائم کھڑا ہے۔ اور اُس کی ترقی اور فوائد اس قدر وسیع ہیں کہ اُن کا خیال بھی کبھی اس کے بانیوں کے خواب میں نہ آیا تھا۔ اور پھر یہ بھی غور طلب بات ہے۔ کہ جن اصولوں پر اس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اُن میں سے ایک بھی اب تک ترک نہیں کیا گیا۔ انہوں نے فقط زندہ خدا کو اس کا معاون اور مددگار سمجھا۔ اور فقط دعا کو اپیل قرار دیا۔ ان دونوں باتوں کے زیر سایہ اس انسٹیچوٹ نے ایسی بیرون از قیاس ترقی کی کہ لوگ حیران ہیں۔ جو کام اس نے کیا ہے اور جو فائدہ اسنے پہنچایا ہے اُس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے۔

× × × × × × × × × ×

ایک نیا نبی

روم کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ قصبہ گنوزہ میں ایک عجیب اور انوکھا نبی وارد ہوا ہے۔ اس کا نام گاسے تونا ہے اور پہاڑ کی ایک غار میں رہتا ہے۔ روایت ہے کہ گاسے تونا کی شکل بڑی موثر ہے اسکی پوشاک یوحنا اور الیاہ کیطرح ہے۔ اسکے لمبے اور سفید بال ہیں اور دراز ریش ہے۔ باوجود اس سن و سال کے وہ ایک قوی اور خوش تقریر ہے۔ اسکی خوراک جنگل کی جڑی بوٹی ہے۔ گاسے تونا کا دل چاہتا ہے کہ اسکے معتقد اس سے میل جول نہ رکھیں۔ اسی غرض سے یہ شہر کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتا ہے تاکہ لوگ اس کا تعاقب نہ کریں۔ ضعیف الاعتقاد کسانوں کا اعتقاد ہے کہ وہ اُڑ کر اپنے مقام پر جا حاضر ہوتا ہے۔ جہاں پا پیادہ جانا مشکل ہے۔ اس کے شاگردوں نے اسکی طاقت کے بارہ میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ تقریباً چھ آدمی جبکہ اسکی مانند اُڑنے کی کوشش کر رہے تھے ایک گھاٹی میں گر پڑے ایک تو وہاں سے مر گیا اور دوسرے ساتھیوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ حکام بالا نے سپاہیوں کا ایک جتھا بھیجا کہ گاسے تونا کو گرفتار کر لائیں کہ وہ خطرناک آدمی ہے لیکن سپاہی بھی اُس غار تک نہ پہنچ سکے

ولیم مرڈک

اُس کی زندگی اور ایجادات

انصاف اس میں ہے کہ جن سے ہمیں
بیش بہا فائدہ پہنچا ہو۔ اُن کی یاد ہمارے
دلوں میں قائم ہو۔ (قول ڈاکٹر جانسن)

شائستگی کا آغاز مفید ہنروں اور اسباب
کی دریافت کا نام ہے۔ جس سے کہ لوگوں کو
مال اور دیگر سامان آسائش مہیا ہو۔ ان اسباب
کو قائم رکھنے کی خواہش سے ضرورت پیدا
ہوتی ہے۔ کہ قانون وضع کئے جاویں۔
اور قومی انسٹیٹیوشن مقرر کئے جائیں۔ حقیقت
میں قومی ترقی کی بنیاد اور ابتداء سے مختلف
مشینوں اور کلوں کی ایجاد کا نام ہے۔
(قول سر [illegible])

گذشتہ صدی کے وسط میں سکاٹلینڈ
ایک غریب ملک سا تھا۔ اُس میں صرف پہاڑ
اور بنجر زمین ہی پائی جاتی تھی۔ اور زراعت
بہت کم تھی۔ چنانچہ ۱۸۰۳ء سنہ ایک [illegible]
میں یوں لکھا ہے کہ سکاٹلینڈ کی حالت
ایک ویرانے سے کچھ بھی بہتر نہیں ہے۔ [illegible]
بہت مشکل سے گذارہ کر سکتے ہیں۔ لوگ فاقہ
کشی کی حالت میں تھے۔ گویا قوم کی قوم امید
سے خالی مصیبت زدہ سرگرمی سے بے بہرہ
تھی۔ اُن کی ٹھیک وہی حالت تھی۔ جیسی کہ
آئرش لوگوں کی اُن کی ابتری کے زمانے
میں۔ زیادتی کے سبب ملک میں کسی قسم کی
حرکت اور ہنر اور مال نظر نہ آتا تھا۔ اور
چونکہ تمام ملک پسماندگی کی حالت میں تھا۔
مختلف شہروں کے درمیان آمدورفت کی سبیل
موجود نہ تھی۔ اور جو تھی وہ بھی نہ ہونے کے
برابر تھی ٭

اس ابتری کے موجب کی نسبت مختلف
رائیں تھیں۔ بعضوں کا خیال تھا۔ کہ یہ ابتری
انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ کے اتحاد کا نتیجہ ہے
چنانچہ ایک صاحب بنام فلیچر نے اس بات
کے ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اور
حب الوطنی کے جوش میں آکر اپنی قوم پر
اپنے ملک کی ابتری کے ظاہر کرنے میں کمی
باقی نہ رکھا۔ پر قوم نے اس کے ساتھ
اتفاق نہ کیا۔ بعض خلاف ازیں یہ رائے رکھتے
تھے۔ کہ قوم کو اس ابتری اور مصیبت سے
دور کرنے کی خود ہی کوشش کرنی چاہئے
کیونکہ ابھی تک قوم میں بہتر ہونے کے آثار
پائے جاتے ہیں۔ اور لوگ باوجود غربت کے
مضبوط اور قابل کار ہیں۔ اور گو سردی کی
اس ملک میں شدت ہے اور ویران حصہ بہت
زیادہ ہے بایں ہمہ زراعت بڑھ سکتی ہے۔
چنانچہ اس کے مطابق ملک کی حالت کو بہتر

بنانے کے لئے مجلسیں قائم ہوئیں۔ تجویزیں پیش کی گئیں۔ اور اُن پر عمل درآمد ہونا شروع ہوا۔ چند سرکردہ زمینداروں نے ملکر ایک ترقی زراعت کی مجلس قائم کی۔ انہوں نے پٹہ کاشت کی میعاد کو ایزاد کر دیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ محنتی اور ہوشیار مزارعان کو ترقی زراعت اور ترقی حیثیت اراضی کے لئے ایک مستقل دلچسپی حاصل ہو گئی۔ اور دوسرے اضلاع میں بھی اس کے دیکھا دیکھی زراعت پھیل گئی۔ زراعتی بنک مقرر ہو گئے سڑکیں تیار ہو گئیں تجارت اور آمد و رفت ہر قسم بڑھنے لگی۔ تعلیم تو پیرش سکولوں کے ذریعے خاصی ہو رہی تھی۔ اس لئے لوگ ان ترقیات سے بہت جلد بہرہ ور ہونے لگ گئے۔ سستی اور بیکاری آہستہ آہستہ معدوم ہو گئی۔ اور اُس کی جگہ چستی اور چالاکی ہر قسم کی محنت اور آمد و رفت کے بڑھنے کے باعث ترقی پذیر ہو تی گئی ✤

اسی اثنا میں ذہین اور تعلیم یافتہ لوگ تعلیم کی اشاعت میں مشغول رہے۔ شہر گلاسگو کے بلیک اور روبنس صاحبان مسٹر جیمس واٹ کے متقدمین سے۔ جن کی خاص ایجاد بنام سٹیم انجن نے کاروبار کی دنیا میں تھلکہ مچا دیا۔ ایسے تھے۔ کہ جس کی مثال اس سے پہلے دیکھنے میں نہ آئی تھی اس ایجاد کا خیال واٹ صاحب کو اس وقت سوجھا تھا۔ جب وہ گلاسگو کی یونیورسٹی میں ایک پورا نے آلہ بنام نیوکامن پر تجربہ کر رہا تھا۔ اس اثنا میں مسٹر روبک صاحب نے اُسے ایک سٹیم انجن بنانے کیلئے کہا۔ لیکن اس ارادے کی تکمیل بوجہ روپیہ کے نہ ہونے اور تجربہ کی کمی کے نہ ہو سکی۔ واٹ صاحب کی اس تجویز کی پوری تکمیل اسوقت ہوئی۔ جبتک کہ فیاض میتھیو بولٹن صاحب مقیم برمنگھم نے روپیہ سے اور دیگر امداد ہر قسم سے جرأت نہ دلائی۔ اور بارہ سال کی لگاتار محنت اور کوشش کے بعد اس سٹیم انجن کا گویا آغاز ہی ہوا۔ جیسے روئی کے کارخانے والوں نے بمشکل تمام کام میں لانا شروع کیا۔ اس ایجاد کی تاریخ کے متعلق واٹ صاحب کا نام سب سے مقدم ہے۔ وہ تو گویا اس کا موجد تھا۔ اور دوم درجہ پر بولٹن صاحب کا نام ہے۔ جس نے اُسے ترقی دی اور کام میں لاکر قابل استعمال بنایا۔ مرڈک صاحب کا نام سوم درجہ پر ہے۔ اس صاحب نے اس ایجاد کو مکمل کیا۔ اور اس میں بہت سی اور بھی خوبیاں ایزاد کر دیں ✤

ولیم مرڈک ۲۱۔ اگست ۱۷۵۴ء میں ایخینلک ضلع کے پیرش کے مقام بلیومل میں پیدا ہوا۔ اُس کا باپ بنام جان کارخانے کا کام کرتا تھا۔ اور کچھ کسانی بھی کیا کرتا تھا۔ اُس کی ماں کا نام مس بروس تھا۔ وہ ہمیشہ اس بات پر فخر کیا کرتی تھی۔ کہ میں رابرٹ بروس اسکاٹ لینڈ کے مخلص کی نسل سے ہوں۔ مرڈک خاندان کے لوگ اس گردونواح

میں بہت سے تھے۔ اور اس خاندان کا نام شمالی انگلستان کی خانقاہوں اور گرجاؤں کی تعمیر کے متعلق مشہور ہے۔ کچھ اُن میں سے مشینوں کی ایجاد کے باعث بھی نامور ہوئے ہیں۔ لیکن زیادہ تر اُن میں سے کسان ہی تھے +

اس خاندان میں سے جان مرڈک مشہور گذرا ہے۔ جو برنس شاعر کا پہلا استاد تھا برنس چھ سال کی عمر میں اُس کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ وہیں اُس نے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ پھر جب مرڈک صاحب اپنا سکول دوسری جگہ تبدیل کرکے لے گئے برنس کی عمر اُسوقت پندرہ سال کی تھی۔ وہ بھی اُس کے ساتھ رہائش کرنے کے لئے اُسجگہ چلا گیا ایک خط میں مرڈک صاحب یوں لکھتے ہیں :۔ ۱۷۷۳ء میں رابرٹ برنس میرے پاس پڑھنے کو آیا۔ انگریزی گرامر اُس نے پڑھ لی۔ اُس کا ارادہ تھا۔ کہ پھر اپنے گھر جاکر اپنی بہنوں اور بھائیوں کو سکھاوے۔ اس وقت وہ رات اور دن میرے ساتھ سکول میں رہتا تھا۔ کھانا بھی میرے ساتھ کھاتا تھا۔ اور جہاں کہیں میں جاتا تھا۔ میرے ساتھ ہوتا تھا۔ مرڈک صاحب لڑکے کو کتابیں دیا کرتے تھے اور اس طرح اُس کی علمی ترقی کی امداد کرتے تھے۔ برنس نے بہت جلدی انگریزی گرامر سیکھ لی۔ اور فرنچ اور کچھ لاٹینی بھی پڑھ لی۔

کچھ دنوں بعد مرڈک صاحب لنڈن میں چلے گئے۔ اور ٹیلر یڈ صاحب کو انگریزی پڑھانے لگے یہ اسکاٹ لینڈ سے آکر یہاں آبسا تھا۔ اپنے پورانے شاگرد کی عزت اُس کی نظروں میں روز افزوں بڑھتی گئی۔ کیونکہ برنس کی شاعری میں اُس کے وطن مالوف کے خوشنما نظاروں کی تشریح تھی۔ بیلوبل اُس جگہ واقعہ ہے۔ جہاں دریا سے بیلو دریا سے لوگر سے جا کر ملتا ہے۔ برنس کی ایک نہایت ہی عمدہ غزل اسطرح شروع ہوتی ہے :۔

"اُن پہاڑوں کے پیچھے جہاں لوگر دریا بہتا ہے"

ولیم مرڈک کے ایام طفلی گویا اس نظارہ گاہ میں گذرے تھے۔ لڑکپن کیحالت میں وہ اپنے باپ کی گائے دریائے بیلو کے کنارے چرایا کرتا تھا اُسوقت کھیتوں کی باڑیں نہ ہوا کرتی تھیں مویشیوں کی چرائی کے وقت نگرانی ضروری تھی۔ ابھی تک وہ جگہ موجود ہے۔ جہاں اس دریا کے کنارے ایک چٹان میں اُس نے مربع نما کمرہ کھود کر بنایا ہوا تھا۔ اور اُسکو ٹیلے کے باریک ٹکڑے جو اُسے بلیک بینڈ آئرن سٹون کے اوپر ملتے تھے۔ جلایا کرتا تھا یہ سکاٹلینڈ کی نامکمل صنعت تھی۔ کیونکہ سکاٹلینڈ میں لوہے کی تجارت میں اسکے بعد ایک صدی تک ترقی نہ ہوئی۔ اس چھوٹی سی غار میں جسکا ذکر ہوا ہے۔ بھٹی اور دھواں نکلنے کا رستہ سب کچھ مکمل تھا۔ ممکن ہے کہ اسجگہ اول اول اُسکے دل میں یہ خیال سمایا ہو۔ کہ گیس سے بھی روشنی دستیاب ہوسکتی ہے + (باقی دارد)

دیسی مسیحیوں کی موجودہ حالت

ناول کے پیرایہ میں

ساتواں باب

ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں اُس نقشہ سے جو باب ماقبل میں پیش کیا گیا ہے یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ وہ تمام مسیحی خواتین اور نوعمر لڑکیوں کی ایک عالمگیر تصویر ہے۔ اگر ممکن ہوتا تو ہم اس مضمون کو کبھی ہاتھ نہ لگاتے۔ مگر مسیحی کی سرگزشت کے ساتھ یہ تمام واقعات ایسے وابستہ ہیں کہ ان سے پہلوتہی کرنا ناممکن ہے۔ سوشل مضامین پر لکھنا بہرحال ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ مگر جب اتفاق سے فیر سکس کے متعلق کچھ لکھنے کا موقع آن پڑتا ہے تو یہ کام ہزار ہا درجہ اور مشکل ہو جاتا ہے انسان کیا شاید منشی فلک کے ہاتھ سے بھی ڈر کے مارے قلم چھوٹ جاتا ہے۔ اور اگر کبھی کسی نے کچھ لکھدیا تو لاکھوں صلواتیں سُنیں۔ تعجب نہیں کہ باب ماقبل کو پڑھکر کئی کرمفرما لیڈیاں چراغ پا ہوئی ہوں۔ کئی ایک نے یہ کہکر کہ اگر کوئی جنٹلمین ہوتا تو کبھی لیڈیز کی نسبت ایسا نہ لکھتا، ہمیں حلقۂ جنٹلمینی سے خارج کر دیا ہو۔ خیر اس کی ہمیں چنداں پرواہ نہیں۔ ہمارا مقصود اظہار راستی ہے۔ تاہم اتنا کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ مسیحی خواتین کی عزت کا جو خیال ہمارے دل میں ہے۔ اُس سے بڑھکر اور کسی کے دل میں نہ ہوگا۔ ہم یہ الفاظ آنسو پونچھنے کے لیئے نہیں لکھتے۔ ہم ایک حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ ہیں جو کچھ ہم نے پچھلے باب میں رقم کیا اُس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ ہم مسیحی سوسائٹی کو مضحکہ میں اڑائیں۔ بھلا وہ سوسائٹی جو مسیحی صداقتوں کے رنگ سے رنگین تمسخر میں اڑائی جا سکتی ہے۔؟ اگر کسی مذہب نے کبھی کسی سوسائٹی کو محاسن و محامد کے زیور سے آراستہ کیا ہے اور خصوصاً عورات کی سیرت کو اوصاف حمیدہ سے پیراستہ کیا ہے تو وہ مسیحی مذہب ہے۔ اگر کسی کو یہ دیکھنا منظور ہو کہ عورت میں جو خداداد خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ کہاں جلوہ گر ہیں۔ تو مسیحی سوسائٹی میں آئے۔ یہاں وہ دیکھے گا۔ کہ سیرت کی وہ مضبوطی جسے کوئی آزمائش جنبش میں نہیں لا سکتی اُس نازکی کے ساتھ کیسی خوبصورتی سے ہم آشیاں ہے جو زہرہ جبینوں اور پری جمالوں کی ہر ادائے معشوقانہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ یہاں وہ دیکھے گا کہ وہ نزاکت جو باد مخالف کے کمزور سے جھونکے سے پھول کیطرح کملا جاتی ہے ضرورت کے وقت کیسی جوانمردی سے اپنی صلیب اٹھاتی ہے کہ اُس کی ہمت مردانہ کے سامنے بڑے بڑے بہادر جھجک رہ جاتے ہیں۔ یہاں وہ دیکھے گا کہ وہ جو فارغ البالی اور مرفہ الحالی [illegible]

میں خوبصورت کپڑوں اور خوشنما زیوروں کے
سوائے اور کسی چیز پر دھیان نہیں لگاتی ہیں
موقع پر ایسی قانع ایسی صابر بن جاتی ہیں ۔
کہ اُن کے صبر و استقلال کو دیکھکر بڑے بڑے
تابکان دنیا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے
ہیں ۔ باوجود اُس طرز معاشرت کے جو ہر دو جنس
کے باہمی اختلاط و ارتباط کو روا رکھتی ہے دامن
عصمت کا بے داغ رہنا ۔ باوجود اُس علم و ہنر
کے جو تعلیم نسواں کے بے قید طریقوں کے
وسیلے مسیحی خواتین کے حصہ میں آیا ہے ۔ اور
فروتنی کا اپنی جگہ پر قائم رہنا اور کبر و نخوت کا
نزدیک نہ آنا ایسے امور ہیں جو سیرت یا خصلت
کی خوبی اور مضبوطی کے شاہد ہیں اس میں شک
نہیں کہ اگر وہ آزادی ۔ وہ علم ۔ وہ تہذیب جو
مسیحی عورتوں کو حاصل ہے ایسی عورتوں سے
پلے پڑ جائے جو مسیحی اخلاق اور آداب سے
ناآشنا ہیں تو قیامت ہی بپا ہو جائے ۔ یہ ہے
ہمارا خیال مسیحی مستورات کی نسبت ؞

مگر باوجود اس اعلےٰ خیال کے ہم اس
بات کا بھی انکار نہیں کر سکتے کہ مسیحی سوسائٹی
کے اندر وہ طبیعت اور وہ مزاج عنقا نہیں ہے
جو کوتہ اندیش عشرت پسند مس تھارنٹن کی باتوں
سے مترشح ہے ۔ اُس تعلق کے سبب سے
جو یہ نوجوان لڑکی ہیری کی داستان کے ساتھ
رکھتی ہے ۔ ہمیں پچھلے باب میں وہ کچھ کہنا پڑا
جو ہم نے کہدیا تاکہ دو تین زندگیوں کے باہمی
مقابلہ سے یہ راز کھل جائے کہ سیرت کسطرح
عجیب عجیب اقسام کے سانچوں میں ڈھلکر
پختگی پیدا کرتی ہے ۔ مگر خدا کا فضل جو مسیح میں
ظاہر ہوا ہے ۔ کیونکر پختہ عادات پر بھی غالب
آتا اور انسان کو خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو ایک
نیا مخلوق بنا دیتا ہے ۔ کیا اس موقعہ پر زیبا نہیں
کہ ہم مس تھارنٹن اور مس اینجل کے حالات پر
تھوڑی دیر کے لئے اور غور کریں ۔ مس تھارنٹن
نے اُسی سکول میں تعلیم پائی تھی جس سکول
میں ہیری داخل تھی ۔ مگر ہیری کے داخل ہونے
سے تھوڑی ہی دیر پہلے یہ لڑکی اپنا کورس ختم
کر کے سکول سے نکل چکی تھی ۔ باپ بچپن
ہی میں انتقال کر گیا تھا ۔ ماں نے بڑی مصیبتوں
سے اسکو پالا تھا ۔ جب تک سکول میں رہی
تب تک کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوئی جس
سے آئندہ کا پتہ ملتا ۔ سکول میں سب لڑکیاں
اسے پسند کیا کرتی تھیں اور سکول کی استانیاں
بھی مداح تھیں ۔ غرضیکہ سکول میں مس تھارنٹن
بڑی سیدھی سادی لڑکی سمجھی جاتی تھی ۔ مگر جب
سکول کی قیدیں اٹھ گئیں اور مس تھارنٹن ادھر
اُدھر گھومنے لگی تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد طرح
طرح کے پاؤں نکالنے شروع کر دیئے ۔ اُسمیں
کئی خوبیاں پائی جاتی تھیں جن کے سبب سے
وہ جہاں جاتی تھی ۔ سوشل سرکل کی جان بن
جاتی تھی ۔ صورت تو آپ ہی دلفریب تھی مگر
جب طرۂ آبدار کے سیاہ بال پیچ کھاتے
ہوئے پیشانی اور رخساروں پر سے گذرتے
اور صراحی جیسی گردن پر گر کر لہراتے تھے

توسمند ناز کے لئے ایک اَور تازیانہ تیار ہو جاتا تھا۔ باتیں ایسی جیسے منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ گانا وہ کہ سننے والے کو ایک وجد سا بنا دیتا تھا۔ نیچر نے یہ سب باتیں فیاضی کے ساتھ عطا کی تھیں۔ مس تھارنٹن نے جب ان کی خریداری دیکھی تو انہیں اَور بھی صیقل کرنے کی کوشش کی۔ کسی شخص نے ٹھیک کہا ہے کہ بہت سی زندگیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں سرکمسٹنسز (عوارض) اپنے الوان سے ملون کر لیتے ہیں۔ ہم بعض اوقات فخر کیا کرتے ہیں کہ ہم میں ایسی قابلیت پائی جاتی ہے کہ جیسے ہمارے حالات ہوتے ہیں ہم ویسے فی الفور بنجاتے ہیں۔ واقعی یہ لیاقت ایک ملکۂ خداداد ہوتا ہے۔ مگر بسا اوقات اس بات کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ ہم اردگرد کے حالات کے سیلاب سے خس و خاشاک کی طرح بہائے ہوئے اپنے نشان یا منزل مقصود سے دور نہ جا پڑیں۔ بلکہ اُن واقعات کے سامنے جن کا بھنور ہمیں اپنے لپیٹ میں لانا چاہتا ہے ایسے اٹل پہاڑ کیطرح کھڑے ہوں کہ کوئی بات کوئی خیال ہمیں ہماری جگہ سے ایک موئنک نہ ہلائے۔ ایک اَور بات قابل غور ہے اور وہ یہ کہ ہم اکثر بڑی بڑی نامور کا مطالعہ کرتے وقت یہ دیکھا کرتے ہیں کہ مورخ یا وقائع نویس عموماً اس بات کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ عالم طفولیت کے چند واقعات ایسے جمع کریں جو جوانی کے واقعات کا پیش نمونہ سمجھے جائیں۔ اِس میں شک نہیں کہ اکثر اوقات چھٹپن کی حرکتوں سے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ ہوا کس رُخ چل رہی ہے اور کہ فلاں لڑکا یا لڑکی سن بلوغت کو پہنچکر کیا کچھ بنیگی۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ اکثر اوقات ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ جن کی سکول یا کالج لائف بہت چمکیلی نہ تھی وہ جب زندگی کی دوڑ میں داخل ہوئے تو ایسا دوڑے کہ کامیابی کے سہرے سے اُن کی پیشانی کو مزین کیا۔ وہ جو لڑکپن میں بالی عمر کے سبب سے اہم معاملات کی نسبت بے پرواہ رہتے تھے بڑے ہو کر ایسے نکتہ سنج ایسے مدبر ایسے کارکن نکلے کہ زمانہ اُن کی تقلید کو باعث فخر سمجھتا تھا وہ جو چھٹپن میں دین کی باتیں سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ وہی بعد میں روح پاک کی روشنی اور قدرت سے معمور ہو کر ایسے محقق ایسے خدا پرست ایسے بے ریا مسیحی بنے کہ لوگ اُن کے نمونہ پر چلنے کو اپنی روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھنے لگے۔ مگر برعکس اس کے یہ بھی بار بار دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ جو ایک عرصہ تک ہر طرح کی سنہلی امید کا مرکز تھے آخر کار ایسے ابن الوقت نکلے کہ ساری امیدیں خاک سیاہ ہوگئیں ❖

مس تھارنٹن کچھ عرصہ تک ایک بڑے شہر میں رہ چکی تھی۔ جہاں سوسائٹی کا ہر درجہ موجود تھا۔ اور وہ ہر درجہ میں اپنا سکہ بٹھا چکی تھی۔ نوجوان حاقتی اس شعلہ رو پر پروانوں کیطرح گرتے تھے۔ لیڈیز اُس کے استہزاک

مذاق کا کلمہ پڑھتی تھیں۔ کپڑے کی شناخت اور انتخاب میں فیشنیبل ڈرسوں کی قطع و برید اور نمونوں کی پہچان میں سب اُس کو اُستاد مانتی تھیں۔ مگر اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس مانی ہوئی فضیلت کو برقرار رکھنے کے لئے اُسے وہ سامان بہم پہنچانے پڑے جو اُس کی بساط سے باہر تھے۔ یہ بات لفظی طور پر صحیح تھی کہ وہ ہر ماہ اپنی تنخواہ کی ایک ایک کوڑی خرچ کرکے ہاتھ جھاڑ بیٹھتی تھی۔ اب چند دن سے مس کلارک کے پاس ایک سکول میں کام کرتی تھی مشن ہاؤس کی ہوا تو شروع ہی سے ناموافق تھی۔ مگر کچھ دن سے طبیعت بالکل برداشتہ ہوگئی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ مسز دیال سنگھ کی لڑکی آجکل سکول سے آئی ہوئی تھی۔ مس تھارنٹن جو کئی دن سے سوسائٹی کی بھوکی تھی۔ اس لڑکی کی صحبت کو غنیمت سمجھکر اسی سے شیر و شکر ہوگئی۔ مس تھارنٹن کی نظر عنایت ہو اور آدمی اُس نظر کے مقناطیسی اثر کو محسوس نہ کرے۔ یہ کب ہو سکتا تھا۔ ؟ مس دیال سنگھ ایسی فریفتہ ہوئی کہ اٹھتے بیٹھتے مس تھارنٹن ہی کا ورد کرنے لگ گئی۔ مس تھارنٹن بھی بہت محبت اور تپاک سے پیش آتی تھی۔ آگے مس نے شاید اس قسم کے لوگوں میں سے کبھی کسی سے ایسا ربط ضبط روا نہیں رکھا تھا۔ جیسا اس لڑکی سے۔ کیونکہ ایسے درجہ کے لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا کسر شان کا باعث تصور کیا کرتی تھی۔ مگر مس دیال سنگھ کچھ ایسی قسمت کی تیز نکلی کہ اُس کی میز پر اُس کے ساتھ بیٹھتی اُس کے ساتھ کھانا کھاتی پیتی اور روزمرہ اُس کی میٹھی میٹھی باتیں سنکر محظوظ ہوا کرتی تھی۔ انصاف مقتضی ہے کہ یہ بھی بتا دیں کہ مس تھارنٹن اُس کے سامنے کبھی کوئی ایسا کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالتی تھی کہ جو کسی معنی میں بھی نامناسب ہو۔ مگر مس دیال سنگھ پھر بھی دن بدن کچھ اور کی اور ہی ہوتی جاتی تھی۔ کوئی خاص خاص اثر ہے یہ معلوم ہوا کہ اس لڑکی کے بھاؤ کو بدلتا جاتا تھا۔ کیا جانے وہ کیا اثر تھا۔ شاید صحبت کا اثر تھا۔ کئی دن سے اُس کی ماں دیکھ رہی تھی کہ وہ کھانے میں برابر نقص نکالتی ہے۔ اپنے کپڑوں کی قطع وضع کی ہر دم نکتہ چینی کرتی رہتی ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اُس کی ماں نے اُس کے سکول جانے سے ایک ہفتہ پیشتر اُس کے ڈرس کے لئے ایک درمیانی قسم کا کپڑا خریدا۔ اول تو اُس نے اسی پر سو سو نخرہ کیا۔ اور جب کپڑے کا جھگڑا ختم ہوا تو اُس کی کٹ اور لیس اور انسرشن پر چھڑ گئی۔ بیوہ ماں بہت دیر تک بیٹھی سوچا کی کہ اس تبدیلی کا باعث کیا ہے۔ میری لڑکی تو نہ کبھی کھانے پر اور نہ کبھی کپڑے پر منہ بنایا کرتی تھی۔ اگر روکھی دے دیتی تھی تو وہی خوشی سے کھا لیا کرتی تھی۔ اگر چیتھڑے پہننے کو ملتے تھے تو وہی شوق سے پہن لیا کرتی تھی اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتی تھی۔ اب کیا سبق کسی نے پڑھا دیا کہ ہر دم

گزارا کر رہی ہے - میں ایک غریب بیوہ عورت جس کا کوئی کمانے والا نہیں - اگر اس کی یہ عادت پک گئی تو اس کا کیا حال ہوگا - ابھی اسے کئی سال تک سکول میں رہنا ہے - میں کہاں سے لیس اور انسرشن - کریم اور موزون اور لائٹ بلو سلک ہم پہنچاؤں گی؟ اور پھر اس کی روحانی زندگی کا کیا حال ہوگا - یہ سوچ کر ایک سرد سی آہ بھری اور اپنی بیٹی کی طرف مخاطب ہو کر کہا - بیٹیا تم مس تھارنٹن کے پاس نہ جایا کرو وہ امیر اور تم غریب ہو - تم اُن کی ریس کب کر سکتی ہو؟ وہ یہ کہہ ہی رہی تھی کہ مس تھارنٹن بھی آپہنچی - وہ مس دیال سنگھ کو بلانے آئی تھی کہ اُسے اپنے ساتھ لیکر ہوا خوری کے لئے لے جائے - مگر جوں ہی وہ کلمات سنے جو مسز دیال سنگھ کی زبان سے نکلے آگ بگولا ہو گئی - اور مسز دیال سنگھ کو ایسی ایسی سیدھیاں سنائیں - کہ الاماں بس تھارنٹن جس طرح اپنے ہوا خواہوں پر اپنی سحر کلامی سے جادو کا سا اثر پیدا کیا کرتی تھی - اُسی طرح اُن کو جو مورد عتاب ہوتے تھے اپنی زبان کی برچھی سے چھلنی چھلنی کر دیا کرتی تھی - بے چاری بے زبان مسز دیال سنگھ کہاں تاب مقاومت لا سکتی تھی - بیٹھکر رونے لگ گئی - مس کلارک نے جب شور و غل سنا تو وہ بھی آموجود ہوئیں - مسز دیال سنگھ کو تسلی دی اور مس تھارنٹن کو ذرا سا دھمکایا - اس پر مس تھارنٹن نے آفت ہی مچادی - اور یہی وہ ان بن تھی - جس کی طرف مسز ڈین نے اشارہ کیا تھا +

× × × × × × × × × × × × × ×

پوسٹ کارڈ - ہم نے مسیحی کی اشاعت بڑھانے کیلئے پوسٹ کارڈ چھپوائے ہیں - انکی ایک طرف نصف حصہ پر مسیحی کا مقصد اور اسکی شرح چندہ کا ذکر ہے - اور دوسرا صفحہ بالکل خط و کتابت کے لئے خالی چھوڑ دیا ہے - اگر آپ ان پوسٹ کارڈوں کو منگوا کر اپنے پرائیوٹ خط و کتابت میں استعمال کرینگے تو مسیحی کا اشتہار ہر جگہ پہنچ جائیگا تین آنہ (۳ر) میں ایک سو مل سکینگے +

مسیحی کا مقصد - ہم نے اس امر کو ظاہر کر دینے کی کوشش کی ہے کہ مسیحی کی پالیسی یہ ہے کہ ملکی معاملات میں دخل نہ دے - صرف دیسی مسیحیوں کی سوشل اور مذہبی حالت میں مددگار رہو - اور جو کچھ ان دونوں حالتوں کی ترقی کیلئے درکار ہے اُسکے جتانے اور ظاہر کرنے میں کوشش کرے - اسی لئے ہم پردیسیوں پر نکتہ چینی نہیں کرتے کیونکہ اس سے ہمکو کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نہ وہ ہمارے کہنے سننے کے محتاج ہیں اور نہ وہ عموماً اُردو اخبار پڑھتے ہیں - ہم تو اپنی ہی جماعت کو یعنے دیسی مسیحیوں کی اصلاح اور ترقی میں کوشش کیا چاہتے ہیں اور اگر نکتہ چینی کرتے ہیں تو اپنے ہی دیسی بھائیوں کی کرتے ہیں تاکہ وہ زیادہ اعلےٰ نمونہ بنتے جائیں - کیونکہ یہ پرچہ مسیحیوں کا خانگی پرچہ ہے - ہم عموماً غیر مسیحیوں کے پاس اسکو نہیں بھیجتے سوائے انکے جو مسیحی مذہب اور مسیحی جماعت سے ہمدرد ہیں - اگر کبھی کوئی مثال نمونہ کے طور پر عبرت کے لئے اسمیں پردیسیوں کے متعلق دیجاوے تو وہ بھی اسی غرض کیلئے ہوگی - چنانچہ گذشتہ پرچہ میں جس

رسید زر چندہ

نام	روپیہ	آنہ	پائی	نام	روپیہ	آنہ	پائی
مسٹر بھولا ناتھ	۱	۱	۰	ڈاکٹر ایم۔ بی۔ عطارد	۲	۱	۰
مسٹر جی سیموئیل صوبہ دار	۱	۹	۰	پادری ڈبلیو۔ ایم۔ میکلوی	۱	۹	۰
پادری غلام مسیح	۱	۹	۰	مس ایم۔ جے۔ کیمبل	۲	۱	۰
مسٹر بی۔ اے شرف	۱۲	۶	۰	مسٹر ڈی۔ کشن چند	۱	۹	۰
مسٹر محمد حسین	۱	۹	۰	مسٹر ایس پال	۱	۱	۰
مسٹر فضل الدین	۱	۱	۰	پادری ایچ۔ ایس بنیٹ	۲	۱	۰
پادری بوٹا مل	۱	۱	۰	مسٹر یوسف مسیح	۱	۱	۰
بابو پریم داس	۱	۱	۰	مسٹر جے کرنیلیس	۲	۱	۰
مسٹر نتھا سنگھ	۲	۱	۰	مسٹر پی۔ اے۔ پال بی اے	۲	۱	۰
پادری این۔ سی۔ بیدی	۲	۱	۰	پادری ڈبلیو۔ پی۔ ہیرن	۲	۱	۰
مسٹر ایس۔ کرم سنگھ	۱	۱	۰	پادری سی۔ جے۔ میلیرہ	۲	۱	۰
پادری قاضی خیر اللہ	۲	۱	۰	ڈاکٹر ایچ۔ یُو۔ وائٹ بریخٹ	[illegible]	۱	۰
مسٹر تیسنداس	۲	۱	۰	مسٹر کرم چند	۱	۹	۰
پادری ودھاوا مل	۲	۱	۰	پادری ایف نیوٹن	۲	۱	۰
پادری ایچ۔ جے۔ سمتھ	۲	۱	۰	پادری جے۔ ایف۔ ملائم الدین	۱	۹	۰
مسٹر اللہ داد خاں حکیم	۱	—	۰	سردار دیدار سنگھ	۲	۱	۰
مسٹر جانکی ناتھ	۲	۱	۰	پادری جے۔ اے۔ میکنلی	۲	۱	۰
مسٹر گیان مسیح	۱	۱	۰	مسٹر برکت مسیح	۱	۹	۰
مسٹر پی۔ تھارت بائی	۲	۱	۰	ڈاکٹر کے۔ دینا ناتھ	۲	۱	۰
ڈاکٹر رولنس	۲	۱	۰	پادری کے۔ پی۔ سرکار	۲	۱	۰
پادری۔ ایف۔ وی۔ تھامس	۲	۱	۰	مسٹر اے۔ نجی الدین	۲	۱	—
مسٹر پی۔ اے۔ جی پلاسی رام	۱	۱	—	مسٹر ایچ۔ جی۔ گرے	۲	۱	۰
ڈاکٹر ایم۔ لوتھر	۱	۹	۰	ڈاکٹر ایس۔ این چند دلال	۲	۱	۰
پادری نتھو مل	۱	۱	۰	پادری ای۔ ایس سکاٹ	۲	۱	۰
مسٹر پی۔ پی۔ مسیح	۱	۱	۰	پادری ٹی۔ ڈی۔ ولٹی	۲	۱	۰

نام	روپیہ	آنہ	پائی
مسٹر پی۔ ایل۔ میگی	۱	۱	۰
مسٹر بوٹا سنگھ	۱	۱	۰
مسٹر جے۔ ڈانیل	۲	۱	۰
باوا پریم سنگھ	۲	۱	۰
مسٹر تھیوفلس	۱	۱	۰
مسٹر چمن خاں	۲	۱	۰
" ایچ۔ ایس۔ برون	۱	۹	۰
" نیاز اللہ	۱	۱	۰
" آر۔ داؤد سنگھ	۲	۱	۰
پادری ڈی۔ جے۔ میکنزی	۲	۱	۰
ڈاکٹر ای۔ سی۔ جو غوعہ	۲	۱	۰
مسٹر جے رام سہلسے	۱	۱	۰
مسٹر موہن لال	۱	۱	۰
پادری جان قلندر	۲	۱	۰
مسٹر ایس۔ پال	۱	۱	۰
" باس داس	۱	۱	۰
پادری ہاول	۱	۸	۰
ڈاکٹر جان	۱	۹	۰
مسٹر ایس۔ کے۔ رُودرا	۲	۱	۰
مسٹر الیعزر	[illegible]	۹	۰
ڈاکٹر ٹی۔ ایل۔ پنیل	۲	۱	۰
مسٹر لال محمد	۲	۱	۰
مسٹر ایس سنگھ	۲	۱	۰
پادری۔ ایچ۔ ڈی۔ سالک	۱	۹	۰
ڈاکٹر نجم الدین	۲	۱	۰
پادری جے۔ ڈبلیو۔ بیلین ٹامن	۲	۱	۰
مسٹر مہتاب الدین	۱	۹	۰
ڈاکٹر بی۔ ملائم الدین	۱	۹	۰
مس وریتھ مولر	۲	۱	۰
منشی نہال چند	۱	۹	۰
مسٹر ٹی بنجمن	۲	۱	۰
مسٹر ای۔ ٹی۔ بھان	۲	۱	۰
مسٹر آرام	۲	۰	۰
مسٹر شادی خاں	۱	۱	۰
مسٹر ایچ مارٹن	۲	۱	۰
مسٹر دھرم جیت سنگھ	۲	۱	۰
پادری جے۔ اے۔ ووڈ	۲	۰	۰
مسٹر جے۔ ایم۔ غلام مسیح	۱	۸	۰
مسٹر ڈی۔ این۔ بینرجی	۲	۰	۰
مسٹر تلسی رام	۱	۰	۰
مسٹر صوبے خاں	۱	۸	۰
مسٹر جے سنگھ	۲	۰	۰
ڈاکٹر چرن	۲	۱	۰
مسٹر جے غلام قادر	۱	۱	۰
مسٹر ایس ڈیوڈ	۲	۱	۰
مسٹر گلاب خان	۱	۱	۰
مسٹر سید	۱	۰	۰
منشی غلام قادر	۱	۸	۰
مسٹر ایس گلی	۲	۰	۰
مسٹر فنلی	۲	۰	۰
مسٹر جے۔ ولیم	۱	۸	۰
مسٹر آر سنگھ	۲	۱	۰
مسٹر امر داس	۱	۰	۰
مسٹر جے ہس منیڈ	۲	۰	۰

جلد ۱۲ | بابت ماہ مئی ۱۹۰۸ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۱۲۹
کلیسیا اور مشن کی خبریں ۱۳۲
علم الحیات ۱۳۵
ہمکو تعلیم یافتہ اشخاص میں کسطرح کام کرنا چاہئے ۱۳
نامور عورتیں ۱۴۳
ہم مسیح سے کیا کام لینا چاہتے ہیں ... ۱۴۵
ولیم مرڈاک ۱۵۰
مسیح اور مسیحی زندگی ۱۵۳
ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت .. ۱۵۵
فہرست کتب .... سرورق کے اندر

قیمت سالانہ پیشگی مع محصولڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ
۵۰ روپیہ " " " " .... ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مُربّی جو شخص حسب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو مسیحی ایک روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے - وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے - اور اڈوائزری کمیٹی کے ممبر ہونگے۔

قابل توجہ

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام پادری طالب الدین بی۔ اے پریسبٹیرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہئے۔
ترسیل زر بنام پادری جے علی بخش سینٹ جانس کالج لاہور ہونی چاہئے۔

نوٹ اور رائیں

شاید ہمارے احباب میں کسی قدر بدلی ہوئی حیثیت کو دیکھکر تعجب سے کہیں گے۔ کہ سال کے وسط ہی صورت کو کیوں تبدیل کر دیا۔ یہ بات بعض دوستوں کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس سے جلد میں فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ تقطیع اور تعداد وہی ہے جو پہلے تھا۔

مشن کے کارندوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہم کو یہ بشارت حاصل ہوئی ہے۔ کہ پنجاب چرچ مشنری سوسائٹی نے اپنے کارندوں کی تنخواہوں میں یکم جون سے بیس فیصدی ترقی دینے کا انتظام کیا ہے۔

چند برسوں سے ہر شے گراں ہوتی جاتی ہے۔ لیکن تنخواہوں کی شرح میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ کال پڑ گیا۔ آگے ہی کالی اور اوپر سے پڑ گیا کال ہم تو اندر ہی اندر ہوا تھا۔ آگے ہی پانی گلے گلے تک آ رہا تھا۔ اب ایک اور سیلاب آ گیا۔ اور یہ اندیشہ ہوا کہ بہت اس سیلاب میں ڈوب جائینگے مشنری صاحبان نے اس موقعہ پر بڑی دریا دلی سے کام لیا ہے۔ کارندوں کی تنخواہ میں کال کے لحاظ سے آٹھ آنہ فی کس بڑھا یا۔ جب تک نرخ گندم بارہ سیر سے نیچے رہے یہ اضافہ مدد ملا کرے۔ لیکن یہ مدد تین روپیہ سے زیادہ نہ بڑھے۔ مگر یہ اضافہ صرف انہی کارندوں پر محدود تھا جنکی تنخواہ سولہ روپیہ سے کم تھی۔ لیکن بعد ازاں یہ سوال اٹھا۔ کہ جب عالمگیر گرانی کی وجہ سے سارے کارندوں کو تکلیف ہو رہی ہے اور کوئی صورت ارزانی کی نظر نہیں آتی تو کیوں تنخواہ کی شرح میں مستقل طور پر کچھ اضافہ نہ کیا جائے۔ چونکہ سوسائٹی کی مالی طاقت بہت اچھی حالت میں نہیں۔ اس لئے جماعتوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے چندوں میں اضافہ کریں۔ یکم جون سے ۱۳ دسمبر تک یہ ترقی رہے گی۔ لیکن اس کا قائم رہنا جماعتوں کی اضافہ مد پر منحصر ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ جیسے مشن نے اس تنگی کے موقعہ پر ایسی مدد کا ذمہ لیا ہے۔ مسیحی جماعتیں بھی فراخ دلی سے اپنے بھائیوں کی مدد کرینگی۔ تاکہ یہ ترقی مستقل ہو جائے۔

پبلک ورکز ڈیپارٹمنٹ نے قلیوں کی تنخواہ میں تقریباً ۵ فیصدی ترقی کر دی ہے۔ اور گورنمنٹ کیطرف سے بھی کمیشن کچھ اسی مقصد کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ اور سچ مچ گرانی کی چکی تلے گندم کم پستی ہے۔ لیکن جانیں کثرت سے پس رہی ہیں۔ اس لئے دیسیوں اور پردیسیوں دونوں کی طرف سے مدد درکار ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہر مشن میں اپنے کارندوں کی مدد کا کچھ نہ کچھ انتظام کیا جائیگا۔

کچھ دن کا عرصہ ہوا کہ پادری ودعا وال صاحب مقیمی بہڑوال نے سی۔ ایم۔ ایس سنٹرل مشن کونسل کی میٹنگوں میں سے ایک میٹنگ میں اس مضمون پر درس دیا جس کی اہمیت ہم سب پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ وہ مضمون یہ ہے کہ " ہمیں ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کے

درمیان کس طرح کام کرنا چاہئے ۔ پادری صاحب نے اپنے درس میں پہلے یہ دکھایا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی حالت اس وقت کس رنگ میں ہے ۔ اور پھر یہ دکھایا ہے کہ کون اُن کے درمیان کام کریں اور کس طرح کریں ۔ اُن کا درس ملاحظۂ ناظرین کے لئے اس نمبر میں شائع کیا جاتا ہے ۔ اگر اور صاحبان بھی اس میدان میں خامہ فرسائی کریں تو خالی از فائدہ نہ ہوگا ✦

ہم پادری صاحب سے پورے پورے طور پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کی حالت اب وہ نہیں ہے جو کچھ عرصہ ہوئی تھی ۔ اُن کی عقلی ۔ تاریخی ۔ سوشل اور دینی زندگی میں ایسا انقلاب آگیا ہے کہ ہندوستان کی دنیا بالکل نئی ہوگئی ہے ۔ اور جب تک ہم علم اور محبت کے اُن اسلاح سے جو موجودہ حالات کا مقابلہ کرسکیں مسلح نہ ہوں تب تک کامیابی کی امید رکھنا فضول ہے اس میں شک نہیں کہ اس مشکل بلکہ ناممکن کام کو ممکن بنانا خدا کی روح کا کام ہے ۔ تاہم اس بات کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ روح پاک اپنی حکمت اور دانائی سے وہی وسائل استعمال کیا کرتی ہے جو بالعموم حالات زمانہ سے موافقت رکھتے ہیں ۔ پادری صاحب سوز و گداز سے مشنری صاحبان کی منت کرتے ہیں کہ وہ اپنی توجہ کو کلیۃً طور پر دیہاتی کام پر مبذول نہ کریں ۔ بلکہ شہر کے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی نگاہ میں رکھیں ۔ اُن کا یہ خیال بھی صحیح ہے ۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ کم درجہ اور غریب لوگوں کو اٹھانا مسیحی مذہب کا خاص کام ہے ۔ ہمیں دیہاتی کام سے کچھ تعرض نہیں ۔ جسقدر زیادہ ہو اُسی قدر اچھا ہے ۔ مگر جس بات کی کمی ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ سسٹم کے مطابق اُن کی اولاد کی تعلیم کا کوئی عمدہ انتظام نہیں ہے جس سے یہ امید ہوسکے کہ اُن کی دوسری پشت تعلیم یافتہ اور روشن ضمیر مسیحیوں کی ہوگی ✦

سننے میں آیا ہے کہ سی ۔ ایم ۔ ایس کے بعض احباب کیطرف سے یہ تجویز درپیش ہے کہ اہل اسلام کے درمیان کام کرنے کیواسطے تمام ہند میں ایک مشن مقرر کیا جائے ۔ جس کا تعلق جغرافیہ کی تقسیم کے مطابق مختلف صوبوں سے نہ ہو ۔ یہ خیال عمدہ ہے ۔ کام بہت اچھی طرح ہوگا ۔ عمدہ لٹریچر پیدا ہوگا کیونکہ اس فن کے سپیشلسٹ بر پا ہو جائینگے ✦

ہم نے اس دفعہ سنڈے سکول کے سالانہ امتحان کا اشتہار شائع کیا ہے ۔ امید ہے کہ اُسے دیکھ کر بہت لوگ جون ۱۵ سے پہلے پہلے سوالات کے پرچوں کے لئے درخواستیں روانہ کرینگے ۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ پچھلے سنڈے سکول کنونشن کے موقعہ پر سکرٹری صاحب نے بڑی صفائی اور زور سے اس بات کو ظاہر کردیا تھا کہ اس امتحان میں شامل ہونے سے سنڈے

سکول کے کام کو بڑی ترقی حاصل ہوئی ہے - امید ہے کہ اس سال گذشتہ سال کی نسبت بہت زیادہ طلباء امتحان میں داخل ہونگے ؛

پھر ہم نے اسی پرچہ میں چند نہایت مفید کتابوں کی فہرست چھاپی ہے جو پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کے متعلق شائع ہوئی ہیں - ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ان کتابوں کو خریدیں اور [illegible] کریں - امید ہے کہ بہت [illegible] اس طرف متوجہ کئے جائینگے ؛

سنڈے سکول کے سالانہ امتحان کا اشتہار

انڈیا سنڈے سکول یونین کا سالانہ امتحان ابکی دفعہ گیارہ جولائی ۱۹۰۸ء کو ہوگا ؛

جو لوگ سوالات امتحان کے کاغذات منگوانا چاہیں وہ پادری فریڈریچے نیوٹن صاحب (جالندھر شہر) کے پاس اپنی درخواستیں ۱۵ جون ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے بھیجدیں - جو سکول پنجاب آئی - ایس - ایس - یو کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انہیں پرچے مفت بھیجے جائینگے مگر جو تعلق نہیں رکھتے - انسے برائے نام ذرا سا دام لیا جائیگا ؛

اڈیٹر

کلیسیا اور مشن کی خبریں

ورگ (تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ) میں ایک چوہدری نصیدار رفیلیا رہتے تھے۔ جنہوں نے پادری احسان اللہ صاحب کے دست مبارک سے بپتسمہ پایا ماہ اپریل میں وہ بیمار پڑے اور پادری صاحب کو جو نارووال کے مشن میں ہیں اپنے پاس بلایا۔ اور اپنے مسیحی عقیدہ کا اقرار سب محمدی رشتہ داروں کے سامنے جو وہاں ان کی تیمارداری کے لئے جمع ہوئے تھے کیا۔ اور آخر کار اپنے بچہ کو بھی پادری صاحب موصوف کے سپرد کیا۔ اور جب ان کے انتقال کا وقت قریب پہنچا اُس وقت بھی پادری صاحب انکے نزدیک تھے۔ اور چوہدری صاحب کی دینی تیاری اور ایمان کی مضبوطی کو دیکھکر بہت خوش تھے۔ اور جب چوہدری صاحب عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ تو ایک بکس پادری صاحب بنوا کر لے گئے تاکہ چوہدری صاحب کی میت کو اس میں رکھکر مسیحی دستور کے موافق ان کا جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ پادری صاحب اپنا سرپلس وغیرہ پہنکر اُس صندوق کے پاس تیار کھڑے تھے۔ جبکہ میت کو دوسری طرف غسل مل رہا تھا۔ لیکن جب غسل میں دیری لگی تو پادری صاحب کو کچھ شک پیدا ہوا وہ فوراً اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمدی لاش کو کھیت میں لے گئے ہیں اور خود وضو وغیرہ کر رہے ہیں تاکہ پہلے محمدی طریقہ کے مطابق جنازہ کی نماز پڑھیں پادری صاحب کو دیکھکر گھبرائے لیکن پادری صاحب نے وہیں مسیحی طریقہ پر نماز پڑھی۔ اور پھر محمدیوں کو کہا کہ اگر تم چاہو تو اب جنازہ پڑھ لو۔ اس پر محمدیوں نے ایسا ہی کیا۔ اور بعدہ میت کو دفن کیا۔

شاید پنجاب میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ جہاں ایک ... کی میت پر مسیحیوں اور محمدیوں نے یکے بعد دیگرے نماز ادا کی ہو۔ چوہدری صاحب کے بچہ کے لئے مسیحیوں کی دعائیں مطلوب ہیں تاکہ وہ محمدی رشتہ داروں کے درمیان مسیحی ایمان کو قائم رکھ سکے اور ہمیں امید ہے کہ پادری صاحب موصوف اس کی مسیحی تعلیم کا ضرور کچھ انتظام کرینگے۔

لاہور۔ ۵۔ اپریل سے ۸۔ اپریل تک سی۔ ایم۔ ایس سنٹرل مشن کونسل کا جلسہ منعقد رہا۔ خاص وعظ بھی ہوئے۔ جن میں دیسی اور پردیسی کارندوں کو خاص طور پر مسیحی محبت اور برادری کی طرف اُکسایا۔ اور اس امر پر خاص زور دیا کہ سارے پنجاب میں مسیحیوں کو اُکسانے اور مُردہ جانوں کو جلانے کے لئے خاص لوگ چُنے جائیں۔ جو دعاؤں اور گیتوں اور وعظوں اور صلاح و مشورت کے ذریعہ ان لوگوں کو زندگی کے

چشمہ کی طرف لیجائیں جہاں وہ بھر بھر کر آب حیات نوش کریں۔ مسیحیوں کی حالت فی الحقیقت آجکل عجیب ہو رہی ہے۔ مسیحی جماعت کے لیڈروں اور ہمدردوں کو مناسب ہے کہ اس خطرناک زمانہ میں اس کشتی کو طوفانوں اور گردابوں اور چٹانوں سے بچا کر سلامتی سے کنارہ تک پہنچا دیں ؛

اجنالہ - (ضلع امرتسر) یہاں بزرگ پادری میاں صادق صاحب برسوں سے خداوند کی خدمت کر رہے ہیں۔ تقریباً پچاس سال سے وہ اس خدمت پر مامور ہیں۔ گو بہت عمر رسیدہ ہیں۔ اور بدن میں بھی وہ زور جوانی نہیں۔ تاہم بھی ہمت میں کمی نہیں۔ اس علاقہ میں چار سو گاؤں ہیں۔ اور بعض دیہات میں چند مسیحی بھی ہیں۔ اس علاقہ میں سیکڑوں مسیحی ہوا کرتے تھے۔ لیکن رومنوں کی کوشش ان کو کھینچکر جھنگ بار میں لے گئی۔ اب پھر چوہڑوں میں تحریک پائی جاتی ہے اور مسیحی تعلیم کے خواہشمند ہیں۔ چند محمدی بھی متلاشی ہیں۔ پادری صاحب موصوف کو مددگار کی بھی بڑی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ مشن کیطرف سے کوئی لائق سرگرم مسیحی دیسی یا پردیسی ان کی مدد کے لئے بھیجا جائیگا ؛

نارووال (ضلع سیالکوٹ) یہاں متلاشیوں کا شمار روز افزوں ہے۔ اور مسیحی جماعتوں میں چند دن کی ترقی ان کی سرگرمی کا ثبوت دے رہی ہے۔ پادری ہیر صاحب بڑی سرگرمی سے کام کرتے ہیں۔ دن دن بھر باہر رہتے ہیں۔ اگرچہ فصل کاٹنے کا زور تھا لیکن مبارک جمعہ اور عید القیامت کے روز بہت بڑی جماعت جمع تھی۔ روزوں کے موسم میں لڑکوں نے خود انکاری سے جو رقم جمع کی وہ پندرہ روپیہ کے قریب تھی۔ دیہات سے بھی بعض بعض غریب مسیحیوں نے اناج جو خود انکاری کے ذریعہ بچایا تھا پادری صاحب کے پاس بھیجا۔ پادری الہی بخش لاہور سے مبارک ہفتہ میں وہاں مدد کرتے رہے۔ یہاں کا مشن سکول پھر رونق پکڑتا جاتا ہے۔ آباؤ کی مخالفت کی وجہ سے پہلے بہت طالب علم سکول چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ لیکن ان میں سے اب بہت واپس آ رہے ہیں۔ مسٹر ڈنگ ورتھ صاحب سکول کے مہتمم ہیں اور مسٹر چیٹرجی تجربہ کار ہیڈ ماسٹر ہیں اور مسٹر عتیق اللہ بھی اسی سکول میں کام کرتے ہیں ؛

علاوہ اس سکول کے یہاں بورڈنگ سکول بھی ہے۔ جس میں کئی قسم کا کام سکھایا جاتا ہے۔ حرفت سیکھنے کے بعد طلباء کام کا میدان بہت تنگ پاتے ہیں۔ دیگر جماعتوں نے ایسے طلباء کی حوصلہ افزائی میں کچھ حصہ نہیں لیا اور شاید دوسری جماعتوں کو ایسے شخصوں کی ہستی کی خبر بھی نہیں اس لئے مجبور ہو کر یہ طلبا پھر دیگر قسم کی ملازمت کی فکر کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک دھوبی اور موچی لڑکے نے اپنے کام چھوڑ کے منادی کا کام اختیار کر لیا ہے۔

آسراپور (بہڑوال۔ ضلع امرتسر) یہاں مشن سکول کی پڑھائی ۲۱-اپریل سے شروع ہوئی۔ بیس طالب علم تھے مسٹر ڈنگ ورتھ صاحب نارووال سے اور پادری علی بخش لاہور سے انکو پڑھانے آئے تھے۔ مسٹر ڈنگ

تشریح کے لئے اگر آپ کسی جانور کا ایک انڈا لیں اور اُس میں ذرا سا سوراخ کرکے انڈے کو نرم
آنچ پر رکھیں۔ جو کہ مرغی کے پروں کی حرارت کے مساوی ہو۔ اور بذریعہ خوردبین اُس انڈے کا
ملاحظہ کریں۔ ذرا سی حرارت پہنچتے ہی اُس میں ایک تھلکہ مچ جاتا ہے۔ اُس رقیق لس لیسے مادے کے
اجزا حرکت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اوپر نیچے آگے پیچھے دائیں بائیں بھاگتے معلوم ہوتے ہیں۔
اور پھر وہی اجزا تار و پود کا کام دیتے ہیں۔ نس۔ پٹھے۔ پسلی۔ پر و بازو انہیں سے بن جاتے ہیں۔
لیکن شرط صرف یہ ہے کہ اُس انڈے میں وہ بے رنگ و بو اور لاشکل مادہ موجود ہو۔ جو انڈے کے
اندر ہوتا ہے۔ اور جو زندگی کا گویا چشمہ یا بیج ہے۔ اگر وہ مادہ موجود نہ ہو تو حرارت سے کچھ فائدہ نہیں
ہوتا۔ بیشک انڈے میں جو سفیدی وغیرہ ہے وہ حرارت سے جوش مارنے بلکہ زمین سے بھی لگ جائیگی
لیکن بچہ پیدا نہ ہوگا۔ وہ لاشکل مادۂ حیات کسی انسانی ترکیب سے آج تک پیدا نہیں ہو سکا۔ اور نہ وہ
مادہ سے کسی طرح صادر ہو سکتا ہے۔ وہ زندہ شئے سے نکلتا ہے اور زندہ شئے پیدا کرتا ہے۔ مادۂ جو بذاتہٖ مردہ
ہے۔ اُس کا چشمہ اور مصدر ہو نہیں ہو سکتا۔ اور سوال برابر ہی رہتا ہے کہ پہلے پہل آغاز عالم میں اس
زندگی کا شروع کس طرح سے ہوا؟
علاوہ ازیں ایک اور عجیب نظارہ آپ مشاہدہ کرینگے۔ آپ مختلف قسم کے انڈوں یا تخم حیوانی کو
خوردبین کے ذریعہ غور سے دیکھیں۔ عقاب کا انڈا ہو یا مرغی کا۔ چڑیا کا انڈا ہو یا ہنس کا تخم حیوانی چوپایوں
کی جنس سے لیا جائے۔ یا انسان کی جنس سے وہ ایک ہی قسم کا نظر آتا ہے۔ اُس میں بظاہر سر مو
فرق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن حرارت پہنچنے پر جب رگ و ریشہ بننے لگتا ہے۔ تو ایک میں سے تیز رو
عقاب۔ ایک سے مرغی۔ ایک سے چڑیا وغیرہ۔ ایک سے چوپایہ اور ایک سے انسان نکل آتا ہے۔ اب
یہ نقشہ ضرور کسی نہ کسی جگہ موجود ہوگا۔ یہ اتفاقی امر نہیں۔ ہر معمار ہر نجار۔ ہر کاریگر جب کسی شئے کو بنانے
لگتا ہے۔ تو اُس کا نقشہ اس کے دماغ میں یا اس کے سامنے موجود ہوتا ہے۔ ہر عمارت کا نقشہ اس
کے کونے کے پتھر میں موجود ہوتا ہے۔ اور شروع ہی سے جو کچھ بننے لگتا ہے اُسی نقشہ کو مدنظر رکھکر بنتا
ہے۔ اب ان انڈوں میں یا تخموں میں یہ نقشہ کہاں سے آیا۔ اور سائنس اور فلسفہ کا یہ اٹل قانون ہے
کہ ہر حلول کے لئے کافی علت چاہئے۔ ہر نتیجہ کا کافی سبب چاہئے۔ اب اس نقشہ کی علت اس نتیجہ کا
سبب کہاں ہوگا۔ کوئی مجوز اس سب کے پیچھے ضرور ہے۔ ورنہ یہ کارخانہ بے معنی اور لاینحل مسئلہ ہے۔
جو صاحبان اس امر کا انکار کرتے ہیں کہ کوئی صانع اور مجوز اور چشمہ حیات موجود ہے ان سے ہم یہ
کہتے ہیں کہ (۱) انڈے اور تخم میں کوئی ایسی طاقت موجود ہے۔ جو مردہ مادہ کو زندہ بنا کر ہر طرح کی شکل

پیدا کردیتی ہے ٭

(۲) جس سے اجزا کی صورت بنتی ہے وہ اُن اجزا کی صورت کی علت ہوگی ٭

(۳) اور ضرور ہے کہ علت معلول سے پیشتر یا سبب نتیجہ سے پیشتر موجود ہو ٭

(۴) اس لئے جو طاقت اجزا کو انڈے وغیرہ میں بناتی اور صورت دیتی ہے۔ وہ ضرور اُن اجزا سے پیشتر موجود ہوگی ٭

(۵) پس حیات بدن کی علت ہے نہ بدن حیات کی علت اور سبب ہے ٭

(۶) اور ضرور حیات بحیثیت علت اور سبب ہونیکے بدن سے پیشتر موجود ہوگی ٭

(۷) اگر یہ بدن سے پیشتر ہستی اور وجود رکھ سکتی ہے تو بدن کے نیست و تحلیل ہونیکے بعد بھی یہ موجود رہ سکتی ہے ٭

وینس واقع اٹلی میں خاص موسموں پر یہ دستور تھا کہ ایک انگوٹھی سمندر کی لہروں میں ڈالدیا کرتے تھے۔ جو اس امر کا نشان تھی کہ وینس کی شادی سمندر سے ہوگئی ہے۔ بلکہ وینس نے اپنی محبت سے سمندر کو اپنا غلام بنالیا تھا اگرچہ وہ شہر کے پھاٹک تک جوش خروش مارتا چلا آتا تھا۔ لیکن اُس کے تجارتی جہازوں کو اپنی پشت پر اٹھا کر بے چون و چرا سیکڑوں ہزاروں کوس لیجایا کرتا تھا۔ اس طرح زمین پر روحانی اعلےٰ مقاصد کو شہر سے تشبیہ دیں۔ اور علم طبیعی کو لا انتہا سمندر سے۔ جب تک مقدس ارادوں اور نیک کاموں کے جہاز اس سمندر پر رواں نہ ہوں یہ ویران سُنسان لق و دق بیابان رہتا ہے۔ ان دونوں کی شادی ہونے سے دونوں کے جی خوشی سے بھرجاتے ہیں۔ اور یہ زندہ کوٹھڑی ([illegible]) ایک انگوٹھی ہے جو اس سمندر کی انگلی میں پہنائی جاتی ہے۔ جس سے وہ دل عزیز اور محبوب دُلہن بن جاتی ہے ٭

زندگی یا اثر کیمیائی

ایک دن کا ذکر ہے کہ شاعر گیٹی (Goethe) اپنے ایک دوست فلاسفر ایکرمین (Eckermann) کے ہمراہ روح کی بقا کے بارہ میں گفتگو کرتا گھر کیطرف جا رہا تھا۔ اور راہ میں جاتے جاتے وہ ایک جگہ ٹھیر گئے۔ اور غروب آفتاب کا نظارہ اُڑانے لگے۔ کچھ دور تک یہ دونوں صاحبان عالم خاموشی میں رہے اور آخر کار یہ کلمہ ان کے منہ سے نکلا "غروب ہوتا سورج تو بھی سورج ہمیشہ وہی سورج ہے۔ مجھے یقین کلی ہے کہ ہماری روح ایسی ذات رکھتی ہے جو نیست نہیں ہوسکتی۔ اور اس کا فعل ازل سے ابد تک کبھی موقوف نہیں ہوتا" صاحب موصوف اپنے زمانہ کے سارے فلسفوں اور حرفتوں سے واقف تھے یعنی مادیہ۔ طبعیہ۔ ہمہ اوستی اور دہریہ علوم سے۔ لیکن اُس کا دل ان سے ملوث نہ ہوا تھا۔ اور بدن سے

بدا ہوکر روح کے زندہ رہنے کے بارہ میں یہ اُنکا عقیدہ تھا۔" غروب ہوتا سورج تو کبھی سورج ہمیشہ وہی سورج
ہے۔" ذرا آپ گیبتی کے دماغ میں گھس جائیں۔ اور وہاں سے اس مسئلہ پر غور کریں۔ اس میں تو کچھ
کلام نہیں کہ ہم دونوں کچھ عرصہ گزرا جہان میں موجود نہ تھے۔ اور کچھ عرصہ بعد ہم اس جہان میں نہ رہینگے
سورج دوپہر کے وقت بھی ویسی ہی تیزی سے مغرب کیطرف جاتا ہے۔ جیسے کہ آخری وقت غروب کے
ہمارے زمانہ میں نئے ملک صرف پُرانے ہی ملکوں میں دریافت ہوسکتے ہیں۔ ایک صاحب نے
فرانس (......) کے میدان میں ایک قدیم شہر ہم کو بتایا ہے۔ اور اس کو اُس نے یوں دریافت کیا کہ
اس کے نیچے ایک پُرانی زمین کی دریافت کر رہا تھا۔ اب جو نیا جہان دریافت ہو رہا ہے۔ وہ اس قدیم
براعظم میں زندہ نسلوں کا جہان ہے۔ ہم اس عجیب ملک میں داخل ہوا چاہتے ہیں۔ اور سمندر کے
تلاطم سے گزر کر ہم اس کے نزدیک پہنچتے ہیں۔ اور اس کے پار ہم کو ایک پانی کا افق نظر آتا ہے۔ اور
جسقدر اس نئے براعظم کے قریب آتے جاتے ہیں تو اُس براعظم کے جھاڑ بوٹے سمندر پر بہتے نظر آتے
ہیں۔ اور بعض بعض چھوٹے پرندے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جو صرف خشکی پر پرورش پا سکتے ہیں۔ اور جوں
جوں سورج غروب ہوتا جاتا ہے تو بادلوں کی صورت کچھ پتا بتاتی ہے کہ آخرکار ہم ساحل سمندر پر
پہنچ جائینگے۔ اور کنارے کے مصالح دار اور خوشبودار پودوں کی خوشبو تو ابھی سے ناک میں آ رہی ہے

ہم کو تعلیم یافتہ اشخاص میں کس طرح کام کرنا چاہیئے

اس مضمون کے متعلق میں روحانی وسائل اور طریقوں کا ذکر نہیں کرونگا۔ بلکہ چند عام اور عملی باتوں کو آپکے
سامنے رکھونگا۔ اصل مضمون پر کچھ عرض کرنے سے پہلے مَیں یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ اسوقت ہمارے
ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں کی کیسی حالت ہے۔ اور وہ مسیحی کارندوں اور مسیحی مذہب کی نسبت بالعموم
کیا رائے رکھتے ہیں۔ میری رائے میں اس حالت پر نظر کرنا مضمون زیر بحث سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے
اس کے ضمن میں ذیل کے خیالات کیطرف آپکی توجہ طلب کرتا ہوں:۔

اول۔ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ اشخاص کی حالت اور خیالات بھی بہت تبدیل ہو گئے ہیں۔ اب وہ
لکیر کے فقیر نہیں ہیں۔ اور نہ وہمی اور خیالی رسموں کے پابند۔ بلکہ اپنے اپنے مذاہب میں بہت اصلاح
کر رہے ہیں۔ اور انہیں ایسے طور سے قائم اور مضبوط کرتے جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گویا
اُن کے زعم میں اُن کے مذاہب نجات دینے کے لئے کافی اور کامل ہیں۔ علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں

کہ وہ صرف یہی کوشش نہیں کرتے کہ اُن میں سے کوئی مسیحی نہ ہو۔ بلکہ جو لوگ مسیحی ہو چکے ہیں۔ وہ انکو
بھی اپنے مذاہب میں واپس لانے کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ مقدس بائبل اور خداوند مسیح کے
خلاف نہ فقط بڑے بڑے اعتراض کرتے اور لکچر دیتے ہیں۔ بلکہ قسم قسم کے ایسے رسالے بھی لکھتے
ہیں۔ جن کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں مسیحی دین کی ترقی نہ ہو +

دوم۔ پھر کئی تعلیم یافتہ لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی مذہب کی پرواہ ہی نہیں کرتے ان میں سے بعض
دہریہ پن کیطرف مائل ہو گئے ہیں۔ اور بعض فلسفہ اور سائنس کی عقلی دلائل کو پیش کر کے مسیحی دین کو
رد کرنیکے درپے ہیں +

سوم۔ مگر بعض ایسے صاحبان بھی ہیں جو مسیح کو ایک اعلےٰ درجہ کا نیک شخص خیال کر کے اس کی بڑی
تعظیم کرتے ہیں + اور بعض پوشیدہ طور سے مقدس بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان میں سے
بعض بعض اسواسطے بپتسمہ لیکر مسیحی نہیں ہوتے۔ کہ انہیں ایسے مسیحی نظر نہیں آتے جو ان کی سوسائٹی کے
لائق ہوں۔ اس ملک کی ذات بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے +

چہارم۔ یہ تعلیم یافتہ لوگ خود اپنے ہم قوم اور ہم مذہب اشخاص سے جو تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ میل
جول رکھنا پسند نہیں کرتے۔ یعنی انہیں اپنی سوسائٹی کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور یہی حال مسیحی تعلیم یافتہ
اشخاص کا ہے۔ وہ بھی ادنےٰ درجے کے منادوں اور کٹیکسٹوں اور ناخواندہ پادری صاحبان کو عزت
کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ اور نہ ایسوں کی سوسائٹی کی قدر کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم خود انکی
نسبت زیادہ جانتے ہیں۔ لہذا ان کو تعلیم یافتہ بھائیوں سے کچھ مدد نہیں ہوتی +

پنجم۔ آجکل یہ رواج ہو گیا ہے اور ہوتا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ اشخاص جب اُردو میں کلام کرتے ہیں
تو اکثر انگریزی الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں۔ ہمارے بیچارے کم تعلیم یافتہ کارندے اُن کے مُنہ
کی طرف تاکتے رہتے ہیں۔ اور ان کا مطلب نہ سمجھنے کے سبب سے کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ سب
اس قسم اور درجہ کے کارندے اس لائق نہیں ہیں۔ کہ تعلیم یافتہ اشخاص میں کام کریں۔ افسوس ہے
کہ ہمارے اکثر کارندے بامحاورہ اُردو بھی نہیں بول سکتے۔ یہ تعلیم یافتہ لوگ ایسے کارندوں کو حقارت
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے وسیلے سے مسیحی دین کیطرف کھنچے نہیں جاتے +

ششم۔ اس ملک میں زیادہ تعداد اُن مسیحیوں کی ہے جو ادنےٰ قوموں سے آئے ہیں اُنکے بارے
میں تعلیم یافتہ لوگ یہ یقین ہی نہیں کرتے کہ وہ مسیح کو نجات دہندہ اور مقدس بائبل کو کلام اللہ مان
کر مسیحی ہوتے ہیں۔ پس اُن کو جاہل اور نادان سمجھکر مسیحی دین کو بھی ایک حقیقی اور سچا مذہب نہیں سمجھتے

ان قوموں میں سے مسیحی منادوں کو ان کے لئے مقرر کرنا گویا مسیحی دین کو حقیر اور ذلیل کرنا ہے - میری رائے میں یہ بھائی ان میں کام کرنیکے لایق نہیں ہیں ٭

ہفتم - اس ملک میں ذات ایک ایسا گہرا مسئلہ ہے - کہ جیسے کوئی انگریز ایسے کامل طور پر سمجھ نہیں سکتا جیساکہ ایک دیسی اس کی تہ تک پہنچ سکتا ہے - پس ایسے لوگوں میں وہ مسیحی تعلیم یافتہ زیادہ لائق طور سے کام کر سکتا ہے جو خود ادنے قوم سے نہ ہو ٭

گو ہم مسیحی ذات کو نہیں مانتے اور نہ ادنے ذات کے مسیحیوں کو حقیر سمجھتے ہیں تاہم اس میں کچھ تاثیر اور حقیقت تو ہے خواہ آپ مانیں خواہ نہ مانیں ٭

اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ ہم خداوند کے رسولوں کی مانند کم علم ہوں - اور پھر بھی ان تعلیم یافتہ لوگوں میں کامیابی سے کام کر سکیں - اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نہ تو ہم اب ان کی مانند معجزے دکھا کر لوگوں کو حیران کر سکتے ہیں - اور نہ بہت سے تعلیم یافتہ لوگ معجزوں کے قائل ہی ہیں - کاشکہ پولوس جیسے دیسی عالم آج بھی موجود ہوتے - جو اپنے علم کے سبب سے گہرے دلائل کو پیش کر کے ان تعلیم یافتہ لوگوں کا مقابلہ اور اُن کی تسلی کر سکتے - اس ملک میں عقلی دلائل اور مختلف پیچیدہ الفاظ پیش کرنے اور بحث مباحثہ کرنے کا ایک خاص مرض ہے ٭

ہشتم - اب یہاں پر یہ ضروری التماس کرنا چاہتا ہوں - کہ چونکہ ہم سب اس بات کو دل سے مانتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح کا کفارہ ساری دنیا کے لوگوں کے لئے ہے - خواہ وہ کسی قوم اور درجہ کے کیوں نہ ہوں - اس لئے اے بزرگ مشنری صاحبان آپ کو اپنی پولیسی ایسے طور پر تبدیل نہیں کرنی چاہئے کہ سارا زور اور رُخ دریا کی روانی کی مانند ادنی قوم کے لوگوں کیطرف ہو جائے - آپ خداوند کی بشارت دینے کو آئے ہیں - اور جو حقیقی اور اصلی چارج خدا کی طرف سے آپکو ملا ہے - وہ ہر درجہ کے لوگوں کی بیش قیمت روحیں ہیں - اور وہ سب آپکے چارج میں دی گئی ہیں - پس آپ ایک ہی پہلو پر ساری توجہ نہ لگا بیٹھیں - بلکہ اعلے ذات کے لوگوں اور زیادہ تعلیم یافتہ اشخاص کی پیاری روحوں کے بچاؤ کا بھی کوئی اعلے اور افضل انتظام کریں ٭

نہم - شاید اس بات کا ذکر کرنا بھی بہتر ہوگا - کہ اب اس ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں میں کام کرنے کا ایک عین موقعہ اور وقت ہے - جس کا آپ کو خاص طور سے خیال کرنا چاہئے - اب چند سالوں سے کسی نہ کسی سبب سے مختلف مذاہب کے لوگوں میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہوئی ہے - اُن میں باہمی یگانگت اور ہمدردی اور حب الوطنی کا خیال بڑی ترقی کر رہا ہے - آپ ایسے موقعہ سے ہرگز غافل نہ

بلکہ ایسے انتظام کریں کہ جن سے یہ تعلیم یافتہ لوگ زیادہ نزدیک ایک بدن اور ایک مسیحی قوم ہونے کی طرف مائل کئے جائیں ؛

اب میں اپنے مضمون کے اس حصہ کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں کون اس کام کو کرے اور کسطرح کرے۔ سب سے پہلے یہ خیال دل میں آتا ہے۔ کہ شاید خود مشنری صاحبان ہی بہترین صورت میں تعلیم یافتہ لوگوں کے درمیان کام کر سکتے ہیں۔ مگر اس خیال کے ساتھ چند دقتیں بھی ملحق ہیں ؛

(۱) یہ کہ وہ اس قسم کے لوگوں سے اکثر علیحدہ رہتے ہیں۔ اور کوئی ایسی کوشش اور انتظام نہیں کرتے کہ جس سے اُن کو اپنے پاس بلائیں یا خود ہی اُن کے مذہبی جلسوں اور دیگر ہمدردی کے موقعوں پر اُن کے پاس جائیں۔ اور اُن پر ظاہر کر دیں کہ ہم آپ کے بھائی ہیں ؛

(۲) تعلیم یافتہ لوگوں کا اُن پر چنداں بھروسہ اور اعتبار نہیں ہے۔ وہ اُن کو محض مشنری ہی خیال نہیں کرتے۔ بلکہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک قسم کے ملکی انتظام کا وسیلہ تصور کرتے ہیں۔ وہ انہیں حاکم سمجھتے ہیں۔ بلکہ اب تو یسوع مسیح کو بھی ایک پولیٹکل لیڈر کہکر کتابیں لکھتے ہیں۔ اس ملک میں انگریزی قوم کی سلطنت اور حکومت اور رعب داب کے سبب سے انگریز مشنری صاحبان فی الحقیقت ایک سخت آزمائش کی حالت میں ہیں اور جب تک وہ اپنے میں از حد درجہ کی خود انکاری اور برداشت اور ہمدردی عملی طور سے نہ دکھائیں۔ تب تک یہ لوگ یقین نہیں کرینگے۔ کہ وہ یسوع مسیح کے سچے [illegible] و ہمدرد خادم اور ہماری نجات اور بہتری اور سلامتی کے خواہاں ہیں۔ اب کوئی مشنری صاحب مہربانی سے یہ خیال نہ کر بیٹھے۔ کہ میں اُن کے مبارک کام کے بارے میں اُن کی مخالفت کرتا ہوں۔ مجھے تو اُن کی خود انکاری اور ایمان اور محنت کا پھل چاروں طرف نظر آتا ہے۔ اور خدا کی بادشاہت اس ملک میں خمیر کی مانند پھیل رہی ہے۔ پس میرا مطلب فقط یہ ہے۔ کہ یہ عرض کر دوں۔ کہ تعلیم یافتہ صاحبان اُن کے حق میں کیا خیال کرتے ہیں۔ اور کہ مشنری صاحبان ایسے لوگوں میں کسطرح سے اور کیسی صورت میں کام کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو مشن سکولوں اور کالجوں میں شروع ہی سے مقدس بائبل اور بعض ڈیووشنل بکس کی تعلیم سے ان کو ایک ایسے آنیوالے مبارک وقت کیواسطے تیار کر سکتے ہیں۔ جب ان تعلیم یافتہ لوگوں میں سے بہت خداوند کیطرف ایکدم آ جائینگے جب ایسا وقت آ جائیگا تو باقیوں کے بیٹے جنکے دل میں مسیحی دین کا بیج بویا گیا ہے۔ چنداں اُنکو رکاوٹ اور مشکل نہ ہوگی اور وہ مثل صادق آئیگی۔ کہ ایک بوتا اور دوسرا کاٹتا ہے۔ مگر ایسے مدرسوں اور کالجوں میں اعلٰے تعلیم یافتہ بائبل ٹیچر

مقرر کرنے کی بڑی ضرورت ہے +

(۳) ہمارے مشنری صاحبان خاص انگریزی رسالوں کے لکھنے اور جا بجا تعلیم یافتوں کو لکچر دیکر بہت کام کرسکتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مشنریوں کو ایسے کام کے لئے دیگر کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ اور نہ وہ کوشش کرکے ان صاحبان کے دین کی اصلی کتابوں اور دوسرے رسالوں کا مطالعہ ہی کرتے ہیں تاکہ اُن کے خیالات کے مطابق اپنے لکچروں کو تیار کرسکیں +

(۴) مسیحی نوجوانوں کے ساتھ سچی محبت اور ہمدردی ظاہر کرکے اُنکو اعلےٰ درجے کی تعلیم دینا ان کو گویا مخالفوں کی تعلیم یافتہ سپاہ کے مقابلے میں تیار کرنا ہے +

مگر افسوس کہ آجکل کسی نہ کسی سبب سے اعلےٰ تعلیم دینے کی مخالفت کیجاتی ہے۔ حالانکہ ہمارے غیر قوم مخالف اپنے مَن اور تَن اور دھن سے اس کام کے لئے قربان ہوکر اعلےٰ تعلیم کی پیروی کررہے ہیں۔ مگر ہمارے سکولوں کی حالت ایسی تنگ نظر آتی ہے کہ گویا اُن کی چنداں ضرورت نہیں رہی +

(۵) میرے خیال میں دیسی مسیحی جو تعلیم یافتہ ہیں۔ اس قسم کے لوگوں میں بہت کام کرسکتے ہیں۔ وہ اُن کے خیال پڑھ سکتے اُن میں جا سکتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ربط ضبط پیدا کرسکتے ہیں۔ مہربانی سے ایسے لوگوں کو ایسا کام ہرگز ہرگز نہ دیا کریں۔ جس سے اُنکا وقت خط وکتابت اور حساب اور عمارات کے گرانے اور بنانے میں خرچ ہو +

لیکن ایسے شخصوں کو مقرر کرنیکے بارے میں دو بڑے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ (۱) کہ وہ زیادہ آزادی کے ساتھ بولتے اور گستاخ ہوجاتے ہیں اور (۲) کہ ان میں خود انکاری نظر نہیں آتی۔ کہ وہ بڑی بڑی تنخواہیں اور حقوق طلب کرتے ہیں +

پہلے اعتراض کا جواب تو شاید یہ ہوسکتا ہے کہ مغربی تعلیم کا خاصہ ہی یہی ہے۔ کہ وہ ناجائز تابعداری اور تعظیم اور چاپلوسی اور پرستش کو ہاں میں ہاں ملانے کو ایک عیب سمجھتی ہے۔ علاوہ بریں مسیحی دین بھی ایک دوسرے میں برادرانہ محبت اور آزادی کی روح ڈال دیتا ہے۔ البتہ حد اعتدال سے باہر چلا جانا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ کی تہذیب اور پوزیشن کا رکھنا اور ایجوکیشن کا حاصل کرنا ایسا مشکل ہوگیا ہے۔ کہ خود انکاری کی حد لگانا کوئی آسان اور خیالی بات نہیں ہے۔ خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسیحی کارندوں کو جو تنخواہ ملتی ہے اُسی پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ یا یوں کہیں کہ اُسی سے گذارہ کرنا پڑتا ہے۔ اور کسی طریقہ اور قسم کی مالی مدد۔ خواہ سوسائٹی خواہ مشنری صاحبان کیطرف سے ہو۔ بند ہوتی جاتی ہے۔ اور نہ قانون انہیں یہ اجازت دیتا ہے۔ کہ وہ کسی اور طرح سے روپیہ کماکر اپنی ضروریات کو رفع کریں۔ یہ حالات دیکھکر عرض کرنی پڑتی ہے۔ کہ آپ صاحبان کو کشادہ دلی سے اُنکے لئے کافی و وافی انتظام کرنا چاہئے +

نامور عورتیں

تیسری فصل

عشق۔ شادی اور خانہ داری

۱۸۵۱ء کے آخر میں ریفارمروں نے گرجا کی پاسبانی کے لئے کئی شخصوں کے نام پیش ہوئے۔ وہ باری باری سے وعظ کہتے تھے۔ ان میں ولیم بوتھ نامی بھی ایک صاحب تھے۔ اسی گرجا میں مسٹر اور مس کیتھرین ممفرڈ جایا کرتی تھیں۔

ولیم بوتھ نے بچپن میں انگلستانی کلیسیا کے عقاید کی ترتیب حاصل کی تھی۔ مگر ویسلین گرجہ میں جاکر وعظ سننے سے ان کے خیالات میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ جس نے ایک مستقل اور پختہ صورت اختیار کرلی۔ ولیم لڑکپن ہی سے بیماروں اور بے مذہب آدمیوں سے ملنے۔ ان کی خیر صلاح لیتے رہنے اور لوگوں کے گھروں میں دعا کے جلسے منعقد کرنے کا عادی تھا۔ میدان میں جو دعا نماز کے جلسے دین سے بے بہرہ اور لاپرواہ اشخاص کے لئے منعقد ہوتے تھے۔ ولیم خوشی خوشی انہیں شریک ہوتا اور عملی حصہ لیتا تھا۔ ولیم بوتھ کی بڑی آرزو واعظ بننے کی تھی۔ چنانچہ اسی غرض سے ویسلین کلیسیا کے خادموں کو اپنی خدمات سپرد کیں۔ مگر وہ حضرات ان کے ساتھ سرد مہری کا سلوک ہوا۔

اس کے بعد ولیم بوتھ نے بازاروں اور پارکوں میں منادی کرنے اور کلام مقدس کی تلقین کرنے کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کردیا۔ گو وہ ہر قسم کی رووکد سے علیحدہ رہتے تھے مگر تو بھی اعلیٰ پاسبان کو شک ہوگیا۔ کہ بوتھ ریفارمروں کے طبقہ سے ہیں۔ اسی شک کی بنا پر وہ کلیسیا سے خارج ہوگئے۔

جب ریفارمروں کو ان کے اخراج کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے تپاک سے مدعو کیا۔ بوتھ رضامند ہوگئے۔ اور بنفیلڈ کے گرجہ کے پاسٹر ہوگئے۔

جب ولیم بوتھ نے اس گرجہ میں وعظ کہا۔ تو مس ممفرڈ کے دل پر ان کی قابلیت اور واعظ کے عمدہ نمونہ کا بہت اثر ہوا۔ اس کے چند روز بعد مسٹر رابٹس نے مس ممفرڈ سے پوچھا۔ کہ پاسٹر صاحب کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے ان کا وعظ بہت ہی زیادہ

پسند آیا۔ ایسا وعظ پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر مسٹر ابٹس نے چند نامور دفادار مردوں کی اپنے ہاں چاء کی دعوت کی۔ مسٹر ومس ممفرڈ اور مسٹر ولیم بوتھ بھی مہمانوں میں تھے ✦

ولیم بوتھ گفتگو کے فن میں بہت ہوشیار تھے۔ اسی جلسہ میں ان سے ٹیمپرنس کے متعلق کچھ کہنے کی درخواست کی گئی۔ جسے منظور کیا گیا۔ بعد میں منشیات سے قطعی پرہیز کرنے پر قیل وقال ہونے لگی۔ مس ممفرڈ نے بھی اس تحریک کے حق میں زبردست اور قاطع دلائل پیش کئے۔ جس سے یہ ظاہر ہوا۔ کہ کئی امور میں ولیم بوتھ کے خیالات سے انہیں اتفاق کلی ہے ✦

۱۸۵۲ء میں دیگر سب کام چھوڑ کر مسٹر بوتھ نے اپنے آپ کو خدمت دینی کے لئے وقف کر دیا۔ ریفارمروں نے انہیں اپنا پاسٹر بنایا۔ اور ساڑھے سات سو روپے سالانہ مشاہرہ مقرر ہوا ✦

مس ممفرڈ اور ولیم بوتھ کا رسمی تعارف ترقی پکڑنے لگا۔ ایک دوسرے سے ہمدردی اور خیرخواہی بڑھتی ہی گئی۔ جو انجام کار محبت باہمی میں تبدیل ہو گئی۔ مگر بوتھ کی آمدنی ناکافی تھی۔ اس لئے کیتھرین سے کھلم کھلا شادی کے خیال سے نسبت قرار دینے کی درخواست کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کیتھرین انہیں تاکید کرتی تھیں کہ ہر ایک کام خدا کی عین رضامندی اور مرضی کے مطابق ہونا نہایت ضروری ہے ✦

اسی سال کے ماہ مئی میں دونوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ ہماری شادی عین خدا کی خوشی کے مطابق ہے اور اس سے اس کا جلال ہی ظاہر ہوگا۔ نسبت ٹھیر گئی ✦

اس کے بعد جب دونوں نے جو ایک دوسرے کو خط لکھے تھے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے خیالات۔ ارادے اور خواہشات کیسی ارفع ہیں اور عامیانہ سمجھ اور طرز تحریر سے بالکل مبرا تھے ایک خط کا ایک حصہ ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

میرے پیارے ولیم۔

شام بھر تمہارے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد مجھے شادمان ہونا چاہئے تھا۔ مگر اب تم چلے گئے ہو۔ اور میں تنہا رہ گئی ہوں۔ اب مجھے اسقدر رنج معلوم ہوتا ہے۔ جسقدر تمہارے ساتھ باتیں کرنے سے خوشی حاصل ہوئی تھی۔ ارضی اور سماوی خوشیوں کے درمیان کس قدر تفاوت ہے۔ آسمانی خوشیاں روح کو مسرور کرتی ہیں۔ اور اپنا سلسلہ قائم رکھتی ہیں۔ دنیاوی خوشیاں ہماری روحوں کے اندر آئندہ زمانہ کے تفکرات اور رنج بو کر فوجکر ہو جاتی ہیں۔ اور دل کے اندر درد پیدا ہوتا ہے ✦

خداوند نے ہماری زندگی کے پیالہ کو کسطرح بنایا ہے! وہ ہمیں کامل راحت نہیں بخشتا ہے تاکہ ایسا

نہ ہو کہ ہمارا دل اسی دنیا کا ہو رہے۔ وہ نہ ہی رنج اور دکھ دیتا ہے۔ مبادا ہمارے دل موجودہ حالت سے متنفر ہو جائیں۔ اُس نے بڑی دانائی سے خوشی اور رنج کو مخلوط کر دیا ہے۔ اگر ہمیں ایک نصیب ہو۔ تو دوسری کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ وہ وقت آئیگا۔ جب ہم تجربہ سے دیکھینگے کہ انسانی رنج و راحت کی آمیزش مناسب تناسب سے کی گئی ہے۔ اور یہ کہ جو روح عامیانہ خوشیوں سے اعلے تر راحتوں کا حظ حاصل کرتی ہے۔ وہ اسی نسبت سے رنج بھی محسوس کر سکتی ہے۔

شادی ہو جانے کے کچھ مدت بعد مسز بوتھ نے ایک مرتبہ کہا۔ عام لوگوں کی طرح میں بھی بعض باتوں کو بہت پسند کرتی تھی۔ پہلی یہ بات تھی۔ کہ میرا شوہر پادری ہو..... دوسری یہ تھی۔ کہ وہ دراز قد اور تو دے سانولہ ہو۔ میں "ولیم" نام کو بہت پسند کرتی تھی۔ یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ مجھے میری مرضی کے مطابق شوہر ملا۔ اور یہ آیت صادق آئی "خداوند میں خوش رہ۔ اور وہ تیرے دل کی تمنائیں پوری کرے گا"۔

تعشق (کورٹ شپ) اور شادی کی نسبت مسز کیتھرین بوتھ کے حسب ذیل اقوال ہیں۔ جب تعشق ایسے مضحکہ خیز اور عامیانہ طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ تو شادی کے بعد میاں بیوی کو کیوں دکھ نہ ہو؟ . . . . . شاید سب سے بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ اس میں عجلت اور کوتاہ بینی سے کام لیا جاتا ہے۔ نو عمر مرد و عورت ایک دوسرے کی فطرتوں سے پوری واقفیت حاصل کئے بغیر ہی منگنی کر لیتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے کے مزاج۔ سبھاؤ۔ اور عصمت اور عادات سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت دینا چاہئے۔

ہم مسیح سے کیا کام لینا چاہتی ہیں

"اُس نے اُس سے کہا۔ میاں کس نے مجھے تمہارا منصف یا بانٹنے والا مقرر کیا ہے؟ لوقا ۱۲: ۱۴"

یہ سوال اُس درخواست کا جواب ہے جو بھیڑ میں سے ایک شخص نے خداوند مسیح سے کی تھی۔ اوپر کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند نے اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ اپنی زبان سے نکالے تھے "جب وہ تم کو عبادت خانوں میں اور حاکموں اور اختیار والوں کے پاس لیجائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم

کیسا یا کیا جواب دینگے یا کیا کہینگے۔ کیونکہ روح القدس اُسیوقت تمہیں سکھا دیگا۔ کہ کیا کہنا چاہئے" (۱۱ و ۱۲) اس شخص نے یہ الفاظ سنکر اپنے دل میں کہا۔ کہ اگر مسیح کسیطرح میرا کہا مان لے تو میری بات بن جائے۔ کیونکہ یہ عیاں ہے کہ وہ حاکموں اور اختیار والوں کے سامنے جانے اور اُن سے ہمکلام ہونیکا ڈھنگ جانتا ہے۔ اور ایک آسمانی طاقت اور حکمت اپنے بس میں رکھتا ہے۔ جس سے مشکل مقدمات کا فیصلہ۔ جائداد اور ملکیت کے جھگڑے اور پیچدار تنازعات کا تصفیہ ایک دم میں ہو سکتا ہے۔ جس شخص کی تلاش میں میں مدت سے سرگردان ہو رہا ہوں وہ آج مجھے مل گیا ہے۔ اگر یہ میری بات مان لے اور میرے ساتھ چلکر میرے بھائی کو سمجھانے کے لئے راضی ہو جائے تو وہ جھگڑا جو ایک مدت سے چلا آرہا ہے چشم زدن میں فیصل ہو جائے اور میرا مطلب آسانی سے نکل آئے۔ ان خیالات کو دل میں جگہ دیکر یا شاید یہ کہنا زیادہ بہتر ہو کہ اس قسم کے خیالات سے مغلوب ہو کر اُس نے خداوند سے یہ التجا کی "اے استاد میرے بھائی سے کہہ کہ ورثہ کا میرا حصہ مجھے دے"۔ خداوند اسکے جواب میں وہ الفاظ اپنی زبان سے نکالتا ہے۔ جو سندی آیت کے طور پر اسوقت زیر نظر ہیں۔ اور جن سے انکار اور انکار بھی بڑے زور شور کا ظاہر ہوتا ہے۔ سوال برپا ہوتا ہے کہ کیا مسیح نے اس درخواست کو حق کے خلاف سمجھا۔ جو دست اندازی کرنے سے کنارہ کش ہوا؟ کیا وہ خیال کرتا تھا۔ کہ اس آدمی کا دعوٰے راستی پر مبنی نہیں۔ اور کہ وہ جو کچھ طلب کرتا ہے اُس کا حق نہیں ہے؟ جو الفاظ ہمارے سامنے موجود ہیں اُن سے کوئی بات اِس قسم کی مستنبط نہیں ہو سکتی۔ بلکہ برعکس اسکے اُن لفظوں سے جو اس آدمی کے منہ سے نکلے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جہانتک میراث کی تقسیم منحصر تھی اُس میں کسی طرح کی خلاف گوئی نہ تھی۔ بلکہ بظاہر کئی باتیں اسکی فیور میں نظر آتی ہیں ؞

(۱) اس بیان سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ جس حصہ کا وہ دعوٰے کرتا ہے اُسکا حقدار نہ تھا ؞

(۲) معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسیقدر مظلوم اور اس کا بھائی اس سے زبردست تھا۔ اگر اس کا بھائی اُس سے مال میں۔ طاقت میں۔ اور انفلوئنس میں بڑھا ہوا نہ ہوتا تو معاملہ بہت دیر تک اٹکا نہ رہتا۔ فیصلہ جلد ہو جاتا۔ مگر اس شخص کی بے سروسامانی اور زبردستی یا اس کی ملائم طبیعت اسے کچھ نہیں کرنے دیتی تھی۔ غرضیکہ یہ اپنے بھائی کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا تھا ؞

(۳) وہ اپنے بھائی سے بگاڑنی نہیں چاہتا تھا۔ کچہری میں نالش کرنا اور ایک لمبے چوڑے مقدمہ میں پھنسنا منظور نہ تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ اگر یہ معاملہ کسی ثالث کے وسیلے سے طے ہو جائے تو بہت اچھا ہے کیونکہ اس طرح نہ زر و پیہ خرچ ہوگا۔ اور نہ بھائی سے بگاڑ ہوگا۔ ساری باتیں صلح اور صفائی سے

اور آشتی سے طے ہو جائیں گی ۔

(۳) وہ اس کام کا اہتمام ایک دینی اُستاد کے ہاتھ میں سونپنے کو تیار تھا ۔ وہ سرکاری حکام کے فیصلہ پر ایک دینی رہبر کے فیصلہ کو ترجیح دیتا ہے ۔

اب اگر کوئی شخص ان باتوں کو اُسکی حضور میں پیش کرنا چاہے تو کر سکتا ہے ۔ کیونکہ جو بیان لکھا ہوا ہمارے سامنے موجود ہے اُس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو کھلے طور پر ان خیالات کی مخالفت کرتا ہو ۔ تاہم مسیح نے اُس کی درخواست کو رد کیا ۔ اسکا کیا سبب تھا ؟

اپنے حقوق طلب کرنا بُری بات نہیں ہے ۔ ہم لوگوں کو اپنی اپنی کارروائی میں مصروف دیکھتے ہیں وہ اپنے کام پر اپنی بزنس پر اپنا دل لگاتے ۔ لینے دینے ... بیچنے خریدنے کے معاملات روزمرہ آپس میں طے کرتے ہیں ۔ اپنے رجسٹروں کی پڑتال کراتے ۔ اپنے اکاؤنٹس کی چھان بین میں مشغول ہوتے ہیں ۔ اپنے نفع اور نقصان پر ایسی سرگرمی سے بات چیت کرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کے پاس کوئی دوسرا مضمون ہی نہیں ہے ۔ تاہم کوئی شخص ان حرکتوں کو بُرا نہیں کہتا ۔ اس میں کیا بُرائی ہے کہ میں اپنے کسی دوست سے درخواست کر کے کہوں ۔ بھائی آپ آکر فلاں جھگڑے کو جو روپیہ یا جائداد یا زمین کے متعلق میرے اور میرے بھائی کے درمیان ہو رہا ہے طے کر دیں ۔ جبکہ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ ہم ایسا کیا کریں ہم سرکاری کچہریوں میں جانے سے روکے گئے ہیں اور مسیحی برادری کے فیصلہ کو قبول کرنے کی ہمیں ترغیب دی گئی ہے ۔ پھر اس میں کیا عیب تھا ۔ ؟ یاد رکھنا چاہئے کہ سب باتیں اپنے اپنے موقع پر اچھی ہوتی ہیں ۔ ایک وقت ان پر غور کرنے کا ہوتا ہے اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے ۔ جب ان باتوں کو چھوڑ کر ان سے اچھی اور بہتر باتوں کی طرف توجہ کرنا ہمارا فرض ہوتا ہے ۔ اگر اُسوقت بھی ہم ان سے نہ پھریں بلکہ انہیں کی مالا جپتے رہیں ۔ تو اس سے یہ ظاہر ہوگا ۔ کہ ان باتوں کی تہ میں کوئی اور چیز پائی جاتی ہے جو ان کی تحریک کا باعث ہے ۔ مسیح نے اس شخص کے متعلق اُس چیز کو فوراً معلوم کر لیا ۔ چنانچہ اُس نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا " خبردار اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو " دیکھئے اس موقعہ پر ہمارا خداوند اپنے شاگردوں کو خوف خدا کا سبق دے رہا تھا ۔ چنانچہ وہ اُنہیں کہہ رہا تھا " تم اُن سے نہ ڈرنا جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور بعد اُس کے کچھ اور نہیں کر سکتے ۔ لیکن میں تمہیں جتاتا ہوں کہ کس سے ڈرنا چاہئے ۔ اُس سے ڈرنا جسکو قتل کرنے کے بعد اختیار ہے کہ جہنم میں ڈالے ۔ میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ اُسی سے ڈرنا " اور اسی کے متعلق وہ اُنہیں اُن کی جان کی حفاظت کا یقین بھی دلا رہا تھا ۔ اور وہ اس طرح سے کیا دو پیسے کو دو چڑیاں نہیں بکتیں ؟ تاہم خدا کے حضور اُن میں سے ایک کی بھی بھول نہیں پڑتی ۔ بلکہ تمہارے

سر کے سب بال بھی گنے ہوئے ہیں - ڈرو نہیں - تمہاری قدر تو بہت سی چڑیوں سے زیادہ ہے۔ پس تم کسیطرح کا اندیشہ مت کرو - بلکہ دلیری سے میرا اقرار کرو۔ کیونکہ جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے ابن آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اقرار کریگا - مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا انکار کیا جائیگا - جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہے اُس کو معاف کیا جائیگا - لیکن جو روح القدس کے حق میں کفر بکے اُس کو معاف نہ کیا جائیگا۔ ازاں بعد وہ انہیں روح القدس کی ہدایت کا جو حکام کے سامنے حق پر گواہی دینے کے لئے ضروری ہے یقین دلاتا ہے ؎

اب یہاں تو بہشت اور جہنم خدا اور اُس کے فرشتوں - اُس کی حفاظت اور اُس کے فتوے - روح القدس کے خلاف کفر بکنے کے گناہ اور روح القدس کی ہدایت کا تذکرہ ہو رہا ہے - اور سب سے بڑھکر یہاں وہ شخص کھڑا ہے - جس کا اقرار ہمیشہ کی زندگی اور انکار ہمیشہ کی موت ہے - ایسے گھرے - ایسے بلند پایہ ایسے آسمانی اور ابدیت سے بھرے ہوئے مضامین اس جگہ درپیش ہیں - لیکن یہ شخص پنبہ در گوش ان کیطرف پیٹھ پھیرے کھڑا ہے - ایک ہی خیال اُس کے دل میں اور اُس کے دل پر حکمران ہے - اور وہ جائداد بڑھانیکا خیال ہے - کون اُس جگہ جہاں ماتم ہو رہا ہے تماشے کی باتیں کرتا ہے؟ وہی جس کا دل تماشہ اور ہنسی کی باتوں پر لگا ہوا ہے - کون سنجیدگی کے مقام پر ہلکے پن کی حرکتیں کرتا ہے؟ وہی جس کے مزاج میں کمینہ پایا جاتا ہے - کون ابدیت کے تذکرہ میں چند روزہ اشیاء کا تذکرہ چھیڑتا ہے؟ وہی جس میں لالچ کا تخم پایا جاتا ہے کسی شخص نے سچ کہا ہے کہ دنیاداری میں ایک قسم کی میں ہی میں (اگوٹزم) پائی جاتی ہے - جس کا بیان نہیں ہو سکتا - دوسرے لفظوں میں یوں کہیں - کہ دنیاداری کہتی ہے کہ میں ہی میں ہوں - اور کوئی چیز نہیں ہے - وہ یسوع اور یسوع کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتی - وہ فقط اپنا ہی دعوے پیش کرتی ہے وہ مسیح کو اپنے احاطہ میں - اپنی جگہ پر - اپنے لیول پر اُتار لانا چاہتی ہے - وہ مسیح کو ایک وکیل ایک ثالث بنانا چاہتی ہے - جب ضمیر یہ کہتی ہے کہ مسیح تو ایک الہٰی شخص ہے - اُسے ایسے کاموں میں استعمال نہ کرو تو وہ اسکے جواب میں کہتی ہے - کہ اگر وہ الہٰی شخص ہے تو اور بھی اچھا ہے - کیونکہ وہ اپنی قوت اور قدرت سے تیری آمدنی کو بہت بڑھا سکتا ہے - آرام و راحت کے اسباب کو دونا کر سکتا ہے - لوگوں کی نظروں میں تجھے عزت دلا سکتا ہے - اُسکی پیروی کر کیونکہ اس میں تیرا فائدہ ہے - یہی لالچ اُس آدمی میں پایا جاتا تھا - اسنے اور ساری اچھی صفتوں کو خاک میں ملا دیا تھا - جب اس روشنی میں ہم اس شخص کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ دنیادار آدمی تھا - وہ روحانی باتوں کی خوبی اور سنجیدگی کو محسوس کرنے کا مذاق نہیں رکھتا تھا - وہ اُن خزانوں کو جو یسوع مسیح میں چھپے ہوئے تھے - دیکھنے کی آنکھ نہیں رکھتا تھا؟

پر کیا یہ نقص ہم میں نہیں پائے جاتے۔ خداوند فرماتا ہے۔ پہلے خدا کی بادشاہت اور اس کی راستبازی کی تلاش کرو۔ اور پھر یہ سب چیزیں تم کو دی جائینگی۔ کیا ہم نے اس ترتیب کو بارہا اُلٹنے کی کوشش نہیں کی؟

ہم غور کریں کہ ہم اسوقت کیوں مسیح کے اردگرد کھڑے ہیں۔ کیوں اُس کے پاس آئے ہیں؟ ہم تو اکثر وہ برکتیں لینے کو نہیں آتے جو مسیح دیتا ہے۔ بلکہ وہ چیزیں مانگنے آتے ہیں۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ یہ شخص مسیح کی خاطر نہیں آیا تھا۔ اُس کی برکتوں کے لئے نہیں آیا تھا۔ وہ اپنا کام کروانے آیا تھا۔ شمعون جادوگر نے جب دیکھا۔ کہ روح القدس کی قوت سے طرح طرح کے اچنبھے دکھانے کی طاقت مل جاتی ہے تو اُس نے اپنے سونے اور چاندی کو پطرس کے پاؤں پر ڈھیر کرنیکا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ الہٰی قوت کو اپنی مرضی اور اپنے مقصدوں کے پورا کرنے کیلئے خریدنا چاہتا تھا۔ پر پطرس رسول نے اُسے کہا کہ تو "پت کی کڑواہٹ اور بدی کے بند میں ہے"۔ ہم سب شمعون پر فتوے دینے کو تیار ہیں۔ پر کیا یہ سچ نہیں کہ جو باتیں ہمیں دلپسند ہیں۔ اگر مسیح انکو اسیطرح جسطرح کہ ہم چاہتے ہیں کردے تو ہم آج اپنا سونا چاندی اُس کے پاؤں پر نثار کرنیکو راضی ہو جاتے ہیں۔ ہاں ہم وہی باتیں جو ہمیں مطبوع اور مرغوب ہوتی ہیں اُس سے کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ اُسکا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ وہ چیزیں جو ہم چاہتے ہیں۔ اکثر اوقات ہمیں نہیں دیتا اُن کے عوض اپنی برکتیں ہمیں دیتا ہے۔ اور اُن برکتوں کے حصول کے لئے اکثر اوقات اُن باتوں کو جو ہمیں پسند ہوتی ہیں ترک کرنے کا حکم دیتا ہے جب مسیح زکی کے گھر گیا تو اُس محصول لینے والے نے پہچان لیا کہ اُس کے ساتھ رفاقت اور صحبت رکھنے کا راز یہ نہیں ہے کہ میں اس سے کہوں۔ کہ اب تو آپ اتفاق سے میرے یہاں تشریف لے آتے ہیں۔ اتنا احسان جاتے جاتے کر جائیں کہ میرا مال کم ازکم دونا ہو جائے۔ کیونکہ جتنا میں نے جمع کر لیا ہے وہ ابھی شہر کے امراء اور عمائد کے درمیان عزت پانے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اُس کی حقیقت شناس آنکھ نے فوراً دیکھ لیا کہ اگر میں اس شخص کے ساتھ دوستی رکھنا اور اسکی اعلےٰ برکتیں حاصل کرنا چاہوں۔ تو اُسی چیز کو جو اب تک میرے دل میں راج کرتی رہی ہے چھوڑنا چاہئے۔ اور اُس نے اُسے چھوڑا۔ اور حقیقی نجات سے مالامال ہوا۔ مسیح نے گو بظاہر اس شخص کی درخواست قبول کرنے سے انکار کیا۔ مگر درحقیقت اُس کو ایک جواب دیا جو اُس کی مشکل کو حل کرنے کے لئے کافی ووافی تھا۔ چنانچہ اوروں کی طرف مخاطب ہو کر جو کچھ اُسنے فرمایا تھا درحقیقت اُس کی درخواست کا جواب بھی اسی میں تھا۔ ہم اسوقت کہاں ہیں؟ کیا ہم میں ایسے نہیں ہیں۔ جو اُسیطرح اُس کے پاس آئے ہیں۔ جسطرح یہ شخص آیا تھا؟ کیا ہمیں کسیطرح کا لالچ واسنگیر نہیں ہے؟

ہے تو ہم ہوشیار ہو جائیں۔ دنیا داری کی ہر ایک صورت جو مسیح کو نظر سے گراتی اور لالچ کو خواہ وہ کسی
قسم کا کیوں نہ ہو۔ سربلند کرتی ہے ترک کرنے کے قابل ہے۔ کیا ہم ایسا کرنیکو تیار ہیں؟ اس بدی
نے یہوداہ اسکریوطی کا بیڑا غرق کیا۔ اس نے حنانیا اور سفیرہ کو ہلاکت کے پنجہ میں پھنسایا۔ اسی
نے اُس نوجوان کو جو ہمیشہ کی زندگی کا طالب تھا بے نیل مرام لوٹایا۔ پس ہم خبردار رہیں۔ ہم مسیح
کو جو تمام خزانوں سے بیش قیمت ہے اپنا خزانہ بنائیں۔ ہاں آج سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ آج فیصلہ
کریں کہ ہمارا قیاس۔ ہمارا پیمانہ۔ ہماری اٹیچوڈ مسیح کی نسبت کیا ہے۔ کیا وہ ہمارے درمیان حاضر
ہے۔ اور اگر ہے تو کیا ہم اُسے کو نظر انداز کرکے دنیا کی بے حقیقت چیزیں اُس سے مانگتے ہیں؟ کیا
ہم اُسے ایک لایعنی وکیل بنانا چاہتے ہیں؟ اگر ہمارا یہ حال ہے۔ تو ہم ضرور اُس ۔۔۔ یہ افسوسناک کلمات سنینگے
میاں کس نے مجھے تمہارا منصف یا بانٹنے والا مقرر کیا ہے؟ میرے ساتھ تمہارا کچھ تعلق نہیں ہے۔
جب وہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ یہی چاہتا ہے کہ نظر اسی کی طرف لگی رہے ✦

ولیم مرڈک

(گذشتہ سے پیوستہ)

چنانچہ ۱۷۷۹ء عیسوی میں جبکہ وہ پچیس برس کا ہی تھا۔ اس عہدہ پر مامور کیا گیا۔ کارنوال میں ملازم
اُس نے آرام نہ کیا۔ جب تک کہ انجنوں کے نقائص کو دور کرکے باقاعدہ طور پر چلا نہ دیا۔ اس نے
اپنے فرائض کو ایسی سرگرمی اور لیاقت سے سرانجام دیا۔ کہ اس نے واٹ صاحب کی اپنے بارے میں
رائے قائم کرا دی۔ جب کبھی اسے کوئی ضروری کام درپیش ہوتا ہے۔ تو وہ نیند کو حرام سمجھتا۔ ایک دن کا
ذکر ہے۔ کہ مقام اٹیڈروتہ پر جہاں اس کی رہایش تھی۔ اس کے کمرہ میں ایسا شور ہوا۔ جس سے کل
لوگ آس پاس کے اکٹھے ہوئے۔ دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ مرڈک صاحب اپنے کمرہ میں قمیص پہنے کھڑا
اور نیند سے اٹھکر پکار رہا ہے۔ لڑکو اب انجن چل پڑا۔ اب انجن چل پڑا ✦
مرڈک ان کان کے مالکان میں ہر دلعزیز ہوگیا۔ اور کارنش انجنیر اور کارکنان اس کے واقف بن گئے
ایک دن چھ سات کان کن کپتان اس کے انجن کے کمرہ میں آگئے۔ اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔
کی وہ برداشت نہ کرسکا۔ وہ جھٹ پٹ ان میں سے جو سب سے موٹا تازہ تھا اُس کیطرف گیا۔ لڑنے
لئے تیار ہوگیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مرڈک اپنی مضبوطی اور طاقت کے

لڑائی میں جیت گیا - جو پاس کھڑے تھے - جب انہوں نے دیکھا - کہ ہم نے بے فائدہ ایک بٹے کٹے مضبوط آدمی سے چھیڑ خانی کی تو وہ صلح کرنے کیلئے تیار ہو گئے - اور پھر سب نے آپس میں ہاتھ ملائے اور گہری دوستی کیطرح ملکر ادا اٹھ ہوئے +

واٹ صاحب کے سٹیم انجن کی خوبیاں مشہور ہو گئیں اور ضرورت محسوس ہوئی کہ اسے صنعت کے کام میں لایا جاوے - اب یہ درکار تھا - کہ کسی صورت سے ایسا طریقہ ایجاد ہو جاوے - اور ایک مسلسل چکر دینے والی حرکت معلوم ہو جائے - جس سے کہ کارخانے کی کلیں گھمائی جا سکیں - اس مدعا کے پورا کرنے کے لئے واٹ صاحب نے اپنا پہلا پہیہ دار انجن ایجاد کیا تھا - لیکن یہ استعمال نہیں کیا گیا تھا - آخر کار اس نے ایک ایسا نمونہ تیار کیا - جس میں کہ انجن کے شہتیر کے پاس ہی ایک موڑ یا خم تھا - جس سے یہ حرکت پیدا ہوتی تھی - اس میں کوئی جدید ایجاد کی بات نہ تھی - یہ خم جس سے حرکت پیدا ہوتی تھی - کل سازی کے علم میں معمولی سی بات تھی یہ خم ایسی حرکت کو پیدا کرنے کیلئے چاقو لگانے کی شانوں میں سے پایا جاتا ہے - اس دھری کے خم کی ایجاد کو واٹ صاحب نے اس قابل نہ خیال کیا - کہ اسے پیٹنٹ کرایا جاوے - لیکن ایک اور شخص نے اس ایجاد کا پہلا لگا کر پیٹنٹ کرا لیا - بدیں وجہ واٹ صاحب کو کوئی نیا طریقہ نکالنا پڑا - اور نئی کوشش میں ولیم مرڈک نے اس کی بڑی مدد کی - واٹ صاحب نے اس کرنک یا خم کے بغیر چکر دینے والی حرکت کو پیدا کرنے کے لئے پانچ مختلف طریقے سوچے اور ان سب میں سے اُسے مرڈک کی ایجاد بنام حرکت نظام شمسی ہی مناسب نظر آئی - اس میں یہ صفت خاص تھی - کہ انجن کی ایک حرکت سے دو دفعہ چکر گھومتا تھا - اور کسی اور کل کی مدد کے بغیر اس چکر کی حرکت زیادہ ہو سکتی تھی - ۱۷۸۱ء میں یہ ایجاد پیٹنٹ کرائی گئی +

کارنوال کے سٹیم انجنوں کی نگرانی مرڈک سالہاسال تک کرتا رہا - جب کبھی کوئی نقص پیدا ہو جاتا - تو فوراً اسکو بلایا جاتا تھا - وہ بڑا مستعد زود فہم - چالاک اور سنجیدہ تھا اور بڑا قابل اعتبار تھا ۱۷۸۰ء تک تو اس کی تنخواہ ایک پونڈ فی ہفتہ تھی - لیکن بولٹن صاحب نے اسے دس گنے کا انعام دینا مقرر کیا - اسکے علاوہ کان کے مالکوں نے بھی اسے دس گنے کا عطیہ عنایت کیا - اس خدمت کے صلہ میں جو مرڈک نے ان کے نئے انجن کے بنانے میں کی تھی - اور اس کمپنی کے میر مجلس نے یہ اقرار کیا تھا - کہ مرڈک ایک محنتی اور محنت کرنیوالا کارندہ ہے - الغرض مرڈک کارنوال کے کارخانوں میں ایک لایق آدمی شمار ہوتا تھا - چنانچہ ۱۷۸۲ء کے آخر میں ایک خط میں بولٹن نے واٹ کو یوں لکھا - مرڈک ایک [illegible] آدمی ہے - وہ مشکل سے نیند بھر سوتا ہے - اور اچھی خوراک کھاتا ہے - اسطرح جمعرات [illegible] - [illegible] رات دن کام

کرنیکے بعد ایک خط آیا۔ کہ ہمارے انجنوں کو درست کردو۔ نہیں تو یہ خاک سیاہ ہوجا دینگے۔ اس نے انجنوں کو جاکر درست کیا۔ اور پانچ چھ گھنٹہ تک جبتک وہ وہاں رہا۔ ٹھیک چلتے رہے۔ وہ انہیں وہیں چھوڑ کر کانوں میں آیا۔ اور گیارہ بجے سے لیکر صبح کے سہ بجے تک انجنوں کو درست کرنے میں مصروف رہا۔ اور پھر سو گیا اور آج میں نے دس بجے کے قریب اسکو بازار میں خرید و فروخت کرتے دیکھا ہے۔ میں نے اسے تاکید کی کہ سونا ضروری ہے "

ایک مرتبہ ایک انجن جو مرڈوک کی نگرانی میں تھا۔ کسی حادثہ کے باعث چلنا بند ہوگیا۔ کان میں پانی بھر گیا۔ اور کئی کان کن ڈوب مرے۔ اس پر کان کھودنیوالے شور مچاتے ہوئے اسکے پاس پہنچے۔ اور اُسے تنگ ترش کہنا شروع کیا۔ کہ ہائے تو ہی نے کام بند کر ڈالا ہے۔ نڈر ہو کر وہ فوراً گیا۔ اور انجنوں کو درست کیا ایسے کہ وہ چلنے لگ گئے۔ واپسی کے وقت کان کھودنے والے خوشی کے نعرے مارتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ اسے اپنے کندھوں پر اٹھاکر اسکے گھر پہنچا دیں۔

سٹیم کی مانگ اب ہر کہیں ہوگئی تھی اور اس کا کام ہر کہیں ظاہر ہوتا جاتا تھا۔ اس سٹیم کی خاطر کارنوال کی کانوں سے پانی پمپ سے نکالا جاتا تھا۔ اور اسی سٹیم سے لنکاشائر کے کارخانے چلائے جاتے تھے۔ صاحب استدراک کل ساز اس سوچ میں تھے۔ کہ کسطرح سٹیم زمین پر حرکت کرا سکنے کا باعث ہو جائے۔ سر آئزک نیوٹن جیسے عالی دماغ شخص نے تو اپنی کتاب موسومہ بہ فلسفہ نیوٹن کی تفسیر میں پہلے ہی یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ سٹیم ایسا کام بھی دے سکتی ہے۔ لیکن اس کا تجربہ نہ کیا گیا تھا۔ بنجمن فرنکلن نے جب امریکہ کی جانب سے لنڈن میں ایجنٹ کا کام کرتا تھا۔ برمنگھم کے میتھو بولٹن اور ڈاکٹر ڈارون صاحب سے اس بارے میں خط و کتابت کی تھی۔ بولٹن نے ایک انجن فرنکلن کے ملاحظہ کے لئے لنڈن بھیجا۔ لیکن فرنکلن پولٹیکل امورات میں مصروف ہونیکے باعث اسطرف مزید توجہ نہ دے سکا۔ لیکن ایرسمس ڈارون صاحب کے روشن دماغ میں اس آگ کے اتھلین انجن کا خیال سما گیا۔ اور اس نے بولٹن صاحب کو سٹیم کی ضروری کلیں تیار کرنے کی تحریک کی۔ اور صاحب دماغ لوگ بھی ایسی سوچوں میں تھے۔ واٹ صاحب نے ۲۳ سال ہی کی عمر میں اپنے دوست رابسن کی تحریک پر ایک لوکوموٹیو انجن ٹین کی پلیٹوں والے دو دُھروں کا تیار کیا تھا۔ لیکن اس موجد نے بھی مزید توجہ نہ دی اور بات وہیں کی وہیں رہی۔ تو بھی واٹ صاحب نے ۱۷۸۴ء میں اپنے ایک پیٹنٹ میں سٹیم کو زمینی حرکت میں کام لانے کا ذکر بھی تحریر کر دیا۔ لیکن اسکا بھی کوئی نمونہ بنایا نہ گیا۔ اسی اثنا میں پیرس کے کیونات صاحب نے بھی سڑک پر چلنے والا انجن جس کو

مسیح اور مسیحی زندگی

تیسرا باب

دعا کی منزلت

مسیحی زندگی کے بعض عمل ایسے ہیں کہ اُن کے لازم ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ جب روحانی زندگی کے قایم رکھنے کی شرائط پر غور کیجاتی ہے تو یہ عمل خودبخود بڑے زور سے آموجود ہوتے ہیں۔ دعا کا عمل بھی ان میں سے ایک ہے۔ یہ عبادت عام کا ایک حصہ ہے اور سب اس کی منزلت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر کلیسیا اور مسیحیوں کی زندگی میں شاید اس سے بڑھکر کسی بات میں زیادہ غفلت نہیں کیجاتی ہے بہت لوگ دعا مانگنے کی نسبت دعا کے مضمون پر خوب بحث کرسکتے ہیں۔ اگر ہم دعا کی حقیقت پر زیادہ غور کرتے اور دعا مانگنا سیکھنے کے لئے مکتب کو جانا پسند کرتے تو ہم پر یہ الزام صادق نہ آتا +

بائبل پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا فی الحقیقت ایک طاقت ہے۔ مسیح نے فرمایا کہ جوکچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگوگے وہ سب تمہیں ملیگا" یعقوب کہتا ہے کہ" جو دعا ایمان کے ساتھ ہوگی۔ اُس کے باعث بیمار بچ جائیگا" اور پھر یہ کہ" ایلیاہ ہما ہم طبیعت انسان تھا۔ اُس نے بڑے جوش سے دعا کی کہ مینہ نہ برسے۔ چنانچہ ساڑھے تین برس تک زمین پر مینہ نہ برسا۔ پھر اُس نے دعا کی تو آسمان سے پانی برسا اور زمین میں پیداوار ہوئی" (یعقوب ۵: ۱۵- ۱۷ و ۱۸) یوحنا رسول اپنے پہلے خط کے پانچویں باب میں لکھتا ہے کہ" ہمیں جو اُس کے سامنے دلیری ہے۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ اگر اُس کی مرضی کے موافق کچھ مانگتے ہیں۔ تو وہ ہماری سنتا ہے۔ اور جب ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں وہ ہماری سنتا ہے۔ تو یہ بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اُس سے مانگا ہے وہ پایا ہے" (۱۴ و ۱۵ آیات)۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ دعا ایک طاقت ہے اور دنیا میں طاقت ہے جو وہمی یا خیالی بات نہیں ہے۔ کلام مقدس کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعا دنیا کی یقینی حقایق میں سے ایک ہے۔ دعا خدا کے نظام سلطنت میں اور اس نظام کی مختلف حرکات میں ایک طاقت ہے +

جب ہم مسیحی ہوئے شاید اُسوقت ہم نے اس طاقت کو محسوس کیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ہماری حقا ہے کہ ہم اُس کی حضوری میں ہیں۔ ابتدا زمانہ کے ساتھ وہ جھلک جاتی رہی۔ اور پھر محض ہوا میں

باتیں کرنے والے بن گئے ۔ ہمارے نئے ایمان میں کوئی قصور نہ تھا اور نہ خدا میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی تھی ۔ اصلی نقص یہ تھا کہ جب ہم نے اول سبق سیکھ لیا تھا ۔ تو ہم آگے قدم بڑھانے میں قاصر رہے ۔ کیونکہ کلام کی تلاوت اور روحانی ترقی کے دیگر وسائل کیطرح دعا مانگنے کا سبق بھی سیکھنا ضرور ہے ۔ رسول بخوبی جانتے تھے کہ دعا خودبخود حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اُس کے لئے باقاعدہ تعلیم پانا چاہئے ۔ چنانچہ اُنہوں نے مسیح کے پاس آکر درخواست کی کہ اے خداوند ہمیں دعا مانگنا سکھا ۔ اور ہم جانتے ہیں کہ مسیح نے مکتب دعا میں انکو تعلیم دی ۔ اور وہ اسوقت بھی ہم سب کو اسی مکتب میں تعلیم دینے کا خواہاں ہے ۔

پہلے ضروری بات یہ ہے کہ ہم فی الحقیقت مسیح کے مکتب میں داخل ہوں ۔ یعنی وہ مکتب جس میں وہ خود تعلیم دیتا ہے ۔ ذرا اُس کی زندگی اور دعا کے طریقوں پر غور کرو ۔ وہ بلاناغہ دعا مانگتا تھا وہ زندگی کی مشکلات اور فرائض کے لئے دعا کے ذریعہ تیار رہتا تھا ۔ اُس کی زندگی کے واقعات عظیم اور طاقت کے کام دعا سے شروع ہوتے تھے ۔ عوام اُس کی دعاؤں کی نیک تاثیر کے قائل تھے ۔ چنانچہ وہ بچوں کو اُس کے پاس لائے ۔ تاکہ وہ اُن پر ہاتھ رکھے اور دعا مانگے (متی ۱۹: ۱۳) بارہ رسولوں کے انتخاب اور پہاڑی وعظ سے پیشتر رات دعا مانگنے میں صرف ہوئی ۔ (لوقا ۶: ۱۲ و ۱۳) مسیح کی تبدیل صورت بھی دعا کا ایک کرشمہ تھا (لوقا ۹: ۲۸ سے ۳۶) ۔

اس قسم کی دعائیں تو ایک عام بات ہے ۔ جب کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو انسان خودبخود اپنے کسی معبود سے دعا کے ذریعہ مدد طلب کرتا ہے ۔ اور جب وقت گزر جاتا ہے ۔ تو وہ پھر اپنی طاقت اور عقل پر بھروسا کر لیتا ہے ۔ مگر مسیح اپنی زندگی کے بھارے واقعات کے بعد بھی دعا مانگا کرتا تھا اور غم و رنج کے وقت دعا پر سہارا کرتا تھا ۔

اُس کی دعا اکثر اوقات اوروں کے لئے ہوا کرتی تھی ۔ دعا پر اُس کا ایسا اعتقاد تھا کہ جواب پانے سے پیشتر ہی وہ برملا خدا کا شکر کرتا تھا کہ تو میری دعا سنتا ہے ۔ (یوحنا ۱۱: ۴۱ و ۴۲) اُسکی دعائیں نہایت سادہ ہوا کرتی تھیں (متی ۱۱: ۲۵ سے ۲۷ و یوحنا ۱۱: ۴۱ و ۴۲ و لوقا ۲۳: ۳۴ و ۴۶) ۔ اور اُن میں حد درجہ کی فروتنی اور انکساری پائی جاتی ہے (متی ۱۱: ۲۶ و ۲۶: ۳۹ و ۴۲ و ۴۵) وہ جسقدر کام زیادہ کرتا تھا ۔ اُسیقدر زور سے دعا مانگتا تھا (مرقس ۱: ۳۵ و لوقا ۳: ۲۱ و یوحنا ۶: ۱۵) مگر بعض اوقات وہ خدمت میں ایسا مصروف ہوتا تھا کہ تنہائی میں دعا نہیں کیا کرتا تھا (متی ۱۴: ۲۳) ۔

ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت

ناول کے پیرایے میں

نواں باب

ایک نئی ملاقات

پادری صاحب۔ گڈ ایوننگ مسٹر بنرجی؟

مسٹر بنرجی۔ گڈ ایوننگ پادری صاحب۔ ایں مسز رحمت مسیح کہاں ہیں؟ آپ انہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے؟ میں سخت مایوس ہوں۔ آپ کا یہ قصور ہرگز ہرگز معاف نہیں ہوگا۔

پادری صاحب۔ میں آپ کی مہربانیوں کا شکریہ مطلق ادا کروں۔ میں بھی اور مسز رحمت مسیح بھی آپ کی عنایات کے اسقدر ممنون ہیں کہ بیان کرنا طاقت زبان سے باہر ہے۔ یہ آپ کی عین غریب نوازی ہے کہ آپ میرے ایسے ہیچ میرزا اور بے برگ و بر کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں اور ہر موقع پر یاد فرماتی ہیں۔ مسز رحمت مسیح تو بڑے اشتیاق اور انتظار سے اس وقت کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ اور آج دو بجے تک اُنہیں پختہ امید تھی کہ حاضر ہوکر آپ کی صحبت اور سنگت سے مستفیض ہونگی۔ مگر عزیز کی ناگہاں علالت کے سبب سے آنہیں سکیں۔ دو بجے کے قریب اُس نے بخار کی شکایت کی اور ایک ہی گھنٹہ کے عرصہ میں اُس کا ٹمپریچر ایک سو پانچ درجہ تک چڑھ گیا۔ ایسی نازک اور خطرناک حالت میں اُسے اکیلا چھوڑنا قرین مصلحت نہ جانا۔ آنا تو میرا بھی مشکل تھا۔ مگر مسز رحمت مسیح نے بہت اصرار کیا۔ کہ گھر میں سے کسی نہ کسی کو ضرور حاضر ہونا چاہئے۔ یہ وجہ ہے۔ کہ وہ خود حاضر نہیں ہوئیں۔ افسوس ہے کہ آپکو وقت پر اطلاع نہ دی گئی۔ مگر میں آپ کی معافی بخش طبیعت کی فیاضی سے بخوبی واقف ہوں اور مجھے امید ہے کہ یہ تقصیر واجب التعذیر ضرور معاف کی جائیگی۔

مسٹر بنرجی۔ مجھے عزیز کی بیماری کا حال سنکر بہت رنج ہوا۔ اور افسوس ہے کہ آپکو ہم لوگوں کی خاطر مسز رحمت مسیح کو ایسے تردد اور تفکر کی حالت میں تنہا چھوڑنا پڑا۔

پادری صاحب۔ آپ اس بات کی کچھ فکر نہ کریں۔ جسوقت میں گھر سے روانہ ہوا تھا۔ اُسوقت ٹمپریچر بہت کم ہوگیا تھا۔ اور یقین ہے کہ جب میں واپس جاؤنگا تو اُسے بالکل نارمل پاؤنگا۔ اب اگر

اجازت ہو تو میں اس لڑکی کو آپ سے انٹروڈیوس کراؤں۔ اس کا نام میری غلام مسیح ہے +

مسٹر بنرجی۔ گڈ ایوننگ میری۔ اچھی ہو۔؟ میں بہت خوش ہوں کہ پادری صاحب تمہیں اپنے ساتھ لائے۔ (پادری صاحب سے مخاطب ہو کر) میں نے میری کو کئی بار سکول میں اور گرجہ میں بھی دیکھا ہے مگر میرے مکان پر وہ آج ہی آئی ہیں +

پادری صاحب۔ آپ کی مہربانیوں نے مجھے بہت گستاخ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بغیر اجازت بارہا انہیں بھی جو مدعو نہیں ہوتے اپنے ساتھ لے آتا ہوں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہاں ایک چشمۂ فیض جاری ہے۔ اور کسی کے لئے دروازہ بند نہیں ہے +

مسٹر بنرجی۔ پادری صاحب آپ اپنی ان باتوں کو مہربانی سے ترک کر رکھیں۔ دیکھو میری میرے اس چھوٹے سے مکان میں ہر بات کی گنجایش ہے۔ مگر تکلف کے لئے ذرا جگہ نہیں۔ اب تم میرے ساتھ آؤ ہم پادری صاحب کی باتیں نہیں سنینگے۔ انہیں اکیلے ہوا سے باتیں کرنے دو۔ آؤ میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں جہاں تمہیں اپنی چادر رکھنی چاہئے +

اب جبکہ میری اور مسٹر بنرجی دونوں ایک منٹ کے لئے غائب اور پادری صاحب کھڑے ہوکر باتیں کر رہے ہیں۔ ہم چند سطور میں مسٹر بنرجی کا مختصر سا حال ناظرین کی خاطر رقم کرینگے۔ ضرورت نہیں کہ ہم اس خاتون کے حسب نسب کا ذکر کریں۔ شوہر کیطرح یہ خود بھی بنگالی الاصل تھیں۔ جس طرح بنرجی نام سے شرافت خاندانی خود بخود ٹپک رہی ہے۔ اسیطرح ان کے والد کے سرنیم سے بھی نجابت دودمانی آپ ہی آپ ظاہر ہوتی تھی۔ ان کے شوہر مسٹر بنرجی کیمبرج یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے۔ اور اسوقت ایک بڑے عہدہ پر ممتاز تھے۔ شہر کے امرا اس ذی وقار کی صحبت کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ اور مسیحی کمیونٹی کی تو گویا یہ ناک ہی تھے۔ اوائل عمری میں تو طبیعت کسیطرح کی قیود کی پابندی کو پسند نہیں کرتی تھی۔ مگر جب سے اس سرمایۂ ناز نے آغوش تمنا کو سرشار کیا تھا۔ تب سے ہر ایک امر میں میانہ روی کو اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ بلکہ یہ کہنا عین درست ہے کہ ہر بات میں اعتدال دستورالعمل تھا۔ مسٹر بنرجی خود بھی بڑے کریم النفس آدمی تھے۔ مگر مسز بنرجی کی فیاضی طبع کی چاشنی نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا تھا۔ تھے تو دونوں میاں بیوی بنگالی۔ مگر زاد و بوم دونوں کی وہ سرزمین تھی جس کی نسبت ایک خوشنوا شاعر یوں زمزمہ پرداز ہے۔ ؎

چہ پنجاب انتخاب ہفت کشور   قسم خوردہ بخاکش آب کوثر

ہمارے شاعرانہ مذاق مصور اگر استعاروں کے رنگوں میں کسی کے حسن عارضی کی تصویر کھینچتے ہیں

تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُس کے ابرو تلوار آبدار اور رخسار گلعذار ہیں۔ لب لعل کے ٹکڑے اور آنکھیں نرگس بیمار ہیں۔ قد سرو سہی یا قیامت ہے تو رفتار میں اٹھکھیلی اور گفتار میں حلاوت ہے۔ اس زمانہ میں یہ سب کچھ تھا۔ ان سب سے بڑھکر چہرہ کا وہ خوشنما اور دلکش اکسپریشن جو ان مختلف عناصر کے باہمی امتزاج سے پیدا ہو رہا تھا۔ ایسا سراپا لطافت تھا کہ بیان کے حیطۂ امکان سے باہر ہے مگر ہم ان باتوں پر بہت دیر تک ٹھیر نہیں سکتے یہ چیزیں کیا ہیں! آج ان کی جھلک آئینہ کو حیرت میں ڈالکر ناز و نخوت کی آب و تاب بڑھا لیتی ہے کل وہی آئینہ جھریوں کی جھریاں دکھاکر آبروے حُسن پر پانی پھیر دیتا ہے۔ جمالی حُسن واقعی حُسن عارضی ہے۔ مگر خدا نے مسز بنرجی کو وہ خوبصورتی بھی عطا کی تھی۔ جس کے چاند سے ٹکڑے کو کبھی زوال کا کھٹن نہیں لگتا۔ انگریزی مثل کہتی ہے "ہینڈسم از وٹ ہینڈسم ڈُز" (خوبصورت وہی ہے جو خوبصورت کام کرتا ہے)۔ اور جب ہم اس خاتون کی سیرت کی خوبصورتی کو اُس کے جسم کی خوبصورتی کے مقابلہ میں دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں اور بھی دلکش ہوتی نظر آتی ہے۔ اسکی بے نظیر اور ہر دلعزیز خصائل نے ہر کہ ومہ کے دل میں گھر کر رکھا تھا۔ سوسائٹی میں اپنے دلربا انداز کے سبب سے یہ ماہ طلعت فی الواقع ایک چینی لعبت سے کم نہ تھی۔ مگر ہم ان سب باتوں کو چھوڑ کر اُس کی مذہبی زندگی کا تھوڑا سا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ دینداری کے متعلق لن ترانیاں کرنا نہیں جانتی تھی۔ لہذا دینداری کے بارے میں بہت سی باتیں کرنے کی نسبت دینداری کے کام کرنا زیادہ پسند کرتی تھی۔ اُس کے عقیدہ میں مسیحی مذہب کا فلسفہ ایک یعنی حب انسانی کا پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ کلیسیا کے یتیم اور غربا اس نوجوان عورت کی عملی ہمدردی کو مادرانہ شفقت سے بڑھکر جانتے تھے۔ نوجوان طلبا جو ماؤں اور بہنوں کی محبت بھری رفاقت سے کالے کوسوں دور تھے۔ وہ ہر شام مسز بنرجی کے مکان پر تفریح کے سامان مہیا پاتے تھے۔ طرح طرح کی بے ضرر امیوزمنٹ اور قسم قسم کی گیمیں غم غلط اور دل و دماغ تازہ کرنیکو موجود تھیں۔ کئی بیوہ اور غمزدہ عورتیں ایسی بے معلوم صورت میں اپنی احتیاج کے مطابق مدد پاتی تھیں کہ جو کچھ اُس کا دہنا ہاتھ کرتا تھا۔ اُس کی خبر بائیں ہاتھ کو نہ ہوتی تھی۔ مسز بنرجی نے ایک مرتبہ اپنے کسی دوست کو یہ کہتے سنا تھا کہ مسیحی مذہب اور دیگر مذاہب میں یہ فرق ہے۔ کہ سچا مسیحی اپنے خداوند کی اُس تقریر کو یاد رکھتا ہے۔ جس کے ضمن میں اُس نے اپنے بندوں کی بھوک کو اپنی بھوک۔ اُن کی پیاس کو اپنی پیاس قرار دیکر یہ کہا ہے۔ کہ جو میرے چھوٹے سے چھوٹے پیرو کو کھانا کھلا کر آسودہ کرتا ہے وہ اُسے نہیں مجھے آسودہ کرتا ہے۔ اُس کے وہ پیارے الفاظ حسب ذیل ہیں "آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو جو بادشاہت بنائے وقت سے تمہارے واسطے تیار رہی ہے اُسے ورثہ میں

تو مجھے کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا - میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا - میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر اتارا - ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا - بیمار تھا تم نے میری خبرلی - قید میں تھا تم میرے پاس آئے " وغیرہ حقیقی مسیحی ان باتوں کو یاد کرکے جب کبھی اپنے بھائی یا بہن کی مصیبت کو دیکھتا ہے تو اُس میں گویا اپنے خداوند کی مصیبت اور درماندگی کو دیکھتا ہے - اور مدد کا ہاتھ اسقدر ثواب کی خاطر نہیں بڑھاتا - جسقدر اس نیت سے بڑھاتا ہے - کہ اپنے مصیبت زدہ خداوند کی تکلیفوں کو دور کرے - مسیح میں اور اُس مسیحی بھائی میں اُسے ایسی یگانگت نظر آتی ہے کہ اُس کا دکھ مسیح کا دکھ اور اُس کا سکھ مسیح کا سکھ معلوم ہوتا ہے - وہ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی مدد اس لئے نہیں کرتا کہ حکم کا تازیانہ سر پر سوار ہے - اور نہ اس لئے کہ اجر کا شوق دامنگیر ہوتا ہے - مگر محض اس لئے کہ اُن کی خدمت خدا کی خدمت ہے - حق العباد کو ادا کرنے کا یہ کیسا بے عیب طریقہ ہے - اس میں نہ خودی کی بو آتی ہے اور نہ طرفداری اور ریا کا داغ دکھائی دیتا ہے - یہ خیال مسٹر بنرجی کے دل پر نقش ہوگیا تھا - ایک نامعلوم اور خاموش طور پر پہلے مسیح اور پھر اُس کے بندوں کی محبت اُس کے دل میں جاگیر تھی - وہی یہ قانون اور سب قوانین سے اعلٰے ہے - محبت شریعت کی غایت ہے - کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا - کہ پاکیزگی محبت ہی کی ایک صورت ہے ؟ جو شخص محبت رکھتا ہے وہی شریعت کو پورا کرتا ہے - مگر الٰہی شریعت کو فرزندانہ محبت کے اصول سے پورا کرنا حقیقی پاکیزگی ہے - اگر یہ تعفیر قابل پذیرائی ہے تو مسٹر بنرجی حسن تقدس سے بھی مالامال تھی +

اب ہم مجبور ہیں کہ اس سلسلۂ بیان کو بند کریں - دیکھو وہ محبت سے میری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے آرہی ہیں +

مسٹر بنرجی - پادری صاحب آئیے باغ کیطرف تشریف لائیے - کیسا سہانا وقت ہے - جب تک اور مہمان نہ آئیں ہم وہیں بیٹھیں گے - مسٹر بنرجی بھی ابھی آجائیں گے - وہ دو تازہ وارد مہمانوں کو ہوا خوری کے لئے باہر لے گئے ہیں +

پادری صاحب - مجھے اندیشہ ہے کہ ہم وقت سے بہت پہلے آکر آپ کے کئی کاموں میں حارج ہوئے ہیں +

مسٹر بنرجی - نہیں پادری صاحب آپ بالکل حارج نہیں ہوئے - سو آپ مفت کے اندیشوں میں مبتلا نہ ہوں - میں اپنے سب کاموں سے جو اس شام سے متعلق تھے فارغ ہوچکی ہوں - آرام چوکی حاضر ہے - آپ تشریف رکھیں +

یوں تو وہ سارا مکان جس میں مسٹر اور مسز بنرجی رہتے تھے - چوطرفہ باغ سے گھرا ہوا تھا ۔ مگر باغچہ کا وہ حصہ جو لب سڑک واقع تھا - اپنی خوش اسلوبی اور خوشنمائی میں اپنی نظیر آپ ہی تھا - بنگلے کے پورچ (ڈیوڑھی) کے سامنے نصف دائرہ کی شکل کا ایک بیضہ لان (گھاس کا قطع) پھیلا ہوا تھا - اُس کا قطر اور شاہراہ خطوط متوازی کیطرح دور تک دوش بدوش چلے گئے تھے - بیچ میں گلاب کے بوٹوں کی ایک باڑ جس میں رنگا رنگ پھول کھل رہے تھے حائل تھی - اور اپنی آڑ میں مہوشان گلفام کے اُس نظارۂ دل آرام کو جو اس سبزۂ بے مثال تجلت دہ ہلالی میں ہر شام کو اپنی جھلک دکھاتا تھا - رہگذروں کے آسیب عین الکمال سے بچا رہی تھی - محیط اس نصف دائرہ کا ہم قامت بوٹوں سے مشتمل تھا - اور ایک سرے سے شروع ہوکر گوناگوں پھولوں کا تماشا دکھاتا ہوا قطر کے دوسرے سرے پر ختم ہوتا تھا - بیچ میں فراش قدرت نے فرش زمردیں جس کے انداز نزہت آگین سے دل تازہ اور آنکھیں روشن ہوتی تھیں بچھا رکھا تھا - گھاس پر ایک جانب دری بچھی ہوئی تھی - جس کی دھاریوں کے بوقلموں رنگ اردگرد کے پھولوں پر شوخیٔ ناز سے چشمک زنی کر رہے تھے - دری کے گرداگرد کرسیاں لگی ہوئی تھیں - اُن کی دونوں جانب پھاٹک تھے - جن میں سے سڑکیں نکلتی تھیں اور طرۂ پیچدار کیطرح بل کھا کھا کے اس مکان جنت نشان کیطرف بڑھتی جاتی تھیں - اور پورچ کے قدموں میں پہنچکر باہمی وصل سے ایک ہو جاتی تھیں - سڑکوں کے کنارے انار - انجیر - نارنج - چکوترہ اور آم کے پیڑ کھڑے تھے - اسوقت آموں میں چھوٹی چھوٹی انبیاں لگی ہوئی تھیں - طوطے اس خوان یغما کے مزے لے رہے تھے - اناروں کی پتیوں میں شعلۂ گلنار کی آگ بھڑک رہی تھی - مکان واقعی اسوقت روضۂ رضوان بلکہ رشک جنان بنا ہوا تھا - اس میں سے گذر جانا ہی گویا بہار باغ جنت کا مزہ اٹھانا تھا +

اہل مذاق شاید کمروں کی سیر دیکھنے کے لئے بیقرار ہو رہے ہیں - اگر وہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو قابو میں رکھیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مناسب وقت پاکر اور صاحب خانہ کی اجازت سے ذرا سا پردہ اٹھا کر گول کمرے اور شاید ڈائننگ روم کی سیر سے آنکھیں سیر کرا دینگے - فی الحال وہ گفتگو سننی چاہئے جو اس خلاصۂ چمنستان میں ہو رہی ہے +

پادری صاحب - گستاخی معاف - یہ دو تازہ وارد مہمان کون ہیں جنکی طرف آپنے ابھی اشارہ کیا تھا ؟

مسز بنرجی - مجھے یقین ہے کہ آپ مسٹر مارک کو جانتے ہیں +

پادری صاحب - کون مسٹر مارک ؟ وہی جو پٹرک مارک کے صاحبزادے ہیں ؟

مسٹر بنرجی - جی ہاں وہی - مسٹر بنرجی سے اور اُن سے بڑا تعارف ہے - ولایت میں دونوں ایک ہی جگہ رہتے تھے ۔

پادری صاحب - میں اُس سے بخوبی واقف ہوں - میں اور مسٹر پٹرک بہت مدت تک ایک ہی شہر میں اکٹھے رہے - جارج اُسوقت چھوٹا سا لڑکا تھا - سنڈے سکول میں آیا کرتا تھا - کئی سال تک وہ میرے سامنے مشن سکول میں تعلیم پاتا رہا - بڑا ذکی اور نیک لڑکا سمجھا جاتا تھا - میں تو کچھ عرصہ کے بعد تبدیل ہوکر کسی اور جگہ چلا گیا تھا - مگر وہ لوگ مدت تک وہیں رہے - اُسوقت سے لیکر پھر کبھی اُسے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا - لیکن میں نے سنا ہے کہ اُس میں عجیب قسم کی تبدیلی آگئی ہے ۔

مسٹر بنرجی - میں نے بھی اُنہیں پہلی مرتبہ کل ہی دیکھا تھا - اور وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے - مگر وہ کچھ اس قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی نسبت قریب قریب صحیح رائے قائم کرنے کے لئے بہت وقت کی ضرورت نہیں - مشرقی لٹریچر سے تو مسٹر بنرجی کو بھی کسی قدر واقفیت ہے - کل بیٹھے ہوئے دونوں آپس میں بات چیت کر رہے تھے - مسٹر مارک کی قوت گویائی کو دیکھکر میں تو حیران رہ گئی - کونسی زبان ہے جو اُسے نہیں آتی - اُردو - عربی - فارسی - انگریزی - جرمن - فرنچ وغیرہ رائج الوقت زبانوں پر خوب حاوی معلوم ہوتا ہے - علوم طبیعہ اور فلسفہ میں اچھی مہارت رکھتا ہے - یوروپین آداب اور مینرز میں طاق ہے - انگریزی شاعروں کا کلام ایسا نوکِ زبان ہے کہ ملٹن اور شیکسپیر اور ورڈزورتھ اور ٹینی سن جیسے باکمال شعراے انگلستان کی تصنیفات سے نظم پر نظم سناتا چلا جاتا ہے - خواہ کسی مضمون پر گفتگو کرے زبان آب رواں کیطرح بہتی چلی جاتی ہے - علم ادب - فلسیالوجی - ڈاکٹری - علم الارض - فزکس - کیمسٹری - نجوم - اسٹرالوجی کوئی مضمون ہو اُسی پر قادر معلوم ہوتا ہے - دائرہ معلومات ایسا وسیع ہے کہ اخبار وہ خبریں کیا دینگے جو وہ دیتا ہے - یوروپ - انگلستان - اور امریکہ کے ذرا ذرا سے حالات کو ایسی اچھی طرح جانتا ہے کہ شاید ان ممالک کے بہت سے باشندے بھی ایسی اچھی طرح نہ جانتے ہونگے - بڑا ذکی بڑا ذہین بڑا طباع اور جدت پسند آدمی معلوم ہوتا ہے - افسوس ہے کہ بعض لوگ اُسے مس انتھروپ (بنی آدم سے نفرت کرنیوالا) کہتے ہیں - اور یہ بھی سنا ہے کہ وہ دین اور دنیا دونوں سے بے پرواہ ہے - اور کہ ہر شخص کی عیب گیری اور نکتہ چینی میں لگا رہتا ہے - میں ان امور کی نسبت اپنی رائے وثوق کے ساتھ نہیں دے سکتی - گو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بنی آدم پر سے اس کا اعتبار بالکل اُٹھ گیا ہے - پادری صاحب میں نے یہ باتیں اسواسطے بیان کردی ہیں

آپ اس کے آنے سے پیشتر کسیقدر اس کے حال سے واقف ہو جائیں۔ اور اگر ممکن ہو تو اسکی مدد کریں۔ مجھے اس پر بہت ترس آتا ہے۔ اگر اس میں سدھرائی آ جائے تو وہ ... باقی آئندہ کو اپنی تئیں سے فائدہ پہنچائیگا۔ دوسرا امتحان اس انجیل مارک میں۔ مسٹر مارک کی جن میں ... تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں ؛

پادری صاحب - جی ہاں میں ان سے خوب واقف ہوں۔ سکول میں بارہا دیکھنے اور ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ جن ایام کا ذکر میں ابھی ابھی کر چکی ہوں ان دنوں وہ اُسے بہت گود میں رکھتیں ؛

میری بیچاری، تب تک ان باتوں کو چپ چاپ سنتی رہی۔ مگر اب جب مس انجیل کا نام سنا تو رنگ فق ہو گیا۔ مسز بنرجی کی توجہ پادری صاحب کی باتوں میں لگی ہوئی تھی۔ ورنہ وہ فوراً میری کے متغیر رنگ۔ اور مجروح حالت کو دیکھ لیتیں۔ میری جو اتنا ڈرتی رہتی کہ اپنے تئیں جانا کہاں سوجھتا تھا۔ اس کے سنتے ہی پادری صاحب کے گھر ... باہر قدم رکھنا ہی دوبھر تھا۔ گو مسٹر بنرجی نے اُسے ایک عمدہ تدبیر سے پادری صاحب کے سپرد کیا تھا تو یہ علیحدگی ہزار ملامت اور بدنامی سے وقوع میں آئی تھی۔ تاہم سکول سے نکال دینے ہی کے برابر تھی۔ جب مسٹر رحمت مسیح نے پادری صاحب سے کہا کہ میری کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔ تو وہ اپنے دل میں یہ دعا کرتی تھی کہ پادری صاحب اس صلاح کو قبول نہ کریں۔ مگر پادری صاحب تو پہلے ہی سے یہی چاہتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ مسز بنرجی کی تعلیم خلوص سے اس ستم رسیدہ لڑکی کا کملایا ہوا دل ضرور شگفتہ ہو جائیگا۔ میری نے لاکھ عذر کئے۔ بار بار کہا کہ میں کیونکر رہ سکوں۔ میرے سے تو ان کا تعین آتا ہی نہیں۔ مگر پادری صاحب اور اُن کی میم صاحبہ کی محبت بھری تاکید اور اصرار کے سامنے کوئی عذر کارگر نہ ہوا۔ چونکہ بزرگوں کی صلاح سے انحراف کرنا اسکی تربیت اور طبیعت کے خلاف تھا۔ لہذا طوعاً و کرہاً پادری صاحب کے ساتھ چلی آئی تھی۔ گو اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔ میں لوگوں کے سامنے کس منہ سے جاؤں۔ کیا انہیں وہ صورت دکھاؤں، جسے بدنامی نے داغدار کر رکھا ہے؟ کیا جانے وہ مجھ سے کیا کیا سوال کرینگے۔ میں انہیں کیا جواب دونگی۔ جب پادری صاحب سے پوچھینگے۔ یہ لڑکی کس کی ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ تو وہ ان سے کیا کہیں گے۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ وہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکالیں گے۔ جس سے میری دل آزاری ہو۔ مگر اُن کا خاموش رہنا۔ یا جواب سے پہلوتہی کرنا بھی تو میرے لئے کم صدمہ کا باعث نہ ہوگا۔ مسز بنرجی نے میری مصیبت کا سارا قصہ سن لیا ہوگا۔ وہ مجھے دیکھکر اپنے دل میں کیا کہیں گی۔ ہائے میں اس نیک اور خوبصورت عورت

کے سامنے جن کی خوبیوں کی تعریفیں کرتے کرتے مسز رحمت مسیح کبھی تھکتی ہی نہیں ہیں کس طرح جاؤں ۔ کاشکہ پادری صاحب مجھے جانے کیلئے مجبور نہ کرتے ۔

میری ان خیالوں سے بھری ہوئی آئی تھی ۔ مگر یہاں آکر جب اُس نے مسز بنرجی کو دیکھا تو بہت ہی خوش ہوئی سب سے پہلے پہل اُس کی نظر آنکھوں پر گئی ۔ اور اُس نے اُن کے گھٹے ہوئے اکسپریشن میں وہ کچھ دیکھا جسے سحر البیان مصنفوں کی مبسوط اور مطول کتابیں بھی ادا نہیں کر سکتیں ۔ ایک ہی نگہ نے دل کی محبت اور ہمدردی ۔ برداشت اور فیاضی کی پوری پوری خبر دیدی ۔ منٹ بھر میں دل کے سارے شکوک دور ہوگئے اور اس مجسمہ مہربانی پر تکیہ کرنا سیکھ لیا ۔ کس طرح کشادہ دلوں میں ہزاروں مصیبت زدہ دل پناہ گزین ہو سکتے ہیں ! مسز بنرجی کی میٹھی میٹھی باتوں سے اُس کے دل کی تلخی کچھ کچھ دور ہونے ہی لگی تھی کہ ایتھل کے نام نے پھر اُسے غم کے بھنور میں ڈال دیا ۔ مگر اُس وقت کیا کر سکتی تھی ۔ نہ کسی سے کچھ کہہ سکتی تھی اور نہ کہیں بھاگ کر جا سکتی تھی ۔ بس ایک آہ سرد بھر اور کلیجہ مسوس کر رہ گئی ۔ دل ہی دل میں کہتی تھی ابھی تو اگلے ہی زخم جگر آلے پڑے ہیں ۔ آج دیکھئے مس مارک کے کینہ ور اشارے کیسی کیسی تازہ برچھیاں لگاتے ہیں ۔ اور اُس کی حقارت بھری نگاہیں اپنے تیروں سے کس کس طرح کلیجہ بندھتی ہیں ۔ چوٹ کھائے ہوئے بلکہ ٹوٹے ہوئے دل پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی کہ گاڑیاں آنی شروع ہوگئیں ۔ دونوں پھاٹکوں سے فیٹن ۔ وکٹوریا ۔ ونگیٹ ۔ ٹمٹم ۔ ٹانگا اور بائیسکلیں پے در پے آرہی ہیں ۔ پہلی ہی گاڑی کے آنے پر مسز بنرجی اور میری اور پادری صاحب گول کمرے میں چلے گئے ۔ یہ وہی فیٹن تھی جس میں مسٹر اور مس مارک واپس آئے تھے ۔

مسٹر بنرجی (گاڑی سے اُتر کر) اخاہ ۔ پادری صاحب آپ تشریف لے آئے ۔ گڈ ایوننگ ۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ پادری پنکچوال (وقت کے پابند) نہیں ہوتے ۔ آپ نے تو مجھ پوادر کو مات کر دیا ۔ جارج تم نے اپنے پرانے پاسٹر کو ایک مدت سے نہیں دیکھا ۔ پہچانتے ہو یا نہیں ؟

مسٹر جارج ۔ گڈ ایوننگ پادری صاحب ۔ بڑی مدت کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی ۔ ایک پشت گذر گئی ہو گی ۔

پادری صاحب ۔ جارج میں تمہیں دیکھکر ایسا خوش ہوں کہ بیاں نہیں کر سکتا ۔

مسز بنرجی (شوہر سے) ڈیر یہ مس میری غلام مسیح ہیں ۔

مسٹر بنرجی ۔ آپ اچھی ہیں مس غلام مسیح ؟ (مسٹر جارج سے) جارج یہ مس غلام مسیح ہیں ۔ مس ایتھل کو تو مس غلام مسیح آپ شاید جانتی ہیں

میری ۔ جی ہاں ۔ میں انہیں جانتی ہوں ۔ گڈ ایوننگ ایتھل ۔

جلد ۱۲ || بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء || نمبر ۶

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں .... ۱۶۳ || نامور عورتیں ۱۸۱
کلیسیا اور مشن کی خبریں .... ۱۶۵ || ایک دلچسپ خواب ۱۸۳
ہندوستان کی نسبت امید .... ۱۷۳ || ولیم مرڈک ۱۸۸
علم الحیات .... ۱۷۷ || ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت ۱۹۱
مسیح اور مسیحی زندگی .... ۱۷۹ || فہرست کتب سرورق کے اندر ....

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصول ڈاک۔

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ
۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مربی جو شخص صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں۔ تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو مسیحی ایک روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے۔ اور اڈوائزری کمیٹی کے ممبر ہونگے ؛

قابل توجہ

کل خط و کتابت متعلق مضامین بنام پادری طالب الدین بی۔ اے پرسبیٹیرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہیئے باقی خط و کتابت و ترسیل زر بنام پادری ہے۔ علی بخش سینٹ جانس کالج لاہور ہونی چاہئے

فہرست کتب جدید

حقیقت المسیح۔ مصنفہ پادری پی۔ کارنیگی سمپسن صاحب ایم اے و مترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی اے ۸/

حیاتِ داؤد۔ از پادری۔ ایف۔ بی مائیر صاحب۔ نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے۔ جس میں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی و ترقی کے لئے دلچسپ سبق نکالے ہیں۔ قیمت ۱۲/

مسیح کے خاص دوست۔ از پادری جے۔ آر۔ ملر صاحب۔ نہایت اعلےٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے جس میں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے قیمت ۶/

دہن شیر۔ یہ قیاصرہ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے۔ جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے۔ اور اس سے اُس وقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے قیمت ۱۲/

[illegible]۔ قیمت ۲/

اوکلیس۔ رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ۔ قیمت ۸/

خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات۔ یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا اور انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔ قیمت ۱۲/

جان ہیلیفکس جنٹلمین۔ یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے جس میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کس طرح وہ ادنےٰ حالت سے ترقی کر کے دولتمند ہو گیا۔ نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور اُبھارنیوالا ہے۔ جلد اول۔ قیمت ۱۲/

زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کے لئے تاریخی ثبوت قیمت ۱۲/

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ اٹھارھویں صدی کے آخر تک جس میں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے قیمت عہ/

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ انیسویں صدی میں۔ قیمت ۱۲/

مشرق کی نابود شدہ تہذیب۔ جس میں قدیمی اقوام مثل فنیکی۔ ایرانی۔ عرب۔ بابل وغیرہ کے حالات درج ہیں۔ قیمت ۶/

قدما کی حکمت۔ جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں و رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے قیمت ۶/

درخواستیں بنام مینجر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور آنی چاہئیں۔

مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور ۔۔۔

نوٹ اور رائیں

افسوس ہے کہ بعض اشخاص کو پادری ودھاوال کے مضمون سے جو پچھلے نمبر میں بزیر عنوان "ہم کو تعلیم یافتہ لوگوں میں کس طرح کام کرنا چاہئے" شائع ہوا تھا بہت صدمہ پہنچا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے "نو نام" پادری صاحب کے مضمون سے چن کر ہمارے پاس بھیجے ہیں۔ مثلاً جاہل۔ ناداں۔ ادنیٰ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب موصوف کا خیال ہے کہ گویا پادری صاحب خود کم درجہ اور کم علم مسیحیوں کو ان ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پادری صاحب کسی مسیحی کو ادنیٰ یا حقیر نہیں گنتے۔ انہوں نے اپنے مضمون میں خود کسی مسیحی کو یہ نام منسوب نہیں کئے ہیں صرف یہ بتایا ہے کہ غیر اقوام کے لوگ ہماری نسبت کیا کیا کہتے اور کیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں ◆

ہم بڑی خوشی سے اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ انڈین کرسچن ایسوسی ایشن پنجاب نے اپنا عملی کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ دو نوجوانوں کو جن میں سے ایک دہلی اور دوسرا لاہور مشن کالج میں تعلیم پاتا ہے۔ وظیفہ دینا منظور کر لیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کارِ خیر بہت ترقی کریگا۔ اور سوسائٹی پہلے کی نسبت زیادہ نوجوانوں کی سپورٹ کر سکے گی۔ خدا اس کام پر اپنی برکت بخشے ◆

تنزل کے اسباب۔ آجکل یوروپ میں جو سلطنت سب سے پیچھے رہ گئی اور گری ہوئی حالت میں ہے۔ وہ ہسپانیہ کی سلطنت ہے۔ وہاں کا ایک عالم تجربہ کار صاحب اُس ملک کے تنزل کے دو سبب بتاتا ہے۔ اوّل تو بدنی اور عقلی کاہلی۔ دوم ارادہ کی کوتاہی۔ اور ان دونوں نقصوں کا چشمہ اُنکی رائے میں ایک تو ناقص تعلیم ہے۔ اور ایک ترقی کے موقعوں کا نہ ملنا۔ ہر ملک میں سوسائٹی کی حالت اُسی وقت تک درست رہ سکتی ہے۔ جب تک کہ اُس میں ادنیٰ درجوں کے لوگوں میں سے نئے تازہ اشخاص بھرتی ہوتے رہتے ہیں۔ اور اعلےٰ ذاتوں یا درجوں کے لوگ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اور جب تک ادنیٰ درجوں سے لوگ نکل کر اعلیٰ کو پورا نہ کریں۔ سوسائٹی حالت صحت میں قائم نہیں رہ سکتی۔ جہاں کہیں یہ دستور رہا کہ صرف اعلےٰ ذاتوں یا اونچے درجے والوں ہی کو بڑے بڑے عہدے دیئے جاتے ہیں۔ وہاں آپ دیکھیں گے کہ بہت عہدے ایسے لوگوں کو ملے جو ان کے ہرگز لائق نہ تھے۔ اگر سارے عہدوں کو لائق و فائق اشخاص سے پُر کرنا چاہیں تو ہر کلاس اور ذات میں سے انتخاب کرنا ضرور ہوگا۔ مسیحی سوسائٹی کی ترقی کی بڑی امید اسی سے ہے کہ جہاں کہیں سے لائق دیندار اشخاص ملتے

ہیں بلا امتیاز قوم و ذات وہ دینی و دنیوی خدمات پر مامور کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ لائق ذات کے لوگوں کو کچھ شاق گذرے تو چاہئے کہ وہ ہر طرح کی کسالت کو بالائے طاق رکھکر عزم بالجزم کے ساتھ اس دوڑ میں کود پڑیں۔ ورنہ دوسرے لوگ بازی لے جائینگے پھر ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ چندہ بن نہ پڑیگا ہسپانیہ کی قوم و سلطنت سے عبرت پکڑو۔

حبشی قوم۔ اہل ہسپانیہ جو ایک وقت سارے یوروپ میں لیڈر سمجھے گئے تھے۔ جنہوں نے شروع شروع میں امریکا اور دیگر جزائر کو دریافت کیا۔ اور سونے کی تلاش میں زمین کے طبقوں کو الٹ ڈالا تھا وہ تو اب پست ہو گئے۔ لیکن حبشی قوم جو بڑی پست کاہل۔ اور جاہل سمجھی جاتی تھی۔ جن کی زندگی کو حیوانوں سے امتیاز کرنا بھی مشکل تھا اب وہ بڑی ترقی کر رہی ہے۔ چنانچہ ایک امریکن میگزین میں اس عجیب ترقی کا ذکر آتا ہے۔ کہ اس قوم نے چالیس سال کے اندر کیسی کایا پلٹی ہے۔ اب انکے اپنے چھتیس بینک ہیں۔ دو سو اخبار اور میگزین ان کیطرف سے شائع ہوتے ہیں۔ اور سیلف رسپکٹ میں ترقی کی ہے۔ یعنی اپنی عزت کا بہت خیال رکھتے ہیں۔

ایسے واقعات پڑھکر طبیعت میں ذرا جوش پیدا ہوتا ہے۔ کہ مسیحی سوسائٹی کو اس ملک میں پیدا ہوئے ایک سو سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن یہ کچھ ایسی حالت میں ہے کہ بہت نمایاں ترقی بمقابلہ دیگر قوموں کے نظر نہیں آتی۔ یہ کچھ ایسی بیل کی مانند ہے جو بغیر ٹٹی کے اوپر چڑھ نہیں سکتی۔ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو نہیں سکتی۔ ایسے ٹٹی اور سہارے کی کچھ ایسی عادی ہو گئی ہے۔ کہ اسکی صحت کے بارہ میں اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے دوستو بڑھو۔ ترقی کرو۔ دوسروں کا منہ نہ دیکھو خود چلنا سیکھو۔ بچوں کو خوب تعلیم دو۔ تھوڑے پر گذارہ کرو۔ لیکن دوسروں کے دست نگر نہ بنو۔

ترقی کے اسباب۔ آجکل جو انگلستان کے وزیر اعظم بنے ہیں (Mr. Asquith) وہ پہلے سلطنت کے خزانچی تھے۔ ان کی جگہ جو صاحب خزانچی مقرر ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں قومی ترقی کے اسباب کا خاکا کھینچا ہے۔ ان میں سے تین کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

اوّل۔ حرفت اور تجارت کی تعلیم۔ عملی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ اس عملی تعلیم نے جرمنی کو اس اوج پر پہنچا دیا ہے۔ محض قیاسی تعلیم جیسی کہ آجکل اکثر مدرسوں میں دیجاتی ہے۔ وہ قوم کو بہت فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ زندگی کی دوڑ کے ناقابل بنا دیتی ہے۔ (اور بہت ایسے مضامین آجکل سکولوں میں پڑھائے جاتے ہیں جن سے بجز پریشانی خاطر اور کچھ حاصل نہیں ہوتا)۔ اعلیٰ سے اعلیٰ عملی تعلیم اور جہانتک ہو سکے کم خرچ پر دینا لازم ہے۔ دوم قومی بہبودی اور فارغ البالی کی بنیاد زراعت ہے

زراعت میں فرانس نے بڑی ترقی کی ہے۔ سائنس اور مشین کی مدد سے زراعت میں از حد ترقی پہنچی ہے۔ اور گورنمنٹ کو زراعت کیطرف خاص لحاظ چاہئیے۔ قوم کی صحت۔ سلطنت اور قوم کی آخری قوت ہر مرد اور عورت ہے۔ اور ترقی کے میدان میں کسی بات کی ضرورت ہے اور یہ خصوصاً مضبوط صحیح و تندرست اولاد پیدا ہو۔ اچھی ہوا جس سے ان کی پرورش ہو تازہ ہوا انہیں کھانے کو ملے۔ کھیل کود کے لئے کھلے میدان ہوں۔ ایسے بچوں کی پیدائش و پرورش اور تربیت پر قوم کی اقبال مندی اور بہبودی بہت کچھ موقوف ہے ؂

فضل میموریل سکالرشپ۔ سب صاحبان جو مرحوم فضل سے واقف ہیں یہ سنکر خوش ہونگے۔ کہ فضل میموریل سکالرشپ کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ روپیہ آنا شروع ہوگیا ہے۔ یہ وظیفہ ایسے طلبا کو ملا کریگا جو تجارتی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ خواہ کسی مشن کا بھی ہو۔ وہ اس وظیفہ کا حقدار ہوگا۔ امید ہے کہ یہ فنڈ آخرکار انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے سپرد ہو جائیگا۔ فہرست چندہ آئندہ چھپیگی ؂

ڈاکٹر دتا صاحب۔ یہ صاحب آجکل ولایت میں تشریف رکھتے ہیں۔ چرچ مشنری سوسائٹی کے ایک جلسہ پر انہوں نے ہندوستان کی حالت پر تقریر کی جس میں انہوں نے ملکی ترقی کی بڑی امید ظاہر کی ہے۔ اور اس ترقی میں مشنری صاحبان نے جو جانفشانی کی ہے اور جو محنت کر رہے اب کر رہے ہیں۔ ان کی مناسب تعریف کی ہے۔ اور جو لوگ مشنری پالیسی اور مشنریوں پر بیجا نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ان کی خوب خبر لی ہے۔ ہم دوسری جگہ اس مضمون کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرینگے ؂

کلیسیا اور مشن کی خبریں

اس ماہ میں مشن کی خبریں لکھتے ہوئے درد کے مارے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ایسے دردناک واقعات گزرے ہیں جن سے پنجاب کے سارے مشن کو رنج گزرا ہوگا ؂

بشپ لیفرائے صاحب کی والدہ ماجدہ نواسی سال کی عمر میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئیں۔ بشپ صاحب کی بڑی آرزو تھی کہ اپنی بزرگ ماں کی قدمبوسی حاصل کریں اور خدا نے ان کو موقعہ عطا کیا۔ کہ اپنی والدہ کی وفات سے پیشتر ان سے ملاقات کریں اور یوں ماں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ اب بشپ صاحب زیادہ دیر تک ولایت نہیں رہینگے۔ بلکہ غالباً نومبر میں واپس تشریف لے آئینگے ؂

ڈاکٹر پنیل صاحبہ کی بزرگ ماں جو بنوں مشن کی گویا ماں تھیں موضع شیخ بدین پر کچھ عرصہ بیمار رہ کر خدا کے

ہیں سوگیئیں۔ ان کو اپنے عزیز بیٹے ڈاکٹر پینل صاحب کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ جو چودہ سال ہندوستان میں خدمت کرنے کے بعد مجبوری چھ ماہ کی فرلو پر ولایت تشریف لے گئے ہیں۔ سوسائٹی کو چاہتی تھی کہ ان کی والدہ صاحبہ بھی ساتھ تشریف لے جائیں۔ لیکن ان کو پنجاب ایسا عزیز تھا کہ جانا نہ چاہا اور نیز بڑھاپے میں جہاز کا سفر کرنا بھی دشوار تھا۔ ڈاکٹر پینل صاحب اپنی والدہ کی عزت بہت ہی کیا کرتے تھے ایسے کہ قدیم ہندوستانی بچوں اور ماؤں کے قصے یاد آجاتے تھے۔ ماں بیٹا دونوں خداوند کے کام کیلئے اپنے تئیں نثار کر چکے تھے۔ اس لئے انہیں تن بدن کے آرام کی منسبت خداوند کی خدمت زیادہ منظور تھی۔ خدا کرے ایسے فرزند اور ایسی مائیں ہر ایک کو نصیب ہوں۔

مسز سیمپل صاحبہ۔ پادری سیمپل صاحب لاہور کے انگریزی پریسبٹیرین چرچ کے پاسٹر ہیں۔ ان کی میم صاحبہ نے چند روز ہوئے ہیضہ کیا۔ اور دو تین روز ہی میں بدن کے بوجھ سے سبکدوش ہوگئیں۔ مسٹر سیمپل کو بڑا صدمہ گذرا ہے وہ غم غلط کرنے کے لئے شملہ تشریف لے گئے ہیں۔ خدا ان کو صبر و تسلی بخشے۔

مسز مارٹن صاحبہ۔ بنوں میں ڈاکٹر مارٹن صاحب اور انکی میم صاحبہ کو نا مراد ہیضہ سے پالا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب تو چند روز کی کشمکش کے بعد سنبھل گئے لیکن انکی پیاری میم صاحبہ برداشت نہ کرسکیں اگرچہ بہت علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن آخرکار خداوند کے پاس چلی گئیں۔ ڈاکٹر صاحب اب کشمیر پر تشریف لے گئے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ بھی ہمدردی ظاہر کرتے ہیں۔

پادری کلارک صاحب (پریسبٹیرین لاہور) اس گھنے تاریک بادل میں سے ایک چمکتی کرن بھی نظر پڑتی ہے۔ جو پژمردہ دل کو کسی قدر کھلا دیتی ہے۔ صاحب موصوف نے بھی ہیضہ کیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ بچ گئے۔ اور اب خدا کے فضل سے اپنے کام میں مصروف ہیں۔

مسز اٹرلنڈ جونسن صاحبہ۔ چرچ مشنری سوسائٹی کے سکرٹری صاحب کی میم صاحبہ بھی کچھ بیمار تھیں لیکن اب ان کی علالت طبع جاتی رہی ہے۔

پادری مکنزی صاحب امرتسر کو بھی چوٹ لگی تھی لیکن خدا کے فضل سے اب وہ اچھے ہیں۔

مسٹر کلی۔ جو لاہور رنگ محل انڈسٹریل سکول کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ تپ محرقہ میں مبتلا ہوکر ہسپتال چلے گئے تھے۔ بائیس روز کے بعد تپ جاتا رہا۔ اب وہ واپس گھر آگئے ہیں نہایت کمزور ہیں لیکن تھوڑا تھوڑا چلنے کی اجازت ڈاکٹر نے دے دی ہے۔ مسٹر گلیسپی صاحب ملتان سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور مسٹر کلی کے کام اور طلبا کی نگرانی کرتے ہیں اور خاصکر مسٹر کلی کی مدد اور تسلی کا باعث

پادری ولگرم صاحب کا بچہ بچہ بھی افسوس کی بات ہے کہ تپ محرقہ سے بیمار ہے ۔ یہ ننھی سی جان اور یہ بلا ۔ لیکن سنتے ہیں کہ ہلکی قسم کا بخار ہے ۔ صاحب موصوف مع خاندان ٹھنڈیانی پر تشریف لے گئے ہوئے تھے ۔ اسی جگہ یہ بخار آیا ۔ لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ مرض لاہور ہی سے دامنگیر ہو گیا تھا ۔ خود پادری صاحب بھی بہت مضبوط نہیں ۔ اور یہ دعا ہے کہ خدا ان کے بچہ کو شفا بخشے اور خود انکو صحت کلی حاصل ہو تاکہ تر و تازہ ہو کر پھر اپنے کام میں مصروف ہو سکیں ۔

لاہور میں مسیحیوں کے درمیان بیماری کی شکایت ہے ۔ مشکل سے کوئی گھر ملتا ہے جہاں سب تندرست ہوں ورنہ کوئی نہ کوئی بیمار پایا جاتا ہے ۔ خاصکر بدہضمی وغیرہ کی شکایت ہے ۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ پادری ... صاحب ۱۱ جون سے ۱۱ جولائی تک سمر سکول کرائینگے ۔ جھنگ ... کے ... وہاں حاضر ہونگے ۔ ایک ... نے بلا کرایہ مکان بھی اسی غرض کے لئے پادری صاحب کے سپرد کر دیا ہے ۔ امید ہے کہ بڑی برکت اس سکول پر ہوگی ۔

کلارک آباد ہسپتال ڈاکٹر غلام دین صاحب کی کوششوں سے یہاں کے ہسپتال نے بڑی ترقی کی ہے ۔ سامان عمدہ ۔ صفائی اعلیٰ درجہ کی ۔ رجسٹر اور کتابیں درست اور باقاعدہ ۔ بیرونی بیماروں کا شمار بہت زیادہ ہوتا ہے ۔ البتہ اندرونی بیماروں کے لئے جگہ خالی نہیں ۔ دو تین سے زیادہ بیماروں کو شاید رکھ نہیں سکتے ۔

گاؤں کے باغ میں مسٹر کلارک کی جانفشانی سے بڑی ترقی ہے ۔ دور دور کے پودے اور درخت لگائے گئے ہیں ۔ مالی بھی مسیحی ہے ۔ جو بڑی محنت سے کام کرتا ہے ۔

حساب کتاب کا قریباً سارا بوجھ مسٹر رابرٹ داؤد سنگھ کے سر پر ہے ۔ جو گاؤں کی حالت سے پورے واقف ہیں اور سارے انتظام کی گویا کنجی ہیں ۔ زمین سب زیر کاشت ہے اور امید ہے کہ گاؤں پھر ایک دفعہ ترقی کر گیا ۔ کاشکہ یہ گاؤں جو دور دور مشہور ہے ۔ واقعی پہاڑ پر بسا ہوا معلوم ہونے لگے یعنی اس کی روشنی ایسی پھیلے کہ چھپانے سے نہ چھپے ۔ اب میتھوڈسٹ صاحبان نے کام اردگرد شروع کیا ہے اور ان کے علاقہ میں مسیحی بھی بہت ہو رہے ہیں ۔ کاش کہ یہ سب مسیحی دیگر دیہات کے لئے مسیحی زندگی کا نمونہ بنیں ۔

مکتی فوج کا انڈسٹریل سکول جو امرتسر میں تھا وہ ماہ مئی میں کچھ تو بریلی چلا گیا ہے اور کچھ گوردا سپور میں ...

آنریش پریسبٹیرین مشن ۔ گذشتہ سال ۲۵۶ اشخاص نے بپتسمہ پایا ۔ ان میں سے ۱۴۶ بالغ تھے یہ لوگ تقریباً ... سے زیر تعلیم تھے اور کال کے وقت مشن کے زیر سایہ آئے ۔ اور اب تعلیم پانے

کے بعد بذریعہ بپتسمہ کلیسیا میں داخل کئے گئے۔
سنہ ۱۹۰۱ء میں بپتسمہ یافتگان کا شمار ۲۹۶۰ تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۰۶ء میں انکی تعداد ۷۱۱۳ تک پہنچ گئی۔ جو اسوقت عشائے ربانی میں شریک ۶۹۱ تھے۔ اب ۱۱۴۱ شریک ہیں۔ اور ہنڈرسن صاحب نے ایک نیا مسیحی گاؤں بھی آباد کیا ہے۔ اور پہلی دفعہ اس مشن میں ایک دیسی مسیحی موڈریٹر کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔ انکا نام نامی پادری جان گنگارام صاحب ہے ؀

کینیڈین پرسبٹیرین مشن۔ اس مشن میں ۹۴۲ اشخاص عشائے ربانی میں شریک ہیں۔ ان کے سوا ۸۴۴ دیگر بپتسمہ یافتہ ہیں جو ابھی عشائے ربانی میں شریک نہیں۔ ۲۲۷ زیر تعلیم ہیں اور بپتسمہ کی تیاری کرتے ہیں۔ اس مشن کا کام عموماً دیسی ریاستوں میں ہے۔ اور دیسیوں کیطرف سے جو چندہ وصول ہوا اُس کی مقدار مبلغ ۱۹۴۵ روپیہ تھی۔ یعنی تقریباً دو روپیہ فی شخص جو عشائے ربانی میں شریک ہے۔ یہ ان کی فیاضی کا نشان ہے۔ (ماخوذ از سٹینڈرڈ)

الیسکوپل میتھوڈسٹ مشن ملاہور۔ پادری جے۔ لی۔ رابرٹسن صاحب لاہور۔ اپنے علاقہ کا دورہ کرنے کے بعد یہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ چوڑھا قوم میں مسیحی دین کے قبول کرنے کے لئے بڑی رضامندی اور مستعدی پائی جاتی ہے۔ اور ان میں کام کرنے والے اُستادوں کی بڑی ضرورت ہے
۱۴ ہزار مسیحیوں میں سے صرف ۱۵۰ پڑھنا جانتے ہیں اور ۱۵۹ پڑھنا سیکھ رہے ہیں (از مشن نیوز) مسیحی استادوں کی ضرورت چاروں طرف پائی جاتی ہے۔ فصل تو بہت ہے لیکن کاٹنے والے بہت تھوڑے ہیں ؀

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب کے نام نامی سے بہت لوگ واقف ہیں۔ آجکل ہیدیوں میں انجیل پھیلانے کا جو مشن اڈن برا (سکاٹلنڈ میں) میں ہے اُس کے ساتھ وہ بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں ؀

ڈاکٹر یوانگ اور انکی میم صاحبہ اور ڈاکٹر آر۔ بی سن معہ خاندان اسی سال ماہ ستمبر میں ہندوستان کو واپس تشریف لانے والے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی آمد کی خوشخبری سے بہت لوگ خوش ہونگے (از پنجاب مشن نیوز)

حیدرآباد دکن۔ پادری گولڈسمتھ صاحب اپنی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی قوموں میں سے "ملگو" قوم مسیحی دین کیطرف بہت راغب ہے۔ ان کی تعداد تخمیناً چار کروڑ ہے اور مدراس کے بشپ صاحب کو بڑی امید ہے کہ ایک دن یہ قوم کی قوم مسیحی ہو جائیگی (از پنجاب مشن نیوز)

مبارکباد (۱) ہم کو سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ مسٹر کلارک مینجر کلارک آباد کو خدا نے ایک اور فرزند عطا کیا ہے ❊

(۲) مسٹر نذیر حسین عطارد بی۔ اے۔ جو امرتسر مشن ہائی سکول میں معلم تھے وہ امتحان بی۔ ٹی میں کامیاب ہوئے ❊

اطلاع ۔ ۱۰ مئی کے دس پرچے ہمیں کے ڈاکخانہ سے ہم کو واپس ملے۔ جن پر سے کسیطرح نام کی چٹ اتر گئی تھی اس لئے جن صاحبان کو یہ پرچہ نہ ملا ہو وہ جلد اطلاع دیں ❊

ذیل کی خبریں لالہ چند و لعل صاحب نے ارسال فرمائی ہیں ہم انہیں یہاں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں

ڈلہوزی ۔ سنوڈن کاٹج۔ ۲۹ مئی۔ مائی ڈیر پادری علی بخش صاحب۔ سلام و دعا کے بعد یہ عرض ہے۔ کہ میں نے چند روز میں دو اخباروں کے اندر دو ایسی خبریں پڑھی ہیں جو مسیحی لوگوں کے لئے بڑی دلچسپ ہیں۔ اور ان کا شائع ہونا آپ کے کاغذ میں موزون ہے۔ اس لئے میں ان دونوں کو آپ کی خدمت میں ترجمہ کر کے بھیجتا ہوں۔ اول خبر تو سول ملٹری گزٹ کے پرچے میں ہے جو ۲۳۔ مئی کا ہے۔ اس میں وہ اس پیشانی کی ذیل میں درج ہے "ملک چین کے مشنریوں کے کانورٹ" ایک صاحب جن کا نام مسٹر کلنزی لکھا ہے اور وہ لڑائیوں کے وقت فوجوں کے ساتھ جاتے اور وہاں سے اخباروں کے لئے خبروں کی چٹھیاں لکھا کرتے ہیں۔ انہوں نے مشنری اخبار کے پاس بعض چینی مسیحیوں کی تعریف میں یہ لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ جو غیر ملکوں میں سفر کے لئے جایا کرتے ہیں وہ مشنریوں کے کانورٹ لوگوں کے بارے میں حقارت کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ اکثر وہ ہوتے ہیں جو کسی ملک میں باہر باہر سیر کرتے اور چند روز وہاں پھرتے۔ مگر ملک اور اس کے لوگوں کو اندر سے کسیطرح نہیں دیکھتے۔ اس لئے وہ حقیقت حال سے کمتر واقف ہوتے ہیں۔ مگر ہم لوگ تاریک ملکوں کے اندر خوب طرح پھرتے ہیں اور ہم سے کوئی چیز شاید چھپی نہ ہوگی۔ ہم کو ان ملکوں کا حال خوب طرح معلوم ہوتا ہے۔ ہم وہاں کی کیفیت بہت بہتر طرح جانتے ہیں۔ پس وہ ایک واقع بیان کرتے ہیں کہ جب جاپان کی فوج سنہ ۱۹۰۰ء میں مانچوریا میں آگے کو بڑھتی جا رہی تھی۔ اسوقت میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ میرے نوکروں کے درمیان کئی عیسائی نومرید تھے جو کوریا کے ملک کے تھے۔ پنگ یان اور سنچان کے مشنری پادریوں نے سفارش کر کے انہیں میرے پاس نوکر کرا دیا تھا۔ مجھے ایک بار ضرورت پڑی کہ میرے بعض دوست جو چین کے ملک میں چیفو مقام پر رہتے اُن کو خط بھیجوں۔ پس میں نے اپنے مسیحی ملازم جوانوں میں سے ایک کو بلا کر کہا۔ کہ تم میرے کام کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اُس شخص کو زرد سمندر

جھکے۔ اور اُن خوفناک جالوں سے بچکر جو سمندر کے اندر جہازوں کو اُڑاکر غارت کر دینے کے لئے بچھائے گئے تھے اکیلے سفر کرنا تھا۔ اور میرے دوست سے جو چین کے ملک میں چیفو میں تھا۔ میرے لئے کچھ روپے لے آنا تھا۔ یہ جوان پہلے کبھی اپنے ملک کو ریا سے کہیں باہر نہیں گیا تھا۔ غرض وہ روانہ ہوا اور غایب ہوگیا اور کئی ہفتوں تک مجھے اس کی کچھ خبر نہ ملی۔ مگر ایک روز جب ہماری فوج مانچوریا میں بہت دور جا پہنچی تھی۔ میں گھوڑے پر سوار فوج کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دور سے ایک شخص پھٹے پھٹے چیتھڑے کپڑے پہنے ہوئے دھوپ اور تھکان کے مارے مرتے میرے گھوڑے کی طرف یہ پکارتا چلا آرہا ہے۔ کہ اے صاحب۔ اے صاحب۔ ذرا ٹھیرو۔ غرض وہ میرا نوکر میرے پاس واپس آگیا اور اپنے کپڑوں کے اندر سے روپیوں کی ایک بھاری گٹھڑی مجھے دکھائی۔ اسکو دیر تو بہت لگی مگر خیریت سے آپہنچا۔ اس کے پاس جو روپیہ خرچ کو تھا وہ سب خرچ ہو چکا تھا۔ میرے روپیہ میں سے اُس نے لینے کی جرأت نہ کی۔ جوں کا توں رہنے دیا۔ اب بھوکا مرا۔ کھانا نہ کھایا۔ یہ کیسی تعریف کے لائق بات تھی۔ دیکھو یہ ایک مسیحی جوان تھا۔ جسے مشنری صاحبوں نے میرے پاس بھیجا تھا۔

ایک اَور واقع بھی لکھنے کے قابل ہے۔ جو مَیں نے اُسی لڑائی کے وقت دیکھا۔ مقدن کے بڑے شہر میں چینیوں کی بائبل وُمن۔ یعنی انجیل سُنانیوالی ایک عورت رہتی تھی۔ میں اس سے خوب واقف تھا۔ اس کا ایمان اس لائق تھا کہ بہت سے انگریزوں کو اس سے سبق مل سکتا ہے۔ بہت سال ہوئے کہ چین کے ملک میں سرکشوں اور باغیوں کی ایک بڑی فوج نے فساد اٹھا رکھا تھا۔ اسوقت باغیوں نے اس انجیل سنانے والی مسیحی عورت کو دو اَور مسیحی لڑکیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا۔ اور ایک گاڑی میں تینوں کو بٹھاکر اُس مقام کی طرف لے چلے۔ جہاں وہ لوگوں کو قتل کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ چین کے باغی لوگ مسیحیوں کے سخت دشمن تھے۔ غرض اُن تینوں بیچاری مسیحی عورتوں کو اب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ باغی لوگ ہم کو بڑی تکلیف دینگے۔ بے عزت کرینگے۔ اور آخر ہم کو مار ڈالیں گے جیسے اُنہوں نے اَور بہت سے لوگوں کو کیا ہے۔ وہ دونوں مسیحی لڑکیاں یہ سوچ کر بہت رونے پیٹنے لگیں۔ یہ دیکھکر اُس بوڑھی مسیحی عورت نے اُن سے کہا کہ تم دعا مانگو۔ اور ایسا نہ کرو کہ لوگ یہ جانیں کہ ہم مرنے سے ڈرتی ہیں۔ اور یہ کہکر وہ عورت گاڑی میں بیٹھی ہوئی زور زور سے خدا سے دعا مانگنے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ وہ دونوں لڑکیاں بھی رونے سے بند ہوگئیں اور وہ بھی دست بدعا ہوئیں۔

اس کے بعد وہ گاڑی جس میں سوار تھیں آہستہ آہستہ شہر کیطرف چلی۔ جہاں وہ قتل ہونے کی جگہ تھی۔ مگر وہ تینوں عورتیں برابر دعا مانگتی رہیں۔ باغی لوگ اُن کے دعا مانگنے کو دیکھکر بڑے

حیران ہوئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور کہنے لگے کہ ان عورتوں کے ساتھ کوئی روحیں ہیں جو یہ ایسا کرتی ہیں۔ جب وہ قتل کی جگہ پہنچیں تو مفسدوں کے درمیان بڑا لڑائی جھگڑا پیدا ہوا۔ بعض تو کہتے تھے کہ ان کو چھوڑ دو۔ بعض کہتے تھے کہ ان کو شکنجے میں کھینچو۔ بعض کہتے تھے کہ ان کو مار ڈالو۔ مگر عورتیں برابر دعا مانگتی رہیں۔ اسی عرصے میں ایک دولتمند چینی وہاں آنکلا۔ اُس نے ان مفسدوں سے کہا کہ تم بڑے بیوقوف ہو۔ ان کو مارتے کیوں ہو۔ ان کو بیچ ڈالو تو تم کو کچھ فائدہ بھی ہوگا۔ اگر ان کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ تو میں تم کو اسقدر روپیہ دونگا۔ ان باغیوں نے اسکو مان لیا۔ پس وہ تینوں مسیحی عورتیں ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر اس دولتمند چینی کے پاس آگئیں۔ اُس نے اُن کو اپنی گاڑی میں پیچھے کیطرف بٹھا لیا اور فوراً ان شہر کیطرف لے گیا۔ اور وہاں لے جاکر انھیں چھوڑ دیا۔ اور اُن سے کہا کہ اگر تمہارے پاس کچھ ہو اور تمہارا جی چاہے تو مجھے میرا روپیہ واپس کر دو نہیں تو خیر*

اب غور کے لائق بات ہے کہ اس بوڑھی مسیحی عورت کا ایمان دعا کے بارے میں کیا پختہ تھا۔ لازم ہے کہ سارے مسیحی اس بات سے ایک بڑی نصیحت سیکھیں*

دوسرا واقعہ پاؤنیر اخبار مجریہ ۲۵۔ ماہ حال میں منقول ہے۔ اُس کا عنوان یہ ہے کہ ایک عجیب نوشتہ یعنی ایک خط جس کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت مسیح نے تحریر کیا تھا فرانس کے ایک مخزن دوسمہ ال انس ٹرشن میں ایک عجیب یونانی نوشتے کا حال درج ہے۔ چند روز ہوئے کہ مصر میں ایک پادری کو جس کا نام ایشی عزرے ہے۔ مل گیا ہے۔ یہ پرانا نوشتہ ایک پرانے قبطی خاندان کے پاس تھا۔ اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قیصریا کے باشندے یوسی بی اس اور خوارین کے باشندے موسیٰ کی تحریروں کے مشکل حوالوں کی ایک پوری تفسیر ہے۔ یہ نوشتہ ایک مکتوب کیطرح کا ہے۔ اور چار گز لمبا اور پاؤ گز چوڑا ہے اور طلائی زمین پر اس کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ اُس کا شروع حضرت داؤد کے اکیانوے مزمور سے ہے۔ جو حق تعالےٰ کے خلوت خانے میں رہتا ہے وغیرہ۔ اس کے بعد ایک خط ہے جسکو ابگار رنے جس کا لقب راستباز یا منصف ہے ایک ایلچی کے ہاتھ یسوع ناصری کے پاس بھیجا تھا۔ اس میں مقام اوڈیشا کے اعلےٰ حاکم نے جو کسی لاعلاج مرض میں مبتلا تھا۔ مسیح کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ خدا نے اسکو بیماریوں کی شفا کے لئے عجیب وغریب طاقت دی ہے۔ اور اسکے بعد اُس کی منت کی ہے کہ جو تحفے میں نے بھیجے ہیں اور جو التجا میں نے کی ہے اس کو وہ حقارت سے نہ دیکھے۔ بلکہ تشریف لاکر اس کی بیماری سے اسکو شفا بخشے۔ اور اس کے شہر کو ایسی طاقت عنایت کرے کہ کوئی دشمن اس کو فتح اور غارت نہ کرسکے۔ پھر وہ مسیح کو

یہ لکھتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ یہودی لوگ آپ کی جان کے پیاسے ہیں۔ آپ میرے پاس تشریف لاکر میرے شہر میں رہیں۔ کہ وہ اگرچہ چھوٹا سا اور ایک بے حقیقت مقام تو ہے۔ مگر ہمارے تمہارے رہنے کے لئے بہتیرا ہے ✦

مسیح نے اس خط کے جواب میں اسی ایلچی کے ہاتھ جس کا نام حنانیا تھا۔ ابگار کو یہ لکھا کہ اے ابگار تو مبارک شخص ہے۔ اور تیرا شہر اڈیسا بھی مبارک ہے۔ تو اس لئے مبارک ہے کہ اگرچہ کبھی تو نے مجھکو دیکھا نہیں ہے پھر بھی تو مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اس لئے تیری بیماری ہمیشہ کے لئے جاتی رہے گی تو مجھکو اپنے پاس بلاتا ہے۔ مگر مجھے اپنا وہ کام کرنا باقی ہے۔ جس کے لئے میں یہاں بھیجا گیا ہوں۔ اور جب یہ کام ہو چکے گا تو میں اپنے پاس باپ کے پاس جس نے مجھے یہاں بھیجا ہے واپس چلا جاؤنگا۔ مگر میں تیرے پاس اپنا ایک شاگرد بھیجتا ہوں۔ جس کا نام تھیدیس یا ٹھوما ہے۔ وہ تجھے تیری بیماری سے شفا بخشے گا اور حیات جاودانی بھی تجھے دیگا اور تیرے شہر کے لئے جو کچھ کرنا ضرور ہے کہ تیرا کوئی دشمن اسے فتح نہ کرسکے وہ بھی وہ سب کچھ کر دیگا۔ آمین۔ میں آسمان پر سے اس لئے آیا ہوں کہ بنی آدم کو بچاؤں اور ایک کنواری کے بطن میں اسلئے رہا ہوں کہ آدم نے جو گناہ کر کے فردوس کو کھو دیا ہے اُس کا کفارہ دوں اور میں نے اپنے آپ کو اسلئے نیچا کیا ہے کہ تم کو یعنی بنی آدم کو بلندی پر پہنچاؤں ✦

مکرر یہ لکھا ہے کہ میری یہ چٹھی جہاں کہیں تجھکو ملے گی۔ خواہ تیرے گھر میں خواہ عدالت کی جگہ۔ خواہ تکلیف اور رنج کیوقت خواہ جب تو اپنے دشمنوں سے لڑتا ہو۔ یا اور کسی اسی حالت میں تو وہ تیری ساری مصیبتوں کو دور کر دے گی۔ کیونکہ وہ شفا بخشنے اور ساری طرح کی مدد دینے کے لئے تحقیق اور پُر اثر چیز ہے جس شخص کے پاس یہ میرا خط ہے کہ اگر وہ شخص صاف اور بیداغ ہے اور گناہ سے پرہیز کرتا ہے تو وہ اس کی روح اور جسم دونوں کی حفاظت کریگا اور شفا بخشے گا۔ وہ ایک طلسم ہے جسکو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور ذیل کی سات مُہروں سے منقوش کیا ہے۔ یسوع مسیح۔ ابن اللہ۔ ایک ایسا شخص جو دو ذاتوں سے مرکب ہے۔ کامل خدا اور کامل انسان ✦

اس کے بعد یہ ذکر ہے کہ اس حاکم نے مسیح کی تصویر منگوالی اور وہ اب تک جنوا میں حفاظت کے ساتھ موجود ہے۔ ان باتوں کا ذکر یوسی بی۔ اس اور مونی مورخوں نے چوتھی صدی میں لکھا ہے ✦

ہندوستان کی نسبت امید

ڈاکٹر ڈی۔ ان۔ پی۔ ڈیٹا صاحب ہوشیارپوری نے جو مضمون چرچ مشنری سوسائٹی کے ایک جلسہ میں سنایا۔ اس کا ترجمہ کرکے ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ خالی از فائدہ نہ ہوگا ”مجھے یہ الٰہی انتظام معلوم ہوتا ہے کہ کمترین کو ہندوستان سے بلایا تاکہ میں اس بے چینی کے ایام میں بیان کرسکوں کہ مسیحی نظر سے ہندوستان کی اس حالت کے متعلق میرا اپنا کیا خیال ہے۔ اور میں نے دعا مانگی ہے کہ خدا مجھکو ایسی قدرت بخشے کہ میں ٹھیک طور سے آپ کے سامنے صورت حال بیان کرسکوں۔ توضیح کی خاطر میں اپنے مضمون کو تین حصوں پر تقسیم کرونگا۔ (اول) گذشتہ (دویم) حال (سویم) آئندہ؛

اوّل۔ گذشتہ

ہمیں دور دراز زمانہ کے طرف جانا ضرور نہیں۔ صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ قدیم ہندو اعلےٰ درجہ کے فلاسفر اور دینیدار تھے۔ اور انہوں نے اخلاق کا اعلےٰ معیار قایم کیا۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اگرچہ انہوں نے اعلےٰ علوم حاصل کئے اور بڑا عروج پایا۔ اور گو وہ حق کے بہت قریب پہنچ گئے تھے۔ مگر ان کی یہ کوشش ناکامیاب رہی۔ اور دین کے طبقہ میں انکی مہم کا جہاز اسوقت پاش پاش ہوگیا۔ جب انہوں نے ہمہ اوست کی تعلیم کو مان لیا۔ اور خالق کا جلال مخلوق کو دیدیا۔ اس قوم کے تنزل کا یہی ایک سبب تھا۔ اُسوقت سے یہ قوم برابر پست ہوتی چلی گئی۔ اعلے مدارج کے لوگ عیش و عشرت میں پڑگئے اور ان کا تکیہ کلام ہوگیا ”آؤ کھائیں اور پئیں کہ کل ہم مرینگے“ عیاشی۔ مے نوشی۔ قماربازی۔ انکا دستورالعمل ہوگیا۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ بعض نے اپنی عورتوں کو جوے میں ہاردیا۔ دولتمند اور مضبوط لوگ غریبوں اور کمزوروں کو ستانے لگے۔ ان مظلوموں کی گریہ وزاری کا نالہ آسمان میں خدا کے حضور پہنچا۔ اور خدا دعا کا سننے والا ہے۔ اور سزا دینے کے لئے دور و نزدیک ممالک سے پے در پے زبردست قوموں کو بھیجنا شروع کیا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ سب کچھ ہماری تنبیہ اور سزا کے لئے تھا۔ نہ ہمیں ہلاک کرنے کے لئے اور جس دن خدا نے ہندوستان کی لگام آپ کے ہاتھ میں دی۔ اُس دن سے ہماری تنبیہ ختم ہوگئی۔ وہ دن ہمارے لئے عید کا دن تھا۔ اور اس کے لئے ہم تہ دل سے شکرگزار ہیں؛

دویم۔ حال

انگریزی سلطنت سے پیشتر جو ہمارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا اور مختلف قوموں کی جولانگاہ

بنا ہوا تھا - وہاں اب دو زبردست طاقتیں کام کر رہی ہیں (۱) عادل - اور بے طرف دار گورنمنٹ (۲) یونیورسٹی بورڈوں کی زیر نگرانی - اہل ہند کی عام تعلیم ؂

نمبر (۱) عادل - بے طرف دار گورنمنٹ ہندوستان میں مختلف قومیں آباد ہیں اور وہ بے شمار فرقوں میں منقسم ہیں - لیکن سرکار بڑے پیار سے اور انصاف اور مستقل مزاجی سے بیرونی دشمنوں اور اندرونی بغاوتوں سے ان کی حفاظت کرتی رہتی ہے - اور جس کا یہ نیک نتیجہ پیدا ہوا کہ ملک میں بڑا امن وچین اور فارغ البالی پائی جاتی ہے - خدا کرے کہ یہ حالت اسوقت تک جاری رہے - جب تک کہ عالم بالا سے تازگی بخش ایام نہ آویں - اُسوقت وہ چھوٹے چھوٹے اختلاف اور غلط فہمیاں نیست و نابود ہو جائینگی جو کبھی کبھی سطح سمندر کو درہم برہم کر دیتی اور تاریکی کے بادل پیدا کرتی ہیں - اور ساری قوموں کو خوشی و خورمی حاصل ہوگی - اور ہمارا خداوند بادشاہوں کا بادشاہ سارے جہان میں حکمران ہوگا ؂

(۲) تعلیم عام - (الف) ایک بولی یعنی انگریزی - اس بڑی طاقت کے زیر سایہ ہندوستان کی مختلف قومیں روز بروز یگانگت میں ترقی کرتی جاتی ہیں - اور ملکر ایک قوم بننا چاہتی ہیں - جس کی ایک عام زبان ہوگی یعنی انگریزی - پہلے پہل مشنری صاحبان نے یہاں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا - اور رفتہ رفتہ گورنمنٹ نے بھی یہ کام شروع کیا - اور اس میں لوگوں کو بڑی ہمت دلائی - چند سالوں سے یہ تعلیم بہت پھیل گئی ہے - اور مختلف فرقوں اور شخصوں نے بھی اس کام میں سرکار کا ہاتھ بٹایا ہے یہ تینوں خادم بڑی محنت سے اپنا کام کر رہے ہیں اور نتیجہ تسلی بخش نکل رہا ہے - کب کسی نے پہلے سنا تھا کہ ایک پنجابی - مرہٹا - مدراسی - اور بنگالی باہم صلاح و مشورت کے لئے ایک کانفرنس میں اکٹھے بیٹھیں گے - اے صاحبان ایک نیشنل کانگرس ہمارے پاس ہے اور ایک نیشنل مشنری سوسائٹی - اگرچہ ابتک دونو غریب اور کمزور ہیں - اور اکثر کوتاہ اندیشی سے کام لیتی ہیں تو بھی خدا کا شکر ہے کہ وہ پیدا ہوگئی ہیں - اور آئندہ کے لئے اُن سے بڑی امیدیں ہیں - (ب) مغربی اخلاقی تعلیم - اے صاحبان جیسے انگریزی ہندوستان کی آئندہ زبان ہوگی - ویسے ہی مغربی یعنی مسیحی اخلاقی تعلیم ہندوستان کا دستور العمل ہوگا - میرے خیال میں لفظ مغربی اور مسیحی ہم معنی ہیں - اگرچہ بعض اس امر کا اقرار کرتے ہوئے شرماتے ہیں - اور بعض اسکا انکار کرتے ہیں - لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتے - مسیحیت زندہ مذہب ہے - اس کی روشنی نہ چھپ سکتی نہ بجھ سکتی ہے - ہندوستان میں مسیحیوں نے یہ اخلاقی تعلیم داخل کی اور اس سے بڑے بڑے نتائج نکلے ہیں اور نکل رہے ہیں - کیونکہ یہ تعلیم ہمارے خداوند کی ہے - کہ خدا باپ ہے اور ہم سب بھائی ہیں - اس مسیحی روشنی کے آگے ذات پات گم ہوتی جاتی اور باطل پرستی

کا نور ہو رہی ہے - آجکل برہمن - آریا - سکھ اور محمدی پہلے سے زیادہ اپنے اپنے مذاہب کی اصلاح میں بڑی کوشش کر رہے ہیں - اور سعی بلیغ کرتے ہیں کہ اپنے دینوں کو مسیحیت کی رنگت میں ظاہر کریں - اور اپنے ویدوں - شاستروں - گرنتھ - اور قرآن کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جن سے مسیحی معنی نکلیں - اور کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ ایسا کریں - بشرطیکہ ذات پات کا خراب بندھن اس سے ٹوٹ جاوے - اے صاحبان میرے اپنے والدین یک ہی دسترخوان پر میرے ساتھ بیٹھکر کھانا نہیں کھا سکتے - محض اس لئے کہ میں مسیحی ہو گیا ہوں - اور میں نے مسیحیوں کے ساتھ کھانا کھایا ہے - کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ مغربی اخلاق کس نام سے اہل ہند اختیار کرینگے - ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ذات پات کو اڑا دے - مجبوری بیوگی کو دور کرے اور عورتوں کے پست رکھنے سے دست بردار ہو - ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ان تین باتوں میں ہمارے تعلیم یافتہ لیڈر حتی الوسع کوشش کر رہے ہیں - اور ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ یہ کوشش برابر جاری رکھیں گے ❊

سوم - آئندہ کی امید - پس ہمیں آئندہ کے لئے بہت امید اور بڑی تسلی ہے - ایک نوزاد ہندوستان کی صورت دور سے نظر آ رہی ہے - اور قدیم بزرگوں کی یہ آرزو پوری ہونیوالی ہے - کہ خلقت کا خالق سے وصل ہو جائے "اے باپ وہ ہمارے ساتھ ایک ہوں جیسے کہ ہم ایک ہیں" یہ مجھے صحیح نقشہ معلوم ہوتا ہے - اگرچہ بعض میرے اس خیال کے خلاف اس امر کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ ظلم - عصبیت و خونریزی کے سوا اور کسی چیز کے آثار نظر نہیں آتے - ایسے لوگ مشنریوں پر الزام لگایا کرتے ہیں - کہ انہوں نے ہندوستانیوں کو تعلیم دیکر باغی بنا دیا ہے - اور بہت عرصہ نہیں گزرا کہ کہ اہل افریقہ کے بڑے نام دوست بڑی بے شرمی سے یہ کہا کرتے تھے کہ اہل یورپ نے دیدہ ودانستہ بدنیتی سے پہلے مشنریوں کو بھیجا پیچھے سوداگروں کو اور آخرکار توپ خانوں کو ہم ان الزاموں کو ذرہ ترتیب وار پرکھیں ❊

اول - کہ اعلیٰ ذاتوں سے آجکل بہت کم مسیحی ہوتے ہیں - دوم - کہ تعلیم ہندوستانیوں کو نمک حلال اور وفادار بنانے کے بجائے حسد اور کینہ سے بھر دیتی ہے - جیسے کہ گزشتہ شورش کے ایام میں دیکھنے میں آیا - ان دونوں الزاموں کے بارے میں ہمارا ایک ہی جواب ہے - کہ ان کا نتیجہ غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ ہندوستان پہلے بادشاہوں کے زمانے میں بڑی پستی - جہالت - اور وسواس کے گڑھے میں جا ڈوبا تھا - اب انگریزی قوم کی کوششوں سے وہ اس پست حالت سے نکل رہا ہے - اسے [illegible] پہنچنے کا موقع ملا ہے - اور پھر قوم بننے کا خیال پیدا ہوا ہے - مجھ اکیلے ہی کی یہ رائے نہیں - بلکہ ہندوستان کے اہل

میں کئی مشنری اور بشپ اور مدبران ملک یہی رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے اخباروں میں کئی آسی کل اس مضمون کے نکل چکے ہیں۔ اور بعض کونفرنسوں اور سنڈوں میں اسی مضمون کے رزولیشن پاس ہو چکے ہیں *

ہندوستان کی شورش نمک حرامی کا نشان نہیں۔ بلکہ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی اس تمنا کا اظہار ہے کہ اپنے ملک کے انتظام میں کافی حصہ لیں۔ آپ جانتے ہیں کہ نادان اور پریشان خیال لوگ ہر ملک میں ہوا کرتے ہیں اور ہندوستان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں *

اے صاحبان میرے ہموطنوں کا ایک بہت بڑا حصہ نمک حلال اور شکر گذار ہے۔ اور جب اس کے برعکس انکی نسبت کچھ کہا جاتا ہے تو ان کا دل بہت ہی دکھ جاتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ راج سورج کی طرح سارے جہان میں چمکتا رہے *

خدا کی محبت نے پہلے پہل آپ کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ ہندوستانیوں کو وہ اعلےٰ برکت پہنچا دیں جس کے رکھنے کا آپ کو فخر حاصل تھا۔ یعنی اپنے خدا اور نجات دہندے یسوع مسیح کا اخلاق اور علم۔ اور یہ آرزو آپ عملی طور پر ظاہر کرتے رہے جبکہ ہمارا ذرہ بھی حق نہ تھا۔ پس اب چونکہ ہم وفادار اور شکر گذار ہیں تو طبعاً یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ آپ ہم سے اپنے بچوں جیسا سلوک کرتے رہینگے *

مجھکو امید ہے کہ میں نے اپنا مطلب صاف بیان کر دیا ہے۔ اور آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کرینگے کہ آئندہ کو ہندوستان کے لئے بڑی امید ہے۔ اور میرا اپنا ایمان تو یہی ہے کہ ہندوستان کی بہبودی اور فارغ البالی کا زمانہ آرہا ہے۔ اور وہ ہمارے شاہنشاہ کے تاج میں کوہِ نور کیطرح چمکتا رہیگا *

رہا اعلےٰ ذاتوں سے مسیحی ہونیکے بارہیں۔ اگرچہ انکا شمار ابھی تھوڑا ہے۔ لیکن یہ ایک عارضی نقص ہے کیونکہ ہر فرقے میں اصلاح کا کام جاری ہے۔ اور مسیحی تعلیم اور مسیحی گورنمنٹ کا اثر اپنا رنگ دکھا رہا ہے اور ذات پات کا پورے طور سے دفع کرنا بالفعل اعلےٰ ذاتوں کے لئے مشکل ہے۔ لیکن ان کے لیڈروں کو امید ہے کہ جب عورتیں تعلیم پاجاوینگی تو یہ بندھن ٹوٹ جاویگا۔ اس لئے وہ اس تعلیم کی طرف بہت توجہ دے رہے ہیں۔ کیونکہ دراصل ہماری بیچاری جاہل عورتیں ذات پات کو نباہے جا رہی ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہیں کہ ذات کو توڑنے سے خدا ناراض ہوگا۔ لیکن جب وہ تعلیم پالیں گی تو وہ جان لیں گی۔ کہ معاملہ الٹا ہے *

یہ اعلےٰ ذاتیں گویا عوام الناس کیلئے راہ تیار کر رہی ہیں۔ کہ وہ مسیحی دین کیطرف رجوع لائیں ۔ اور میری عرضداشت یہ ہے کہ آپ اپنی فیاضی سے اپنے مشن اسکولوں۔ کالجوں۔ ہسپتالوں اور زنانہ کام

کو جاری رکھیں گے ۔ پنچ قوموں کے درمیان خداوند نے آپ کے لئے ایک بڑا میدان کھولدیا ہے کیونکہ وہ کثرت سے آرہی ہیں ✤

البتہ یہ تو سچ ہے کہ وہ مسیحی دین کی بابت بہت ہی تھوڑا جانتے ہیں ۔ لیکن کیا یہ چھوٹی بات ہے کہ وہ اپنے تئیں اس راہ میں لانے کے لئے آرزومند ہیں ۔ آپ کی مسیحی محبت نے ہمیں اُن لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ہے ۔ جن کے لئے مسیح آیا تھا تاکہ انکو بتائے کہ تم بھی میرے بھائی اور بہن ہو ۔ اب آپ اُس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں ۔ اور اب ہمارے چوڑے اور چمار اور دکھن کے پہاڑیا بخوبی جان چکے ہیں کہ آپ اُن کو حقیر نہیں جانتے ۔ اسوجہ سے وہ اس کثرت سے کلیسیا میں داخل ہو رہے ہیں ۔ برہمنو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی کہ ان بچاروں نے ان کی بات مان لی کہ تم اس لئے پہاڑیا پیدا کئے گئے کہ تم نے اگلے جنم میں گاؤکشی اور بدکاری کی تھی ۔ اور اب اس کی سزا بھگت رہے ہو ۔ ایسی قوم کو اُٹھانا جن کو ہندوؤں نے ایسا ذلیل کر رکھا ہے ۔ سچ مچ مسیح کا کام ہے ۔ اب میں اس سوال اور دعا پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں " دنیا کو حدون تک بچانے کے لئے ہمارے طرف سے کون جاویگا ✤

علم الحیات

ماحصل

علم حیات میں ماہر اور دسترس یافتہ صاحبان کی اتفاق رائے ہے یہ امور تخم زندگی (یا جیسے بائیو پلاسم (Bioplasm) یا پروٹوپلاسم (Protoplasm) کے بارہ میں ثابت ہوچکے ہیں ۔ مثلاً یہ تخم زندگی :-

(۱) شفاف ہے ۔ (۲) بے رنگ ہے ۔ (۳) لس لسا یا گوند کیطرح ہے ۔ (۴) تیز سے تیز خوردبین میں بھی اس کی شکل یا ساخت نظر نہیں آتی ۔ (۵) اور اُس کی یہ صفات اس کی ہستی کے ہر زمانہ میں نمودار ہیں ۔ (۶) یہ بھی طبعی سائنس کا تجربہ ہے کہ خواہ حیوان کو لو یا نباتات کو اسپنج کو لو یا مغز کو لیکن یہ تخم زندگی سب میں ایک ہی جیسا ہے ✤ (۷) یہ تحریک کے قابل ہے کہ اپنے ایک جز کو دوسرے سے آگے بڑھاوے ✤

(۸) جب یہ حرکت کرتا ہے تو قائم الزاویہ صورت میں کرتا ہے ✤

(۹) اور اس کثرت سے حرکت کرتا ہے کہ شاید اس کی ساری عمر میں وہ صورت حاصل نہیں ہوسکتی ✤

(۱۰) اس کی ہستی ایسے اجرام میں بھی پائی جاتی ہے - جن کی جسامت $\frac{1}{1000}$ انچ سے بھی کم ہے اور جنکی جسامت کا قطر $\frac{1}{?}$ انچ کے برابر ہے ◆

(۱۱) غذائیہ مادہ کو یہ جذب کرلیتا ہے ◆

(۱۲) اور پھر اس غذائیہ مادہ کو فوراً مردہ حالت سے زندہ حالت میں منتقل کر دیتا ہے ◆

(۱۳) اور ایسے طریقہ سے کہ آجتک سائنس حیران و ششدر کھڑی تاک رہی ہے ◆

(۱۴) اور اس مادہ سے بیرونی جسم بنتا جاتا ہے - لیکن ایسے جسم کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا اور حرکت کر سکتا ہے ◆

(۱۵) اس کی جسامت اس شے کے پچیسویں ... کے برابر ہوتی ہے ◆

(۱۶) اور ہر زندہ شے جہانتک معلوم ہو چکا ہے اسی سے بنتی ہے اور بنتی رہیگی ◆

آؤ ذرا ایک تخم جان یا باتیو پلاسم کا مشاہدہ کریں - یہ بے جسم - بے رنگ اور بے شکل ہے - اور ایسی جلدی جلدی حرکت کرتا ہے - کہ پانچ سیکنڈ میں یہ ساری صورتیں وہ اختیار کرلیتا ہے - اور ایک منٹ کے اندر دیگر اور صورتیں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں - اب قانون یہ ہے کہ ہر تبدیلی کے لئے ایک کافی علت یا سبب ہونا چاہئے - یہاں ہمیں ایک اتھاہ تجویز کا سُراغ ملتا ہے - لیکن ہم اس تحقیق میں بتدریج ایک ایک قدم اٹھائیں ◆

فرض کرو کہ یہاں ہمارے پاس ایک نس یا پٹھا بنا ہے اور ایک پرانا - زندہ مادہ اس میں سرخ رنگ کا ہے اور باریک خط کی طرح اس نس میں پیدا ہوا ہے - تو بھی یہ نس بہت تنگ ہے - لیکن پرانی نس میں نئی کی نسبت یہ جسمی مادہ زیادہ ہے - جسکے ذریعہ سے نس موٹی ہوگئی ہے - اور یہ موٹا پا یا فاضل مادہ اسی تخم زندگی کا نکالا ہوا ہے - اور اس کی غرض یہی تھی کہ اس کے ذریعہ نس بن جائے - لیکن یہ نس احساس کی تحریک سے پٹھوں سے متعلق ہے - اس سے ظاہر ہے کہ ایک قسم کے تخم زندگی سے پہلی قسم کی نس پیدا ہوتی ہے اور دوسری قسم کے تخم سے رگ و ریشہ یا احساس کی نفس - اور کوئی بیرونی تاثیر اس عمل کو بدل نہیں سکتی - یہ نس اور پٹھا اور رگ و ریشہ انہیں تخموں کی ساخت ہیں - اور جیسا ہم نے ذکر کیا - ایسی تبدیلی کی کافی علت ضرور چاہئے - کیا یہ معجزہ نہیں کہ ایک تخم سے ایک قسم کی نس اور اُسی تخم سے (کیونکہ ہم ظاہر کر آئے ہیں کہ سب تخم یکساں ہیں اور ان کی صفات ایک ہی ہیں) دوسری قسم کا پٹھا وغیرہ بن جائے - کوئی کاریگر اس تخم کے پردہ کے پیچھے ان سارے تبدلات اور مختلف اشکال کا پیدا کرنیوالا ہے ◆

جو لوگ خدا کے منکر ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ اس تخم میں ایک کل ایسی بنی ہوتی ہے - جس سے یہ ساری تبدیلیاں اور شکلیں خود بخود پیدا ہوتی رہتی ہیں - لیکن جب وہ ایسا کہتے ہیں تو ان کو ذرا اس

امر کا بھی لحاظ کرنا ضرور ہے کہ آیا ایسی کل کبھی نظر بھی آتی ہے۔ کسی تجربہ نے اسکی تصدیق بھی کی ہے۔ اہل جرمن کی ایک مثل ہے کہ "جو صریح ہے وہ سچ ہے" اور جس صداقت کی تحقیق ہو گئی۔ اسکو صاف و صحیح طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ کیا ایسی کل اور ایسی رلے سے یہ سارے نتایج خود نتایج خودبخود پیدا ہو سکتے ہیں؟ کیا ایک ہی کل سے ایک ہی وقت یہ مختلف اشیا اور مختلف اشکال پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیا ایک ہی چشمہ سے کھارا اور میٹھا پانی ایک ہی وقت میں نکل سکتا ہے۔ ایسی خیال بہت و محال ہست و محال۔ سائنس کا اصول تو یہ ہے کہ ایک ہی قسم کے اسباب سے ایک ہی قسم کے نتایج پیدا ہونگے۔

یہ تو گویا معجزوں کا شروع ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور امر واقعی ہے جسکو مشاہدہ کرکے بشرطیکہ ہم دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہوں سر خم کرنا ہوتا ہے۔ یعنی زندہ جسم میں اجزا ایسے تناسب سے رکھے گئے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ تخم کا کسی نس یا پٹھے یا رگ و ریشہ کو لینا آسان ہے۔ لیکن انکو ٹھیک مناسب جگہ میں قائم کرنا نہایت مشکل ہے۔ ایسی بڑی کل میں ایک پہیہ یا چکر یا دستہ بھی ایک دوسرے کے نہایت قریب ہونے کے باعث اس میں ٹکراتا یا رگڑ کھاتا یا بے ٹھکانے معلوم نہیں ہوتا اگر ایک ذی عقل صانع نہ ہو تو اس تخم کی قابلیت اور رسائی سے یہ بعید ہے۔

مسیح اور مسیحی زندگی

دعا کی منزلت

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسیح کی دعا والی زندگی کیسی قدرتی اور حقیقی تھی۔ اُس کے لئے خدا کوئی دور فاصلہ پر رہنے والا خدا نہ تھا۔ اُس نے خدا کو کبھی "اے قادر مطلق خدا" کہکر خطاب نہ کیا۔ وہ ہمیشہ اُسکو باپ کہکر پکارتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ اس طور پر گفتگو کرتا ہے۔ کہ گویا وہ بالکل نزدیک ہے۔ وہ آدمیوں کے ہجوم میں اُن کیساتھ ویسے ہی بے تکلف ہمکلام ہوتا ہے۔ جیسے گوشہ تنہائی میں (دیکھو متی ۱۱/۲۵، ۲۶ و یوحنا ۱۲/۲۷ و لوقا ۲۳/۴۶)۔

مسیح کی اس قسم کی زندگی نہ فقط ہمارے لئے نمونہ کی خاطر تھی بلکہ اُس کی ہستی ہی اس امر کی متقاضی تھی۔ اور یہ اسوجہ سے کہ ہم اُسکی مانند بن جائیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم اُس کے مکتب میں ہو کر اُس سے دعا مانگنا نہ سیکھیں۔ اور یہ تعلیم محض اُس کی طرف تاکنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ضرور ہے کہ ہم جو کچھ اُسکی زندگی میں دیکھتے ہیں اُس کو عمل میں بھی لائیں۔ شاید سب سے اول ہمیں سفارشی دعا

سے شروع کرنا چاہئے۔ مسیح نے پطرس سے فرمایا کہ "شمعون، شمعون۔ دیکھ شیطان نے تم لوگوں کو مانگ لیا تاکہ گیہوں کی طرح پھٹکے۔ لیکن میں نے تیرے لئے دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے" یسوع بخوبی جانتا تھا کہ شیطان رسولوں کے چھوٹے سے جھنڈ کو امتحان میں ڈالے گا۔ اُسے معلوم تھا کہ شمعون وقت پر رہ جائیگا اور اسی وجہ سے اُس نے شمعون کے لئے محبت بھری دعا مانگی۔ ہم بھی بارہا اَوروں کی ضرورت اور خطرہ سے آگاہ ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہم اُن کے گر جانے پر تمسخر کرنے یا حقارت سے دیکھتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ہم اُن کے لئے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ ہم کبھی لوگوں کے بھدے لباس یا کسی اَور نقص کے باعث ہنسی اڑاتے ہیں۔ مگر یہ ہماری اندرونی اعلےٰ سیرت کے خلاف ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اگر ہم اوروں کے لئے دعا نہیں کرتے تو ہم میں وہ روح ہی نہیں۔ جس سے ہم اپنے لئے امید کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ اور ہم خدا کے اُن پیاروں کے خلاف نہایت اعلےٰ فرض سے غافل رہتے ہیں جن کے لئے ہماری دعاؤں کی ضرورت تھی۔

ہماری تمام زندگی ایک تعلیم ہے۔ اور دعا کی تعلیم میں وقت درکار ہے۔ اور اگر ہم اُس میں زیادہ وقت خرچ کریں تو ہم کو اُس سے جلدی فائدہ حاصل ہوگا۔ مسیح شام کے وقت (مرقس ۶/۴۶) اور صبح کو (مرقس ۱/۳۵) اور ساری ساری رات (لوقا ۶/۱۲) دعا مانگا کرتا تھا۔ علاوہ ان مقررہ اوقات کے وہ ہر وقت دعا کی ہوا میں بود و باش کرتا تھا۔ وہ کبھی کسی ایسی حالت یا جگہ میں نہ جاتا تھا۔ جہاں باپ کیطرف آنکھیں اٹھاکر اور دل کھولکر گفتگو نہ کرسکتا تھا۔ کیا یہ ہماری نسبت بھی صادق آتا ہے؟

دیر تک دعا میں لگے رہنا کئی سالوں کی مشق سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمیں اپنی ضروریات کا گہرا علم ہو خدا کی مہربانی کا احساس زیادہ ہو۔ اور اَوروں کے غم اور مشکلات کے ساتھ ہماری وسیع ہمدردی ہو۔ لیکن ہم مقررہ اوقات پر دعا مانگنا اسیوقت شروع کرسکتے ہیں۔ اگر تمہیں ہر روز کسی خاص رستہ سے یا پل پر سے گزرنا ہو تو اُن مقامات کے ساتھ خاص دعائیہ الفاظ کا خیال دل میں باندھ لو۔ اپنے لکھنے پڑھنے اور ہر ایک کام میں ادھر نظر اٹھاکر "اے پیارے باپ" کہنا سیکھو۔ اگر ممکن ہو تو دن کا آغاز خاموشی کے ساتھ کرو۔ بقول جیننگ یہ سکوت کا عالم ہے۔ دنیا کا شور و غل ابتک شروع نہیں ہوا۔ ہم بآسانی فجر کی خموشی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ رات بھر ہم دنیا و مافیہا کے خیالات سے کنارہ کش رہے ہیں اور اسوقت ہمارا دل بڑی آسانی سے عبادت کیطرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ یہ وقت اپنے خالق کے ساتھ بے تکلف گفتگو کرنے اور روحانی مضامین پر دھیان کرنے کے لئے کیسا موزون ہے۔ ہماری صبح کی دعاؤں سے ہماری ساری زندگی دینداری کی خوشبو سے مہک اٹھے گی۔

پہلے خدا کا خیال دل میں لانے سے ہمارا قدم راہِ راست پر رہے گا۔ اگر ہم صبح کو وقت نکال سکتے ہیں اور اُسے دعا میں صرف نہیں کرتے تو یہ ایک بڑی علامت ہے۔ اگر ہم علے الصباح خدا کا خیال دل میں نہیں لاسکتے تو دن بھر کاروبار میں اُسے کیونکر یاد کرینگے۔ اگر ممکن ہو تو صبح کا وقت عبادت کے لئے مخصوص کرنا چاہئے۔ اور اس غرض سے صبح اٹھنے کا وقت مقرر کر لینا چاہئے۔ اگر ہم تھوڑی سی غیر ضروری نیند کی خاطر دعا کے مزے اور فواید سے غافل رہتے ہیں تو ہماری دینداری میں ضرور نقص ہے ۔

چاہئے کہ اس شبہ میں اور مقدس رفاقت میں ادب اور بے تکلف محبت ملے جلے ہوں۔ وہ جو خدا ہی ہمارا آبا یعنی باپ بھی ہے۔ اطالیہ کا ایک شخص بڑے ادب سے اُسکو "پاپا" آسمانی پاپا" کہا کرتا تھا۔ جب بچہ کسی کو باپ کہتا ہے تو اس کا مطلب اُس کے دل سے پوچھنا چاہئے۔ سب سے مقدم یہ ہے کہ ہمارا تعلق اُس کے ساتھ حقیقی اور پُر محبت اور شیریں ہو۔ تصنع اور ظاہرداری اور محض رسم پرستی ہماری دعاؤں کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اگر وہ فی الحقیقت ہمارا باپ ہے تو ضرور ہے کہ ہم اُس کے ساتھ بچوں کی طرح ہم کلام ہوں ۔

نامور عورتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

میں نے لڑکپن ہی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ اگر ایسی ایسی خوبیوں کا کوئی مرد ملیگا۔ تو میں اس سے شادی کر لوں گی۔ اول یہ امر تھا۔ کہ اُس مرد کے دینی خیالات میرے خیالات سے بالکل متفق ہونے چاہئیں۔ اور دوسری یہ شرط تھی۔ کہ وہ سچا مسیحی ہونا چاہئے۔ نام ہی عیسائی نہیں چاہئے۔ تیسرے یہ کہ وہ سمجھدار ہونا چاہئے۔ میں جانتی تھی کہ میں کسی احمق کی عزت نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی ایسے آدمی کی۔ جو عقلاً مجھ سے کمتر درجہ کا ہو۔ طبیعت کی موافقت ہو۔ ایک یہ کہ خیالات اور مذاق میں مطابقت ہو۔ حکومت کے تمام خیالات محبت کے تابع ہوں۔ ایک کو دوسرے کی خوشی کا لحاظ کرنا چاہئے۔ جنہیں ہم سچا پیار کرتے ہیں۔ ان کی خاطرداری کرنا اور اُس کا سامان لینے میں خوشی اور راحت ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا۔ کہ جو شخص شراب سے پرہیز قطعی نہ کرتا ہو۔ میں اس سے شادی نہیں کرونگی ۔

جب کیتھرین کو اپنی مرضی کا آدمی مل گیا تو اسے محبت کرنے لگیں۔ اور ۱۶۔ جون ۱۸۵۵ء کو اس سے شادی ہوگئی ؛

مسٹر بوتھ اس سے پہلے ملک کے مختلف حصص میں وعظ اور تلقین کرتے پھرتے تھے۔ ان کے جلسوں میں لوگ بکثرت آیا کرتے تھے۔ سالانہ کانفرنس میں مسٹر بوتھ ریوائیول کے کام پر مستقل طور پر مقرر ہوگئے۔ مگر کیتھرین کی صحت اچھی نہ تھی۔ اس لئے وہ دورہ میں اپنے شوہر کے ہمراہ نہ جاسکیں جس سے میاں بیوی دونوں کو بہت رنج ہوا۔ ان دنوں جو خط ایک دوسرے کو لکھتے تھے۔ وہ بہت محبت آمیز تھے۔ جن میں سے ایک کا ایک حصہ ذیل میں ہے :-

"میں یہاں درختوں کے سایہ میں بیٹھی ہوں۔ یہ دن بہت خوشگوار اور سہانا ہے۔ تمام قدرت شادمان نظر آتی ہے۔ اور تمہاری بیوی کی صحت قدرے اچھی ہے۔ اور اس کی طبیعت میں ایک قسم کی شگفتگی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تمام فطری دلچسپیوں کا لطف حاصل کرنے کے قابل ہے۔ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ ایسی تازگی بخش ہوا چل رہی ہے۔ جس کے لئے دل مدت سے ترستا تھا۔ میری طبیعت بہت شگفتہ ہے۔ دل میں آتا ہے۔ کہ یہاں سے اٹھکر دوسری طرف جاؤں اور وہاں بچوں کے ساتھ کھیلنا شروع کردوں"؛

ایک سال تک دونوں میاں بیوی شہر شہر اور قصبہ قصبہ نکلکر پھرتے رہے۔ دونوں دل وجان سے ایک ہی قسم کے مبارک کام میں مصروف تھے۔ دونوں کی امیدیں ایک ہی قسم کی تھیں۔ اور دونوں اپنے کام میں نہایت خوش تھے۔ بہت سے آدمیوں نے خداوند مسیح کو قبول کرلیا۔ جس سے ان کی باہمی شادمانی اور راحت قلبی دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ ۱۸۵۶ء میں دونوں ہیلی فیکس گئے وہاں ولیم براموِل بوتھ چیف آف دی اسٹاف آف دی سلویشن آرمی پیدا ہوگئے۔ جس کی وجہ سے انہیں وہاں زیادہ دیر تک ٹھیرنا پڑا ؛

اپنے پہلوٹھے بچہ کی بابت مسز کیتھرین بوتھ لکھتی ہیں "جسوقت مجھ میں قدرے طاقت آئی تو میں نے بچہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھاکر خدا کی نذر کیا۔ اور اس سے دعا مانگی۔ کہ وہ اس بچہ کو پاکیزگی اور دینداری کا زبردست وکیل بنائے۔ بچپن ہی میں ذہانت اور قابلیت خداداد کے علامات ظاہر ہوئے۔ وہ ایک بات میں مجھ سے بہت مشابہ تھا۔ اور یہ کہ وہ اپنی ذاتی ذمہ واری ہر معاملہ میں سمجھتا تھا۔ وہ بہت روشن ضمیر اور صاف دل تھا۔ اس نے کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ اس کی طاقت بچپن ہی میں غیر معمولی تھی"؛

اس کے بعد ہی کانفرنس نے مسٹر بوتھ سے کہا۔ کہ منادی کا کام چھوڑ دو۔ اور ایک حلقہ سنبھال لو۔ بیگ ہوس ضلع یارک میں انہیں مقرر کر کے بھیجدیا۔ وہاں ایک سال تک رہے۔ اسی قصبہ میں انکا دوسرا لڑکا بلنگٹن پیدا ہوا تھا۔ اس سے میاں بیوی کے دل بہت ہی خوش ہوئے۔ گو اس سے پہلے مسٹر بوتھ کانفرنس کے فیصلہ سے ناخوش تھے۔ کیونکہ وہ منادی کے کام کو ایک مقام میں بیٹھکر کام کرنے پر ترجیح دیتے تھے۔

۱۸۵۸ء میں ولیم بوتھ کے آرڈنیشن کی رسم ادا ہوئی۔ اور پاسبانی کے پورے حقوق اور اختیارات حاصل ہوئے۔ اس کے بعد وہ ایک سال کے واسطے گیٹ شد میں مقرر کئے گئے۔ گو وہ منادی کا کام بہت پسند کرتے تھے۔ اس قصبہ میں دونوں میاں بیوی بہت خوش ہوئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد اول اتوار کو چھ آدمیوں نے خداوند کو قبول کیا۔ اور لوگ بھی بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وعظ ختم ہونے کے بعد مسٹر بوتھ نے دعا مانگی۔ جسے لوگ اچھا سمجھتے تھے۔ اور یہ پہلا موقع تھا۔ کہ مسز بوتھ نے خدمت دینی کے کام کو عام میں انجام دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں گیٹ شد کے گرجا میں لوگ بڑی کثرت سے آنے شروع ہو گئے۔ لوگ مسیح کا اقرار کرنے اور اس پر دل و جان سے ایمان لانے لگے۔ اسی قصبہ میں پہلے پہل ولیم بوتھ نے عوام کو اپنا گرویدہ بنایا تھا۔ اسی قصبہ میں ماہ ستمبر ۱۸۵۸ء میں پہلی لڑکی کیتھرین پیدا ہوئی تھی۔ جس لڑکی کی بعد ازاں بوتھ کلیبارن سے شادی ہوئی تھی

ایک دلچسپ خواب اور اُس کی تعبیر

جہاں محبت ہے وہاں خدا ہے

کسی قصبہ میں ایک موچی مارٹن ایوڈچ نام رہا کرتا تھا۔ اُس کی رہائش اور دکان ایک بالا خانے میں تھی۔ جس کا ایک دریچہ کوچہ کی جانب تھا۔ جس میں سے وہ آتے جاتے لوگوں کو بخوبی دیکھ سکتا۔ اور اگر کسی کا چہرہ نظر نہ آتا تو پاؤں کی جوتی ہی سے پہچان لیتا تھا۔ کیونکہ کئی سال کی رہائش کی وجہ سے اُس کی دوکان مشہور ہو گئی تھی۔ اور اُس علاقہ میں شاید ہی کوئی جوتی ایسی ہوگی جو اُس کے ہاتھوں سے ایک یا دو مرتبہ نہ نکلی ہو۔ محنتی ہونے کے علاوہ وعدہ کا بڑا پکا تھا۔ اگر میعاد مقررہ کے اندر کام تیار نہ کرسکتا۔ تو کام لینے سے صاف انکار کر دیتا تھا۔ اور موچیوں کی طرح بیہودہ بہانے نہ کرتا تھا۔ مال بھی عمدہ لگاتا تھا اور قیمت بھی واجبی ہی لیتا تھا۔ ان سب باتوں کی وجہ سے عوام میں مشہور تھا۔ بلکہ بچہ بچہ اُسکو جانتا تھا

مارٹن ایک نیک شخص تھا۔ لیکن جوانی میں جب کہ وہ ابھی اپنا کسب سیکھ ہی رہا تھا۔ اُس کی بیوی فوت ہوگئی۔ اسوقت اُس کے پاس ضرور ایک چھوٹا بچہ کیپی ٹن نام رہ گیا تھا۔ کیونکہ اَور سب مرگئے تھے تو اُس نے ارادہ کیا۔ کہ اس بچے کو جو زندہ تھا اپنی ہمشیرہ کے پاس دیہات میں بھیجدے۔ لیکن اُس کی جدائی سخت معلوم ہونے لگی۔ اس لئے اُس نے اپنے مالک سے اجازت لیکر اپنی دوکان کھول لی۔ اور اس بچہ کی تربیت اور پرورش میں دل و جان سے مصروف ہوا۔ لیکن جب یہ بچہ ایسی عمر کو پہنچا۔ کہ اپنے باپ کی اُس کے کام میں مدد کر سکے۔ تو یک لخت بیمار پڑگیا۔ اور ایک ہفتہ کی بیماری سے فوت ہوگیا۔ مارٹن کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ بلکہ اس غم میں وہ اپنی موت کا خواہاں ہوگیا۔ دن رات دعا کرتا۔ کہ یا الٰہی موت آوے۔ اور اس غم سے خلاصی ہو۔ اور اس مراد کے نہ ملنے کے سبب سے وہ خدا کے خلاف یہ کفر بکنے لگ جاتا تھا کہ خدا بڈھوں کو زندہ رکھتا ہے اور جوانوں کی جان لے لیتا ہے۔ ایسی حالت میں اُس نے بھولکر بھی کبھی عبادت خانہ کا رستہ نہ لیا۔

ایک روز ایک مردِ خدا اس کا ہم وطن جو کئی سال سے باہر گیا ہوا تھا۔ اُسکی ملاقات کے لئے آیا۔ مارٹن نے اس سے اپنا حال یوں عرض کیا۔

مارٹن "اے بندۂ خدا مجھے اب زندگی کی ذرہ بھر خواہش نہیں چاہتا ہوں کہ کل چھوڑ آج ہی موت آجاوے اور اس غم سے آزاد ہوں۔ خدا سے بھی بہتیرا کہا ہے کہ میری جان لے لے۔ مجھے اب زندگی میں کوئی خوشی اور راحت نہیں ہے"۔

مردِ خدا "تمہارا ایسا خیال کرنا بالکل فضول ہے۔ ہم کون ہیں جو خدا کو آزماویں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اس کی مرضی پر شاکر رہیں۔ تم تو اس لئے مایوس ہو۔ کہ تم صرف اپنی خواہش اور خوشی کے خواہاں ہو"۔

مارٹن "اجی جناب خوشی کیا اور خواہش کس امر کی۔ بھلا اب میں جی کے کرونگا کیا؟ میں کس کیلئے جیوں"۔

مردِ خدا "عزیز بھائی تمہیں خدا کے لئے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ جس نے تمہیں زندگی دی تم اُس کے ہی لئے اس کو بسر کرو۔ اور جب تم اُس کے لئے جیؤ گے۔ تو غم بھول کر بھی تمہیں نہ چھوئیگا۔ بلکہ تمہاری زندگی خوشی کی زندگی ہوگی"۔

مارٹن۔ (تھوڑے توقف کے بعد) "آدمی کس طرح خدا کے لئے جی سکتا ہے"۔

مردِ خدا نے جواب دیا۔ کہ مسیح خداوند نے ہم کو سکھایا ہے۔ کہ کس طرح خدا کے لئے زندگی بسر کریں اگر تم پڑھ سکتے ہو۔ تو انجیل خرید کر دیکھو۔ تم کو سب حال معلوم ہو جائیگا۔ ہاں سب کچھ مفصل مرقوم ہے۔

اس گفتگو سے مارٹن کے دل پر بڑی تاثیر ہوئی۔ اور اُسی روز بڑی تقطیع کی انجیل خرید لی

اول تو اُس نے فرصت کے اوقات میں پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن جب پڑھنا شروع کیا۔ تو اس کے الفاظ ایسے بھلے معلوم ہوئے۔ کہ چھوڑنے کو دل نہ کرتا تھا۔ اب اس کو معلوم ہوگیا۔ کہ خدا کے لئے کس طرح زندگی بسر کیجاتی ہے۔ اب وہ بڑا خوش نظر آتا۔ کبھی کوئی شکایت کا حرف اُس کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ بلکہ جب وہ بستر پر جاتا تو اپنے مرحوم فرزند کو یاد کرکے پکار اُٹھتا "ہوشعنا۔ ہوشعنا۔ تیری مرضی بر آوے"۔

اب سے مارٹن کے دل کی تبدیلی شروع ہوئی۔ پہلے وہ اکثر قہوہ خانہ میں چائے وغیرہ پینے جایا کرتا تھا۔ جہاں بعض اوقات وہ دوستوں کے ساتھ کبھی کبھی شراب بھی پی لیا کرتا تھا۔ اور عالم مدہوشی میں کبھی کبھی لڑائی جھگڑا بھی کر بیٹھتا تھا۔ اب تو اُس نے قہوہ خانہ میں جانا ترک کر دیا۔ اور راحت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ وہ علی الصباح اُٹھکر بعد دعا اور مناجات کے کام پر بیٹھ جاتا اور سوائے ضرورت کے وہاں سے نہ ہلتا۔ بعد اختتام کار اپنی انجیل لیکر بیٹھ جاتا۔ جبتک کہ نیند کا غلبہ نہ ہوتا اُسے پڑھتا رہتا۔ یہی اُسکا روزانہ معمول تھا۔

ایک رات وہ بڑی دیر تک تلاوت میں رہا۔ وہ مقدس لوقا کی انجیل کا چھٹا باب پڑھکر اُس سے اپنی زندگی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ آخرکار اُس نے ساتواں باب شروع کیا۔ اور پڑھتے پڑھتے دولتمند فریسی کی دعوت کے بیان تک آیا۔ اور ۴۴ آیت میں لکھا ہوا دیکھا "اُسنے شمعون سے کہا تو اس عورت کو دیکھتا ہے۔ میں تیرے گھر آیا تو نے مجھے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا۔ پر اِس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے دھوئے اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے۔ تو نے مجھکو نہ چوما پر اِس نے جب سے میں آیا میرے پاؤں شوق سے چومنا نہ چھوڑا۔ تو نے میرے سر پر تیل نہ ملا۔ پر اِس نے میرے پاؤں پر عطر ملا"۔

مارٹن نے ان الفاظ کو یوں دُہرایا "تو نے میرے پاؤں کے لئے پانی نہ دیا۔ تو نے مجھے بوسہ نہ دیا۔ تو نے میرے سر پر تیل نہ ملا" یہ کہکر وہ سوچنے لگا۔ کہ "میں بھی تو اس فریسی سا ہی ہوں۔ اُس نے میری طرح اپنی ہی فکر کی۔ اور مہمان بلکہ خداوند سے مہمان کی پرواہ نہ کی۔ کیا اگر یہ مہمان میرے گھر آتا۔ تو میں بھی ایسا ہی نہ کرتا"۔ اس پر غور کرتے کرتے مارٹن کی آنکھ لگ گئی۔ اچانک ایک آواز "مارٹن" پکارتی ہوئی اسکے کان میں سنائی دی۔ مارٹن چونک اُٹھا اور بولا "کون ہے" دروازہ کی طرف جاکر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ تھوڑی دیر میں پھر اونگھنے لگ گیا۔ پھر آواز آئی "مارٹن گلی کیطرف دیکھتے رہنا۔ کل میں تیرے گھر میں آؤنگا" مارٹن یہ سنکر جاگ اُٹھا۔ آنکھوں کو ملا۔ چاروں طرف دیکھا۔ لیکن پتا نہ لگا۔ کہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ اور نہ یہ جانتا تھا کہ یہ خواب ہے یا حقیقت۔ پھر لیمپ بجھاکر سو رہا۔ دوسرے روز حسب معمول علی الصباح اُٹھا۔ انگیٹھی جلائی۔ شوربا تیار کیا۔ چائے کو سماوار میں ڈالکر آگ روشن کی۔ اور کپڑے پہنکر اپنے کام پر بیٹھ گیا۔ لیکن "ہتھ کار وَل۔ دِل یار وَل" کی مثل اُس پر صادق آتی تھی۔ اُس کے ہاتھ تو کام میں لگے

تھے۔ لیکن خیالات رات کے واقعہ پر جمے ہوئے تھے۔ سوچتا تھا۔ کہ کیا میں نے یہ خواب دیکھا تھا یا حقیقت
تھی۔ ایک ٹانکا لگاتا۔ اور کھڑکی میں سے باہر دیکھ لیتا۔ کہ کون گزرا۔ پہلے ایک خدمتگار رنشے جوتے پہنا گزرا۔
پھر سقا آیا۔ ازاں بعد شاہ نکولس اول کے عہد کا ایک غریب بوڑھا سپاہی سٹیفن نام جس کی جوتی ٹوٹی ہوئی
کپڑے پرانے جو کہ شاید شاہ نکولس کے عہد کے ہی ہونگے ہاتھ میں کدال لئے ہوئے اس طرف آنکلا۔ اس غریب
سپاہی کو ایک دولتمند سوداگر نے ایک جھونپڑا رہایش کے لئے خیرات کے طور پر دیا ہوا تھا۔ یہ بیچارا رستہ
سے برف ہٹاتا پھرتا اور مشکل سے چار پیسے کما کر شکم پُری کرتا تھا۔ وہ آنکر مارٹن کی کھڑکی کے سامنے کی
گلی سے برف ہٹانے لگا۔ یہ دیکھکر مارٹن پھر اپنے کام میں لگ گیا۔ رہ رہ کر اُس کے دل میں ہی مسرت
انگیز خیال آجاتا تھا۔ کہ "آہا ہا آج مسیح خداوند میرے گھر میں مہمان آئینگے" پھر اسٹیفن کا خیال آیا۔ دیکھا۔
تو وہ کدال دیوار سے ٹیک کر کھڑا سردی کے مارے سکڑ رہا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں مل کر کوشش کرتا ہے
کہ کسیطرح سے گرم ہو جاوے۔ بیچارہ آگے ہی بوڑھا اور کمزور تھا۔ اس پر کپڑے بھی نام کو ہی تھے۔ مارٹن
کو رحم آیا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ آج میں اس غریب کو ایک پیالہ چاے پلاؤنگا۔ تاکہ گرم ہو جاوے۔
سماوار کی طرف جاکر دیکھا۔ تو پانی اُبل رہا تھا۔ فوراً چاء بنائی۔ کھڑکی کے قریب جاکر تالی بجائی۔ اور ہاتھ
کے اشارے سے سٹیفن کو اوپر بلایا۔ دروازہ کھولکر اس سے کہا۔ آیئے تھوڑی سی چاء پی کر اپنے آپ
کو گرم کیجئے۔ کیونکہ اس طرح سردی سے آپ اکڑ جاوینگے" سٹیفن نے کہا "بیشک سردی سے میری ہڈیوں
میں درد شروع ہو گیا ہے۔ میں آپ کی عنایت کا مشکور ہوں" یہ کہکر اپنے برف آلودہ پاؤں جھاڑنے لگا۔
تاکہ فرش میلا نہ ہووے۔ لیکن سردی سے اُسکے ہاتھ پاؤں سُن ہو گئے تھے۔ اس لئے جھاڑ نہ سکا۔ یہ دیکھکر
مارٹن بولا "تکلیف نہ کرو۔ میں خود ہی فرش کو جھاڑونگا آپ بیٹھکر چاے پیجئے" اور پیالہ بھر کر اُس کے آگے
رکھدیا۔ سٹیفن اُسے چشم زدن میں نوش جان کر گیا۔ اسکے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ ابھی اَور کا خواہاں
ہے۔ مارٹن نے اَور پیالہ دیا اور کہا جتنا چاہو۔ پیو۔ اور خود بھی ایک پیالہ بھر کر پینے لگا۔ آنکھیں اسکی کھڑکی
کیطرف لگی تھیں۔ گھڑی گھڑی اُٹھکر جھانکنے لگ جاتا تھا۔ سٹیفن نے پوچھا "کیا کسی کا انتظار ہے"؟ مارٹن
نے جواب دیا "کیا عرض کروں کہ کس کا منتظر ہوں" رات کا واقعہ اس سے بے کم و کاست بیان کیا
کہ کس طرح وہ فریسی کے ہاں مسیح خداوند کی ضیافت کا بیان پڑھ رہا تھا۔ اور کسطرح اُس کے دل میں خواہش
ہوئی۔ کہ مسیح اُس کے گھر میں بھی آئے۔ اور وہ اُس کی خاطر تواضع کرے۔ پھر آواز کا آنا ذکر کر کے کہا میں
اُنہی کا منتظر ہوں" پھر خداوند کے حلم کا تذکرہ کیا۔ کہ کس طرح وہ غریبی میں آیا۔ غریب ہی اسکے شاگرد
تھے۔ بہت سے گنہگاروں کو پیار کیا۔ دولتمند اس سے متنفر تھے وغیرہ۔ بعد خداوند کی تعلیم۔ حلم۔ خاکساری

بلبل کی خوبی کے متعلق ایسے الفاظ میں بیان کی۔ کہ سٹیفن سے بڈھے رقیق القلب کے آنسو جاری ہوگئے وہ دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ آخرکار سٹیفن نے شکریہ ادا کرکے رخصت چاہی۔ مارٹن نے کہا سپاہی صاحب کبھی کبھی آجایا کرو۔ مہمان میرا باعث فخر ہے" جب سٹیفن رخصت ہوا مارٹن باقی چائے کو ختم کرکے کھڑکی کے پاس کام پر جا بیٹھا۔ لیکن خیالات رات کے واقعہ پر ایسے لگے ہوئے تھے کہ آنکھ ایک لمحہ بھر بھی کھڑکی سے جدا نہ ہوتی تھی۔ ہر ایک راہ رو کو غور سے تاکتا تھا۔ پہلے دو سپاہی ایک سرکاری اور دوسرا اُنکی اپنی ساخت کا جوتا پہنے گذرے۔ پھر اس کا متمول ہمسایہ شاندار جوتا پہنے ہوئے پاس سے گذر گیا پھر نانبائی روٹیوں کا ٹوکرہ لئے ہوئے گذرا۔ سب کے بعد ایک اجنبی سی عورت اپنا بچہ گود میں لئے روئے اسطرف آنکلی۔ اور بچہ کو ہوا سے بچانے کے لئے ہوا کیطرف پیٹھ کئے ہوئے دیوار کی آڑ میں کھڑی ہوگئی بیچاری کے کپڑے موسم گرما کے اور وہ بھی پھٹے پرانے سے تھے۔ بچہ اُس کی گود میں زور زور سے چلا رہا تھا۔ ماں نے بہتیری کوشش کی۔ لیکن بچہ چپ نہ ہوا۔ مارٹن سے رہا نہ گیا۔ فوراً نیچے اُتر کر دروازہ کھولا اور کہا کہ "اے نیک بخت کیوں سردی میں کھڑی اکڑ رہی ہو۔ ادھر آکر اس معصوم کو ٹھنڈ سے بچاؤ" وہ عورت ایک اجنبی کے منہ سے رحم آمیز کلمات سنکر حیران سی رہ گئی۔ لیکن جب دیکھا کہ یہ الفاظ ایک باپ جیسے بوڑھے شخص کے منہ سے نکل رہے ہیں۔ تو بغیر کسی توقف کے اُسکے پاس چلی گئی۔ مارٹن نے اسکو آتشدان کے پاس بٹھایا۔ اور کہا کہ "اس بچے کو دودھ پلاؤ تاکہ اس کا رونا بند ہو جائے"۔ عورت بولی "اے مہربان میں نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔ دودھ کہاں سے لاؤں" یہ سنکر مارٹن کو بہت رحم آیا فوراً باورچیخانہ میں گیا۔ روٹی اور شوربا گرم کرکے لایا۔ میز پر سفید چادر بچھائی اور کہا "لو کھاؤ اور بچہ کو مجھے دیدو۔ میں اس کو بہلاؤنگا۔ میرے بھی چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ امید ہے کہ میں اسکو بہلا کر چپ کرا سکونگا" عورت نے ادائے شکریہ کے بعد کھانا شروع کیا۔ مارٹن نے بڑی مشکلوں سے بچے کو چپ کرالیا۔ آخرکار وہ ہنس دیا جس سے مارٹن کو وہ خوشی نصیب ہوئی۔ جو کبھی اُس کے چھوٹے کیپی ٹن کے ہنسنے سے ہوا کرتی تھی پھر عورت نے اپنی داستان یوں سنانی شروع کی۔

"میں ایک فوجی سپاہی کی جورو ہوں۔ آٹھ ماہ گذرے اُسکے افسروں نے اُسکو ایسی جگہ بھیجدیا۔ جو مجھے معلوم نہیں۔ اب میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے مجبوراً گذارہ کے لئے ایک خاندان میں باورچن کا کام اختیار کرلیا لیکن جب سے یہ بچہ پیدا ہوا۔ میری مالکہ نے مجھے علیحدہ کردیا۔ پس تین ماہ سے میں بیکار بے خانماں ماری ماری پھر رہی ہوں۔ اور خوراک کی خاطر اپنے کپڑوں تک فروخت کرچکی ہوں۔ میں نے کئی جگہ دودھ پلانے والی دایہ کے کام کے لئے عرض کی۔ لیکن ہر جگہ سے جواب ملا۔ کہ تجھ سی دُبلی پتلی عورت کیا دودھ پلائیگی

اب میں ایک سوداگر کے ہاں سے آرہی ہوں۔ جس کے گھر میں میرے گاؤں کی ایک عورت ملازم ہے میرا خیال تھا۔ کہ وہ مجھے فوراً نوکر رکھ لیگی۔ لیکن علم ملا۔ کہ اگلے ہفتہ آؤ۔ اس سوداگر کا گھر یہاں سے دُور ہے وہیں سے تھکی ماندی آرہی تھی۔ کہ آپ نے میرے حال پر رحم کیا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ اور اس خاتون کا جس کے پاس میں رات کو رہتی ہوں۔ جو کہ مسیح کی خاطر ہم نادار عورتوں کو جائے رہائش مفت دیتی ہے۔

ولیم مرڈک

(گذشتہ سے پیوستہ)

مرڈک نے واٹ صاحب کی عالی دماغی اور ایجادوں کا تذکرہ سنا ہوا تھا۔ جب وہ ایڈرتھ میں تھا اس نے فراغت کے وقت اپنے نمونہ کا چھوٹا سا انجن بنانے کی کوشش کی۔ اس کی چھوٹی سی کہانی رکھی اور اونچائی صرف ۱۴ انچ کی تھی تو بھی اتنا بڑا تو تھا۔ کہ اس کی بناوٹ کا اصول سمجھ میں آسکتا تھا۔ اس کے تین پہیے تھے۔ اور اوپر ایک تانبا کا بائیلر یعنی تنور تھا۔ جسے سپرٹ لیمپ سے گرم کیا جاتا تھا۔ اور اس بائیلر کے بیچ میں سے ترچھا سا دودکش بھی نکلا ہوا تھا۔ باقی مشینری بھی بقدر ضرورت مکمل تھی۔ بھاپ سے ہی یہ چلتا تھا۔ اور یہ بھاپ پسٹن کو حرکت میں لاکر باہر چھوڑ دی جاتی تھی۔ مرڈک نے اس کا تجربہ اپنے گھر پر مکمل طور پر تیار کرکے ۱۷۸۴ء میں کیا تھا۔ ایک دفعہ اس کو باہر لیجاکر بھی تجربہ کیا گیا۔ اور ایسا ہوا کہ انجن اپنے موجد کی رفتار سے زیادہ تیز ہوگیا۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ مرڈک کان سے واپس آکر شام کے وقت انجن کو باہر سڑک پر لے آیا یہ سڑک گرجا گھر کو جاتی تھی اور گرجا یہاں سے ایک میل پر تھا۔ سڑک پر درخت کثرت سے تھے۔ سیدھی اور صاف تھی۔ مرڈک نے انجن کے لیمپ کو جلایا۔ تھوڑی دیر میں پانی گرم ہوکر ابلنے لگا اور انجن چل پڑا۔ اور موجد اس کے پیچھے۔ تھوڑی دیر کے بعد مرڈک نے بڑا شور اور چلانا سنا۔ اندھیرے میں کچھ نظر تو آتا نہ تھا۔ لیکن آگے بڑھکر اسے معلوم ہوا۔ کہ بیچارہ پادری صاحب چلاتا ہے۔ جو اس آگ کے دیو کو جاتے دیکھکر ڈر گیا تھا۔ اور یہ خیال کرکے چلا اٹھا تھا۔ کہ شاید شیطان مجسم ہوکر آگیا ہے۔

جب واٹ صاحب کو مرڈک کے تجربوں کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے اسے بند کرنے کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ اس طرح فرض منصبی کے ادا کرنے میں کوتاہی ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن واٹ صاحب

حصہ دار مسٹر بولٹن نے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ اگر مرڈک ان تجربوں کو جاری رکھنا ہی چاہتے۔ تو اس کی نسبت کہ مرڈک سے بالکل قطع تعلق کیا جائے۔ یہ بہتر ہوگا کہ ایک سو پونڈ اسکو پیشگی دیئے جائیں۔ اور مرڈک کے ساتھ مشترکہ طور پر لوکو موٹو انجن کی ساخت کا کارخانہ کھولا جائے۔ بشرطیکہ مرڈک ایک سال کے اندر ایک ایسا انجن تیار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ جو ایک ایسی ڈاک گاڑی کو کھینچ سکے جس میں دو مسافر اور ایک چلانیوالا بیٹھ سکیں۔ اور جس کی رفتار چار میل فی گھنٹہ سے کم نہ ہو۔ لیکن ایک مختلف کشش نے مرڈک کی توجہ ان تجربوں سے ہٹالی۔ انہیں ایام میں ایک نوجوان لیڈی یعنی کپتان پنٹر صاحب کی دختر کیطرف اس کا دل اٹکا ہوا تھا اور بالآخر ۱۷۸۵ء میں اس کی شادی بھی ہو گئی ؛

دوسرے سال یعنی ستمبر ۱۷۸۶ء میں واٹ صاحب مسٹر بولٹن کو ایک خط میں یوں لکھتے ہیں " میری رائے بھاپ کی گاڑی کے بارے میں ابھی تک بھی وہی ہے۔ میں ایک ایسی کل کی ساخت میں مشغول ہوں۔ اور اس بارے میں کوئی مزید بحث فضول تصور کرتا ہوں۔ تو بھی میری رائے ہے۔ کہ ولیم مرڈک بھی ہماری طرح اپنے کام میں کام رکھے اور ہونی روپیہ اور وقت کو ان ہونی باتوں کی پیروی میں صرف نہ کرے " ایک اور خط میں جو اس کے بعد لکھا گیا تھا۔ واٹ صاحب اس امر پر اظہار خوشی کرتا ہے۔ کہ ولیم کو اب اپنے کام سے کام ہے۔ اسوقت سے واٹ اور مرڈک نے اس ایجاد لوکو موٹو انجن کا خیال چھوڑ دیا۔ مرڈک کا اپنا ساخت کردہ نمونہ گویا بطرز ایک کھلونے کے رہ گیا۔ جسے وہ کبھی کبھی اپنے دوستوں کو دکھایا کرتا تھا۔ گو مدت سے اس کا خیال تھا۔ کہ سڑک پر چلنے والا انجن تیار ہونا چاہئے۔ اور اس کی تکمیل میں وہ کئی ایک تجربے بھی کر چکا تھا تاہم اب تو اس نے یہ سب خیال ترک کر دیئے ؛

مرڈک ایجاد میں مصروف ہی رہا۔ ایک موجد طبع شخص جس میں باریک بینی کا مادہ موجود ہو۔ کب آرام سے بیٹھ سکتا ہے۔ وہ تو موجدوں کے درمیان رہتا تھا۔ واٹ اور بولٹن ہمیشہ نئی ایجادوں کی دھن میں رہتے تھے۔ مرڈک کے سر میں بھی یہی خیال سما گیا۔ اور ۱۷۹۱ء میں اپنا پہلا پیٹنٹ (Patent) کرایا۔ اس نے ایک ایسا روغن تیار کیا۔ جو جہاز کی تہ میں کیا جاتا تھا۔ اور جس سے لکڑی کے سڑنے یا گلنے کا اندیشہ نہ رہتا تھا۔ مرڈک اپنی ایجاد یعنی روشنی کیلئے جلنے والی گیس کے سبب سے اور بھی نامور ہے۔ کئی محقق اشخاص نے تحقیق ضروری کے بعد یہ نتیجہ نکالا تھا۔ کہ کوئلہ کو جلانے سے حرارت کے ذریعہ قریباً ⅓ حصہ اس کا باہر نکل جاتا ہے۔ جو کام نہیں آتا۔ اور نہ ہی شعلہ زن کیا جاتا ہے۔ سوائے مرڈک کے کسی کو یہ خیال تک بھی نہیں آیا۔ کہ روشنی کے کام کے

کام کے لئے یہی بخارات کام آسکتے ہیں۔ مسٹر ایم۔ ایس۔ پیریس صاحب نے ہمیں یہ دلچسپ یادداشت ارسال کی ہے " چند دن ہوئے میں اس تلاش میں تھا۔ کہ مغربی کارنوال میں مجھے کوئی مرڈک کا واقف کار مل جائے۔ دریافت پر معلوم ہوا۔ کہ ضلع کیمبورن کے ذکی اشخاص میں سے مسٹر ولیم سیمن صاحب ہے۔ جو نہ صرف مرڈک کو بخوبی جانتا ہے۔ بلکہ وہ بالخصوص اس موقعہ پر جب کہ گیس سے روشنی حاصل کرنے کا پہلا تجربہ کیا گیا تھا۔ حاضر تھا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ مرڈک بچوں میں بڑی دلچسپی لیا کرتا تھا۔ اور اکثر ان کو اپنے کارخانہ میں لیجا کر اپنا کام دکھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہی سیمن صاحب جب ہنوز لڑکا ہی تھا۔ چند ایک اور لڑکوں کے ہمراہ مرڈک کے دروازے پر کھڑا تھا۔ یہ سب لڑکے دیکھنے کی کوشش میں تھے۔ کہ اندر کیسی عجیب باتیں ہو رہی ہیں۔ جن میں مرڈک اور ڈاکٹر بوتز صبح سے مصروف تھے۔ اتنے میں مرڈک نکلا اور سیمن کو کہا۔ جاؤ دوڑ کر کسی نزدیک کی دوکان سے انگشتانہ لاؤ۔ لڑکا انگشتانہ تو لے آیا۔ لیکن ظاہر کیا۔ کہ کھو گیا ہے۔ اور یونہی جیبوں میں ہاتھ ڈالتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھکر کمرہ میں گھس گیا۔ اور جھٹ انگشتانہ جیب سے نکال دیا۔ اور کیا دیکھتا ہے۔ کہ ڈاکٹر بوتز اور مرڈک ہر دو ایک کوئلوں کی بھری ہوئی کیتلی لئے کھڑے ہیں۔ جو گیس اس میں نکلتی تھی۔ وہ ایک دوسرے برتن میں جا کر جل رہی ہے۔ انہوں نے ایک باریک نالی لگائی ہوئی تھی۔ اس انگشتانہ کو اس نالی کے آخری سرے پر لگا دیا۔ اور پھر ان سوراخوں میں سے جو گیس آہستہ آہستہ نکلتی تھی۔ اسے تھوڑے عرصہ تک جلاتے رہے ۔

بے شمار تجربوں کے بعد آخر کار مرڈک نے ۱۷۹۲ء میں گیس کی روشنی اپنے مکان پر استعمال کی۔ لوہے کی ایک بڑی انگیٹھی میں کوئلوں کو جلایا جاتا تھا۔ اور اس میں سے گیس مختلف نالیوں کے ذریعے الگ الگ کمروں میں پہنچا کر مناسب طریقے سے جلائی جاتی تھی۔ مرڈک کے پاس ایک گیس کی روشنی کی لالٹینیں بھی تھی۔ جو وہ رات کے وقت باہر آنے جانے اور معمولی کاروبار میں استعمال کیا کرتا تھا ۔

جب مرڈک کو اطمینان ہو گیا۔ کہ گیس کی روشنی میں بمقابلہ تیل یا چربی جلانے کے کم خرچ ہے تو اس نے یہ معاملہ سوہو میں جا کر ۱۷۹۴ء میں جیمس واٹ صاحب کے سامنے پیش کیا۔ اور پیٹنٹ کرانے کی ترغیب دی۔ لیکن واٹ صاحب کا دل پیٹنٹ کرانے کی طرف سے کچھ کھٹا ہو رہا تھا۔ ابھی تک سٹیم انجن کے پیٹنٹ کرانے کا تنازع تصفیہ پذیر نہیں ہو چکا تھا۔ مرڈک کارنوال میں واپس آ گیا۔ اور اپنے تجربے بدستور جاری رکھے۔ اسی سال کے آخر میں مرڈک نے فلپ صاحب کو گیس نکالنے کے اوزار

ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت

ناول کے پیرائے میں

گول کمرہ

یہ کمرہ جس میں اسوقت مسٹر بنرجی کے مہمان بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ گو شکل میں تو گول نہ تھا۔ مگر اُن نایاب اور نادر عجائبات کے سبب سے جو مختلف ممالک سے منتخب ہوکر یہاں آئے تھے۔ کرۂ زمین کی ایک چھوٹی سی فوٹو البتہ بنا ہوا تھا۔ اُس کی وسعت اور زینت اُس کے مکین کی کشادہ دلی اور علو ہمتی کا ایک پرتو تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی مرغ نگاہ اُن خوبصورت درختوں پر جا بیٹھتا تھا۔ جن کی تصویریں مسٹر بنرجی نے خود اپنے ہاتھ سے کھینچی تھیں۔ ان میں سے فقط ایک کا تھوڑا سا بیان کیا جائیگا۔ اُس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک مکان عالیشان لب آب واقع ہے۔ سرو صنوبر سے گھرا ہے۔ رات کا وقت ہے۔ تارے جگمگا رہے ہیں۔ اور مہتاب جلوہ کناں ہے۔ اور اس سارے سین کا سایہ سطح آب پر پڑ رہا ہے۔ گویا نیچر نے اپنی فنکاری سے ایک نہایت دل افزا تصویر پانی کی سطح پر کھینچ دی تھی۔ مسٹر بنرجی کی مصورانہ لیاقت نے یہ ستم ڈھایا تھا کہ نقل کو اصل کر دکھایا تھا۔ آسمان پر چاند اور ستارے۔ زمین پر مکان جنت نشان اور اشجار پر بہار اور سطح آب پر ان سب کا عکس جسطرح اصل میں نظر آتا تھا۔ اُسیطرح نقل میں دکھائی دیتا تھا۔ اس سے کچھ فاصلہ پر ایک اور تصویر اُسی دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ وہ بھی ایک نہایت خوشنما نیچرل منظر کو پیش کر کے آنکھوں کو تازگی بخشتی تھی۔ دونوں کے بیچ میں ایک بڑا سا آئینہ لگا تھا۔ جس کی آب و تاب ایک سنہری بیلدار فریم سے دوبالا ہو رہی تھی۔ نیچے ایک منٹل پیس (آتشکدہ) تھا۔ اُس کے اوپر ایک طرح کا زرنگار کپڑا لگا ہوا تھا جو تا فرش آویزاں تھا اور اپنی چمک دمک سے زربفت اور بادلہ کو مات کرتا تھا۔ انگیٹھی کے عین وسط میں ایک خوبصورت امریکن کلاک رکھی تھی۔ اور اُس کے اِدھر اُدھر کہیں دوستوں کی فوٹوز چمکیلے فریموں میں لگی ہوئی تھیں اور کہیں رنگارنگ پھولوں کے گلدستے اپنی نکہت جاں بخش سے حاضرین کے مشام جان کو معطر کر رہے تھے۔ اسیطرح باقی دیواریں بھی قسم قسم کی تصویروں سے جو خوبصورت آئینوں اور فریموں میں لگی ہوئی تھیں مزین تھیں۔ ایک گوشہ میں ایک چمکتا جھلکتا پیانو رکھا تھا۔ جس کے عاج اور آبنوس

لکھے ہوئے کسی ماہر و ماہر فن کی نازک مگر تیز حرکت انگلیوں کے مس سے مشتاق و منتظر نظر آتے تھے۔ ان سے تھوڑے فاصلہ پر ایک میانہ قد الماری کھڑی تھی۔ اُسکے خانوں میں ایک طرف وہ کتابیں چنی ہوئی تھیں جن کے نام اُنکی پشتوں پر سنہلے حروف میں لکھے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور دوسری جانب وہ عجائب روز جنھیں (کیوریو) آسے ٹیزر کہا کرتے ہیں دیکھنے والوں کو حیرت کا پتلا بناتے تھے۔ الماری تھی کہ ایک چھوٹا سا میوزیم (عجائب گھر) تھا۔ اس کے مقابل کونے میں ایک دراز قد ایزل (تصویر رکھنے کا تختہ) اُس بسٹ (سر سے شانوں تک کی تصویر) کو آغوش میں لئے کھڑا تھا۔ جس کا بیان حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ گو یہ ایک کاغذ کی تصویر تھی تاہم اپنی اصل کی مانند جس کا وجود اس مکان کی زینت کا باعث تھا اپنے ابرو اور چشم سے یہ کہ این کمین کشادہ کہ آن کمان کشیدہ۔ کا حق پورے پورے طور پر ادا کر رہی تھی۔ دائیں طرف ایک روغن کیا ہوا سبز رنگ کا چوبی گملا پڑا تھا۔ اُس میں پام کا ایک خوبصورت پودا لگا تھا۔ جو اپنے سر سبز پتوں سے آنکھوں کو تر و تازہ کر رہا تھا۔ اُسکی ایک شاخ ایزل پر سے گذر کر بسٹ تک جا پہنچی تھی۔ اور اس انداز سے ہل رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چنور کر رہی ہے۔ کمرے کے مرکز میں زریں ٹیبل کلاتھ سے ڈھنپی ہوئی ایک آبنوسی میز پڑی تھی جسکے اوپر مراکو نیمہ چرڑے کی جلد و مرصع حاشیہ کی ایک بڑی بائبل رکھی تھی۔ اردگرد خوبصورت سے خوبصورت اور چمکدار لکڑی کی ایزی (آرام) اور راکنگ (جھولنے والی) اور لو (پست قد) اور ہائی (اونچی) کرسیاں جن پر ریشم اور مخمل کی گدیاں سنہری میخوں سے جڑی گئی تھیں سجی ہوئی تھیں۔ ایک جانب کو ایک کوچ بچھا تھا۔ جس پر زر و ریشم کی پھلکاری بسنت کا سماں یاد دلاتی تھی۔ پھلکاری پر جا بجا سرخ اور سیاہ مخمل کے پھول لطف نگو لطف دے رہے تھے۔ نیچے بھڑکیلے قالیچوں کا فرش اپنی جوبن دکھا رہا تھا۔ دروازوں میں سفید اور رنگین موتیوں کے چکدار پردے لٹک رہے تھے۔ سقف سے ایک لیمپ معلق تھا جسکی مورکی سی دو چمنیاں اسطرح ایک دوسری سے لگی ہوئی تھیں کہ گویا دو طاؤس چھاتی سے چھاتی لگائے کھڑے ہیں۔ چمنیوں سے پیوستہ ایک روغن دان تھا جو کندن کیطرح چمک رہا تھا۔ چمنیوں سے شعلے بجائے عمودی شکل کے افقی صورت میں نکلتے تھے۔ اور روغن نور کا وہ عالم تھا کہ درجنوں قندیلوں کی جوت اُن کے سامنے مدھم تھی۔ مکان بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔

اب ذرا انکی طرف بھی متوجہ ہو جئے۔ جن کی موجودگی سے اسوقت اس کمرہ کو رونق حاصل تھی۔ مسٹر ہنری کے ڈنر نہ صرف اس لئے مشہور تھے کہ دسترخوان الوان نعمت سے آراستہ ہوتا تھا بلکہ زیادہ تر اس لیئے کہ سوشل اور ارتباط کا ایک نہایت دلفزا موقعہ دستیاب ہوتا تھا۔ اور حاضرین بڑی آزادی سے سوشل اور مذہبی مضامین پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ اسوقت کئی احباب حاضر تھے۔ ایک تو مسٹر جارج مارک ہی تھے۔ جن کا تعلق

صاحبان ہم گوشتہ باب میں کر چکے ہیں۔ بصورت انگریزی کوٹ پتلون وغیرہ کسے آرام چوکی میں گھسے بیٹھے تھے اور اُن کی ہمشیرہ و مطرس زیب تن کئے تھیں۔ جن کی تیاری کا مختصر سا حال ہم کسی جگہ اوپر رقم کر آئے ہیں۔ ایک اَور صاحب تھے جو طرزِ جدید کے مطابق کالر نکٹائی لگائے اور وہ قمیص جسکے سامنے سفید حصہ ایکا کی سیاہ ویسٹ کے گول چاک میں سے سطح مخمل کیطرح چمکتا تھا پہنے اور اُس پر چمکتے ہوئے ایکا کا کوٹ ڈاٹے ایک کشن دار کرسی پر متمکن تھے۔ ایک ہندوستانی مسیحی خاتون بالکل سادہ ڈرس پہنے ایک رکنگ چیر پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سارے شہر میں اس نیک ذات اور نیک طینت لیڈی کا نام مشہور تھا۔ ان کی لیاقت خداداد اور عفت مادرزاد کا ہر کہ و مہ قائل تھا۔ سررشتہ تعلیم سے ایک اعلےٰ تعلق ہونیکے سبب سے غیر مسیحی عورات کو ان کی ذات سے بڑا فیض پہنچ رہا تھا۔ اور مسیحی جماعت کو بھی نہ صرف اس شہر میں بلکہ سارے علاقہ میں ان پر ایک خاص قسم کا ناز تھا۔ واقعی ہر شخص خواہ وہ مسیحی ہو یا کسی اَور قوم کا جب اس خدا پرست اور پاکیزہ خاتون سے ایک دفعہ ملاقات کرتا تھا۔ تو اُن کی مسیحی زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں اٹھتا تھا۔ ان کا نام مس ناتن تھا۔ مس نھارٹن بھی حاضر تھیں۔ اور جس ڈریس کو اس برگزیدہ فیشن کے زیب تن ہونیکا ناز حاصل تھا۔ اُس کی نسبت قیل قال کرنے میں زبان لال ہے۔ اور یہی کہنا کافی ہوگا کہ یہ ڈرس جدید سے جدید فیشن کے مطابق تیار کیا گیا تھا۔ مسز بنرجی سفید مزلن کی ایک خوبصورت بلاؤز اور اُس پر اسیطرح کی ایک ساڑھی پہنے ہوئے تھیں۔ گلے میں ایک سیاہ فیتہ پڑا ہوا تھا جسکے مقابلہ میں گردن بلور کی صراحی معلوم ہوتی تھی۔ بالوں کا ایک گچھا ماتھے پر سے بل کھاتے ہوئے اور رخسار لالہ عذار پر ذرا سا بکھر کر کسی سرگشتہ و پریشان کیطرح فیتہ پر گر رہا تھا۔ ایک مشنری اور اُن کی میم صاحبہ اپنا قومی لباس پہنے حاضر تھے۔ مسز نیرجی تم کہاں ہو؟ اجازت ہے کہ تمہاری نسبت بھی چند الفاظ لکھدیں؟ سچ ہے کہ تمہاری سادگی ہمیشہ تمہاری زینت اور تمہاری ماڈسٹی (حیا) تمہارا زیور اور تمہاری خاموشی تمہاری فصاحت رہیگی۔ تاہم جو کچھ تمہیں تیرے نے عطا کیا ہے اُس کی نسبت خاموش رہنا تمہارے ساتھ بے انصافی کرنا ہے۔ تمہارے حسن خداداد کو مصنوعی زیبائش کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ کہکر ہم خاموش ہو جائینگے۔ ؎

ازچشم زخم وہر مساوت گزندز آنکہ — در دلبری بغایت خوبی رسیدۂ۔
چشم بداز تو دور کہ در طرز دلبری — خط بر جمال یوسف کنعاں کشیدۂ۔

لاکھ غم و ملال کے آثار رخِ انور پر نمایاں ہوں۔ ہزار افکار و آلام کے خسوف اپنا سایہ ڈالیں مگر چاند چھپانے سے کب چھپتا ہے؟

مس ناتن۔ آج کیسی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے ؎

مسز بنرجی۔ پچھلے دو تین دن تو گرمی ایسی شدت سے پڑتی رہی کہ ابھی سے پنکھے کی ضرورت محسوس

پہنچتے تھک گئی تھی۔ مگر کل کی آندھی سے ہوا میں خاصی خنکی پیدا ہو گئی ہے۔ اور آج اسوقت گھر سے باہر بیٹھنا ذرا بھی ناگوار معلوم نہیں ہوتا۔

مس ناتن۔ (مشنری لیڈی سے) میں نے سنا ہے کہ آپ نے اب کی دفعہ پہاڑ جانیکا ارادہ بالکل منسوخ کر دیا ہے۔ جولائی اور اگست کی گرمی کی آپ کس طرح برداشت کر سکیں گی۔ شاید اس سے پہلے تو آپ کبھی ان مہینوں میں پلینز (میدان) پر نہیں رہیں۔

مسز ابرکرامبی۔ (یہی ان کا نام تھا) نہیں میں پہلے کبھی پلینز پر نہیں رہی۔ لیکن اس سال مسٹر ابرکرامبی بعض ضروری کاموں کے سبب سے پہاڑ نہیں جا سکتے۔ میں ان کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتی۔ اور شاید انہیں میری مدد کی ضرورت بھی ہو گی۔

ڈاکٹر ابرکرامبی۔ مس ناتن میں نے ان سے کئی دفعہ کہا ہے کہ تم میری کچھ فکر نہ کرو۔ کم از کم ایک ماہ کے لئے پہاڑ چلی جاؤ۔ گرمی برداشت نہیں کر سکو گی۔ مگر یہ میری بات نہیں سنتیں۔ آپ انہیں سمجھائیں۔

مسٹر بنرجی۔ مگر آپ پہاڑ کیوں نہیں جاتے مسٹر ابرکرامبی؟ میری رائے میں آپکو پہاڑ ضرور جانا چاہئے۔ میں خوشامد تو نہیں کرتا صرف ایک فیکٹ بیان کرتا ہوں کہ شاذ ہی کوئی اور مشنری اتنا کام کرتا ہو گا جتنا آپ کرتے ہیں۔ صبح آپ سکول جاتے ہیں۔ دو تین گھنٹے وہاں پڑھاتے ہیں۔ پھر آپ دیر تک ڈسپنسری میں کام کرتے ہیں۔ واپس آکر تصنیف اور تالیف میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شام کو آپکا بلا ناغہ بازار کو جانا اور منادی میں شامل ہونا تو گویا ضرب المثل ہو گیا ہے۔ اس کام کو یا تو آنجہانی بزرگ فورمن صاحب نے وفاداری سے کیا تھا۔ یا اب آپ کر رہے ہیں۔ گو اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ اور مشنری یہ کام اس طرح کرتے ہی نہیں۔ ایسی سال بھر کی لگاتار اور سخت محنت اور عرقریزی کے بعد ایک آدھ ماہ کا آرام صرف طبی اصولوں کی بنا پر ضروری ہے۔ بلکہ دینی احکام کی رو سے بھی ایک فرض ہے۔ میری دانست میں آپ اس فرض کو ادا نہیں کرینگے۔ اگر پہاڑ نہ جائینگے۔ مسز ابرکرامبی آپ ان کو ضرور پہاڑ لیجائیں۔

ڈاکٹر ابرکرامبی۔ میں آپکی ہمدردی اور مشفقانہ تنبیہ کا دل و جان سے مشکور ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ میں اس سال کسیطرح پہاڑ نہیں جا سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ میں اب کی دفعہ اپنے ہم خدمت کارندوں کا سمر سکول اگست میں کرنا چاہتا ہوں۔ ستمبر مہینہ میں ایک کنونشن ہونیوالا ہے جو شاید ایک ہفتہ سے بھی زیادہ تک رہیگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اپنے سکول بلڈنگ میں کچھ تبدیلیاں اور کچھ ایزادیاں کروانا چاہتا ہوں۔ اور یہ کام میری غیر حاضری میں اچھی طرح نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اور کئی چھوٹے چھوٹے ضروری کام ہیں۔ جن کے سبب سے سٹیشن چھوڑنا ناممکن ہے۔ اور یہ جو کچھ آپنے میری جانفشانی اور محنت کی بابت بیان فرمایا یہ آپکا حسن ظن ہے۔ اور میں

کہتا ہوں کہ جو کچھ آپنے کہا وہ صدق دلی سے تھا۔ تاہم مجھے یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جتنا مجھے کہنا چاہئے اُسکا چہارم بھی نہیں کہتا ہوں اور اس میں خرابی کسرِ نفسی نہیں ÷

کالروالے صاحب۔ مسٹر ابر کرامبی شاید آپ اُن کارندوں کا ذکر کرتے ہیں جو دیہات میں کام کرتے ہیں؟

مسٹر ابرکرامبی۔ جی ہاں ÷

کالروالا صاحب۔ کیا اس کام سے جو دیہات میں کیا جاتا ہے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے؟ بپتسمے تو بہت دیئے جاتے ہیں۔ مگر لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ درحقیقت اس کام سے کوئی تسلی بخش نتیجے پیدا نہیں ہوتے۔ البتہ رپورٹوں کے کالم پُر ہو جاتے ہیں۔ میری گستاخی آپ معاف کریں۔ میں نے یہ سوال اسواسطے کیا ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ آپ کا اس کام کی نسبت کیا خیال ہے ÷

مسٹر ابرکرامبی۔ میں پہلے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپکا کیا خیال ہے ÷

کالروالا صاحب۔ میں نے تو تحقیق کیلئے یہ سوال کیا تھا۔ مگر آپ الٹا مجھی پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ خیر اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ میرا کیا خیال ہے۔ میری ناقص رائے میں تو یہ سارا کام ہی فضول ہے۔ اکثر دیہاتی گنواروں کو دیکھنے کا اتفاق پڑتا ہے۔ جو نظر آتا ہے وہی اُجڈ۔ نہ انہیں کلام کرنے کا سلیقہ ہے۔ نہ اُٹھنے بیٹھنے کا شعور۔ نہ ملنے جلنے کا وقوف۔ میری رائے میں آپ اپنی طاقتیں اور روپیہ مفت ضائع کر رہے ہیں ÷

مسٹر ابرکرامبی۔ آپکی تقریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مذہب اور تہذیب میں امتیاز نہیں کرتے۔ آپکے نزدیک صاف اور ستھرے کپڑے پہننا۔ اچھی اچھی باتیں کرنا اور آداب مجلس سے پوری پوری واقفیت رکھنا مسیحی بننا ہے۔ مگر میری رائے میں مسیحی ہونا یسوع مسیح پر ایمان لاکر ہمیشہ کی زندگی کا وارث بننا ہے۔ میں شاید فارنر ہونیکی وجہ سے وثوق کے ساتھ اپنی رائے نہ دے سکوں۔ تاہم جہانتک میرا قیاس کام کرتا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ گو یہ لوگ شہر والوں کے مقابلہ میں کچھ سوشل حیثیت نہیں رکھتے۔ تو بھی ان میں سے بہت ایمان کی دولت سے مالامال ہیں۔ پادری رحمت مسیح صاحب کا تجربہ میری نسبت زیادہ وسیع ہے۔ شاید وہ آپکے سوال کا جواب اچھی طرح سے دے سکیں گے ÷

کالروالا صاحب۔ مجھے اندیشہ ہے کہ شاید مسز بنرجی بہت پسند نہیں کرینگی کہ ہم اسوقت اسی مضمون پر گفتگو کرتے رہیں؟

مسز بنرجی۔ میرے لئے تو یہ مضمون بڑا دلچسپ ہے۔ اور ڈنر بھی ابھی تیار نہیں ہے۔ اگر پادری صاحب کچھ کہنا چاہیں تو شوق سے کہیں ÷

پادری رحمت مسیح۔ اگرچہ یہ وقت اس قسم کی سنجیدہ گفتگو کے لئے چنداں موزوں نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اتفاق سے اس مضمون پر گفتگو چھڑ گئی ہے۔ اور ہماری میزبان کو بھی اس کے جاری رہنے پر اعتراض نہیں۔ اس لئے میں دو چار باتیں عرض کرنے کو تیار ہوں ÷

مس تھارنٹن - (آہستہ سے) ارے اتھیل یہ کیا آج کہیں گول کمرے کو بھی گرجہ بنا ڈالینگے؟
مس مارک - دیکھتی جاؤ ابھی اور کیا کیا ہوتا ہے۔

پادری غلام مسیح - میں اس بات سے قطعی اتفاق نہیں کرتا کہ گاؤں یا شہروں کی غریب قوموں میں کام کرنا فضول ہے - یہ بات مسیحی مذہب کا ایک خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ کمزوروں اور ناتوانوں اور ناداروں کو اٹھا کر اور انہیں دنیا کے عزت اور علم والوں کے لئے شرمندگی کا باعث بنا کر اپنی قدرت کا جلال دکھاتا آیا ہے - مسیح نے اسی اصول کے مطابق اپنے شاگردوں کو چنا - کارنتھ کی کلیسیا اسی قسم کے لوگوں سے مشتمل تھی - زمانہ قدیم اور زمانہ حال کی مسیحی تاریخ اسی بات کی شاہد ہے - خدا کے فضل سے ہمارے بیچ میں اسوقت ایسے لوگ موجود ہیں جو غریب حلقوں سے نکلے ہیں - مگر مسیح کی تبدیلی کُن قدرت نے روح پاک کے وسیلے انہیں ایسا تبدیل کر دیا ہے - اور مسیحی صداقتوں کے ایسے عارف - مسیحی تہذیب پر ایسے حاوی - جدید علوم میں ایسے ماہر بنا دیا ہے کہ انکی خوبصورت زندگی کو دیکھکر جوش طرب سے آنکھوں میں آنسوں اور زبان پر خدا کی تعریف کے کلمات آجاتے ہیں - مسیح نے اُن کے لئے اپنی جان دی - لہذا اُن مصیبت زدوں کا حق ہے - کہ انہیں سب سے پہلے انجیل سنائی جائے - ناصرت کے مسیح اور قادیان کے مسیح میں کیسا زمین و آسمان کا فرق ہے - کچھ عرصہ ہوا کہ ایک شکایت نامہ میرے ہاتھ آیا وہ قادیان کیطرف سے تھا - اور شکایت اس بات کی تھی کہ مردم شماری کے مہتمموں نے مرزا کے مریدوں میں سے اکثروں کو غریب اور جاہل لکھ دیا تھا - اس پر قادیان کے مسیح بہت چین بجبیں ہوئے - اور حسب عادت ایک لمبا چوڑا شکایت نامہ لکھ مارا کہ میرے سارے مرید - بی اے اور ایم اے ہیں اور یہ ہیں اور وہ ہیں - غریب اور کم علم مرید اُن کی کسر شان کا باعث تھے - ایک وہ مسیح تھا جو گنہگاروں اور محصول لینے والوں کا دوست تھا - جس نے پہلے اُن کو اپنی روح کی تاثیروں سے نئے مخلوق بنایا اور پھر انہیں کے وسیلے سے ساری دنیا کی کایا پلٹ دی - اُس شکایت نامہ کو پڑھکر میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور میں نے اُسے زمین پر پھینک دیا - اور آسمان کیطرف اپنی نگاہ کر کے کہا - اے خداوند یسوع مسیح تیرا شکر ہو تو غریبوں اور جاہلوں اور کنگالوں سے شرماتا نہیں - تو میرے جیسے حقیر اور گنہگار کو بھی قبول کرتا ہے - تیرا نام مبارک ہو - دنیا کے ہادیوں میں تیری مانند اور کون ہے۔

مگر اسکے ساتھ ہی میں اس بات کا بھی قائل ہوں کہ جو لوگ ہندو اور مذہبی سوسائٹی میں اعلےٰ ذات اور درجہ کے سمجھے جاتے ہیں - وہ بھی نظر انداز نہ کئے جائیں - کیونکہ ہمارے مسیح کو ان کی روحیں بھی پیاری ہیں۔

لیکن جو بات میں کلیسیا پر اور مشنریوں کے دلوں پر نقش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو لوگ دیہات میں ادنیٰ قوموں سے مسیحی ہوتے ہیں انکی تعلیم اور ایجوکیشن کا بندوبست ضرور کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے - کیونکہ اس میں شک نہیں کہ گو انہیں سے کئی ایک مسیحی تعلیم سے بخوبی واقف ہیں - تاہم ہزارہا ایسے بھی ہیں جو خالص دینی مقاصد سے مسیحی نہیں ہوئے - انکی اور انکی اولاد کی تربیت ضروری امر ہے - ہندوستانی کلیسیا کے اُن شرکا نے جو شہروں میں بود و باش کرتے ہیں ابھی اس اشد ضرورت

جلد ۱۲ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء | نمبر ۷

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۱۹۵
کلیسیا اور مشن کی خبریں ۱۹۸
علم الحیات ۲۰۲
قیامت کے بارہ میں پولوس کی تعلیم ... ۲۰۵
ایک دلچسپ خواب ۲۱۱
مسیح اور مسیحی زندگی ۲۱۳
ایک نوجوان مسیحی کے خیالات بیداری پر ... ۲۱۸
ولیم مرڈک ۲۱۹
ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت ... ۲۲۲
فہرست کتب سرورق کے اندر ....

قیمت سالانہ پیشگی مع محصولڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ
۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

اگر کوئی صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ علیحدہ دیں تاکہ ۲۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو مسیحی ایک روپیہ [illegible] بھیجا جائے۔ وہ [illegible] کے مربی کہلائینگے اور [illegible] کے ممبر [illegible]

قابل توجہ

چندہ کا روپیہ متعلق مضامین وغیرہ بنام [illegible] غالب الدین بی۔ اے پریسبٹیرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہئے [illegible] بنام [illegible] سینٹ جانس کالج [illegible] جانا چاہئے۔

فہرست کتب

حقیقت المسیح - مصنفہ پادری پی - کارنیگی سمپسن صاحب ایم اے ومترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی اے ۸
حیات داؤد - از پادری - ایف - بی میئر صاحب - نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے - جس میں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی وترقی کے لئے دلچسپ سبق نکالے ہیں - قیمت ۱۲ ر
مسیح کے خاص دوست - از پادری جے آر - ملر صاحب - نہایت اعلےٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے - جس میں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرایے میں بیان کیا ہے ۲ ر
دو من شیر - یہ قیاصرہ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے - جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے - اور اس سے اُس وقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے - قیمت ۱۲ ر
آولیس - رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ - قیمت ۸ ر
خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات - یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ صلاح کا اور انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے - قیمت ۱۲ ر
جان ہیلیفکس جنٹلمین - یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے جس میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کس طرح وہ ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے دولتمند ہوگیا - نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور اُبھارنیوالا ہے - جلد اول - قیمت ۱۲
زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ - مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کے لئے تاریخی ثبوت ۱۲ ر
علوم طبیعیہ کی تاریخ اٹھارھویں صدی کے آخر تک جس میں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے - قیمت ۸ ر
علوم طبیعیہ کی تاریخ - انیسویں صدی میں - قیمت ۸ ر
مشرق کی نابود شدہ تہذیب - جس میں قدیمی اقوام مثل فنیکی - ایرانی - عرب - بابل وغیرہ کے حالات درج ہیں - قیمت ۲ ر
قدما کی حکمت - جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں و رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے - قیمت ۲ ر

درخواستیں بنام مینجر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور آنی چاہئیں

نوٹ اور رائیں

پادری وودھاوال کے مضمون "ہم کو تعلیم یافتہ لوگوں میں کس طرح کام کرنا چاہئے" سے کئی احباب کی دلشکنی ہوئی ہے۔ اس نتیجہ کو دیکھکر ہمیں کمال درجہ کا افسوس ہوا ہے پچھلے نمبر میں ہم نے ایک خط کے جواب میں عرض کر دیا تھا کہ پادری وودھاوال کو کسی شخص کی دلشکنی منظور نہیں۔ اور نہ کہ وہ کسی مسیحی کو حقیر یا ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس ماہ میں دو آرٹیکل اُن کے مضمون کے جواب میں موصول ہوئے ہیں۔ اُن کے مصنف چاہتے ہیں کہ وہ مسیحی میں درج کئے جائیں۔ اُن میں سے ایک تو ہم کسی صورت میں درج نہیں کر سکتے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اُس کے مصنف نے صرف اپنے انیشیل دیئے ہیں۔ اپنا پورا نام نہیں دیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اِس آرٹیکل کے مصنف کون صاحب ہیں۔ بھلا ہم اُن کا آرٹیکل کس طرح اُن کے پاس واپس کریں جبکہ اُن کا پورا پورا اڈرس ہمارے پاس موجود نہیں۔ واضح ہو کہ کسی ایڈیٹر کو اجازت نہیں کہ وہ کسی گمنام آرٹیکل کو شائع کرے۔ اکثر اوقات آرٹیکل کے ساتھ مصنف کا نام نہیں دیا جاتا۔ تاہم ایڈیٹر کو علیحدہ خطوط کے وسیلے مصنف اپنے نام و نشان سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

مسیحی کی طرف سے یہ گذارش ہے کہ وہ کسی آرٹیکل یا مضمون کو واپس کرنے کا ذمہ اپنے اوپر نہیں لیتا۔ لہذا اگر کوئی صاحب اپنے مضمون کی نقل اپنے پاس نہ رکھے۔ اور اس عذر پر مضمون کی واپسی طلب کرے تو یہ وجہ معقول نہیں سمجھی جائیگی۔ لکھنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے مضامین کی نقول اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

پادری وودھاوال کے مضمون کے متعلق ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ بعض اشخاص نے ناحق اُن سے وہ موٹو اور خیالات منسوب کئے ہیں جو اُن کے خواب میں بھی کبھی نہیں آئے تھے۔ اگر اُن کے مضمون سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو بڑا اور غریب مسیحیوں کو کمینہ سمجھتے ہیں تو ہم خود اُن کے خیالات کی نکتہ چینی کرتے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ پادری صاحب نے لکھا ہے وہ اُن کا منشا کا خیال نہیں ہے۔ وہ ہندو اور مسلمانوں کے مطاعن ہیں۔ جو کوئی اُن کے مضمون کو گہری اور نقادانہ نظر سے دیکھے گا وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا۔ البتہ اگر فقط سطح پر نظر ڈالی جائے۔ تو تعجب نہیں کہ کوتہ بینی کو وہ باتیں جو غیر کی ہیں پادری صاحب کی معلوم ہوں۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ مسیحی دین کی الٰہی قدرت اُسی وقت اپنے کامل جلال میں نظر آتی ہے۔ جب کہ وہ کم درجہ میٹیریل کو فرشتوں کی صورت میں تبدیل کرتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس بات کا انکار بھی نہیں ہو سکتا کہ دنیا کے دولتمند۔ دنیا کے شریف۔ دنیا کے حکیم۔ دنیا کے دانا اپنے اپنے خیال کے مطابق رائی کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ اپنی مجلسوں میں۔ اپنی اخباروں میں۔ اپنی کتابوں میں

ہمیں وہی نام دیتے ہیں جو پادری ووڈھاوامل کے مضمون میں اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہمیں یہ خبر دے کہ غیر اقوام ہمارے حق میں ایسا کہتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق ہمیں بتائے کہ ہم کس طرح اُن کا مقابلہ کریں۔ تو اس میں اُس کا کچھ قصور نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جو طریقہ مقابلہ کا وہ ہمیں بتانے وہ ہمیں پسند نہ ہو۔ مگر اُس کی نیت کی درستی پر کسی طرح حرف نہیں آسکتا تاوقتیکہ ہمارے پاس کامل ثبوت اس بات کا نہ ہو کہ جو کچھ وہ لکھتا ہے بدنیتی سے لکھتا ہے۔ اور لوگوں کی دل آزاری کے لئے لکھتا ہے ؂

اب جو مضامین ان کے مضمون کے جواب میں ہمارے پاس آتے ہیں اُن سے شخصی حملوں کی بو آتی ہے۔ حالانکہ پادری ووڈھاوامل کا روئے سخن کسی خاص شخص کی طرف نہ تھا۔ اُنہوں نے محض موجودہ حالات کو قلمبند کرکے اپنی رائے دی ہے کہ کسطرح تعلیم یافتہ لوگوں کے درمیان انجیل سنانے کا کام کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اُن کے پیش کردہ طریقہ سے اتفاق نہیں کرتا تو وہ کسی اور طریقہ کو پیش کرے۔ مگر ایسی صورت میں کہ اُس سے شخصی مقابلہ کی بو نہ آئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس قسم کے مضمون کو ہم ضرور مسیحی میں جگہ دینگے ؂

قحط و خشک سالی کا خداداد علاج۔ ندرہ جنگ میں ایک پودہ کا ذکر آیا ہے۔ جو خشک سالی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اُسکو پانی کی ضرورت نہیں۔ میجر بدھ نگر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ٹراونکور میں بھی جہاں پانی بکثرت ہے۔ قحط کی شکایت رہتی تھی۔ لیکن جب سے یہ پودا وہاں پیدا ہونے لگا ہے اُس کی شکایت جاتی رہی۔ وہاں کے باشندے اب اسے اپنی اپنی زمین میں۔ گھروں کے اردگرد کے باغیچوں میں لگا دیتے ہیں۔ یہ زمین کے اندر ہی اندر آلو کیطرح بڑھتا ہے۔ اور جب تک چاہو زمین میں رکھ سکتے ہو۔ خاص موسم فصل کا نہیں ہے۔ اس کو سکھا کر پیس لیتے ہیں۔ گندم وغیرہ کے آٹے میں ملاکر ہر طرح کی روٹی اور چپاتی اس سے بناتے ہیں۔ مزہ خوشگوار ہے۔ اور مادہ غذائیہ بھی عمدہ ہے۔ بہت ارزاں بکتا ہے۔ چار ہزار فٹ بلندی تک یہ پیدا ہو سکتا ہے۔ شمالی ہند کی آب و ہوا اس کے خوب موافق ہے۔ دہلی میں ایک مجوسی زمیندار اس کا تجربہ کرنے لگے ہیں۔ کیا ہمارے پنجاب کے مسیحی زمیندار اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ ایک نئی چیز کے ہونے کے باعث اور گرانی کی حالت میں یہ خداداد نعمت خوب بکری پائیگی۔ کمتی فوج کے دفتر کی معرفت اس کا بیج مہیا ہو سکتا ہے ؂

بچوں کے کھلونے۔ ایک نوجوان امریکن نے بچوں کے کھلونے بنانے میں عجب شہرت

[illegible] ہے۔ جو بہت متوسط اوزاروں کے وسیلہ ایک کمتی ہی شے سے ہر طرح کے کھلونے مثلاً دخانی جہاز کشتی۔ موٹر کار وغیرہ بنا دیتا ہے۔ اور اس کے [illegible] ہوئے بہت عمدہ چلتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بچوں کو یہ قدرتی شوق ہوتا ہے کہ کھلونے بنائیں۔ اور امریکہ کے لڑکوں میں اس قسم کی ساخت کا شوق بہت ہی بڑا ہے۔ اور امریکہ میں تقریباً ہر ایک لڑکا خاص کر دیہات میں ہر لڑکا اپنا کھلونا آپ بناتا ہے ورنہ اس کو بے کھلونا رہنا پڑتا ہے۔ چونکہ اکثر بچوں کے پاس کھلونے خرید کرنے کے لئے روپیہ پیسہ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے۔ اس لئے میں دکھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہ کس طرح سے وہ گھر کی ردی چیزوں سے ہر طرح کے کھلونے بنا سکتے ہیں۔ اس کام کے لئے بہت تھوڑے اوزار درکار ہیں۔ تیشہ۔ آری۔ گنیا اور برما (اڈریو او ف ڈیوپونا)۔

اگر والدین اپنے بچوں کو اس عجیب حرفت کی طرف شروع سے مائل کریں تو بچوں کو ایک ایسا مشغلہ مل جائیگا جس میں مصروف ہو کر وہ ہر طرح کی شرارت اور نٹ کھٹی سے باز رہینگے۔

انجیل کا نیا نسخہ۔ ۱۹۰۶ء کی سرما میں علی عربی نامی ایک شخص نے جو پرانی چیزوں کی تجارت کرتا ہے۔ بمقام غزہ قدیم نسخوں کے چار بنڈل ڈاکٹر گرین فیلڈ ([illegible]) کو دکھائے ڈاکٹر موصوف نے ایک دوسرے ڈاکٹر ہنٹ نامی کے ساتھ ان کو جانچ پڑتال کیا۔ یہ نسخے [illegible] سے آئے تھے۔ جہاں سے پیشتر انجیل کے بعض حصے اور پطرس کا مکاشفہ ملا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں ایک امریکن صاحب نے یہ نسخہ خرید لیا اور پرانے نسخوں میں یہی ایک نسخہ امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ باقی سب یوروپ میں ہیں۔ ان چار بنڈلوں میں سے جو مختلف جسامت شکل اور زمانہ کے ہیں ایک میں تو استثنا۔ اور یشوع کی کتاب ہے سبعین کے ترجمہ کے موافق۔ دوسرے بنڈل میں کل زبور ہے سبعین کے ترجمہ میں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ بہت گلا ہوا اور کرم خوردہ ہے۔ ایک صفحہ بھی سالم نہیں۔ اور غالباً یہ ان چاروں سے زیادہ پرانا ہے۔ اس کے آخری سات صفحے بمقابلہ کل کے کچھ نئے ہیں۔ جن سے پتا لگتا ہے کہ کسی نے ۶۰۰ء کے قریب اس کی مرمت کی تھی یہ کسی خاص ترجمہ کے مطابق نہیں البتہ [illegible] سے کچھ ملتا ہے۔ تیسرے بنڈل میں چاروں انجیل ہیں جس کی ترتیب یہ ہے۔ متی۔ یوحنا۔ لوقا۔ مرقس۔ یہ بنڈل صحیح سالم ہے۔ البتہ کچھ [illegible] سے کھا ہوا ہے۔ یہ پانچویں یا چھٹی صدی کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ اور بعض سمجھتے ہیں کہ کسی حالت میں پانچویں صدی کے بعد کا نہیں اور شاید چوتھی صدی کا ہو۔

چوتھے بنڈل میں پولوس کے خطوط ہیں۔ اور غالباً پانچویں صدی کی تحریر ہے۔ لیکن یہ

پہلے کاٹا چکا گیا ہے۔ اور گلا ہوا ہے۔ ان میں تیسرا انجیل سب سے اچھی و قیمتی ہے۔ یوحنا ۸: ۱۱
سے ۱۱۔ اس کا قصہ زناکار عورت کا اس میں نہیں اور نہ فرشتہ کا ذکر ہے جو گتسمنی میں یسوع کو قوت
دیتا تھا (لوقا ۲۲: ۴۳ و ۴۴) نیز صلیب پر کی یہ دعا بھی نہیں کہ اے باپ انہیں معاف کر کیونکہ
یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں (لوقا ۲۳: ۳۴) اور نہ بیت حسدا کے حوض کے پانی ہلنے کا ذکر ہے
(یوحنا ۵: ۴)۔ اور نیز یہ بھی نہیں "اور اُس نے انہیں کہا کہ ابنِ آدم سبت کا بھی خداوند ہے"
(لوقا ۶: ۵) اور مرقس کی انجیل کے آخری باب کی ۱۴ آیت میں یوں لکھا ہے "اور وہ یہ کہکر
عذر کرنے لگے۔ کہ یہ بدی اور بے ایمانی کا جہان شیطان کے ماتحت ہے۔ جو اپنی بدروحوں کے
ذریعہ لوگوں کو خدا کی حقیقت سمجھنے نہیں دیتا۔ اس لئے تو اب اپنی راستبازی ظاہر کر۔ اور مسیح نے
انھیں جواب دیا کہ شیطان کی قدرت کی میعاد اب پوری ہوگئی ہے۔ لیکن دوسرے خطرے
قریب ہیں۔ اور جنہوں نے گناہ کیا۔ ان کے لئے میں پکڑوایا گیا۔ تاکہ وہ راستی کی طرف پھریں
اور آیندہ کو گناہ نہ کریں تاکہ وہ راستبازی کا روحانی اور غیر فانی جلال جو آسمان میں ہے حاصل
کریں۔"

کلیسیا اور مشن کی خبریں

کیمبرج میں ایک یہودی کے خیالات - کیمبرج کے ایک کالج میں ایک تعلیم یافتہ یہودی
نے ہمارے خداوند کے بارہ میں یہ بیان کیا "خود یسوع کے بارہ میں بہت یہودی میرے ساتھ
اس امر میں اتفاق رائے ظاہر کرینگے۔ کہ ہم کو اس بات کا فخر ہے کہ یسوع یہودی تھا۔ اُس کی
حلاوتِ طبع۔ اُس کی شیریں کلامی۔ اُس کی خلوص قلبی۔ اُس کی شرافت۔ اُس کی اخلاقی تعلیم
کی خوبی ہم سبھوں پر روشن ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو نبوت کا کلام ملاکی نبی کے زمانہ سے
بند تھا۔ وہ پھر اس کے ذریعہ سننے میں آیا۔ اگرچہ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ خدا تھا۔ اور انسانوں کے طور
پر اُس نے زندگی بسر کی۔ لیکن ہم اس حد تک تو قائل ہیں کہ وہ انسان تھا جس کی الٰہی زندگی تھی۔
اور اس کی موت ایسا افسوسناک واقعہ ہے کہ اگر ہم آنسوؤں کے دریا بہاویں تو بھی اس کی
شدت کو ظاہر نہ کر سکیں گے۔ لیکن یاد رکھئے کہ نہ موسوی شریعت کے ماننے والوں نے اور نہ
فریسیوں نے جو اعمال کی کتاب میں برابر مسیحیوں کے طرفدار معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے جلانا یک

واقعہ نہیں سمجھا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی ❖

خیالات کی یہ تبدیلی جو آجکل یہودیوں میں ہو رہی ہے وہ عجیب ہے - اس لکچرر کے آخری حصہ سے ہم متفق نہیں کیونکہ تاریخی طور پر وہ غلط ہے کہ فریسیوں اور معلمان شرع نے اس کی موت میں حصہ نہیں لیا ❖

لاہور - لیڈی کنارڈ (جو پہلے لیڈی ڈزن سکول کہلاتا تھا) گرلس ہائی سکول کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال طلبا کا شمار اس سکول میں ۱۳۹ تھا - جن میں سے ۷۵ بورڈر ہیں - ۱۲ پارسی - ۱۱ محمدی - اور ۱۱ ہندو ہیں - باقی سب طالب علم مسیحی ہیں - ماہ مارچ میں پانچ لڑکیاں امتحان انٹرنس میں شریک ہوئیں اور کامیاب نکلیں - تین لڑکیوں نے ٹرنٹی کالج لندن کے باجے کا امتحان پاس کیا - ۳۰ لڑکیوں نے ایک میوزیکل سکرپچر امتحان - جن میں سے تین کو انعام ملا - ان انعام حاصل کرنے والوں میں سے ایک محمدی لڑکی نے اول درجہ کا انعام پایا - سال بھر کا خرچ ۱۸۶۰۰ روپیہ تھا جس میں سے ۶۷۰۰ روپیہ بذریعہ فیس کے حاصل ہوا - اس سکول میں یہ امر خاص مد نظر رکھا جاتا ہے کہ یہ مشن سکول ہے - اور سچائی کا کلام غیر مسیحیوں کو سکھایا جاتا ہے - اور مسیحیوں کو بھی تاکہ وہ دوسروں کے بارہ میں اپنی ذمہ واری کو محسوس کریں - یہ خوشی کی بات ہے کہ اس سکول میں کھانا پکانا بھی لڑکیوں کو سکھایا جاتا ہے ❖

قصور (ضلع لاہور) مس اٹکن صاحبہ فرماتی ہیں کہ یہاں آگے کی نسبت لوگ انجیل سننے کے زیادہ مشتاق ہیں - عورتوں اور لڑکیوں کے لئے سکول جاری ہے - اور جب یہ لڑکیاں اپنے گھروں کو جاتی ہیں تو مس صاحبان کو ان کے گھروں میں جا کر ان سے ملنے اور ان کے والدین سے بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہے ❖

آسراپور (ضلع امرتسر متصل تارن - بڑوال) مس کے - بوس صاحبہ جو آجکل علاج کے لئے تشریف لے گئی ہوئی ہیں - وہ خدا کے فضل سے بالکل بصحت ہیں - ان کے کام کی رپورٹ ابھی شائع ہوئی ہے - ہر مریض پر جو ہسپتال میں رہکر اپنا علاج کراتا ہے ۹۰ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے لیکن ایسے مہنگے سما میں اس قدر قلیل رقم پر گزارہ کرنا بڑی کفایت اور احتیاط کا ثبوت کافی ہے کیونکہ خوراک اور پوشاک اچھی ملتی ہے اور نگرانی بھی خوب ہوتی ہے - کپڑے وغیرہ کے سلنے وغیرہ کچھ خدمت بھی کیتے ہیں - ان کی غیر حاضری میں بہت لوگ ان کو یاد کرتے ہیں اور ان کی واپسی کے بڑے مشتاق سے منتظر ہیں ❖

کلارک آباد - ۱۸ جون کے آخر میں پادری گرے صاحب یہاں تشریف لے گئے کئی دن تک خاص وعظ و نصیحت اور دعا ہوتی رہی۔ خدا اس مسیحی گاؤں پر برکت بھیجے تاکہ اس کی روشنی چاروں طرف کے دیہات میں پھیل جائے اور پہلی کالک نیک نامی سے بدل جائے۔ ہمارے خیال میں جتنے مسیحی گاؤں ہیں ان سب کے لئے بہت دعا ہونی چاہئے کیونکہ مسیحی گاؤں کی بڑی بھاری ذمہ واری ہے جیسے ایک مسیحی شخص دوسرے شخصوں کے لئے ذمہ وار ہے ویسے ہی مسیحی گاؤں دوسرے گاؤں میں انجیل سنانے کا ذمہ وار ہے +

انڈسٹریل سکول لاہور میں دو ماہ کی تعطیلیں ہونگی۔ یعنی اگست اور ستمبر میں۔ اور امید ہے کہ جب اکتوبر میں کھلے گا تو مسٹر کلی بخوبی مدد کر سکینگے۔ ابھی تک ہسپتال کو اس کی حالت کی خبر نہیں۔ جو صاحب لاہور میں آتے ہیں وہ ضرور اس کا ملاحظہ کریں +

ٹوبہ ٹیک سنگھ - یہاں کارندوں کے لئے سمر سکول ۱۱ - جون سے ۱۱ - جولائی تک رہا۔ پادری جہان صاحب اور سردار نتھا سنگھ نے تعلیم دی۔ ایسے سمر سکولوں سے جہانتک دیکھنے میں آیا ہے بہت ہی فائدہ ہوتا ہے نہ صرف زیادہ واقفیت ہوتی ہے اور زیادہ تجربہ بڑھتا ہے۔ بلکہ تحصیل علم کا شوق نیا بڑھتا ہے +

سکھر - ۸ و ۹ و ۱۰ - جولائی کو پادری ابی گیل صاحب نے تین لکچر دیئے۔ بہت لوگ سننے کے لئے حاضر تھے۔ عالمانہ لکچر تھے۔ بڑے شہروں میں جہاں بہت تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ ایسے لکچروں کی ضرورت ہے۔ جن میں کہ انجیل صفائی سے اور سادگی سے پیش کی جاتی +

سیالکوٹ کنونشن

منعقدہ سیالکوٹ مورخہ ۲۸ ستمبر لغایت ۲ - اکتوبر ۱۹۰۸ء

اطلاع و کارروائی

مقام - کرسچن ٹریننگ انسٹیٹیوٹ و دیگر مکانات جو بارہ پتھر سیالکوٹ میں ہیں +

رہائش - مستورات کے لئے کرسچن ٹریننگ انسٹیٹیوٹ میں بغیر قیمت رہائش خاص کی جائیگی بنگلے میں موازی ۸ روپے ادا کرنے پر جگہ مل سکتی ہے۔ درخواست بنام مس اے - ڈی اینڈرسن صاحبہ گوجرانوالہ پنجاب آنی چاہئیں +

مردوں کے لئے بنگلے میں ۸ آنہ فی یوم کے حساب سے جگہ مل سکتی ہے۔ خیموں میں بحساب ۸ آنہ فی یوم اور بڑے میٹنگ کے شامیانے میں مفت رہایش مل سکتی ہے ♦

جو صاحب خیموں کا ایک بڑا حصہ جو کہ چھ اشخاص کے لئے گنجایش رکھتا ہو لیا چاہیں۔ ان سے تمام عرصہ کے لئے مبلغ ۵ روپیہ طلب کئے جائینگے۔ درخواستیں جناب پادری ڈی۔ آر گارلنڈ صاحب مقام گورداسپور پنجاب آنی چاہئیں ♦

درخواستیں جلد روانہ کیجائیں۔ کیونکہ جگہ عرضیوں کی تاریخ کی مطابق مخصوص کیجائیگی

چارپائیوں کا انتظام۔ چارپائیاں ۲ آنہ فی یوم یا کل عرصہ کے لئے ۸ آنہ کی ادائیگی پر مہیا کیجائینگی ♦

خوراک کے بارے میں کمیٹی کا انتظام۔ بنگلے میں ایک روپیہ فی یوم کے حساب پر اور شامیانہ میں ۸ آنہ فی یوم کے حساب پر خوراک مہیا کی جائیگی۔ علاوہ اس کے جو دکانیں بھی ہونگی۔ جہاں بازاری نرخ پر خوراک مل سکتی ہے ♦

کمیٹی کی غرض ہے کہ جہاں تک ہوسکے۔ صاحبان اپنے خیمے۔ نوکر وغیرہ لاویں۔ اور خوراک کے لئے اپنا انتظام مل جل کر کریں ♦

ریل کے کرایہ میں رعایت۔ کوئی اسٹیشن کیوں نہ ہو۔ دسہرہ کی تعطیلات کی وجہ سے رعایتی ٹکٹ مل سکینگے ♦

ڈاک و تار گھر۔ احاطہ میں کھولے جائینگے ♦

جلسوں کا انتظام۔

فجر کی عبادت	۸ بجے
بائبل کا درس	۱۰ بجے صبح
بائبل کا درس	۱۱ بجے ؍؍
مختلف جماعتوں کی میٹنگ	۴ بجے شام
شام کی نماز	۷ بجے ؍؍

تمام میٹنگ بڑے شامیانہ میں ہونگی۔ سوائے مختلف جماعتوں کی میٹنگ کے جنکی اطلاع روزانہ دیجائیگی

امید ہے کہ مندرجہ ذیل صاحبان حاضر ہونگے اور تقریر کرینگے ♦

بائبل کے درس کے لئے۔ پادری ڈاکٹر لوکس صاحب۔ پادری ایجوول صاحب۔ پادری ٹی آر۔ اے۔ ہیلم صاحب۔ اور پادری جے۔ این۔ ہائیڈ صاحب ♦

دیگر میٹنگ کیلئے۔ پادری جے۔ بینگورن جونس۔ بابو دیدار سنگھ۔ پادری گوکل سنگھ۔ پادری گورداس

پادریان صاحب آرین۔ علی بخش۔ پریم داس۔ مسٹر جیمس ولیمس۔ پادری بی گرسیم بیلی۔ پادری آئی۔ ڈی۔ شہباز۔ ڈاکٹر ایف۔ ایچ۔ ایل۔ ٹیلر۔ اور پادریان ڈاکٹر سٹوارٹ۔ ایچ۔ سی۔ وشیٹی۔ ای۔ ایم غالف۔ ڈاکٹر گرسولڈ وغیرہ ٭

کنونشن کا میر مجلس۔ پادری ڈبلیو۔ بی۔ اینڈرسن صاحب ٭

منگل کا دن دیہاتی مسیحیوں کا دن ہوگا۔ اور سوموار شام کی میٹنگ میں اور منگل وار کو پنجابی زبان میں تقریر ہوگی۔ اور مضمون یہ ہونگے کہ مسیح نے پنجاب کے لئے کیا کیا۔ پنجاب مسیح کیلئے کیا کر سکتا ہے ٭

دعا کے کمرے۔ دعا اور تلاوت کے لئے خاص کمرے بنینگے ٭

خاص میٹنگ۔ زنانہ کارندوں کے لئے۔ اور بائبل سنانے والیوں کے لئے شادی شدہ عورتوں کے واسطے۔ نوجوان عورتوں کے لئے۔ بچوں۔ پاسٹروں۔ مناروں۔ نوجوان۔ پادریوں اور غیر مسیحیوں کے لئے منعقد ہونگی ٭

جو صاحبان خدا سے زیادہ واقفیت حاصل کیا چاہیں۔ خواہ مسیحی کہلاتے ہوں یا غیر مسیحی۔ اس مجلس میں ان سب کو ہم بڑے تپاک سے مدعو کرتے ہیں ٭

علم الحیات

کیا موت خاتمہ ہے؟

یونانی علما اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ بدن اور نفس (Psyche) کے درمیان رشتہ اُسی قسم کا ہے جو بربط اور اُس کے سُر میں ہوتا ہے۔ یا جیسے کشتی اور ملاح میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان کے پاس آلہ خوردبین ہوتا تو ان کی بحث کوئی دوسرا پہلو اختیار کرتی۔ اگر بدن اور نفس کا رشتہ اسی قسم کا ہو جو بربط اور سُر میں ہے۔ تو بربط کے ٹوٹنے پر سُر موقوف ہوگا۔ لیکن اگر یہ رشتہ کشتی اور ملاح جیسا ہے تو کشتی کی ہستی ملاح پر موقوف نہیں نہ ملاح کی کشتی پر۔ ان میں سے ایک کے جدا ہونے پر دوسرے کی ہستی جاتی نہیں رہتی۔ پہلی صورت میں تو موت سب کا خاتمہ ہے۔ دوسری صورت میں وہ خاتمہ نہیں ٭

موجودہ تحقیقات کا دعوے یہ ہے کہ حیات تخم حیات (Bioplasm) کی حرکات کا

[illegible] لیکن اس میں اس امر کا انکار نہیں کہ طبعی اور کیمیائی طاقتیں تخم حیات کی کشتی کے چاروں طرف تیر رہی ہیں۔ اس کا دعوےٰ صرف یہ ہے کہ رسّے چپو حیات کے ہاتھ میں ہیں میں یہ مانتا ہوں کہ جو ملاح کشتی چلا رہا ہے۔ اسکو مدد چاروں طرف سے مل رہی ہے۔ پیچھے سے پانی کا ریلا اس کی رفتار پر اثر کر رہا ہے۔ چاروں طرف کی ہوا سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے ملاح کا اپنا [illegible] اور چپو کا ذاتی سکوت اس کا مددگار رہے۔ تو بھی ملاح کا کشتی چلانا اور تختہ لکڑی کے خود بخود بہتے جانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہی فرق ذی حیات اور غیر ذی حیات میں ہے ملاح تو اپنے چاروں طرف کی طاقتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ لیکن جس رخ وہ جایا چاہتا ہے ان کو کام میں لاتا ہے۔ وہ ان پر گویا حکمران ہے۔ وہ ہوا کے مخالف رخ جا سکتا ہے۔ پانی کے سیلاب کا سینہ توڑ کر ادھر کیطرف چلا جاتا ہے۔ الغرض چاروں طرف جو عجیب طاقتیں اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ ان سب پر وہ حکم چلاتا ہے۔ اس کو وہ اپنے اوزار بنا لیتا ہے۔ اسی طرح سے حیات طبعی اور کیمیائی طاقتوں سے کام لیتی ہے ؛

اس موقعہ پر یہ دریافت کرنا لازم ہے کہ حیات ہے کیا شے ؟ اسکی تعریف کیا ہے۔ سیکڑوں شرطیں اور ہزاروں تعریفیں کی گئی ہیں۔ لیکن آج تک کوئی تسلی بخش ثابت نہیں ہوئی۔ پھر بھی ہم سب حیات سے واقف ہیں۔ ہربرٹ سپنسر صاحب نے حیات کی یہ تعریف کی تھی کہ " حیات متفرق تبدلات کی ایک محدود ترکیب ہے۔ اور یہ تبدلات ایک ہی وقت میں یا یکے بعد دیگرے۔ بیرونی اشیا اور نتائج کے مطابق ہوتے رہتے ہیں " ایک وقت اس تعریف کی بڑی تعریف کی جاتی تھی۔ لیکن آخر کار یہ بھی ناقص ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس نے ان تبدلات کی حد نہیں بتائی۔ میں ایک اور تعریف اپنی طرف سے پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ " جو طاقت تخم حیات (Bioplasm) کی حرکات کی ہدایت کرتی وہ حیات ہے " میں یہ تو نہیں کہتا کہ حیات ایسی طاقت ہے جو تخم حیات کو متحرک کرتی ہو۔ یہ تخم حیات کسیقدر تو شاید طبعی اور کیمیائی طاقتوں سے متحرک ہوگا۔ لیکن اس ساری حرکت کا یہ چپو نہیں۔ طبعی اور کیمیائی طاقتیں کسی فلسفہ میں حیات نہیں کہلاتیں۔ اگر میں ایسا کہوں کہ زندگی ایسی طاقت ہے جو تخم حیات کو متحرک کرتی ہے تو یہ کہنا اس کے برابر ہوگا۔ کہ جو طاقت دریا میں ہے جس پر کشتی اور ملاح چل رہے ہیں وہ ملاح سے پیدا ہوتی ہے۔ میں تو یہ کہہ نہیں سکتا۔ دریا کی طاقت تو دریا ہی میں ہے۔ لیکن چپو کی طاقت ملاح سے متعلق ہے۔ جو طاقت آپ کی [illegible] کے خلاف لے جاتی ہے یا جو ہوا کو بادبان میں بھرتی ہے۔ وہ اس زندہ شخص

سے تعلق رکھتی ہے۔ جو دیگر طاقتوں کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ ابدانی طاقت
کام میں لا رہا ہے۔ تو بھی کشتی کی حرکت میں کئی طاقتوں نے ملکر مدد دی ہے۔ ایسا ہی تخم حیات
کی حرکت میں طبعی اور کیمیائی طاقتیں حکمران طاقت کے ساتھ ملکر کام کرتی ہیں۔ اس لئے جب تک
کوئی بہتر تعریف نہ ملے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حیات کشتی کا ملاح یا ایسی طاقت جو تخم کی حرکات پر حکمران
ہے۔ اگر اس سے کچھ مفصل تعریف مطلوب ہو تو ہم یہ کہینگے کہ حیات ایک غیر مرئی قوت علت ہے۔
جو اُن طاقتوں کی ہدایت و حکومت کرتی ہے جو کسی زندہ شے یا ذی جان کے پیدا کرنے اور حرکت
دینے میں کام آتی ہیں۔ البتہ کسی خاد ([illegible]) کی زندگی اُس کل شے سے جس کا یہ جزو ہے متفرق
ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کئی خانہ زندگی ([illegible]) مر جائیں۔ لیکن جس جاندار کا یہ جز ہیں۔
اُسکو نقصان نہ پہنچے ؟

جب ہم کسی شہر میں جاتے ہیں تو اُس کا نظارہ لینے کے لئے کسی بلند منارہ یا بُرج یا پہاڑ پر
چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں سے سورج کی روشنی میں سارا شہر ہم کو دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح اس سوال
پر غور کرتے وقت کہ کیا موت خاتمہ ہے۔ ہم بلندی پر چڑھ کے اس تصور کا نظارہ اڑائیں جس آفتاب
کی روشنی میں یہ نظارہ نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر تبدیلی کا ایک معقول کافی سبب ضرور ہوتا ہے۔
پس جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا موت پر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ دریافت کرنا لازم ہے
کہ کیا حیات بدن کی علت ہے یا بدن حیات کی علت ہے۔ کیا جان کا رشتہ بدن سے ویسا ہی ہے۔
جیسا سُر کا بربط سے ہے یا جیسے مُطرب کا بربط سے ؟

آغاز زندگی کے بارہ میں یہ امور خاصکر غور طلب ہیں :-

(۱) ٹنڈل اور ہکسلی وغیرہ صاحبان یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ محض کیمیائی خواص یا طاقتوں سے
بائیو پلاسم کے افعال کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ سب لوگ مانتے ہیں کہ مادہ ہر حالت اور ہر زمانہ
میں بذات خود متحرک اور ساکن ہے یعنی وہ طاقت یا حرکت پیدا کرنے کے ناقابل ہے۔ خواہ وہ
بائیو پلاسم (تخم زندگی) میں ہو یا کسی اور شے میں۔ اور ڈاکٹر ریمنڈ (Raymond) صاحب فرماتے ہیں کہ
یہ قیاس میں نہیں آسکتا کہ طبعی ذرات کا تو وہ خواہ ماضی۔ حال یا استقبال میں ہو۔ وہ مادہ کی صفت
واقفکاروں سکون سے باہر ہو۔ ہربرٹ سپنسر نے بھی یہ مان لیا تھا کہ مادہ کے مختلف قدرتی [illegible]
[illegible] نہیں کہ پیدا [illegible] مختلف [illegible] کو پیدا کر سکیں ۔

(۲) ڈاکٹر تھامسن ([illegible]) صاحب اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں کہ

[illegible] ابتدائی اجزا کی خاص صورت ترتیب اور کام اُسی قسم کا نہیں جو کسی شے کے پتھریلا بلورین
[illegible] میں پایا جاتا ہے۔ یہ تو محض طبعی قوانین سے عمل میں آتا ہے۔ لیکن ذی جان کے پیدا کرنے میں
ایک حکمران قوت ہے جو ایک خاص مقصد کیلئے ایک صورت کو پیدا کرتی ہے +

(۴) یہ بھی امر مسلمہ ہے کہ خوردبین نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ حیات جسم کی علت ہے نہ کہ جسم جان کی
علت۔ چنانچہ پروفیسر ہکسلی صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے خوردبین کے ذریعہ بہتیری تفتیش کی لیکن باتو
پلاسم میں کسی جسم یا صورت کا پتا نہیں لگتا۔ لیکن حرکات اور حیات اُس میں ہیں +

ملاحوں میں ایک اس قسم کا کھیل ہے۔ کہ ایک آدمی کو ایک تھیلے میں بند کر کے چھوڑ دیتے ہیں
[illegible] کئی جانوروں کی نقل کرنے لگ جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ایسے ہی ایک شخص کو تھیلے میں بند کر کے
یہاں پلیٹ فارم پر چھوڑ دیں۔ وہ تھیلے کے اندر سے بذریعہ ہاتھ اور پاؤں کہیں سونڈ جیسا نکالنے
اور سیکڑوں شکلیں بدلنے لگ جائیگا۔ کہیں یہ شے کہیں وہ شے اٹھا لیتا ہے۔ یہی حال باتو پلاسم
کا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ باتو پلاسم جسکو گرفت کرتا ہے اُسکو اپنا جز بنا لیتا ہے۔ غیر متحرک کو متحرک
کرتا ہے اور بے جان کو جاندار کر دیتا ہے۔ اور اپنے میں سے اپنے جیسا ہی ایک اور جاندار پیدا
کر دیتا ہے۔ ہمارے ملک میں کئی لڑکے ملکر ہاتھی یا گھوڑا یا ریل بن جاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں
اسی امر کیطرف اشارہ کرتی ہیں کہ موت خاتمہ نہیں جسم مر سکتا ہے لیکن حیات جو جسم کی علت ہے
وہ مر نہیں سکتی +

قیامت کے بارہ میں پولوس کی تعلیم

(از ایکسپوزیٹر)

اوّل۔ اقرنتی ۱۵ باب کے مطالعہ میں دو امور کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ
پولوس نے کون سے اصول موضوعہ ٹھیرائے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ کس امر کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔
وہ اس باب میں یہ ثابت کرنا نہیں چاہتا کہ مسیح مُردوں میں سے جی اٹھا۔ جن سے وہ مخاطب ہے
ان کو اس کے بارہ میں مطلق کچھ شک نہ تھا۔ بلکہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا تو پولوس کی ساری
دلیل کا مرکز ہے۔ پولوس ایسے لوگوں کو جواب دینا چاہتا ہے جو اپنی قیامت کے بارہ میں شک
رکھتے تھے جیسے آجکل لوگ کہا کرتے ہیں کہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اس دلیل میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں (الف) کہ دلیل کا زور اس پر ہے کہ جن سے پولوس [illegible] وہ مسیح کی قیامت کے قایل ہیں۔ (ب) اس دلیل میں انسان کی قیامت کے [illegible] کیطرف ہی اشارہ ہے ایسی قیامت کا ثبوت ہیں۔

مسیح موت کے بعد ظاہر ہے اور یہ اس امر پر دال ہے کہ موت بالضرور آخر یا خاتمہ نہیں۔ اُس [illegible] ایک اور جہان ہے خواہ ہم اُس جہان میں پہنچیں یا نہ پہنچیں لیکن قبر کے پرے ایک اور [illegible] ہے۔ اگر پولوس کی دلیل یہاں ہی ختم ہو جاتی تو ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے کہ شاید مُردے [illegible] اُٹھیں۔

(۲) دوسرا عذر بھی پہلے کیطرح شروع ہوتا ہے۔ اور اُسی اصول موضوعہ پر مبنی ہے۔ اگر مُردے [illegible] نہیں اُٹھتے تو مسیح بھی جی نہیں اُٹھا۔ اور اگر ایسا ہو تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ پہلے تو اُس [illegible] یہ بتایا تھا کہ تمہارا ایمان باطل یا خالی ہے۔ لیکن اب وہ کہتا ہے کہ یہ بے فائدہ ہے۔ اور یہ [illegible] سے کیونکہ اگر مسیح جی نہیں اُٹھا (الف) تو تم ابتک اپنے گناہوں میں ہو" (۱۷ آیت) (ب) [illegible] مسیح میں سو گئے ہیں وہ نیست ہوئے (۱۸ آیت) (ج) اگر ہم کو مسیح سے ایسی زندگی میں امید [illegible] تو ہم سب آدمیوں سے کم بخت ہیں (۱۹ آیت) یہ قرنطی مسیحی ان میں سے کسی نتیجہ کو قبول نہ [illegible] پس ان کے مقدمہ میں ضرور کہیں نہ کہیں غلطی ہوگی (۱۷ آیت)

(الف) تم ابتک اپنے گناہوں میں ہو" ان مسیحیوں نے یہ عقیدہ شروع سے قبول کیا تھا کہ [illegible] مسیح ہمارے گناہوں کے واسطے موا" یعنی مسیح کے کفارہ کی تاثیر پر وہ ایمان لا چکے تھے [illegible] یہ کفارہ نہ صرف مسیح کی موت پر دلالت کرتا ہے بلکہ اس کی قیامت پر بھی۔ جیسا کہ پولوس نے [illegible] دوسرے موقعہ پر بتایا کہ " وہ ہماری خطاؤں کیواسطے حوالہ کر دیا گیا اور ہمارے راستباز ٹھہرانے [illegible] کے لئے جلایا گیا (رومیوں ۴-۲۵) اور کوئی قرنطی مسیحی یہ کہنے کو تیار نہ تھا کہ میں ابتک اپنے [illegible] گناہوں میں ہوں۔ جب مُردوں کی قیامت کا انکار کرتا ہے تو اس کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ وہ مسیح [illegible] موت کی کفارہ بخش تاثیر کا انکار کرے۔ لیکن یہ انکار طبعی طور پر دوسرے انکار کیطرف لیجاتا [illegible] مسیح جلایا نہیں گیا۔ اگر اس کی موت عام آدمیوں کیطرف ہوئی تو ہم ابتک اپنے گناہوں [illegible]

(ب) اور جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ متاخرین یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ [illegible] گناہ کے باعث موت آئی۔ پس آدمی ہی کے ذریعہ سے قیامت [illegible] جیسے آدم

میں سب مرتے ہیں ویسے مسیح میں سب جلائے جائینگے۔ نوع انسان کی تاریخ میں آدم کے گرنے سے ایک نئی حالت شروع ہوئی۔ اسی طرح سے مسیح کی قیامت کے ذریعہ ایک نئی حالت شروع ہوئی ہے۔ آدم کے گرنے کی تاثیر آدم ہی پر محدود نہ رہی بلکہ اُس کی ساری اولاد میں سرایت کر گئی۔ اس طرح مسیح کی قیامت کی تاثیر اُن سب میں اثر کرتی ہے جو مسیح میں ہیں

جن کو پولوس نے یہ خط لکھا وہ مسیح کے جی اٹھنے کو امر واقعہ مانتے تھے۔ اور اُس نے پیشتر (اول) یہ ظاہر کر دیا تھا کہ اس سے اتنا تو ظاہر ہے کہ کم سے کم ایک شخص موت کے صدمہ سے بچ نکلا اور اس لئے قبر کے پرے زندگی کا جہان ہے۔ لیکن اس دلیل سے یہ قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح کی قیامت کا تعلق ہماری قیامت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جو کچھ اسکے بارہ میں سچ ہے وہ سب کا سب ہم سبھوں کے بارہ میں سچ نہیں۔ وہ اپنے طور پر موت پر فتحیاب ہوا۔ لیکن اس سے ہم کو کیا تسلی مل سکتی ہے۔ کیونکہ ہم تو ویسے ہیں جیسا وہ تھا۔ اور اسیطرح اس شبر دو دیم کے ب امیں کی آیندہ زندگی کے بارہ میں دلیل ہے۔ اگر اسکو صحیح طور پر سمجھیں تو مسیح کی قیامت ہماری قیامت کا بیعانہ ہے۔ کیونکہ اُس کا جی اٹھنا موسیٰ یا ایلیاس کے ظاہر ہونے کی مانند نہیں جو تبدیل صورت کے پہاڑ پر دکھائی دیئے۔ ایک طرح سے تو مسیح کی قیامت سارے آدمیوں کی قیامت کی مانند ہے۔ اور ایک طرح سے اُس سے بالکل متفرق ہے۔ اسیطرح آدم کا گناہ ایک طرح سے عام آدمیوں کے گناہ کی مانند تھا۔ اور ایک طرح سے بالکل متفرق۔ کیونکہ جو نتیجے اس کے گناہ سے پیدا ہوئے وہ کسی دوسرے کے گناہ سے منسوب نہیں کر سکتے۔ یوں ہی مسیح کی قیامت ایکطرح سے بالکل بے نظیر تھی۔ کیونکہ جو فتح اُس نے موت پر پائی وہ ان سب کی فتح ہے جو اُس میں ہیں۔ اور جو اُس کی زندگی میں شریک ہیں اُن سب کو وہ زندگی بخشتا ہے۔ جیسا اُس نے خود دعوے کیا "قیامت اور زندگی میں ہوں"

یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ بیان (۲۰ سے ۳۴ تک) پولوس کسی کی آیندہ حالت کا ذکر نہیں کرتا۔ سوائے ان کے جو مسیح میں سو گئے ہیں۔ وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ تمہارا یہ دعوے قابل اعتبار نہیں کہ مردے نہیں اُٹھتے۔ اول تو اس لئے کہ مسیح جی اٹھا ہے۔ دوم اس لئے کہ جو اُس کی زندگی میں شریک ہیں وہ اُسکی قیامت میں بھی شریک ہیں

"مسیح میں سب جلائے جائینگے" (آیت ۲۲) اور یہ جلایا جانا بتدریج ہے۔ پہلے مسیح جلایا گیا پھر وہ جلائے جائینگے جو مسیح کی دوسری آمد کے وقت زندہ ہوں گے (آیت ۲۳) اور پھر وہ جلائے جائینگے

جو مسیح میں سوگئے ہیں (۲۴ آیت) یہ آخری فتح ہوگی جب یہ آخری دشمن نیست ہوگا۔ تب زبور کے یہ الفاظ تکمیل پائینگے۔ اُس نے ساری چیزوں کو اُس کے پاؤں تلے کر دیا (زبور ۸-۶) البتہ خدا باپ اس سے مستثنیٰ ہے (۲۷ آیت) کیونکہ مسیح خود اُس کے تابع ہو جائیگا (۲۸) اور آیات ۲۳ سے ۲۸ تک جملہ معترضہ کے طور پر ہیں کہ جلا نے جانے کے وقت کی تشریح کریں جو اس دلیل کا خاص مضمون ہے (۲۰ سے ۲۲)۔

ایک اور لفظ بھی یہاں قابل لحاظ ہے۔ یہ جی اُٹھا مسیح یہاں دو دفعہ (۲۰ و ۲۳) آئندہ فصل کا پہلا پھل کہلاتا ہے۔ یہ ایک نئے خیال کو پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کی تشریح آگے چلکر ۳۶ آیت میں کی گئی ہے۔ یہ اُسی قسم کے نشو و نما کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو پودے میں نظر آتا ہے۔ کہ پودا جوان ہو کر پھل یا پھول پیدا کرتا ہے اور پھر اس پھل یا پھول میں بیج پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے انسان کے نشو و نما کا کمال اسوقت ہوتا ہے۔ جب اُس بیج کی فصل کا وقت آجاتا ہے جو پہلے اُس میں بویا گیا تھا۔ اس فصل کا پہلا پھل مسیح ہے۔ باقی فصل اُسکی آمد کے وقت کاٹی جائیگی۔ (۲۳ و ۲۴)

سوم۔ ۲۹ آیت۔ اگر مُردے نہیں جی اُٹھتے تو مُردوں کے لئے بپتسمہ پانے کی رسم کے کیا معنی ہونگے۔ تم میں سے بعض اس رسم کو مانتے ہیں۔ اور تمہاری اس رسم ہی سے ظاہر ہے کہ تم ہرگز یہ نہیں مانتے کہ موت کے وقت سب کچھ نیست ہو جاتا ہے۔

مُردوں کے لئے بپتسمہ پانے کے بارہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن ابتک اُنکی کوئی پختہ شہادت نہیں ملی۔ اور ہمارے مقصد کے لئے اس مشکل سوال کا جواب دینا ضروری بھی نہیں۔ خواہ وہ رسم کچھ ہی ہو۔ اس میں موت کے بعد آئندہ زندگی پر ایمان داخل تھا۔

چہارم۔ ۳۰ سے ۳۴ آیات۔ ۱۹ آیت میں جو دلیل تھی (دوم۔ ج) اسکی بیان تکمیل ہے۔ اس کا لب لباب ۳۲ آیت میں ہے۔ اگر مُردے جی نہیں اٹھتے۔ تو آؤ کھائیں پئیں کہ کل کے دن مرینگے جیسا کہ یسعیاہ نے لاپرواہ یہودیوں کے حق میں کہا تھا (یسعیاہ ۲۲-۱۳) اگر مُردے نہیں اُٹھتے۔ اگر کوئی آئندہ زندگی نہیں۔ تو زندگی کا اعلےٰ دستور العمل سوائے کھانے پینے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کمینہ خیال تم قبول نہیں کر سکتے۔ تم جانتے ہو کہ جسمانی ضروریات کے علاوہ اعلےٰ ضروریات بھی ہیں اس لئے تم خود اس کو غلط ٹھیراتے ہو کہ کوئی آئندہ زندگی نہیں۔ کوئی مُردوں کی قیامت نہیں۔ تو ہم ہر گھڑی کیوں خطرے میں ہیں ... میں ہر روز مرتا ہوں .... میں درندوں سے لڑا ..... لیکن ان سب سے مجھکو کیا فائدہ اگر مُردے نہیں اٹھتے ۳۰ تا ۳۲

۳۲) جس شخص نے ایسی محنت و مشقت کی زندگی کاٹی ہو۔ اگر اُسے آیندہ کی کچھ امید نہ ہو تو وہ سارے آدمیوں سے زیادہ کمبخت ہوگا۔

پولوس نے جو چار عذر پیش کئے ان کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ پہلے عذر میں (۱۲ سے ۱۹) بنیاد یہ ہے کہ دفن ہونے کے بعد مسیح زندہ دکھائی دیا گیا۔ نہ محض روح بلکہ بدن کے ساتھ (لوقا ۲۴-۳۰)۔

لیکن دوسرے عذر میں پولوس قیامت کے بارہ میں بالکل ایک نیا خیال پیش کرتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف ہماری قیامت کا نمونہ ہے بلکہ ہماری قیامت کا ضامن۔ آیندہ زندگی نہ صرف ممکن ہے بلکہ قابل تمنا ہے۔ اور مسیح کی قیامت میں ہماری قیامت داخل ہے۔ کیونکہ مسیح قیامت اور زندگی ہے۔ جی اٹھا مسیح نہ صرف انسانیت کی فصل کا پہلا پھل ہے بلکہ وہ زندگی بخشنے والا ہے۔

سوم ۳۵ و ۳۶ آیات میں وہ یہ سوال کرتا ہے کہ "کس طرح مُردے اٹھائے جاتے ہیں کس بدن سے وہ آتے ہیں؟ کیا اس جسم اور گوشت کا بدن جو دفن کیا گیا تھا۔ اور جن اجزا اور ذرات سے وہ مرکب تھا وہ بھی اُٹھینگے اور آیندہ بدن اُنہیں سے مرکب ہوگا؟ بپتسمہ کے وقت جو عقیدہ پڑھا جاتا ہے اُس میں بدن کی قیامت کا ذکر ہے۔ اس مسئلہ میں اس قسم کی مشکلات سے سنا پڑتا ہے کہ جو بدن دفن کیا جاتا ہے۔ وہ گل سڑ کر ذرات میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور ان ذرات سے پیچھے دیگر بدن اور صورتیں بنجاتی ہیں اور پھر یہ بدن اور صورتیں بھی تحلیل ہو کر دوسرے بدنوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور یہ عمل لا انتہا زمانہ تک جاری رہتا ہے۔ مثلاً کوئی بتا یا آگستن کے بدن کے ذرات سے دیگر اشیا یا اشخاص کے بدن یا ان کے اجزا بن گئے۔ پس قیامت میں اُن اجزا و ذرات کا مالک کون ہوگا کسکے بدن سے انکا علاقہ ہوگا کیونکہ اس جہان میں وہ مختلف اشخاص و اشیا کے بدنوں سے علاقہ رکھتے تھے۔ سیل سس نے اورگین پر یہی اعتراض کیا تھا اور دوسروں نے اسکے گرگیوں سے۔ اگر پولوس کی تعلیم پر غور کریں تو اس اعتراض کا جواب مل جاتا ہے اور اُس سے جلالی بدن کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے "جو بدن تو بوتا ہے وہی نہیں جو ہوگا۔"

بیج کے بونے کی تمثیل سے پولوس کیا ظاہر کرنا چاہتا ہے؟ بعضوں نے اس سے بدن کے قبر میں بوئے جانے کی طرف اشارہ سمجھا ہے لیکن پولوس یہ کہتا ہے کہ "جسے تو بوتا ہے جبتک وہ نہ مرے وہ جلایا نہیں جاتا۔"

(۳۶) بیج کے اُگنے میں تین درجے ہیں۔ بونا۔ مرنا۔ جی اٹھنا۔ اور وہ اس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ اور ہمارے خداوند نے یونانیوں کی آمد کے وقت بھی یہی محاورہ استعمال کیا تھا کہ "جبتک گیہوں کا دانہ گر کر نہ مرجانے اکیلا رہتا ہے۔ لیکن اگر وہ مرجاتا ہے تو بہت پھل لاتا ہے" (یوحنا ۱۲-۲۴) ان دونوں جگہوں میں خاص خیال یہ ہے کہ دانہ

ایک دلچسپ خواب اور اُس کی تعبیر

جہاں محبت ہے وہاں خدا ہے

یہ حال دیکھ کر مارٹن کو بڑا ترس آیا وہ بولا "کیا تمہارے پاس کوئی گرم کپڑا نہیں ہے؟" عورت نے کہا۔ کہ "میرے مہربان میں نے کل ہی اپنا آخری گرم کپڑا یعنی شال ۵ پنس کو گروی رکھ دیا" یہ کہکر عورت نے اپنے بچہ کو مارٹن کے ہاتھوں سے لے لیا۔ مارٹن نے اٹھکر اپنی الماری میں سے چھان بین کر کے ایک پرانی سی جیکٹ نکالی۔ اور عورت کو دیکر کہا۔ کہ "گو یہ اچھی تو نہیں مگر پھر بھی یہ تمہارے کچھ نہ کچھ بچاؤ تو ضرور کر سکیگی" یہ دیکھکر عورت کی شکرگذاری کے آنسو نکلے۔ اور بولی "خدا تمہیں برکت دے۔ مسیح نے ہی مجھے تمہاری طرف بھیجا ہوگا۔ اگر تم مہربانی نہ کرتے تو خطرہ تھا۔ کہ یہ معصوم سردی اور بھوک کے مارے مر جاتا۔ جب میں گھر سے نکلی تھی۔ اسوقت موسم اچھا تھا۔ اب تو برف پڑ رہی ہے۔ [illegible] ہوگا کہ باہر کیطرف تاکتے رہنا اور مجھ سی غریب پر ترس کھانا" مارٹن نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔ اسی نے مجھے کہا تھا۔ ورنہ بے سبب تو میں باہر جھانکتا بھی نہیں" پھر اس نے اپنے خواب کا ذکر کیا۔ کہ کسطرح مسیح نے کہا۔ کہ میں آج تیرے گھر میں آؤنگا۔ عورت نے کہا "خدا کرے ایسا ہی ہو" پھر اٹھکر جیکٹ پہنی اور اس میں بچہ کو بھی لپیٹ لیا۔ اور مارٹن کا شکریہ ادا کر کے چلنے کو ہی تھی۔ کہ مارٹن نے ۲۰ کوپک اسکے ہاتھ میں دیکر کہا "یہ مسیح کی خاطر لے لو۔ اور اپنی شال جو گرو رکھی ہے واپس لے آؤ" پھر ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ مارٹن نے دروازہ کھولا اور عورت چلی گئی۔ مارٹن نے باقیماندہ شوربا پی لیا اور برتن درست کر کے اپنے کام پر بیٹھ گیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں برابر کھڑکی کیطرف ہی لگی رہیں۔ ذراسی آہٹ بھی وہ باہر جھانکنے لگ جاتا تھا کہ کون گذرا ہے۔ مختلف قسم کے لوگ اپنے کاروبار میں مصروف گذرتے گئے۔ آخرکار ایک بڑھیا جو سیب بیچتی تھی کھڑکی کے مقابل آنکر کھڑی ہوگئی۔ اُس کے ہاتھ میں سیبوں کی ٹوکری تھی۔ جس میں بچے ہوئے چند سیب پڑے تھے۔ اُسکے کندھے پر لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی بوری بھری ہوئی تھی جو کہ وہ جلانے کیلئے کہیں سے چن کر لائی تھی۔ چونکہ بوری کے بوجھ سے تھک گئی تھی۔ اس لئے کندھا بدلنے کی خاطر سیبوں کی ٹوکری ایک طرف رکھدی۔ اور بوری اُتار کر درست کر کے دوسرے کندھے پر رکھنے لگی۔ اسی اثنا میں ایک لڑکا پھٹے حالوں آیا۔ اور چپ چاپ ایک سیب لے بھاگا۔ عورت نے یہ دیکھکر بوری بازمین چھوڑ لڑکے کو جا پکڑا۔ لڑکے نے چھوڑانے کی بہتیری کوشش کی۔ لیکن بڑھیا نے

دونوں ہاتھوں سے اسکو پکڑ رکھا - اور اس کے بال نوچنے شروع کئے - لڑکے نے چیخنا چلانا شروع کر دیا یہ دیکھکر مارٹن سے نہ رہا گیا - اور زار دغیرہ وہیں پھینک کر باہر کو بھاگا - سیڑھیوں میں ٹھوکر کھا کر جس سے عینک زمین پر جا پڑی - لیکن وہ بے تحاشا بھاگا ہی گیا - جب ان کے پاس پہنچا - تو دیکھا - کہ بڈھی عورت نے لڑکے کے کان زور سے کھینچے ہوئے ہیں - اور گالیاں دیکر کہتی ہے " چل تجھے پولیس کے حوالہ کروں " لڑکا چلاتا ہے - کہ " میں نے نہیں لیا - مجھے مت مار چھوڑ دے " مارٹن نے بیچ میں پڑکر دونوں کو علیحدہ کیا اور بڑھیا سے کہا " اے مادر مہربان اسکو مسیح کی خاطر معاف کر جانے دے " عورت چلائی " ہاں میں اسکو ایسا معاف کرونگی - کہ سال بھر نہ بھولے - اس شریر کو ابھی پولیس کے حوالہ کرتی ہوں " مارٹن نے عورت کے غصہ کو فرو کرنیکی غرض سے کہا " اے بڑھیا وہ پھر کبھی ایسا نہ کریگا - اسکو مسیح کی خاطر معاف کر اور چھوڑ دے " عورت نے اب لڑکے کا ہاتھ چھوڑ دیا - لڑکا بھاگنے ہی کو تھا - کہ مارٹن نے اسکو قابو کر لیا - اور کہا " بچہ اس سے معافی مانگ اور توبہ کر کہ پھر کبھی ایسا نہ کرونگا - تو نے تو میری آنکھوں کے سامنے سیب چرایا ہے " لڑکے نے رو رو کر بڑھیا سے معافی مانگی - مارٹن نے لڑکے کو شاباش دی اور ٹوکری میں سے ایک سیب اٹھا کر دیدیا - اور بڑھیا سے کہا - کہ " اس کی قیمت میں ادا کرونگا " عورت بولی " تم ان شریروں کو خراب کر رہے ہو - سیب کی بجائے اسکو ایسی مار چاہئے تھی - کہ ایک ہفتہ تک چارپائی سے نہ ہل سکتا - مارٹن نے عرض کی " اے مادر مہربان ہماری نظروں میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن خدا ایسا نہیں کرتا - اگر اس لڑکے کو ایک سیب کے چرانے کے لئے اتنی سزا چاہئے تو دیکھو ہمارے گناہوں کے لئے ہمیں کتنی زیادہ درکار ہے " عورت یہ سنکر دم بخود ہوگئی - پھر مارٹن نے ان کو اس نوکر کی تمثیل سنائی جسکو بادشاہ نے بہت بڑی رقم معاف کر دی تھی - لیکن اس نے اپنے ساتھی کو جس پر اس کے چند دینار آتے تھے پکڑ کر قید میں ڈلوایا - بڑھیا اور لڑکا بڑے غور سے یہ سنتے رہے - مارٹن نے کہا کہ " خدا خود فرماتا ہے " بخشو تو تمہیں بھی بخشا جائیگا - پس ہمیں ہر ایک کو معاف کرنا چاہئے - خاص کر بچوں کو جو نا سمجھ ہیں " عورت بولی " کہتے تو تم ٹھیک ہو - لیکن آجکل بچے بڑے شریر ہوگئے ہیں " مارٹن نے کہا " درست - لیکن ہم بوڑھوں کو چاہئے - کہ ان کی تربیت درستی سے کریں " پھر کیا تھا - عورت نے اپنی لائف بیان کرنی شروع کی - کہ کسطرح اس کے سات بچے پیدا ہوئے - جنمیں سے صرف ایک لڑکا زندہ ہے - اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس سے بڑی محبت کرتے اور نانی عزیزہ نانی - اور " پیاری پیاری نانی " کہکر پکارتے ہیں - بچے اس سے بڑی محبت کرتے ہیں وہ بچوں کو بڑا پیار کرتی ہے - بڑھیا لڑکے کی طرف دیکھکر بولی - کہ " یہ بھی تو بچہ ہی ہے - خدا اسے برکت بخشے " پھر اپنی بوری اٹھانے ہی کو تھی کہ

لڑکے نے یہ سنکر اس کی پوٹلی اٹھائی اور کہا "لاؤ میں لئے چلتا ہوں۔ میں بھی تو اسی طرف جا رہا ہوں"
اور دونوں خوشی خوشی بات چیت کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ بڑھیا اس سیب کی قیمت بھی مانگنی بھول گئی
مارٹن جب تک سن سکتا تھا۔ ان کی محبت بھری باتیں کھڑا سنتا رہا۔ جب وے نظروں سے غائب ہو گئے
تو گھر کو روانہ ہوا سیڑھیوں پر اپنی عینک کو بے ضرر پڑا پایا۔ پھر اپنے کام پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں اندھیرا
چھا گیا۔ گلی کے لیمپ روشن کئے گئے۔ مارٹن نے بھی اپنا لیمپ جلایا۔ اور تھوڑی سی دیر میں جوتی ختم کرکے
اوزاروں کو سنبھالا۔ چمڑے کے ٹکڑے اکٹھے کئے۔ اور لیمپ کو میز پر رکھکر اپنی انجیل کو کھولا۔ اور جس جگہ
رات کو نشان رکھا تھا کھولنا چاہا۔ لیکن وہ دوسری جگہ نکل آئی۔ فوراً مارٹن کو رات کا خواب یاد آگیا لیکن
ابھی خواب کا خیال ہی آیا تھا۔ کہ اس کے پیچھے اندھیرے کی جانب سے کچھ پاؤں کی سی آہٹ سنائی
دی۔ پیچھے مڑکر جو دیکھا۔ تو اندھیرے میں بعض اشخاص کو کھڑا پایا۔ جن کے چہرے صفائی سے نظر نہ آتے
تھے۔ ان میں سے ایک بولا "مارٹن! مارٹن! کیا مجھے نہیں پہچانتا۔ میں تو سٹیفن ہوں" فوراً سٹیفن
کی شکل صفائی سے اس کی آنکھوں کے سامنے آئی اور غائب بھی ہو گئی۔ ایک اور شبیہ آگے آئی اور
بولی "میں ہوں" فوراً اس جوان عورت اور بچہ کی شکل نظر آئی اور غائب ہو گئی۔ پھر ایک اور آواز
آئی۔ میں ہوں اور بڑھیا اور بچہ سامنے آنکر مسکرائے اور غائب ہو گئے۔ مارٹن یہ دیکھکر کمال درجہ محظوظ
ہوا۔ اس کی روح خوشی سے بھر گئی۔ اٹھکر اپنی عینک لگائی اور جس جگہ پر انجیل کھلی پڑی تھی پڑھنے لگ
گیا۔ کہ "میں بھوکا تھا۔ تو نے مجھے کھلایا۔ میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی پلایا۔ میں مسافر تھا۔ تو نے مجھے
گھر میں رکھا" اور صفحہ کے آخر میں یوں مرقوم پایا۔ "اگر تم نے ان چھوٹوں میں سے ایک کے ساتھ کیا۔ تو
میرے ساتھ کیا" اب مارٹن کو خواب کا مطلب سمجھ میں آیا۔ اُس نے محسوس کیا۔ کہ مسیح اُسکے پاس آیا اور
اسنے دوستی سے اُس کا استقبال کیا ◆

کلام وہ بیج ہے جو اپنے ساتھ زندگی کا اصول لاتا ہے۔ جو دل کی زمین کے اندر پہلے موجود
نہیں ہوتا۔ خدا کا تحریری کلام جو ہمیں سنایا جاتا ہے۔ اور جو ہم خود پڑھتے ہیں یہ نعمت
عظمےٰ ہمارے پاس لاتا ہے کہ اُس کے وسیلے سے خدا کا ازلی کلمہ جو اپنے میں زندگی
رکھتا ہے۔ ہمارے اندر آجاتا ہے۔ اور یہ بات اس صداقت کو کہ زندگی خدا کی بخشش ہے۔ اور
اُسکے فضل پر مبنی ہے آشکارا کرتی ہے ◆

مسیح اور مسیحی زندگی

چوتھا باب

بائبل کا مطالعہ

یہ بھول جانا آسان ہے کہ ہم اپنے نہیں ہیں بلکہ مسیح کے ہیں اور ایسے طور پر عمل کرنا کہ گویا ہم اپنے مالک خود ہیں۔ ہر ایک فعل اور خیال میں ضروری ہے کہ ہم مسیح کو خداوند ماننا سیکھیں۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ ممکن ہے کہ ہم یاد رکھیں کہ ہم مسیح کے ہیں اور وفاداری سے اُس کی خدمت بجا لانا چاہیں مگر اپنی کمزوری اور نالائقی کے ہاتھ سے نالاں ہوں۔ ہم لائق اور مضبوط کیونکر بن سکتے ہیں؟ اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم مسیح کی خدمت کے لئے اپنے اندر حقیقی طاقت کو محسوس کریں مگر ہمیں وہ درجہ حاصل نہ ہو جس میں ہم ہمیشہ ان کی طاقت اور رفاقت میں قایم رہ سکتے ہیں ہمیں یہ درجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟ اس قسم کے بہت سے سوالات مسیحی کی شخصی زندگی میں اُٹھتے رہتے ہیں۔ ان سب سوالوں کا جواب یرمیاہ نبی کے تجربہ کے مطابق اس آیت میں پایا جاتا ہے کہ "تیری باتیں پائی گئیں اور میں نے انہیں کھایا اور تیری باتیں میرے دل کی خوشی و خرمی تھیں۔ کیونکہ اے خداوند رب الافواج میں تیرے نام سے کہلایا جاتا ہوں" (۱۵باب ۱۶ آیت) خدا کی باتوں سے خوشی حاصل ہوئی اور بڑے زور سے یاد دلایا گیا کہ خداوند میرا مالک ہے۔

مسیحی زندگی کے لئے بائبل کے مطالعہ سے بھی یہی مدعا پورا ہوتا ہے۔ مزمور نویس کو کوئی ایسی بات خدا کے کلام اور اُس کے حقوق سے (جیسا کہ ایک سو انیسویں مزمور سے بار بار ثابت ہوتا ہے) حاصل نہ ہوئی جو ہمیں اپنی زیادہ قیمتی بائبل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جوں جوں ہماری تمنا حقیقی زندگی کے لئے بڑھتی جائیگی۔ بائبل کے مطالعہ کے لئے ہمارا شوق بھی ترقی کرتا جائیگا۔ بائبل ہمارے لئے خدا کا تحریری پیغام ہے اور ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ مسیح نے آزمانے والے کو فرمایا کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔

ضرور ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص بائبل کا خود مطالعہ کرے۔ یہ کام ہمارے لئے کوئی

دوسرا آدمی نہیں کر سکتا۔ ہم اپنے طریق مطالعہ کے علاوہ اوروں کے طریق بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر ہمارا ایک خاص طریق ہونا چاہئے۔ بیابان میں ہر ایک شخص اپنا من خود جمع کرتا تھا۔ اور اچھا چوپان اپنی بھیڑوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ نام سے بلاتا اور لئے پھرتا ہے۔ اسی طرح کوئی آدمی دوسرے کی جگہ مطالعہ نہیں کر سکتا۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنے لئے خود وقت نکالے اور بائبل کے مطالعہ کے لئے سب سے اچھا اور کافی وقت ہونا چاہئے۔ اسکے لئے دن کا آخری حصہ ہی وقف نہ کرنا چاہئے۔ مسٹر ہکسن نے ایک موقعہ پہ فرمایا کہ بائبل کا مطالعہ کرو۔ ہر روز سب سے پہلے اس کا کوئی حصہ سمجھنے کی کوشش کرو اور پھر دن بھر اس حصہ پہ عمل کرنے میں لگے رہو۔ انگلستان کے ایک مشہور چیف جسٹس کا قول ہے کہ مقدس کتاب کا کوئی حصہ ہر صبح سنجیدگی اور ادب کیساتھ پڑھو اور اس کی تعلیم کو ذہن نشین کرو۔ اگر ممکن ہو تو چاہئے کہ ہم صبح کا کچھ حصہ بائبل پڑھنے میں صرف کریں۔ دن کا آغاز ایسے کسی ایسے کلام سے ہو! چاہئے جو دن بھر ہمارے دل میں گونجتا رہے۔ اور یہ وقت کافی طور پر کشادہ اور اچھا ہونا چاہئے۔ اور کوئی کام اس کے برابر نہیں ہے میکن لیڈن صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کیا پڑھتے اور کیا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم بائبل کے مطالعہ میں کس قدر وقت خرچ کرتے ہیں۔ یقیناً کوئی دوسری کتاب آیندہ زمانہ کی تیاری کے لئے اس کے برابر ہمارے کام نہیں آسکتی۔ اُس جہان میں ہمیں موجودہ زمانہ پر نظر ڈالنے سے کیسی تمنا دل میں پیدا ہوگی کہ کاش ہم اس کتاب کو اپنی ہدایت کے لئے زیادہ کام میں لاسکتے اور جو وقت ہم نے فانی خیالات اور کتابوں کے مطالعہ میں ضایع کیا اُس پر سوچنے سے ہمیں کیا قلق ہوگا؟ جو مسیحی آدمی اخبارات کے پڑھنے میں اسقدر وقت خرچ کرتا ہے کہ بائبل پڑھنے کی فرصت ہی نہیں رہتی وہ نہایت احمق شخص ہے۔ بقول جان وسلی صاحب بجائے تمام دنیائی کتابوں کے اس ایک کتاب کا مطالعہ کرنیوالا ہونا بہتر ہے۔

ہم میں سے ہر ایک شخص کے لئے کوئی نہ کوئی امتحان ہوتا ہے جو بائبل کے روزانہ مطالعہ میں سدراہ ہو جاتا ہے۔ شیطان ہر ایک کے کان میں کچھ نہ کچھ بہانہ پھونک دیتا ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے فرصت نہیں ملتی۔ یا مجھے بڑا کام ہے۔ یا بائبل پڑھنا دلچسپ کام نہیں ہے۔ یا مجھے معلوم نہیں ہیں اُسے کیونکر مطالعہ کروں! میں اُس کا مطلب بخوبی نہیں سمجھ سکتا۔ ہم شام کے وقت جلدی سو جانا پسند کرتے ہیں اور صبح اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا۔ ہم دن بھر کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بائبل پڑھنے کے لئے کوئی وقت نہیں ملتا۔ اس قسم کی مشکلات کا

مقابلہ کرنے کے لئے ضرور ہے کہ بائبل کا مطالعہ کسی خاص مقصد کو مد نظر رکھکر اور نہایت مصمم ارادہ کے ساتھ کیا جائے - چاہیئے کہ ہم دل میں اُس کے مطالعہ کے لئے کوئی خاص تجویز ٹھان لیں اور اُسکو کمال فروتنی اور خلوص دلی سے عمل میں لائیں - اور ہمارا دل ہمیشہ سموئیل کی کیطرح یہ کہنے کے لئے تیار ہو کہ خداوند فرما تیرا بندہ سنتا ہے ؂

بائبل پڑھنے کے مختلف طریق ہیں - ایک اچھا طریق یہ ہے کہ اُس کو بار بار شروع سے آخر تک پڑھا جائے - جان کوئنسی ایڈمسس صاحب نے یہی طریق تجویز کیا - اُس نے فرمایا کہ "یہی اول کتاب ہے جو دنیا کی توجہ کے لایق ہے - بائبل ہر زمانہ میں اور ہر قسم کے آدمیوں کے لئے پڑھنے کی کتاب ہے - نہ اس طور پر کہ ایک یا دو دفعہ پڑھکر بالائے طاق رکھدی جائے بلکہ ہر روز ایک یا دو باب بلا ناغہ پڑھنے چاہئے - بائبل میں گیارہ سو نواسی باب ہیں - اگر اُن کو بحساب دو باب فی یوم اور گیارہ باب ہر اتوار پڑھا جائے تو تمام کتاب سال بھر میں ختم ہو سکتی ہے - اس طور پر اسکو بار بار پڑھنے سے کچھ نہ کچھ حصہ ذہن میں قایم رہ جاتا ہے - بعض خاص حصوں کو کوشش کر کے حفظ کرنا چاہئے - اگر مسیحی بچے حفظ کرنا نہ سیکھیں تو اُن کو اور دنیا کو بڑا نقصان ہوگا - بائبل کو ازبر کرنے سے پاکیزگی اور طاقت حاصل ہوتی ہے

اس سے بھی ایک آسان طریق بائبل کے مطالعہ کا یہ ہے کہ آیات کو حفظ کر کے اُن پر دھیان کیا جائے دن بھر میں بیسیوں موقع ایسے ہوتے ہیں جن کو ہم بآسانی کام میں لا سکتے ہیں مثلاً کپڑے پہنتے یا اُتارتے وقت ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوئے کھانے کیوقت اِدھر سے اُدھر آتے جاتے یا جو وقفہ دو کاموں کے درمیان ہوتا ہے - ان اوقات کو بائبل کی آیات سے بھر دینا چاہئے - انجیل کی جلد یا اُس کا کوئی حصہ اپنے پاس رکھو - ہر ایک آیت سے کوئی نہ کوئی مفید مطلب مضمون نکل سکتا ہے - ایک بزرگ لیڈی نے کتاب تواریخ کے ناموں کی فہرستیں فقط اس خیال سے حفظ کر رکھی تھیں کہ جب وہ قدیم لوگ آسمان میں ملینگے تو مجھے شرمندہ ہوکر یہ نہ کہنا پڑے کہ میں آپ کے نام سے واقف نہیں ہوں - بائبل دنیا بھر میں سب سے زیادہ پُر مضمون کتاب ہے - اور ہر طبیعت کے آدمی کے لئے اس میں خوراک موجود ہے ؂

مندرجہ بالا ہر دو طریق کے علاوہ بائبل کی کتابوں کو علیحدہ علیحدہ مطالعہ کرنا چاہئے بائبل چھیاسٹھ کتابوں کی لائبریری ہے جو مختلف مصنفوں کے ذریعہ مختلف ممالک اور

اوقات میں لکھی گئی۔ اگر ہر ایک کتاب کو سمجھ لیا جائے تو سب کتابیں بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہیں ہر ایک کتاب کے مطالعہ کے وقت اس قسم کے سوالات پر غور کرنا چاہئے کہ اس کا مصنف کون تھا۔ یہ کتاب کب اور کیوں لکھی گئی۔ اس کی تعلیم کیا ہے۔ اس کی تصنیف سے خاص کیا غرض تھی۔ ڈاکٹر بروڈس صاحب اس ترتیب سے مطالعہ کی صلاح دیا کرتے تھے کہ اول انجیل بعد ازاں اعمال کی کتاب۔ رومیوں کا خط تمطاؤس کے نام خطوط زبور کی کتاب استثنا اور یسعیاہ کا صحیفہ۔

ایک اور طریق کارآمد پڑھنے کا یہ ہے کہ مضامین کے لحاظ سے مطالعہ کیجائے۔ مثلاً ایمان خدا کی محبت۔ فرمانبرداری۔ دعا خداوند کی دوسری آمد۔ یا مختلف شخاص کی سیرت کو مدنظر رکھا جائے۔ اول مسیح کی سیرت سے شروع کرو۔ جو جو خوبیاں اس میں نظر آئیں اُن کی فہرست بناؤ اپنی نسبت اُس کی تعلیم کی عجیب باتوں کو نوٹ کرتے جاؤ۔ غور سے دیکھو کہ کوئی بات مسیح نے اپنی زبان سے ایسی بھی کہی جس میں فروتنی پائی نہیں جاتی۔ پھر اُس کے نمونہ پر سوچو کہ وہ کیونکر مرد دعا ہے اور اپنی بائبل کا مطالعہ کیونکر کرتا ہے۔ پھر دیکھو کہ مسیح میں وہ کیا تھا جو مجھ میں نہیں ہے اور ہونا چاہئے۔ اور مجھ میں وہ کیا ہے جو مسیح میں نہیں تھا اور جو مجھ میں ہونا نہیں چاہئے۔ پولس کے حالات پر غور کرتے ہوئے سوچو کہ وہ کیسا اُستاد اور کارندہ اور دوست اور خطوط لکھنے والا اور شہری تھا۔ علے ہذالقیاس اندریاس اور فلیموس اور برنباس اور یوحنا اور تمطاؤس اور اپلوس اور آکلا اور پرسلا کے حالات کو غور سے مطالعہ کرو۔ اُن کو اپنے رفیق اور دوست بناؤ۔ اُن کی زندگی کے واقعات ہماری خاطر لکھے گئے ہیں۔

سب طریقوں سے بڑھکر اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ بائبل خدا کی طرف سے ہمارے دل اور مرضی کے لئے ایک پیغام ہے۔ ہر ایک راستی ایک ایسی صداقت ہے جو ہماری سیرت کا جزو بن جانی چاہئے۔ جو سبق ہم حاصل کریں وہی ہمیں بن جانا چاہئے۔ اگر بائبل کا علم ہمکو انسانی اور ابن آدم کی محبت بھری اور روحانی خدمت نہیں سکھاتا تو بالکل فضول اور ناکامل ہے۔

حاصل کلام ہمارا بائبل کا مطالعہ ایک قسم کی خدمت ہونی چاہئے۔ جو ہمیں ملتا ہے وہ اوروں کو دینا چاہئے۔ جب ہم نے بائبل کے کسی حصہ پر دھیان کر کے اُسکو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا ہے تو چاہئے کہ آگے اوروں میں بانٹ دیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جس شخص میں ایمان ہے چاہئے کہ وہ ہر وقت اُسکی شہادت دیا کرے۔ بائبل کے مطالعہ اور اُس کے مضامین

پر بات چیت کیا کرو۔ اور اپنے نجات دہندہ کی خوبیوں کا چرچا کرتے رہو۔
آخر الامر اکثر اوقات بائبل علیحدگی میں پڑھا کرو۔ تمہارا منجی اُس وقت تمہارے ساتھ شیریں کلام کریگا۔ اور تمہیں گناہ پر غالب آنیکو طاقت دیگا۔

ایک نوجوان مسیحی کے خیالات بیداری پر

(۱) روحانی بیداری۔ مسیحی اشخاص کے لئے اس ملک میں اس کی کیسی بڑی ضرورت ہے۔ تھوڑے سے افراد ہیں۔ دیگر مذاہب اور غیر اقوام کے ہجوم سے انکا مقابلہ ہے۔ بجز اس کے کہ پنجابی مسیحی خاص طور پر روحانیت میں وابستہ بہ خداوند المسیح نہ ہو جاویں اور اس سے طاقت حاصل نہ کریں ان کا مقابلہ ہیچ ہے۔

(۲) اخلاقی بیداری۔ موجودہ مسیحی جماعت اور اس کے خاندان ہماری آئندہ امیدوں کی بنیاد ہیں۔ اس تنے سے بہت سی ڈالیاں اور پتیاں نکلنے اور ان کے برومند ہونے کی امید ہے۔ ہم کہیں کہیں کثیر التعداد غیر اقوام کے درمیان رہتے ہیں۔ ان کی آنکھیں ہمیشہ ہماری طرف لگی رہتی ہیں۔ جوں جوں تعلیم بڑھ رہی ہے۔ لوگوں میں مقابلہ اور موازنہ کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اپنے اخلاق کو قابل تقلید اور قابل قدر اخلاق بنائیں۔

(۳) قومی بیداری۔ ہماری سوشل حالت اپنے ملک کی دیگر تعلیم یافتہ قوموں سے بہت پیچھے ہے ذیل کی باتیں قابل غور ہیں:۔

(۱) گورنمنٹ کسی پولیٹیکل یا دیگر پہلو سے ہندوستانی مسیحیوں کو دیگر اقوام پر کوئی خاص ترجیح نہیں دیتی۔

(۲) ملازمت اور دیگر کاروبار کا دائرہ بالعموم دیگر اقوام کے لوگوں ہی میں محدود ہوتا ہے۔ حیطۂ ملازمت میں بالخصوص پایا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگ ہماری بہتری اور بہبودی کے سدِ راہ ہوتے ہیں۔ لہذا ہم کو اس پہلو سے بھی ترقی کرنی مشکل ہے۔

اس کا نتیجہ ہمارے لئے یہی ہے۔ کہ ہم کو (۱) مسیح سے وابستہ (۲) اخلاق میں اعلےٰ (۳) اور لوگوں کے دلوں میں خاص محبت اور انس پیدا کرنیکے خواص کو حاصل کرنا لازم ہے۔

ولیم مرڈک

(گذشتہ سے پیوستہ)

سنہ ۱۷۹۰ء میں مرڈک نے سوہو کو واپس جانے کی ٹھان لی جب کارنوال کے کان کے ٹھیکہ داروں کو اس کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے اسے بہت سی کافی تنخواہ دیکر وہیں ٹھیرانا چاہا۔ لیکن سوہو کے احباب کی محبت کب اسے چین لینے دیتی تھی۔ وہ ان کی درخواست کو قبول نہ کر سکا۔ ایک مرتبہ اُسنے دوبارہ بولٹن اور واٹ کمپنی کو پیٹنٹ کرانے کی ترغیب دلائی۔ لیکن اسی سابقہ تنازع کے باعث اس پیٹنٹ کی بات ان کے دل میں نہ جچی۔ واٹ صاحب کو جس کے ساتھ مرڈک نے اس بارے میں خط و کتابت کی۔ مرڈک کے سہل استعمال گیس کی خوبیاں بخوبی معلوم تھیں۔ اور نیز اسے گیس کی روشنی دینے کے مطالب کے لئے استعمال ہونے کا حال معلوم تھا۔ بشپ واٹسن صاحب حال ہی میں یہ تجربہ کر چکا تھا۔ لیکن وہ پیٹنٹ کے متعلق قانونی مشکلات کا سامنا کرنے کو تیار نہ تھا ٭

یوں مرڈک کی ترغیب کارگر نہ ہوئی۔ اس نے اپنی موجد طبع کا رُخ دوسری طرف موڑ لیا۔ اب وہ کل سازی کے تعاقب میں مشغول ہوا۔ مسٹر بکل صاحب اس کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں "طلوع کے وقت آفتاب نے عموماً اسے رات بھر کی لگاتار محنت کے بعد دیکھا کہ ابھی تک وہ آہرن پر ہتھوڑا لئے لوہا کوٹ رہا ہے۔ کیونکہ یہ سب ہتھیار وہ اپنے ہاتھ سے بنایا کرتا تھا۔ ۱۷۹۱ء میں اس نے پیٹنٹ نمبر (۲۲۳۰) اپنے نام پر کرایا۔ اس میں کئی مفید ایجادیں شامل تھیں۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں مرڈک نے اپنے دونوں بیٹوں ولیم اور جان کو مدرسۂ آئر میں سکاچ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ موسم گرما میں وہ اپنی رخصتیں بلو میں گذارا کرتے تھے۔ جہاں ان کا دادا۔ ہاکرتا تھا۔ وہ بارہا کنارِ دریا مچھلی پکڑنے جایا کرتے تھے۔ ان لڑکوں کی خط و کتابت اپنے باپ سے جو برمنگھم میں تھا۔ متواتر رہتی تھی۔ سنہ ۱۸۰۳ء میں جب فرینچ لوگوں کے حملہ کا جابجا چرچا اور اندیشہ تھا وہ بہت گھبرا گئے۔ آئر کے والنٹیروں کا شمار ۵۰۰ کے قریب تھا۔ اور سوار ۵۰ اسقدر اور بندوقچی ۵۰ جان ایک دفعہ خط میں یوں لکھتا ہے "کہ روزمرہ سپاہی سمندر کے کنارے جاکر چاند ماری کرتے ہیں۔ سو نشانوں میں

ساتھ گوئیاں ضرور ہوتی ہیں۔ ولیم نے ایک دفعہ لکھا۔ کہ فرانسیس کی آمد کے لئے بڑی تیاریاں
ہو رہی ہیں۔ کئی ہزار بچے ہر ہفتہ شہر سے باہر جاتے ہیں۔ اور سب والنٹیروں اور بندوقچیوں کو
حکم مل گیا ہے۔ کہ دفعتاً حکم ملنے پر جمع ہو جائیں۔ یہ خطرہ بہت جلد جاتا رہا۔ اس سال کے آخر
میں ان لڑکوں نے سکول میں انعام پایا۔ ولیم کو ایک انعام حساب میں اور دوسرا جواب مضمون
میں۔ جان کو بھی دو انعام ملے ایک علم حساب میں اور دوسرا فرنچ زبان دانی کے لئے۔

۱۸۰۱ء میں مسٹر ملابد صاحب نے شہر پیرس کے بازاروں میں گیس کی روشنی کرنے کی
تجویز کی۔ مرڈک نے خوشی سے اس تجویز کو منظور کیا۔ ورجب مارچ ۱۸۰۲ء میں صلح کا عہدو پیمان
مقام امینز پر ہوا۔ تو مرڈک نے اپنی ایجاد کی پہلی نمائش کی۔ سوہو کے تمام کارخانے میں گیس کی
روشنی ہوئی تھی۔ اور رات کے وقت ایک عجب نظارا ہوا کرتا تھا۔ اب تو یہ ایک امر مسلمہ ہو گیا
تھا کہ بمقابلہ تیل یا موم بتی کے گیس کی روشنی میں بے شمار فائدے ہیں۔ اس سے اگلے سال
میں بولٹن اور واٹ صاحب کے کارخانہ میں گیس بنانے کے اوزاروں کا کام بھی کھولا گیا
اور اس کام میں پانچ ہزار پونڈ کی لاگت اٹھ گئی۔ یہ روشنی کا مفید سہل اور سستا طریقہ بہت
جلد مقبول خاص و عام ہو گیا۔ مانچسٹر شہر کے بڑے بڑے کارخانوں میں گیس کی روشنی کا استعمال
شروع ہو گیا۔

باوجود مرڈک کے گیس کے استعمال کرنے کے طریق کو واضح طور پر بیان کرنے کے لوگ
اس جدید طرز روشنی پر ہنسی اڑانے سے باز نہ آئے۔ سر ہمفری ڈیوی صاحب اس پر ٹھٹھا مارتے
تھے۔ اور کسی سے کہا۔ کہ کیا ان کا مطلب ہے۔ کہ سینٹ پال کے گرجا گھر کے بڑے گنبد کو خزانہ
گیس بنائیں۔ سر والٹر سکاٹ صاحب نے جب یہ سنا کہ نلکوں میں سے روشنی ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہنچائیں گے تو وہ بھی اس پر تمسخر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ولسٹن صاحب بھی جو ایک اچھے
سائنس دان تھے۔ یہ کہکر مذاق اڑاتے تھے۔ کہ شاید ان کے اختیار ہو وے۔ تو چاند میں سے
ایک روشنی کا ٹکڑا لا کر لنڈن کے بازاروں میں لگا دیویں۔ کل نئی ایجادوں کے ساتھ ایسی
ہی گذرتی رہی ہے۔ اگنبوٹ لوکوموٹو انجن۔ تار برقی سب کا یہی حال رہا ہے۔ جان ولکنسن
نے پہلے لوہے کے جہاز کے بارے میں یہ کہا تھا۔ کہ اس میں شک نہیں۔ کہ اول اول ایسے
لوگ عجوبہ نوروزہ اور پھر بعینہٖ کولمبس کہینگے۔

۲۵۔ فروری ۱۸۰۸ء کو مرڈک نے رائل سوسائٹی کے روبرو گیس کے کوئلوں میں

[illegible] اور اس کی کفایت کے متعلق ایک دلچسپ مضمون پڑھکر سنایا - اس نے اپنے تجربوں کی ابتدا
اور ترقی کا تاریخی خاکہ ان کے سامنے پیش کیا - مضمون میں متانت اور سادگی ویسی ہی پائی جاتی
تھی - جیسی کہ اس کی طبیعت میں تھی - اور مضمون ذیل کے الفاظ سے ختم کیا گیا تھا - میرا خیال
ہے - کہ میں بغیر کسی مبالغہ کے یہ دعوے کر سکتا ہوں - کہ میرے ہی دل میں گیس کے استعمال
کا یہ خیال سب سے پہلے آیا - اور میں ہی نے اول اول اس کا تجربہ بھی کیا تھا - اس مضمون کے
لیے رائل سوسائٹی (Royal Society) نے اسے اپنا طلائی تمغہ عنایت کیا ◆

آئندہ سال ایک صاحب بنام ونسر نے جو قوم کا جرمن تھا - اور جس کے پاس شاہی
پروانہ تھا - ارادہ کیا کہ ایک کمپنی قائم کرے اور کچھ حصہ لنڈن اور ویسٹ منسٹر میں گیس کی
روشنی کرنے کا ٹھیکہ حاصل کرے - ونسر صاحب کا یہ دعوے تھا - کہ میرا گیس کی روشنی کرنے
کا طریقہ سب سے اعلے اور اولی ہے - اور کہ اس سے منافع بھی بے شمار ہوگا - اس ونسر صاحب
نے ایک رسالہ چھپوایا - اور اس میں ثابت کیا کہ اس قسم کی کمپنی قایم کرنے اور ٹھیکہ لینے سے
بائیس کروڑ نوے لاکھ پونڈ کا سالانہ منافع ہو سکتا ہے - اور ادائیگی قرض کے بعد ہر ایک حصہ دار
کو فی پانچ پونڈ کے لیے پانچ سو ستر پونڈ ادا کرنے کی ضرورت ہوگی - ونسر صاحب نے اس ایجاد کو
پیٹنٹ کرالیا - اور اس کمپنی نے جس کا وہ ممبر تھا پارلیمنٹ کے پاس ایک درخواست گذرانی کہ
اس کے متعلق ایک قانون وضع کیا جائے بولٹن اور واٹ صاحبان نے اس قانون کے نفاذ
کی مخالفت کی دوسرے جیمس واٹ صاحب نے اس کی تائید کی - اور ہنری بروہم صاحب نے
بھی ونسر کی تجاویز کو تمسخر میں اڑا دیا - لہذا یہ قانون منظور نہ ہوا ◆

اس کے بعد ایک دوسری کمپنی اس قانون کی منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی
اور ہوس اوف کامنس (House of Commons) میں گیس کی روشنی کرنے کا
انتظام کیا گیا - پہلے پہل لوگوں کے دلوں میں یہ حیرانی تھی - کہ گرم جلتی ہوئی گیس کیونکر نالیوں
میں سے گذر سکتی ہے - کئی انجینیر (Engineer) اس پر ضد کرتے تھے کہ گیس کے نلکے دیوار
سے کچھ فاصلہ پر ہونے چاہئیں - مبادا آگ لگ جائے - جب گیس کی روشنی ہوتی تھی - تو
ممبران پارلیمنٹ دستانوں میں سے ہاتھ نکالکر آگ تاپنے کے لیے نالیوں کے پاس جاتے تھے
اور انکو بالکل ٹھنڈا دیکھکر حیران ہوتے تھے ◆

یہ کمپنی بالکل ٹوٹ جانے کو ہی تھی اگر مسٹر سموئیل کلگ صاحب جو مرڈک کے شاگرد تھے

میں سے ایک تھا۔ وقت پر آکر دستگیری نہ کرتا۔ اس صاحب کو مرڈک کی کل تجاویز اور تدابیر کا حال معلوم تھا۔ اس نے مانچسٹر اور ہیلیفکس کے گیس کے کارخانوں میں امداد دی ہوئی تھی۔ اور بھی بہت سی جگہوں میں اس نے اس کے متعلق کام کیا ہوا تھا۔ ۱۸۱۳ء میں لنڈن و ویسٹ منسٹر کی گیس کمپنی نے کلگ صاحب کو نوکر رکھا۔ اور اس وقت سے لیکر اس کمپنی کی حالت بہتر ہی ہوتی گئی۔ ۱۸۱۴ء میں ویسٹ منسٹر کے پل پر گیس کی روشنی کی گئی۔ جب مشعلچی بازاروں میں جاتے تھے تو لوگوں کے انبوہ ان کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ اور ایک نادیدنی شے گیس کو جلتے دیکھکر حیران ہوتے تھے۔ ایک بار تو ان مشعلچیوں نے اس نئی روشنی سے دق آکر کام کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ کلگ صاحب کو خود کچھ عرصہ کے لئے مشعلچی بننا پڑا۔

تو بھی اس روشنی کے فوائد بہت جلد مقبولِ عام ہو گئے۔ اور شہر بہ شہر گیس کی کمپنیاں قایم ہو گئیں۔ ۱۸۱۸ء میں شہر گلاسگو میں بھی گیس کی روشنی کی گئی۔ اور ۱۸۲۰ء میں شہر ڈبلن بھی اسی سے روشن کیا گیا۔ اگر ابتدا ہی میں مرڈک اپنی اس ایجاد کو پیٹنٹ کرا لیتا۔ تو اسے بہت فائدہ ہوتا۔ لیکن اس نے تو اس ایجاد کا کل نفع پبلک کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اپنے لئے صرف موجد ہونے کی عزت پر اکتفا کیا۔ اور اب وہ اس ایجاد کے فوائد و نتائج پبلک عام کے سپرد کر کے اپنے پرانے کارخانہ سوہو میں چلا گیا +

ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت

ناول کے پیرایہ میں۔

ڈائننگ روم (کھانیکا کمرہ)

مسٹر بنرجی کا ڈائننگ روم بھی سامان سے ایسا سجا ہوا تھا کہ دیکھتے ہی بھوک فرار اور طبیعت سیر ہو جاتی تھی۔ آئینہ دار تصاویر سے دیواریں اس کمرے کی بھی آراستہ تھیں۔ بیچوں بیچ ایک لمبی چوڑی میز رکھی تھی جس کے اوپر ایک نادر اور بیش قیمت قسم کا ڈمسک (دمشقی) ٹیبل کلاتھ (میز کا کپڑا) بچھا ہوا تھا۔ اس پر کسی جگہ پھولوں کے گلدستے مشک بیزی کر رہے تھے۔ اور کسی جگہ ہرے ہرے پتے اور سبز سبز تازہ فرن ناظرین کی آنکھوں کو

ظروف سجے تھے۔ کناروں پر سوپ پلیٹ۔ پلیٹ۔ کوارٹر پلیٹ۔ شیشے کے گلاس۔ چاندی
کے کانٹے اور چمچ اور تلوار کی طرح چمکتی جھلکتی چھریاں اپنی اپنی جگہ پر انداز کے مطابق لگی
ہوئی تھیں۔ مرکز میں ایک بڑا سا گلدستہ جو گویا طرح طرح کے خوشبودار پھولوں کا مجموعہ تھا سارے
کمرے کو اپنی مہک سے معطر کر رہا تھا۔ میز کے ارد گرد بنٹ وڈ کی کرسیاں رکھی تھیں۔ دو دیواروں
میں آمنے سامنے شیشے کی دو الماریاں تھیں جن میں جاپانی۔ چینی۔ کاشمیری اور انگریزی ظروف
چمک رہے تھے۔ جن کی سطح پر چابک دست کاریگروں نے ایسے بوٹے اور پھول بنا دیئے
تھے کہ ہر ایک کی سطح بجائے خود ایک گلزار لطافت بنا کام دے رہی تھی۔ سائڈ بورڈ پر ہر
طرح کے ڈشن اور دیگر ظروف چاندی۔ چینی اور شیشے کے دھرے تھے۔ بیچ میں ایک
لیمپ آویزاں تھا۔ جس کی روشنی سے کمرہ منور تھا۔ میزبان اور مہمان اپنی اپنی سیٹ (جگہ)
پر متمکن تھے۔ چاندی کے چمچ اور کانٹے کچھ خوش منظر پلیٹوں کی مواصلت اور کچھ نازک انگلیوں
کی مس اور کچھ لذیذ کھانوں کی لذت کے باعث شور و غل مچا رہے تھے۔ کھانے والے بھی کھانے
کی تعریف میں شکر ریز تھے۔

کاروالا۔ مسز بنرجی آج کا ڈنر تو واقعی سکسس[1] ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ میں روسٹ کا بہت ہی
شائق ہوں۔ اور وہ جو آپکی میز پر نصیب ہوتا ہے وہ تو کبھی بھولتا ہی نہیں۔ جب یاد کرتا ہوں
منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ اور آج تو آپکے خانساماں نے اس ڈک (بط) کے تیار کرنے میں وہ
کمال کیا ہے کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سارا کلینری سکل (طباخانہ ہنر) صرف ہو گیا ہے
مسز ابر کرامبی۔ انڈین ڈشز (ہندوستانی کھانوں) میں پلاؤ میرا بڑا فیورٹ (دل پسند)
ڈش ہے۔ اور وہ پلاؤ اور قورما جو میں مسز بنرجی کے یہاں کھا چکی ہوں۔ ویسا کسی اور
جگہ بہتر نہیں ہوتا۔ مسز بنرجی مجھے امید ہے کہ میں آج پلاؤ سے محروم نہیں رہونگی۔ میں
سچ سچ کہتی ہوں کہ آپ کے ہاں کا پلاؤ میرے لئے ایک گمشری (نعمت عظمیٰ) ہے۔

مسز بنرجی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پلاؤ آپ کو آج بھی مل جائیگا۔ لیکن میں یہ وعدہ
نہیں کر سکتی کہ وہ بہت اچھا ہوگا۔

مسٹر بنرجی۔ ڈاکٹر ابر کرامبی مجھے امید ہے کہ اب تو آپ بھی ہمارے ہندوستانی کھانوں

---

[1] اس لفظ کے معنی کامیابی کے ہیں۔ مگر انگریزی محاورے کے مطابق اسوقت بھی استعمال کرتے ہیں جب
کھانے کے تمام لوازمات پورے پورے طور پر ادا کئے جاتے ہیں۔

کو پسند کرنے لگ گئے ہونگے ۔

ڈاکٹر ابر کرامبی ۔ اور بے شک ۔ میں بھی پلاؤ کو بہت پسند کرتا ہوں ۔ پر دال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے ۔ دورے میں کئی دفعہ سرسوں کا ساگ اور مکی کی روٹی ملتی ہے ۔ بھوک کے وقت ساگ ایسا مزہ دیتا ہے کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا ۔

مس ناتن ۔ کیا آپ ہماری کری نہیں پسند کرتے ؟

ڈاکٹر ابر کرامبی ۔ مجھے معاف رکھیں کہ میں کری کو اپنی فہرست میں شامل کرنا بھول گیا ۔ کری کو تو اس قدر پسند کرتا ہوں کہ کچھ پوچھئے مت ۔ مگر کبھی کبھی مرچ کی تیزی اور گرم مصالح کی مٹھی کے سبب سے عقل حیران ہو جاتی ہے ۔ کوئی دو چار ہی دن ہوئے ہونگے کہ مجھے بورڈنگ کے لڑکوں نے ڈنر کے لئے بلایا تھا ۔ کیا جانئے انہوں نے مجھ سے دل لگی کی تھی یا مرچ کھانے میں میرا امتحان لیا تھا کہ ایسی بھجیا مجھے کھانے کو دی اور ایسی کری سامنے لا کر رکھی کہ دو ہی نوالوں کے بعد میں تو پسینوں میں ڈوب گیا ۔ ادھر میں سی سی کر رہا ہوں ۔ چہرے پر پسینہ بہ رہا ہے ۔ اُدھر لڑکے بیٹھے کھلیوں میں اڑا رہے ہیں ۔ بڑی دل لگی ہوئی ۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ہی لڑکا ساری بھجیا اور کری چٹ کر گیا اُس نے نہ سی کی اور نہ اُسے پسینہ آیا ۔

کالروالا ۔ مسیحیوں میں تو اب بہت تھوڑے لوگ کری کھاتے ہیں ۔ اسٹو زیادہ استعمال کیا جاتا ہے ۔ انگریزی ڈشز پر زور ہے ۔ ہندوستانی کھانوں کی کون پروا کرتا ہے ۔ اور جو انگلستان سے واپس آتے ہیں ۔ وہ تو ہندوستانی کھانے کا نام بھی نہیں لیتے ۔

یکے از حاضرین ۔ لیکن انگریز ہندوستانی دال اور سرسوں کے ساگ اور کری اور پلاؤ کو پسند کرتے جاتے ہیں ۔ کیسی الٹی گنگا بہ رہی ہے ۔

مسٹر مارک ۔ ایک کری کیا ۔ ساری ہندوستانی چیزیں چھوٹتی جاتی ہیں ۔ انگلستان سے جو لوٹے ہیں اُن پر کیا موقوف ہے ۔ وہ بزرگوار کچھ کم ہیں جو یہاں بیٹھے بٹھائے انگلستان سے بھی دو کوس پرے کے بن گئے ہیں ۔ انکی طرز رہائش کو تو دیکھو ۔ اُن کے لباس کو دیکھو ۔ انکی بول چال کو دیکھو ۔ ذرا سے رنگ کی کسر رہ گئی ہے ورنہ انہوں نے بقول شخصے "جورپین" (یوروپین) بننے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا ہے ۔

پادری صاحب ۔ ہمیں تو اُن کی طرز رہائش سے کچھ سروکار نہیں ۔ وہ انگریزی ہیٹ بجائیں ۔ یا کلاہ تتری سر پر رکھیں ۔ دال کھائیں یا کولڈ میٹ ناشتہ کریں ۔ ہم تو اس بات

سکے ہوسکے ہیں کہ وہ اپنے دیسی مسیحی بھائیوں سے ربط ضبط ترک نہ کریں۔ خدا نے انہیں عزت دی ہے۔ منصب عطا کئے ہیں۔ عکام پر اقتدار بخشا ہے۔ اگر وہ اپنے ہم ایمان اور ہموطن بھائیوں کا بازو پکڑ کر اُن کی مدد کریں تو انہیں سوشل زندگی میں اور روحانی زندگی میں بہت اوپر اٹھا سکتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے کئی ایسے ہیں جو ہندوستانی مسیحیوں کی بہتری کے خیال میں شبا روز ڈوبے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر فلاں۔ پروفیسر فلاں۔ اور بیرسٹر فلاں بہت سے نام پیش کئے جا سکتے ہیں ؎

تو بھی یکے از حاضرین۔ مگر کئی حضرات کا انگلینڈ کے بغیر گذارا ہی نہیں ہو سکتا۔ اُنہیں سے ہمارے کالر والے شفیق بھی ہیں کہ انگلینڈ کے فراق میں سیماب کی طرح تڑپ رہے ہیں؎

کالر والا۔ حضرت آپ خواہ کچھ ہی کہیں انگلینڈ کی ہوا میں کچھ ایسا جادو بھرا ہوا ہے کہ جو ایک دفعہ وہاں کی سیر کر آیا ہے۔ اُس کا دل یہاں نہیں لگتا۔ وہاں کی طرز رہائش۔ آسائش کے سامان۔ نئے نئے ایجاد۔ سولی زیشن۔ امیوزمنٹس۔ کس کس چیز کا نام لوں۔ بس دیکھنے سے حال کھلتا ہے۔ میں کسی اور کی نسبت تو کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی نسبت کہتا ہوں کہ چند دن کے ہیں۔ بندے کو جہاز پر سوار پھر دیکھ لوگے ؎

پادری صاحب۔ میرے کرم فرما یہ نہ کہو۔ ابھی تو آپ آئے ہی ہیں۔ برسوں کے بعد اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے لئے تیار ہوئے ہو۔ ولایت میں کئی سال تک بڑی محنت اور جانفشانی سے تحصیل علم میں مشغول رہے۔ بڑے معرکوں سے تعلیم کے مرحلے طے کئے اب یہ کیا خبط سوار ہوا ہے کہ منزل مقصود پر پہنچتے ہی واپس جانے کی ٹھہر سوجھی۔ ہمیں تو آپکی ذات سے بہت سی امیدیں ہیں۔ کیا اُن سب کا خون کر جاؤگے۔ جو نادر باتیں انگلستان میں پائی جاتی ہیں۔ وہ اپنے ملک میں پیدا کرو۔ دیکھو ہندو مسلمان اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں۔ گو اُن کا جوش بسا اوقات حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہوں تو بجا ہے کہ بدنگاہ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ جیسے لائق و فائق ہمارا ساتھ چھوڑ دینگے تو ہماری چھوٹی سی کمیونٹی کا کیا حال ہوگا؟

کالر والا۔ بٹ انگلنڈ از مور کنجینیئل ٹو مائی ٹیسٹ (ملک انگلینڈ میرے مذاق سے زیادہ موافقت رکھتا ہے) دور نہ جاؤ یہی کالر یا قمیص لو جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ ان چیزوں تک تو مجھے انگلینڈ سے منگوانی پڑتی ہیں۔ کھانے کی چیزیں ہیں وہ بھی یہاں ڈھب کی

نہیں ملتیں۔ درجنوں ٹن طرح طرح کی اشیاء کے امپورٹ (منگوانے) کرنے پڑتے ہیں۔ یہاں کون رہتا ہے۔ بندہ تو انگلینڈ ضرور جا رہا تھا

مس تھارنٹن۔ مسٹر سی اب کی دفعہ جب انگلینڈ جاؤ تو میرے لئے اچھے اچھے میگزین بھیجنا نہ بھولنا تم جانتے ہو کہ میرا کیا مطلب ہے۔ ایسے ایسے میگزین جن میں نئے نئے فیشن اور نئے نئے طرز کی باتیں درج ہوں۔ دو ایک تو میرے پاس آتے بھی ہیں۔ مگر اُن سے کیا ہوتا ہے۔ میں زیادہ دیکھنے مانگتی ہوں ؂

مس ناتن۔ مسز بنرجی یہ مچھلی کے کٹلٹ تو غضب کے ہیں۔ اب سمجھتی ہوں کہ یہ تمہارا کام ہے خانساماں کا نہیں ہے ؂

مسز بنرجی۔ ہاں میں نے خانساماں کی کچھ کچھ مدد کی تھی۔ یہ پلاؤ اور قورمہ بھی میں نے ہی پکایا تھا۔ اور یہ امریکن تافی بھی جو آپ کے سامنے رکھی ہے میں نے خود بنائی ہے۔ مجھے اپنے ہاتھ سے کام کرنا بہت اچھا لگتا ہے ؂

مس تھارنٹن۔ بھئی ہم تو حیران ہیں کہ تم ایسی مشقت کس طرح گوارا کر سکتی ہو۔ میں تو اگر پانچ منٹ کے لئے بھی چولہا جھونکوں تو آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ پسینے میں ہوا لگ جائے تو نمونیا آ پکڑے۔ اور کپڑے جو خراب ہوں سو سوا۔ اور یہ نوکر تمہیں کھانا پکاتے دیکھکر اپنے جی میں کیا کہتے ہونگے ؂

مسز بنرجی۔ یہ کہتے ہونگے کہ یہ بھی کہیں کی خانساماں ہے ؂

مس ناتن۔ اپنے گھر کا کام کرنے میں کیا عیب ہے۔ اور کس بات کی بے عزتی۔ ہندو اور مسلمان عورتوں کو دیکھو۔ جو سونے سے ازسرتاپا مڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اُن کے یہاں خواہ ہزار نوکر ہوں پھر بھی اپنے ہاتھ سے گھر کا سارا کام کرتی ہیں۔ اور میں تو بڑی بڑی ذی عزت اور مالدار انگریز لیڈیوں کو بھی جانتی ہوں جو ایسی محنت اور مصروفیت سے گھر کا کام کرتی ہیں کہ نوکروں کو ہرا دیتی ہیں۔ اور اسے ذرا بھی کسر شان کا باعث نہیں سمجھتیں ؂

مسز بنرجی۔ مس تھارنٹن تو ان سب کاموں میں ماہر و مشاق ہیں۔ وہ تو صرف مجھ پر ہنس رہی تھیں۔ مس تھارنٹن یہ سلاد تو ذرا ٹرائی کیجئے۔ ڈاکٹر ابرکرا بھی آپ جنجر بیئر لینگے۔ یا روز بیئر؟ سوڈا واٹر کریم سوڈا اور لیمونیڈ بھی حاضر ہے۔ میتر جی بھئی یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ تم تو فقط چمچ کانٹا ہلائے جاتی ہو۔ کھاتی تو ابھی کچھ بھی نہیں ہو۔

ہو نہیں ہوگا۔ شاید مجھے خود تمہارے پلیٹ میں پلاؤ ڈالنا پڑیگا۔ اور میں اُسے منہا منہ بھر دونگی
نیمما یا تھوڑا لو۔ مجھ کو خوش کرنے کے لئے ذرا سا اور لو +

میری۔ تھنک یو مسٹر بنرجی۔ میں تو اپنی اشتہا سے بھی بڑھکر کھا رہی ہوں +

مسٹر بنرجی۔ میں افسوس کرتی ہوں کہ میں تم سے بہت باتیں نہیں کرسکی۔ پر تم جانتی ہو کہ میں کیسی مصروف رہی ہوں اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ کہ اگرچہ تمہیں یہاں آئے ہوئے فقط دو ہی گھنٹے گذرے ہیں۔ مگر میں ایسا محسوس کرتی ہوں کہ ہم ایک مدت سے دوست ہیں۔ اب یہ لوگ آپس میں اپنی اپنی باتیں کررہے ہیں سو مجھے ذرا فرصت ہے کہ تم سے دریافت کروں کہ تم کتنے دن تک پادری رابنسن صاحب کے یہاں ٹھیرو گی +

میری۔ مسٹر بنرجی۔ میں ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتی۔ شاید ایک آدھ ہفتہ تو ضرور رہونگی +

مسٹر بنرجی۔ اور وہ ایک آدھ ہفتہ تمہیں میرے یہاں کاٹنا چاہئے میں ابھی پادری صاحب سے کہونگی کہ وہ تمہیں یہیں چھوڑ جائیں۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میری درخواست کو رد نہیں کرینگے +

میری۔ میں آپ کی بہت شکرگذار ہوں۔ آپ اس قدر تکلیف نہ اٹھائیں۔ میں کسی وقت پھر آکر رہونگی۔ ابھی آپ پادری صاحب سے کچھ نہ کہیں +

مسٹر بنرجی۔ خیر ابھی میں اُنسے کچھ نہیں کہتی۔ تھوڑی دیر کے بعد کہونگی +

مس تھارنٹن۔ (آہستہ سے) اتھیل آج تمہارے بھائی جان کو کیا ہوگیا ہے۔ کسی سے کلام ہی نہیں کرتے۔ سارے وقت میں شکل سے دو تین لفظ ہی منہ سے نکالے ہونگے۔ البتہ آج آنکھیں بڑا کام کررہی ہیں۔ جب دیکھتی ہوں تو نگاہیں تمہاری جانی دوست مس غلام مسیح کیطرف ہی جھکی ہوئی پاتی ہوں۔

مس مارک۔ تمہیں پوچھ لو نہ کہ کیوں نہیں بولتے۔ تمہیں اسوقت اچھی چھیڑخانیاں سوجھی ہیں۔ میں تو جل بھنکر کباب ہو رہی ہوں۔ اور تم مجھ سے چہل کررہی ہو۔ مسٹر بنرجی بھی فدا ہوگئی ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ اس میری میں کیا جادو بھرا ہے۔ جو دیکھتا ہے۔ وہی اس کا بن جاتا ہے۔ تم نے سنا نہیں۔ مسٹر بنرجی ابھی اُس سے کہہ رہی تھیں۔ کہ ایک ہفتہ بھر میرے یہاں آکر ٹھیرو +

مس تھارنٹن۔ تم نے اس کا حال نہیں سنایا؟

مس مارک۔ وہ سب کچھ جانتی ہیں۔ اس پر بھی اُسے اپنے گھر بلاتی ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مسٹر بنرجی اس طرح بی بنیو (سلوک) کرینگی تو میں یہاں کبھی پاؤں نہ دھرتی +

ڈاکٹر اور مسز ابرکرامبی ۔ پادری صاحب ۔ مس ٹانق ۔ یہ سے از حاضرین [illegible]
یہ سب لوگ آپس میں الگ بیٹھے جوش و خروش سے گفتگو کر رہے تھے ۔ مسز [illegible]
کے ساتھ آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں ۔ اور مس تھارنٹن اور مس مارک کے درمیان [illegible]
جاری تھا جو اوپر قلمبند ہو چکا ہے ۔ گو بڑی دبی آواز سے مس مارک نے اپنے دل کا بخار [illegible]
نکالتے تھے یلوں ۔ اور اُن نگاہوں سے جو حقارت اور نفرت کی آگ سے معمور [illegible]
کیطرح میری کیطرف جا رہی تھیں ۔ اور دبی ہوئی آواز نے جسکی تلخی اور کدورت چھپائے
چھپ نہ سکی آخر غمازی کر ہی دی ۔ گو میری نے اخیل کے چار پانچ لفظ ہی سُنے تھے ۔ مگر [illegible]
پانچ لفظ اس کی ساری گفتگو کے سلسلہ کی ضروری کڑیاں تھیں ۔ ماسوائے اس کے چہرے [illegible]
خراؤن (غصہ آمیز صورت) آنکھوں کے خون اور غصہ بھری آواز نے ناشنیدہ الفاظ کو [illegible]
ہی آپ پیدا کر دیا ۔ اور میری کے متغیر رنگ اور پُر اشک آنکھوں نے بتا دیا کہ جس [illegible]
کو چھیدنا منظور تھا ۔ وہ خوب ہی زخمی ہو گئی ہے ۔ مسز بنرجی نے بھی دو تین لفظ سُن
لئے تھے ۔ اور وہ اُس دقیقہ رس خاتون پر دونوں طرف کا حال ظاہر کرنے کو کافی [illegible]
چونکہ مسز اور مس مارک اُن کے یہاں مہمان تھے اس لئے پادری صاحب سے اُسے
یہ کہنا کہ وہ میری کو اُن کے یہاں چھوڑ جائیں قرینِ مصلحت نہ سمجھا لہٰذا خاموش رہی ۔
اور اس رنج دہ حالت کو دور کرنے اور طرفین کی توجہ دوسری طرف لگانے کے لئے [illegible]
باتیں چھیڑ دیں ۔

مسز بنرجی ۔ مسز ابرکرامبی میں نے یہ ایک نئی چیز آپ کے لئے تیار کی ہے ۔ کیا آپ
جانتی ہیں کہ یہ کیا ہے ؟

مسز ابرکرامبی ۔ نہیں میں نہیں جانتی ۔ میں نے تو آگے کبھی اسے دیکھا تک نہیں
کیا ہے یہ ؟

مسز بنرجی ۔ یہ ہماری ہندوستانی پتنگ ہے ۔ یہ کنکوا کہلاتی ہے ۔

مسز ابرکرامبی ۔ اور یہ کیسا ڈلیشس ہے !

اس کے بعد چل میز پر آ بیٹھے ۔ [illegible] دیر تک اور گفتگو ہوتی رہی [illegible]
[illegible] کر کے سب اپنے اپنے گھر واپس آ گئے ۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۲

مسیحی لاہور

جلد ۱۲ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۸

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۲۲۹
مشن کی خبریں ۲۳۲
ایک [illegible] معاملہ ۲۳۸
[illegible] کی نسبت ایک رائے ۲۳۹
بچہ شیطان نے کسطرح پانہ نان کرایا ۲۴۰
علم الحیات ۲۴۴
کیتھرین بوتھ ۲۴۷
ولیم مرڈک ۲۴۹
مقناطیس ۲۵۱
بائبل کو کسطرح پڑھنا چاہیے ۲۵۶

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصولڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ

۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ

۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... [illegible]

[illegible] صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو بھی [illegible] روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے۔ اور اڈوائزری کمیٹی کو بھیجے

قابل توجہ

[illegible] خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام پادری [illegible] الدین بی۔ اے پریسبٹیرین [illegible] لکھا جانا چاہیئے [illegible] و ترسیل زر بنام پادری [illegible]

فہرست کتب

حقیقت المسیح۔ مصنفہ پادری پی کارنیگی سمپسن صاحب ایم۔ اے و ترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے۔

حیات داؤد۔ از پادری ایف۔ بی مائیر صاحب۔ نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے جس میں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی و ترقی کے لئے دلچسپ سبق نکالے ہیں۔ قیمت ۱۲ ار

مسیح کے خاص دوست۔ از پادری جے۔ آر۔ ملر صاحب۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے۔ جس میں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ ۶ ر

دہن شیر۔ یہ قیاصرۂ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے۔ جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے۔ اور اس سے اُس وقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے۔ قیمت ۱۲ ار

آوریس۔ رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ۔ قیمت ۸ ر

خاندان شونبرکوٹا کے حالات۔ یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا ہے انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔ قیمت ۱۲ ار

جان ہیلیفکس جنٹلمین۔ یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے۔ جس میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کس طرح وہ ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے دولتمند ہو گیا۔ نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور اُبھارنیوالا ہے۔ جلد اول قیمت ۱۲ ار

زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ۔ مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کے لئے تاریخی ثبوت ۱۲ ار

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ اٹھارھویں صدی کے آخر تک جس میں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے۔ قیمت ۸ ر

علوم طبعیہ کی تاریخ انیسویں صدی میں۔ قیمت ۸ ر

مشرق ماضی کی نابود شدہ تہذیب۔ جس میں قدیمی اقوام مثل چینی۔ ایرانی۔ عرب۔ بابل وغیرہ حالات درج ہیں۔ قیمت ۶ ر

قدما کی حکمت۔ جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں و رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے۔ قیمت ۶ ر

درخواستیں بنام منیجر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور آنی چاہئیں

نوٹ اور رائیں

ڈاکٹر دینا ناتھ صاحب اسسٹنٹ سرجن ترن تارن نے ایک چھوٹا سا مگر نہایت دلچسپ رسالہ موسومہ این آرگیومنٹ افکٹنگ آل (an argument affecting all

ایک دلیل جس کا اثر سب کے اوپر ہوتا ہے) بزبان انگریزی شائع کیا ہے - اس رسالہ میں لائق ڈاکٹر نے پہلے انسانی قوا کی تشریح کر کے یہ دکھایا ہے کہ انسان میں اور حیوان میں کیا فرق ہے - اور پھر انسان کی فضیلت قائم کرنے کے بعد نہایت دلچسپ اور فلسفانہ صورت میں ثابت کیا ہے کہ سچا مذہب فقط ایک ہی ہے جس میں خدا خود ابن آدم کی صورت اختیار کر کے بنی نوع انسان کو تعلیم دیتا ہے - اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کے جذبات اُس کی قوت ارادی کے محکوم رہتے ہیں - اور اُس کی قوت ارادی یعنی اُس کی مرضی کی اصلاح قوت تمیز کے وسیلے ہوتی رہتی ہے اور قوت تمیز ایمان کے زیر اثر اور ایمان خدا کی روح کے زیر فرمان رہتا ہے - یوں تمام قوتیں اپنی اپنی جگہ الٰہی منشا کے مطابق کام کرتی رہتی ہیں - یہ رسالہ سوال و جواب کی صورت میں لکھا گیا ہے - اگر ڈاکٹر صاحب اس کا ترجمہ مرحمت فرمائیں تو اُس سے نہ صرف اوراق مسیحی کو زینت حاصل ہوگی بلکہ طرز استدلال سے اُن اصحاب کو بھی فائدہ پہنچیگا جو انگریزی زبان سے نا آشنا ہیں ؛

حالات کلیسیا نمبر ا چار ورق کا رسالہ ہے جس میں مصنف نے کلیسیا کی ابتر حالت کی فوٹو کھینچی ہے - اور ہماری توجہ بالخصوص عہدہ داروں کی طرف معطوف کی ہے - دیہاتی عہدہ داروں کی کم علمی - اور مقدمات کے فیصلے کے وقت مشنریوں کی ہاں میں ہاں ملانے کی عادت پر نوحہ خوانی کی ہے - مصنف کی باتوں میں سچائی بھی ہے - اور کچھ کچھ مبالغہ بھی ہے - اس رسالہ کے پڑھنے سے شاید بہت احباب کو رنج پہنچا ہوگا - مشنریوں کو بھی اور دیسیوں کو بھی صدمہ ہوا ہوگا مگر ہم یہ صلاح دیتے ہیں کہ نکتہ چینی سے چیں بجبیں ہونے کے عوض زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ ہم نکتہ چین کے اعتراضوں پر صبر اور استقلال سے غور کریں - اور اگر اُس کی نکتہ چینی کے مطابق ہم میں کوئی نقص ہو تو اس کے استیصال کے درپے ہوں خواہ وہ کیسی ہی خفیف حالت میں کیوں نہ ہو ؛

ازلی ابدی ہے۔ تقریر کے آخر میں اُنہوں نے ایک بڑا ضروری ریمارک کیا۔ کہ ہندوستان میں ایک ویلش مشنری نے اپنی دیسی جماعت کے بارہ میں کہا کہ یہ بالکل ویلش جماعت نظر آتی ہے۔ کیا ہم ایسا چاہتے ہیں۔ کیا ہم کو چاہئے کہ ہندوستان میں ویلش۔ سکاچ۔ آئرش۔ امریکن اور انگلش گرجوں اور جماعتوں کی نقل ہو؟ سامعین سب چلّا اُٹھے۔ نہیں نہیں ❖

کلکتہ کے بشپ صاحب نے جو ہندوستان کے میٹروپولیٹن بشپ بھی ہیں۔ مشنری کام کے بارہ میں یہ کہا کہ "جو اصل بات مشنری کو درکار ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ سکھانا چاہتا ہے اُن کی حقیقی عزت کرے ... مجھے معلوم ہوا ہے کہ مشنری کچھ حد سے زیادہ ماں باپ بنتے ہیں اور یہی بات لوگ پسند نہیں کرتے ❖

کلیسیا اور مشن کی خبریں

ایک ہندو ڈپٹی کمشنر کا مسیحی ہونا۔ اس شخص کے مسیحی ہونے کا دلچسپ حال چرچ مشنری ریویو اور دیگر انگریزی اخباروں میں ہو چکا ہے۔ اُس کا مختصر بیان مسیحی کے ناظرین کے لئے بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

یہ صاحب الہ آباد کے آکسفورڈ اور کیمبرج ہوسٹل میں رہ چکے ہیں اور پادری ہالنڈ صاحب کے ہوسٹل کے کام کا یہ پہلا پھل ہے۔ دل میں تو وہ مدت سے مسیح پر ایمان لا چکے تھے۔ مسیحی دین کی واقفیت پہلے پہل کلکتہ کی ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن کے ذریعہ ہوئی۔ اور مسیحی دین نے ان کے اندر گھر کر لیا۔ بعد ازاں ۱۹۰۲ء میں وہ ہوسٹل مذکورہ میں باقاعدہ دو سال تک بائبل پڑھتے رہے۔ ان کی بیوی بھی مشن سکول میں تعلیم پا چکی تھیں۔ اس لئے مسیحی دین سے واقف تھیں۔ البتہ وہ انگریزی نہ بول سکتی تھیں۔ لیکن بپتسمہ کے لئے جو کچھ جاننا ضرور تھا۔ اس شخص نے خود اپنی بیوی کو سکھایا۔ بپتسمہ سے سات ماہ پیشتر اُن کے والد نے انہیں گھر سے نکال دیا اور اُن سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ پچھلے سال ماہ جولائی میں وہ بپتسمہ پا نے والے تھے۔ لیکن اسوقت وہ گزارہ کے لئے بالکل اپنے باپ پر انحصار رکھتے تھے۔ لہذا انہیں ملازمت کے ملنے تک انتظار کرنا پڑا اس وقت ایک اور دقت پیش آئی سرکاری قانون تھا کہ وہ اپنی بیوی کو ہمراہ نہ لیجائیں۔ مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنی بیوی کے ساتھ بپتسمہ پائیں۔ بڑی مشکل سے اجازت ملی اور دونوں نے بپتسمہ

بپتسمہ پایا ◆

چین۔ چین جاگ اٹھا ہے۔ ہاتھ منہ دھو کر کپڑا پہننے کی تیاری کر رہا ہے۔ چنانچہ تعلیم کے شوق کی ایک عجب مثال چرچ مشنری ریویو جولائی نمبر میں پائی جاتی ہے۔ ایک مشنری صاحب لکھتے ہیں کہ عرصہ پانچ سال کا گذرا۔ کہ سنٹ اسٹفن کالج قائم ہوا۔ اسوقت چرچ مشنری سوسائٹی نے یہ لکھا کہ تم کالج بنا سکتے ہو لیکن روپے کے ہم ذمہ وار نہیں۔ پانچ چینی اصحاب نے ساری ذمہ واری لی اور کالج شروع کر دیا۔ شروع میں سات طالب علم تھے اب ایک سو بیس ہیں شروع میں ایک انگلش اور ایک چینی ماسٹر تھا۔ اب پانچ اسسٹنٹ انگلش ماسٹر اور تین چینی ماسٹر ہیں۔ شروع میں آمدنی بذریعہ فیس ۴۸ پونڈ تھی اب تین سو پونڈ ہے۔ پہلے تنخواہوں کا خرچ ۱۵۰ پونڈ تھا۔ اب ایک ہزار پونڈ ہے۔ اور اس میں مشن ایک پائی خرچ نہیں کرتی۔ صرف مشنری کو مقرر کر دیتی ہے۔ اور باقی سارا خرچ چینیوں سے آتا ہے ◆

غارہ۔ (واقعہ فلسطین) یہاں ۲۵۰۰۰ باشندے ہیں عموماً یہ سب محمدی ہیں۔ مشن سکول لڑکے لڑکیوں کے لئے کھولے گئے ہیں جہاں ان محمدی بچوں کو مسیحی تعلیم ملتی ہے۔ اور اب یکم اپریل کو ایک نیا ہسپتال بھی کھل گیا ہے۔ اور وہاں مسیحی منادی بخوبی ہوتی ہے۔ صرف سکولوں اور ہسپتالوں ہی میں بائبل سکھانے کا موقعہ ہے ورنہ عام طور پر منادی کرنے اور وعظ کہنے کی اجازت نہیں ◆

نارووال۔ پادری ڈبلیو۔ پی۔ ہیرز صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے علاقہ میں ۲۵۰ گاؤں ہیں اور اُن میں سے ۱۶ گاؤں میں مسیحی تھوڑے بہت پائے جاتے ہیں۔ کام ترقی پر ہے۔ میں نے بارہا اپنے بھائیوں سے مدد کے لئے درخواست کی۔ لیکن یہی جواب ملا کہ اپنے لئے خود کارندے تیار کرو۔ لیکن جب تک وہ تیار نہ ہوں میں کیا کروں۔ گذشتہ دو سالوں میں پندرہ سو شخص متلاشی درج رجسٹر ہوئے ہیں جو تعلیم کے خواہشمند ہیں۔ ان کو تعلیم دینے کے لئے اور ان کے علاوہ بارہ سو مسیحیوں کی پاسبانی کیلئے میرے پاس صرف سات مددگار ہیں۔ اور اُن میں سے جس کو زیادہ سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے اُس کو سولہ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ میری زیر نگرانی بارہ سکول ہیں۔ اور کوئی دیسی یا پردیسی مددگار نہیں۔ اگرچہ کئی امور حوصلہ افزا ہیں جن کے لئے شکرگزار ہونا چاہئے لیکن بہت کچھ جو کرنا چاہئے وہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آدمیوں کی قلت کے باعث ہو ہی نہیں سکتا۔ اس علاقہ

تین گرجا ہیں اور ہر گرجا کے متعلق بڑی جماعت ہے ۔
پشاور ۔ دس سال گزرے کہ یہاں میڈیکل مشن کا کام عین شہر کے وسط میں شروع ہوا ۔ دوستوں کی مدد سے ڈاکٹر لنکاسٹر صاحب نے ۳۵ ہزار روپیہ کی لاگت سے ایک نیا ہسپتال دو سال ہوئے بنوایا ۔ اور سردی گرمی دونوں موسموں کے لئے یہ بہت مفید ہے ۔ ۱۹۰۸ء میں ۷،۰۴ مریض ہسپتال میں اندرونی مریضوں کے طور پر زیر علاج رہے ۔ اور ۱۲۶۰۳ مریض بیرونی تھے ۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک چھوٹے لڑکے کو اُس کا باپ ہسپتال میں پتھری کے علاج کے لئے لایا ۔ باپ اُسے بہت پیار کرتا تھا لیکن عمل جراحی سے خائف ہو کر اپنے بچہ کو واپس لایا اور کہا کہ میں پھر کسی وقت لاؤنگا اور شہر کو چلا گیا ۔ اور جس گلی میں یہ رہتا تھا اُسی گلی میں سے ایک دوسرا شخص اپنے بچے کو پتھری کے علاج کے لئے لایا ۔ اور پہلے شخص نے اسکو بھیجا تھا کہ عمل جراحی کی کامیابی کا تجربہ کرے ۔ چنانچہ یہ لڑکا زیر علاج رہا اور شفا پاکر اپنے باپ کے ہمراہ گھر چلا گیا ۔ تب یہ دوسرا شخص اپنے بچہ کو لایا اور علاج کرایا ۔ اسوقت سے اس شخص کے خیالات مسیحی دین کے بارہ میں بہت دوستانہ ہو گئے ہیں ۔ یہ باعزت محمدی شخص ہے اور اب ہمارا دوست ہے ۔
ٹوبہ ٹیک سنگھ ۔ (جھنگ بار) ۔ یہاں پادری احسان اللہ صاحب کام کرتے ہیں اور چرچ مشنری سوسائٹی کے پہلے با اختیار مشنری ہیں ۔ ان کے علاقہ میں بہت سے مسیح کے پیرو ادھر اُدھر مختلف گاؤں میں منتشر ہیں اور جاٹوں کے ساتھ سیپ کا کام کرتے ہیں بعض تعداد ان میں سے زمین ٹھیکہ پر لیکر زراعت کرتے ہیں لیکن عموماً غریب لوگ ہیں ۔ یہاں ۴ ۔ اگست سے ۹ ۔ اگست تک سخت بارش رہی ۴ تاریخ کی شام کو مسیحیوں کے اور چوہڑوں کے گروہ کے گروہ پادری صاحب کے گھر پر آنے لگے ۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ ہمارے مکان سب گر گئے ہیں شب باشی کے لئے جگہ دو ۔ پادری صاحب نے مسیحیوں کو تو اپنے گھر میں لے لیا ۔ لیکن باقیوں کو سرائے کی طرف بھیجدیا ۔ صبح کو سننے میں آیا کہ گاؤں کے گاؤں بہ گئے ہیں ۔ اناج وغیرہ سب تباہ ہو گیا ۔ بہت مویشی اور دیگر جانور بھیڑ بکری ۔ مرغی وغیرہ ہلاک ہو گئے ۔ خود ٹوبہ میں مکانات اس کثرت سے گرے کہ شہر اجاڑ معلوم ہوتا تھا ۔ اگر دو گھنٹے تک بارش اَور رہتی تو شہر بالکل گر جاتا ۔
پادری صاحب متلاشیوں کو علاوہ دینی تعلیم کے اُردو یا گورمکھی پڑھنا بھی سکھاتے ہیں

اور بعض بوڑھے بوڑھے شوق سے پڑھ رہے ہیں ؀

گوجرہ - یہاں بھی تقریباً ۵۰ فیصدی مکانات گر گئے کہتے ہیں کہ تقریباً دو لاکھ کا نقصان ہوگیا - ریلوے والوں نے اس مصیبت کے وقت بڑی مدد کی - گاڑیاں اِدھر اُدھر سے منگوا کر لوگوں کو رہنے کے لئے دیں - اور لوگ شہر سے نکل کر ان ریل گاڑیوں میں آ بسے - مشن کا گھر بھی کسیقدر گر گیا - پادری گرے صاحب اسوقت گھر میں تھے لیکن شکر ہے کہ خیر گذری - سارے شہر میں کسی آدمی کی جان کا نقصان نہیں ہوا - گوجرہ اور اناپکا کے درمیان انجن اور گاڑیاں ٹوٹ کر زمین میں دھس گئیں - جانوں کا بھی نقصان ہوا ؀

منٹگمری والا - اس مسیحی گاؤں میں بھی مکانات کا نقصان ہوا لیکن باقی خیریت رہی ؀

لاہور امریکن پریسبٹیرین ہوم مشن کا سمر سکول ماہ اگست میں ہوا - سب کارندے حاضر تھے - پڑھائی پورے ماہ تک ہوتی رہی - پادری طالب الدین کی دعوت پر پادری ہانڈ صاحب نے پانچ درس دیئے - چار صلیب پر تھے اور ایک روح کی قوت پر جو خدمت میں درکار ہوتی ہے پادری فلیمنگ صاحب نے بھی مختلف اشیاء پر سبق دیئے جو بڑے دلچسپ تھے - پہلا درس کھرے اور کھوٹے روپیے پر تھا - اس میں اُنہوں نے اوّل یہ ظاہر کیا کہ روپیہ کی قیمت اُس تصویر پر موقوف ہے جو اُس پر کندہ ہے - بغیر اس تصویر کے روپیہ ناکارہ ہے - اسی طرح مسیحی کی قدر بھی اسی پر موقوف ہے کہ اُس پر اُس کے بادشاہ نجات دہندے یسوع کی تصویر کندہ اور صحیح سالم موجود ہو - جب یہ تصویر دھندلی اور ماند پڑ جاتی ہے تو مسیحی ناکارہ ہو جاتا ہے - دوم - کھرے روپیہ کی پہچان اِس طرح سے ہوتی ہے کہ اُس کو ٹھنٹھنا کر دیکھتے ہیں اگر ٹھن ٹھن کی آواز ٹھیک آتی ہے تو وہ روپیہ کھرا سمجھا جاتا ہے ورنہ کھوٹا - مسیحی شخص میں ٹھن ٹھن کی آواز گویا اس کی زندگی ہے - ہر شخص جس سے اُس کا برتاؤ ہوتا ہے اسکی زندگی کو دیکھکر اُس کو پہچان لیتا ہے کہ وہ سچ مچ مسیحی ہے یا نہیں - سوم - بعض لوگ اندھے ہوتے ہیں وہ روپیہ کی تصویر اور سکہ کو دیکھ نہیں سکتے لیکن وہ بھی کھرے کھوٹے کو پہچان سکتے ہیں نہ صرف ٹھن ٹھن کی آواز سے بلکہ روپیہ کے دندانوں سے اُس کی گولائی وغیرہ سے یعنی مسیحی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی مسیحی شخص کو ایسے لوگ پہچان سکتے ہیں جو حقیقت میں مسیح کے پہچاننے کی آنکھ نہیں رکھتے ؀

دوسرا سبق انہوں نے آتشی شیشہ پر دیا۔ اُس کو لیمپ کے سامنے رکھا اور اس کے مقابل ایک کاغذ۔ لیمپ کی روشنی اس، آتشی شیشہ میں سے گزر کر کاغذ پر جا گرتی تھی۔ یہی مسیحی زندگی کا حال ہے۔ لیمپ مسیح ہے۔ آتشی شیشہ مسیحی زندگی ہے۔ کاغذ دیگر اشخاص ہیں جن میں مسیحی رہتا ہے۔ یہ شیشہ ریت اور مٹی سے بنتا ہے۔ اسیطرح مسیحی شخص مثل ریت اور مٹی کے تھا۔ گناہوں میں مُردہ خدا سے دُور، وعدوں سے محروم۔ اس کی روشنی کا اصول یہ ہے کہ لیمپ کے مقابل ہو۔ خوب فوکس پڑے ورنہ ٹھیک روشنی کا انعکاس نہیں ہوگا۔ اس لئے ہر شخص کو ہمیشہ مسیح کے سامنے رہنا ضرور ہے تاکہ دوسروں کو روشنی پہنچا سکے۔ پھر انہوں نے اُس شیشہ کو لیمپ کے چاروں طرف گھما کے دکھایا کہ مسیحی خواہ کسی طرف جائے جب تک اُس کا رُخ لیمپ کے مقابل رہیگا وہ برابر روشنی دیگا۔ یہ شیشہ روشنی خود نہیں بناتا بلکہ لیمپ کی روشنی کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ تیسرا سبق۔ ترازو کے ذریعہ تھا۔ ترازو کی دم کو ضمیر سے تشبیہ دی۔ اگر یہ دم عین وسط میں ہے تو پلڑے ٹھیک رہ سکتے ہیں۔ اس لئے ضمیر کی تربیت درکار ہے اور یہ روح پاک کی قوت سے ہو سکتی ہے۔ اگر ہم ہر ایک بات کی ٹھیک جانچ پڑتال کرنا چاہتے اور اُس کا درست اندازہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ضمیر کو روح پاک کے سپرد کریں۔ چوتھا سبق مقناطیس پر۔ اور یہ بھی بہت ہی دلچسپ تھا۔ اس لئے کہ اس کا مفصل ذکر دوسرے مقام پر ملیگا یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے (۱) مقناطیس اپنا اثر اُسوقت کرتا ہے جب وہ اپنے سہارے پر قائم ہو کسی چیز کی رکاوٹ نہ ہو۔ یہی حال مسیح کا ہے۔ بلا تعصب مسیح پر غور کرو تو اُس کا اثر فوراً معلوم ہوگا۔

(۲) پھر زمین میں چند چھوٹی میخیں پڑی تھیں وہ فوراً اُٹھکر اُس کے ساتھ جا لگیں۔ یہی حال مسیح کا ہے جب اُس نے کہا تھا کہ جب میں اونچے پر اٹھایا جاؤنگا تو بہتوں کو اپنی طرف کھینچونگا۔ روحیں خاک میں پڑی ہیں۔ اور کشش ثقل کا یہ خاصہ ہے کہ ہر ایک شے زمین پر گرے۔ اسیطرح ہر شئے کا رُخ نیچے کی طرف ہے جب تک کہ کوئی دوسری قوت داخل نہ ہو جو ہم کو اوپر کی طرف اٹھائے اور یہ قوت مسیح ہے (۳) جو میخیں اس مقناطیس سے جا لگتی ہیں اُن میں بھی ویسی قوت دوسری میخوں کو کھینچنے کی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی حال مسیحی کا ہے جو مسیح سے چمٹ رہا ہے اب وہ دوسروں کو کھینچ کر مسیح سے ملا دیتا ہے۔ اور یہ دو طرح سے عمل میں آتا ہے۔ اوّل مسیح ایسے شخص کو اُن روحوں کے پاس لیجائے جو خاک میں پڑی ہیں

یا وہ روحیں اتفاقی طور پر ایسے مسیحی کے نزدیک آجائیں تو وہ فوراً اُس سے کھنچ آئینگی (۳۴) اب اُنہوں نے دکھایا کہ مقناطیس سے ایک میخ چمٹ گئی ہے دوسری میخ پہلی میخ سے اور تیسری میخ دوسری سے جا لگی ہے اور یہی سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ لیکن اُنہوں نے پہلی میخ کو مقناطیس سے جس وقت الگ کیا وہ باقی میخیں بھی فوراً الگ الگ ہو کر گر پڑیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ کشش کی طاقت صرف اُسوقت تک ہے۔ جبتک کہ مسیحی مسیح سے لگا رہتا ہے۔ جہاں وہ اُس سے علیحدہ ہوا وہ کشش جاتی رہی۔

پادری طالب دین صاحب نے کفارہ پر درس دیئے اور اُن اعتراضوں کی تردید کی جو اس تعلیم پر کئے جاتے ہیں۔ اور صلیب کی روحانی قوت کو ظاہر کیا۔ اور اِمتطاؤس کی تفسیر کی۔ پادری سموئیل جیوا صاحب نے ا۔ سموئیل کی کتاب پر درس دیئے۔ اور اُن کے وسیلے روحانی نصیحتیں نکالیں۔ خدا اس کام کے وسیلہ اپنا جلال ظاہر کرے *

ڈیرہ غازیخاں۔ یہاں پر میڈیکل مشن کے دو ہسپتال ہیں۔ ایک مردانہ دوسرا زنانہ۔ بشارتی کام کے لئے ایک ریڈنگ روم ہے۔ ڈاکٹر اڈمیں انچارج ہیں۔ سرحدی لوگ دُور دُور سے علاج کے لئے آتے۔ اور روحانی جسمانی شفا پا کر جاتے۔ ظاہراً پھل تو بہت نہیں۔ لیکن امید ہے کہ کلام کا بیج جو بویا جا رہا ہے ضرور پھل لائیگا۔ چند سال سے دریا کا رُخ روز بروز ڈیرہ کی طرف ہوتا گیا۔ گورنمنٹ نے تین مضبوط بند پتھروں کے شہر کی حفاظت کے لئے بنائے۔ دو تو پچھلے سال بہ گئے۔ باقیماندہ تیسرا بند ۱۹- جولائی کو بہ گیا۔ دریا کا رخ روز بروز شہر کی جانب ہے۔ ہر روز قریباً سو فٹ زمین کاٹ لے جاتا ہے۔ پانی کی سطح زمین سے قریباً ایک فٹ اونچی ہے۔ اس لئے شہر کے لیے سخت خطرہ ہے۔ بچاؤ صرف دو کچے بندوں سے ذریعہ ہے۔ اس لئے ۲۲- جولائی کو ڈپٹی کمشنر صاحب نے مشنری صاحبان اور مسیحیوں کو حکم دیا کہ فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ اس لئے حکم حاکم سب مسیحی و مشنری نکل بھاگے۔ مشنری لیڈیز کی ہمت قابل تعریف ہے کہ اس سخت مشکل میں بھی دیسی بھائیوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بلکہ ایک لیڈی نے تو صاف کہدیا۔ کہ جبتک دیسی بھائی یہاں پر ہیں۔ میں یہاں سے نہ نکلونگی *

سول ہسپتال میں ڈاکٹر خوشحال خاں اسسٹنٹ سرجن انچارج ہیں۔ جنہوں نے مسیحی محبت اور لیاقت سے عوام کو گرویدہ کر لیا ہے۔ پہلے اس ہسپتال میں مشکل سے نصف درجن اندرونی مریض ہوتے تھے۔ اب تیس کے قریب ہیں۔ ہر ایک کو ڈاکٹر صاحب کی

بے غرضانہ محبت کا مداح پایا۔ ان کی میم صاحبہ بھی سچی محبت کا نمونہ ہیں۔ چھوٹے بڑے سے خلق سے پیش آتے ہیں۔ غرور تو نام کو بھی چھو نہیں گیا۔

جلالپور جٹاں ضلع گجرات۔ اس جگہ کی آبادی قریباً دس ہزار ہے۔ یہاں پر چند سال سے سکاچ مشن نے ایک ہسپتال اور مڈل سکول کھول رکھے ہیں۔ ڈاکٹر ٹیلر سے لائق مشنری انچارج ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی طبی لیاقت تو اس سے ظاہر ہے کہ دور دور یعنی جھنگ بار اور لاہور تک سے مریض آتے اور شفا پاکر جاتے ہیں۔ انسپکٹر جنرل صاحب نے ہسپتال کا معائنہ کیا۔ صفائی اور انتظام سے بڑی خوشی ہوئی۔

اسکول کی حالت ترقی پر ہے۔ قریباً سو طلبا تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہیڈ ماسٹر محمدی ہے۔ کیا ہمارے بزرگوں کو کوئی مسیحی بھائی اس خدمت کے لائق نظر نہیں آتا۔ ہمارے خیال میں مشن اسکول اگر مسیحی ہیڈ ماسٹر کے بغیر ہی نہیں۔ مسیحی انفلوئنس کیا خاک ہوگا۔

ایک غور طلب معاملہ

مکرم بندہ جناب پادری صاحب۔ آداب۔ طلاق کے متعلق بہت دفعہ مسیحی اخباروں میں بحث ہو چکی ہے۔ آج میری نظروں سے اخبار انڈین سٹینڈرڈ بابت ماہ جولائی گذرا۔ جس میں ایک بزرگ مسٹر ہوبز من کا نیا پہلو دکھاتے ہیں۔ اس لئے خط مذکور ہدیۂ ناظرین ہے۔ امید ہے۔ معزز ناظرین اس پر غور کر کے آپکے اخبار کے ذریعہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچائینگے۔

یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس کا تصفیہ ہندوستانی کلیسیا کے لئے اشد ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے بہتوں کو ٹھوکر لگی۔ نور ایمان سے منحرف ہو گئے۔ دیہاتی کلیسیا میں تو ہم کارندوں کو یہ مشکل روز بروز پیش آتی ہے۔ اور کئی جانیں اس کے ذریعہ ہلاک ہو گئیں۔ مورخہ ۵۔ اگست ۱۹۰۸ء۔

فیض از جلال پور جٹاں

طلاق کی نسبت ایک رائے

ڈیر مسٹر اڈیٹر۔ سب جانتے ہیں کہ ہندوستانی مسیحیوں کو انگریزی مقبوضات میں طلاق حاصل کرنا کیسا دشوار امر ہے۔ لیکن دیسی ریاستوں میں تو یہ امر ناممکن سا معلوم ہوتا ہے ۔

اس جگہ پیلوڈا میں ایک دیہاتی نوجوان مسیحی کو ایک اٹھارہ سالہ لڑکی سے شادی کرایا۔ لیکن ابھی شادی کو تین ماہ بھی نہ گذرے ہونگے کہ دلہن ایک بدچلن عورت نکلی۔ جسکو ناکارہ خیال کرکے آبادی سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اپنے ساتھ [illegible] بھاگ گئی۔ تب سے وہ [illegible] دونوں قریباً دو سو میل پر ایک گاؤں میں اکٹھے رہتے ہیں۔ خاوند بیچارا [illegible] منتظر ہے۔ جب اس بدکارہ سے اس کی خلاصی ہو۔ چند روز گذرے کہ اس نے [illegible] معرفت راج میں طلاق کے لئے درخواست دی۔ وہاں سے (میرے خیال میں) بڑا عاقلانہ جواب ملا۔ کہ جب تم نے یہ جوڑا باندھا۔ تو اب جب توڑنے کا موقعہ ملا ہے۔ خود ہی توڑ دو ۔

ہماری حالت بھی قابل غور ہے۔ ہم مسیحی جماعت ایک ہندو ریاست میں بستے ہیں۔ دیگر قوموں کی طرح راجہ صاحب سے زمین کاشت کے لئے لیکر گذارہ کرتے۔ ہر طرف سے ہز ہائنس مہاراؤ صاحب کی رعیت ہیں۔ اور ریاستی قوانین کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے اس لئے ہم کسی صورت میں اپنے مقدمات کو انگریزی کچہری میں نہیں لے جا سکتے۔ ہمارا سب سے اعلےٰ کورٹ آف اپیل مہاراؤ صاحب ہے۔ ریاست کا طلاق سے کچھ واسطہ نہیں۔ پروہت ہی شادی کی رسم ادا کرتا ہے۔ اور طلاق بھی صرف برادری کے سامنے پیش ہوکر فیصلہ پا سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے معاملہ میں بھی راج ہم کو ایک برادری خیال کرکے ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ کہ تمہاری اپنی پنچایت موجود ہے۔ خود ہی فیصلہ کر دو۔ اور ہم اسکو منظور فرمائینگے ۔

میرے خیال میں اس مشکل سوال کا یہی سب سے آسان اور قابل اطمینان حل ہے اس جگہ پیلوڈا میں ہم ہز ہائنس مہاراؤ صاحب کوٹہ کی رعیت ہیں۔ اور انگریزی گورنمنٹ سے ہمارا کچھ بھی واسطہ نہیں۔ اور نہ ہی ان کے احکام و قوانین ہم پر اطلاق پاتے ہیں۔ اس لئے کسی صورت میں ہم اپنا مقدمہ انگریزی کچہری میں لے جا ہی نہیں سکتے۔ اور ہماری

وہاں سننا بھی کون ہے۔ اس لئے ہم نے راؤ صاحب سے عرضی کی۔ اور حکم مل گیا کہ کلیسیا جو فیصلہ کرے ہم کو منظور ہوگا۔ اس سے بڑھکر ہم کو کیا چاہئے۔ اب ایک ہندو ریاست ہم پریسبٹیرین سوان حقوق کی طرف راہبری کرتی ہے۔ جو ہم کو کبھی ہاتھ سے نہ دینے چاہئے تھے۔ پس ہم کو جو کہ فی پریسبٹیرین ہیں ضرور بالضرور اس فیصلہ کی تصدیق اور اس پر عمل درآمد کرنا چاہئے۔ ہماری نظروں میں تو شادی صرف ایک مذہبی رسم ہے۔ جسکو خادم الدین یا پادری ادا کرتا ہے۔ اور اگر طلاق کی ضرورت ہو تو صرف کلیسیائی کچہری سے ملنا چاہئے۔ اور صرف اُسی کو یہ طاقت و اختیار ہونا چاہئے کہ اجازت دیوے۔ اگر آپ کہیں کہ انڈین گورنمنٹ ہم کو نکاح کا لائسنس دیتی ہے۔ تو میرا یہ جواب ہوگا۔ کہ گورنمنٹ نے بے جا طور پر ہمارا حق چھین لیا ہے +

ہاں طلاق کے متعلق بہت سے سوال مثلاً دوبارہ تقسیم۔ اولاد وغیرہ تو ضرور اٹھینگے۔ اس لئے میرے خیال میں یہ لازمی ہے کہ ایسے غیر اہم معاملات میں سرکاری کچہری میں اپیل کی اجازت ہو۔ جہانتک مجھکو معلوم ہے۔ طلاق کے متعلق دیسی ریاستوں کو مدنظر رکھکر اس سے پیشتر مسیحی کلیسیا میں کبھی بحث نہیں کی گئی +

ڈبلیو۔ بونز

پارۂ نان و بچۂ شیطان

یعنی

بچۂ شیطان نے کسطرح پارۂ نان کمایا

ایک غریب کسان ایک دن علے الصباح کھیت میں ہل جوتنے گیا۔ جاتے وقت اپنے ہمراہ روٹی کا ایک ٹکڑا برائے ناشتہ لے گیا۔ وہاں جاکر گھوڑی کو ہل میں جوتا۔ روٹی کے ٹکڑے کو کوٹ میں لپیٹ کر ایک جھاڑی میں چھپا دیا۔ کام کرتے کرتے جب گھوڑی تھک گئی۔ اور ادھر اسے بھی بھوک محسوس ہوئی۔ جھٹ پٹ ہل کھول کر گھوڑی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ جھاڑی کی طرف جاکر کوٹ کو اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ روٹی کا ٹکڑا گم ہے۔ کوٹ کو جھاڑا۔ چاروں طرف ڈھونڈھا۔ لیکن وہاں رکھا ہی کیا تھا۔ کہ اسکو مل جاتا۔ آخر تھک کر سوچنے لگا۔ کہ عجب معاملہ ہے یہاں نہ کوئی آیا نہ گیا۔ روٹی کا ٹکڑا کہاں غائب ہوگیا +

اصل میں یہ ٹکڑا بچۂ شیطان چرا لے گیا تھا۔ اور اب جھاڑی کے پیچھے چھپا دیکھ رہا تھا کہ کیا کیا گالیاں بکتا ہے۔ اور کیسی صلواتیں سناتا ہے۔ کسان بیچارے کو افسوس تو بہت ہوا۔ لیکن صرف اتنا کہا۔ "اچھا بھئی اس بھوک سے میں مر تو جاؤنگا ہی نہیں۔ اُس کا بھلا ہو جو میرا ٹکڑا چرا لے گیا۔ خدا اُس کو صحت و تندرستی بخشے" پھر کوئیں پر جا کر تھوڑا سا ٹھنڈا پانی پیا۔ اور تھوڑی دیر جھاڑی کے نیچے لیٹ کر آرام کیا اور پھر ہل جوتنا شروع کر دیا ؛

بچۂ شیطان کو اپنی ناکامیابی پر بڑا افسوس ہوا۔ کہ بجائے گالی گلوچ کے اُس نے تو خدا کا نام لینا شروع کر دیا۔ بھاگا بھاگا اپنے گرو گھنٹال شیطان کے پاس پہنچا۔ اور اپنی ناکامیابی کی رپورٹ سنائی۔ شیطان کو یہ سنکر تاب کہاں۔ غصہ میں آ کر بولا "جا میری نظروں سے دور ہو۔ اگر بے علم اب بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل بھاگیں۔ تو ہمارا ٹھکانا کہاں۔ ابھی واپس جا اور اُس سے بدلہ لے۔ اور اس روٹی کے ٹکڑے کو کما۔ تجھے تین سال کی مہلت ہے اگر اس میں کما لایا تو خیر ورنہ آب مقدس (Holy water) میں ڈال کر تنا کر دونگا ؛

بچۂ شیطان اتنا سن کر دم دبا کر بھاگا۔ اور سیدھا زمین کی طرف آیا۔ بہت دیر سوچ بچار کے بعد آخر فیصلہ کر لیا۔ کہ کیا کروں۔ مزدور کا بھیس کر کے اس غریب کسان کے پاس گیا۔ اور اُس کی ملازمت اختیار کر لی۔ اگلے برس موسم خشک رہا۔ بچۂ شیطان نے اپنے مالک کو صلاح دی۔ کہ دلدل زمین میں بیج بوئے۔ باقی زمینداروں نے اونچی زمین میں بویا۔ اس لئے ان کی فصلیں دھوپ سے جل گئیں۔ لیکن اس کی فصل بہت عمدہ ہوئی۔ اور اتنی پیداوار ہوئی۔ کہ سال بھر کھا کر بھی اُس کے پاس بہت سا اناج بچ رہا۔ دوسرے سال بچۂ شیطان کی صلاح سے اونچی جگہ پر بیج بویا۔ اور لوگ تو پچھلے سال کے ڈرے ہوئے نیچی زمین میں بوتے تھے۔ اس سال بارش سخت ہوئی۔ اور لوگوں کی فصلیں طغیانی سے برباد ہو گئیں۔ لیکن اس کی فصل بہت ہی عمدہ ہوئی ؛

اب تو کام بن گیا۔ اناج ہی اناج اتنا کہ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اس کے ساتھ کیا کرے بچۂ شیطان سے مشورہ کیا۔ اس نے اس کو شراب (وسکی) بنانی سکھا دی۔ جسکو کسان نے خود پیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیا ؛

اس کے بعد بچۂ شیطان اپنے استاد کے پاس حاضر ہوا۔ اور دست بستہ عرض کی۔ کہ جناب

میں نے روٹی کا ٹکڑا کما لیا۔ بڑی محنت کے بعد وہ قابو میں آیا۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو چل کر دیکھ لیجئے شیطان فوراً اُس کے ہمراہ ہو لیا۔ اور کسان کے گھر آن کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ جن کی تواضع شراب سے ہو رہی ہے اُس کی بیوی نے شراب گلاسوں میں ڈھالی۔ اور لیکر چلی۔ راستہ میں اس کو میز کے پائے سے ٹھوکر جو لگی۔ تو ایک گلاس زمین پر آ پڑا۔ کسان یہ دیکھکر آپے سے باہر ہو گیا۔ اور لگا داہی تباہی بکنے۔ "اندھی کہیں کی۔ تجھ نظر نہیں آتا۔ گدھی۔ شراب تو اس طرح پھینک رہی ہے۔ جیسے کوئی گندہ پانی پھینکے۔ آنکھ کھول کے چل۔"

یہ باتیں سنکر بچہ شیطان نے اپنے استاد کو اشارہ کیا۔ اور کہا "دیکھئے جناب۔ ہوں نالائق استاد کا لائق شاگرد۔ یہ ہیں ہمارے کرتب۔ بھلا اب تو کوئی اُس کی روٹی کا ٹکڑا چرا دیکھے وہ وقت گئے۔"

کسان جب گالیوں سے فراغت پا چکا۔ تو اپنی بیوی سے شراب کے گلاس چھین کر خود اٹھا کر لے چلا۔ عین اس ہی وقت ایک غریب کسان دن بھر کے کام سے تھک کر پاس سے گذرا۔ رونق دیکھکر بن بلائے اندر آن کر بیٹھ گیا۔ اور لوگوں کو پیتا دیکھکر تھوڑی سی مانگی لیکن بجائے دینے کے کسان بول اٹھا "آوارہ گرد کہیں کے۔ کیا میں نے دنیا کے سارے آوارہ گردوں کے لئے بھٹی کھول رکھی ہے۔ کہ جو مانگے اس کو دیدوں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"

یہ سنکر شیطان بڑا خوش ہوا۔ لیکن بچہ شیطان نے اکڑ کر کہا "ابھی جناب صبر کیجئے۔ ابھی ہوا ہی کیا ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔"

تمام مہمانوں اور کسان نے خوب پی۔ اور لگے میٹھی میٹھی باتیں کرنے۔ اور ایک دوسرے کی فضول تعریفوں کے پُل باندھ دیئے۔ شیطان ان کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ اور اپنے شاگرد کی تعریف کر کے کہنے لگا "کہ اگر یہ نشہ اتنا جھوٹ بلوا سکتا ہے۔ تو یہ لوگ تو کبھی بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل نہیں سکتے۔"

بچہ شیطان بولا "ذرا صبر کیجئے۔ ابھی تو شروع ہی ہے۔ تھوڑی سی اور پی لینے دیں۔ ابھی تو وے لومڑیوں کی طرح دُم ہی ہلاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی چاپلوسی کرتے۔ لیکن تھوڑی دیر میں وے بھیڑیوں کی طرح غرّائینگے۔" پھر سب نے ملکر ایک ایک گلاس اور نوش جان فرما اب تو ان کی گفتگو اونچی اور ترش الفاظ میں شروع ہوئی۔ اور بجائے چکنی چکنی باتوں

سکے سے ایک دوسرے پر غرّانے لگے اور گالی گلوچ تک نوبت پہنچی - بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی شروع ہوئی - اور ایک دوسرے کو خوب ہی پیٹا - میزبان کی تو اچھی طرح مرمّت کی - شیطان یہ دیکھکر برخوردار سے بڑا خوش ہوا - اور پیٹھ ٹھونک کر شاباش دی - بچۂ شیطان بولا یہ ذرا اور توقف کیجئے - ان کو ذری سی اور پی لینے دیں - پھر بجائے بھیڑیوں کی طرح غرّانے کے وہ سب کے سب سؤر کی طرح گندگی میں لوٹتے پھرینگے ؛

اتنا کہا ہی تھا کہ پھر دور چلنے لگا - اور نشہ تیز ہو کر بہکنے لگے - بیہودہ گفتگو کرتے - جب خوب چور ہو گئے - تو محفل برخاست ہوئی - اور دو دو تین تین لڑکھڑاتے ہوئے گھروں کو روانہ ہوئے - میزبان مہمانوں کو وداع کرنے دروازے کے باہر تک آیا - پاؤں جو پھسلا - تو گندے پانی کی نالی میں جا پڑا - اور وہاں پڑا سؤر کی طرح شور کرنے - شیطان کمال محظوظ ہوا - اور کہنے لگا شاباش - برخوردار کیا اعلےٰ شربت تیار کیا ہے - اب تو تم نے روٹی کا ٹکڑا کما ہی لیا - ہم تم سے بہت خوش ہیں - لیکن اتنا تو بتا دو کہ تم نے اس میں کیا کیا چیزیں ملائی تھیں - شاید پہلے لومڑی کا لہو ملایا ہوگا - کہ وہ سب لومڑیوں کی طرح میٹھی میٹھی چالاکی کی باتیں کرتے رہے - پھر شاید بھیڑیئے کے خون کی آب داری ہوگی - کہ بھیڑیوں کیطرح غرّانے اور لڑنے لگ گئے - پھر شاید سؤر کا خون ملایا ہوگا - کہ وہ سب سؤر کی طرح گندگی میں لوٹتے پھرے ؛

بچۂ شیطان بولا حضور والا جناب - میں نے ان باتوں میں ایک بھی نہیں کی - میں نے تو صرف اتنا کیا - کہ اس کو اناج کو ضرورت سے زیادہ خوراک دیدی - انسان میں حیوانی نیچر تو موجود ہی ہے - لیکن جب تک وہ محنت کرکے پسینہ کی روٹی کھاتا ہے - یہ نیچر دبا رہتا ہے - پہلے یہی شخص جب غریب تھا - تو اس کو روٹی کے ٹکڑے کے کھو جانے کی ذرہ بھر پرواہ نہ تھی - لیکن جب اس کی پیداوار زیادہ ہوئی - تو اس کو سامان عشرت کی فکر دامنگیر ہوئی - میں نے صرف اتنا کیا - کہ اس کو نشہ بنانا سکھا دیا - اور جب اس نے خدا کی نعمت کو اپنے عیش و عشرت کے لئے نشہ میں بدل ڈالا - تو لومڑی - بھیڑیئے اور سؤر کے نیچر نے زور مارا - اور جبتک لوگ نشے کا استعمال کرتے رہینگے - یہ حیوانی نیچر بھی زور پر رہیگا ؛

شیطان اپنے بچہ سے بہت خوش ہوا - اور اس کی خطا معاف کرکے منصب اعلےٰ پر ممتاز فرمایا ؛

علم الحیات

کیا موت پر خاتمہ ہے ؟

۲۴۔ اکتوبر ۱۸۵۲ء کو اتوار کے روز صبح کے وقت ڈانیال وے بسٹر صاحب نے اپنے ڈاکٹر سے یہ کہا کہ "میں آج مر جاؤں گا" ڈاکٹر نے کچھ اداس ہو کر اور قدرے تامل کے بعد یہ جواب دیا "ہاں صاحب آپ سچ کہتے ہیں" اُسی شام کو اُس کا آخری وصیت نامہ دستخط کے لئے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور دستخط کرنے کے بعد وہ یوں گویا ہوا "اے خدا تیرا شکر ہے کہ اس معقول کام کرنے کی طاقت دی اے خدا میں تیری ساری نعمتوں کے لئے شکر گذار ہوں" اُس کا خاندان اُس کے بستر کے پاس جمع ہو گیا اور اُس کا وقائع نگار مسٹر کرٹیس (Curtis) دوات قلم سنبھال میز کے سامنے جا بیٹھا تاکہ جو صاحب موصوف فرمائیں فوراً قلمبند کر لے۔ یہ آخری کلمات وے بسٹر صاحب نے ایسے لہجے سے فرمائے کہ تقریباً آدھے گھر میں سنائی دیئے "اس دنیا میں میری آرزو عموماً یہی تھی کہ میں اپنے مالک کی مرضی بجا لاؤں۔ یہ تو سب مانتے ہیں کہ خدا ہے۔ مجھے وہ ان سارے عجیب کاموں میں نظر آتا ہے۔ وہ خود کیسا عجیب ہو گا۔ اگر ہم میں سے کسی کو بقا کی امید نہ ہو تو اُس کا کیا حال ہو گا۔ لیکن اس بقا کے مسئلہ کے بارہ میں انجیل کے سوا اور کونسی کافی بنیاد ہے۔ یہودیوں میں کہیں کہیں روح کی بقا کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اور یہودی یہ بھی مانتے ہیں کہ اس خلقت کا ایک روحانی خالق ہے۔ رومیوں کو یہ علم نہ تھا اور نہ یونانیوں کو وہاں تک رسائی ہوئی۔ اور یہ روایت چلی آئی ہے کہ خدا نے موسیٰ کے ذریعہ یہودیوں کو پیغام پہنچایا۔ لیکن یہ روشنی بہت دھندلی سی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس نے یسوع مسیح کی انجیل کے ذریعہ بقا کے مسئلہ کو تاریکی سے نکال کر روشن کر دیا" یہ کلام کر کے یہ مشہور منطقی شخص اپنے بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ اور خداوند کی دعا پڑھی۔ اور اس کی زبان پر یہ آخری الفاظ تھے "زمین پر صلح اور آدمیوں سے رضامندی۔ یہی خوشحالی ہے یہی اصل ہے۔ آدمیوں سے رضامندی"

ایک اور تقریر میں صاحب موصوف نے یہ کہا تھا کہ "فلسفی دلائل عالم کر جو اس امر پر مبنی ہیں کہ کل عالم کی وسعت کے سامنے کرہ ارض کیسا خفیف ہے میرے ایمان کو کمزور کرنا چاہتی تھی۔ کی کوشش کرتی تھیں لیکن میرا دل اصرار مجھے یہ یقین دلاتا رہا کہ یسوع مسیح کی انجیل خدا کی طرف سے ایک حقیقت ہے۔ یہ بڑی رغلط محض ہی انسان کی طرح ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ یقین میرے کانشنس کے اندر نقش ہوگیا ہے۔ اور انسان کی کل تاریخ اس کا ثبوت ہے"۔

اگر موت ہر شے کو نیست نہیں کرتی تو اور کون شے کرسکتی ہے۔ بعضوں نے روح کی بقا کی یہ دلیل دی ہے کہ روح ایسا فاعل ہے جو دماغی کل سے علیحدہ ہے جیسے روشنی آنکھ سے یا آواز کان سے باہر ہے۔ اگرچہ روشنی کے بغیر آنکھ دیکھ نہیں سکتی لیکن روشنی کی ہستی آنکھ پر موقوف نہیں اور نہ آواز کی ہستی کان پر۔ اسیطرح روح کی ہستی دماغی کل پر موقوف نہیں۔ البتہ کوئی یہ اعتراض کرسکتا ہے۔ کہ روح کا دماغی کل سے علیحدہ ہونا کس طرح سے اس کی بقا کو ثابت کرتا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ اس سے روح کی بقا ثابت تو نہیں ہوجاتی۔ لیکن اس کا ظن غالب پیدا ہوجاتا ہے۔ جرمنی۔ سکاٹ لینڈ۔ انگلینڈ اور امریکہ کے بڑے بڑے فیلسوف مانتے ہیں کہ نفوس کا ڈھانچا بذات خود بالکل غیر متحرک ہے۔ اور اس کو حرکت میں لانے کیلئے ایک بیرونی فاعل کی اسیقدر ضرورت ہے جسقدر موسیقی ساز کو حرکت میں لانے کیلئے پس دماغ کا ختم ہونا کسیطرح سے روح کے نیست ہونے کا ثبوت نہیں ہے جیسے کہ موسیقی ساز کا ٹوٹ جانا بجانیوالی کی نیستی پر دلالت نہیں کرتا۔ ہر زمانہ میں علمائے طبیعیہ نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ روح اور بدن کا رشتہ اسی قسم کا ہے جو سر اور بربط میں ہوتا ہے۔ کہ جب بربط مطرب میں یا کشتی اور اسکے کھینے والے میں ہوتا ہے۔ لیکن جہاں یہ ظاہر ہوگیا کہ روح دماغی کل سے علیحدہ اور باہر ہے تو فوراً یہ ثابت ہوگیا کہ بدن اور روح کا رشتہ بھی ویسا ہی ہے جو بربط اور مطرب میں ہوتا ہے۔ اور ایسا ثابت کرنے سے بقا کی راہ میں جو بڑا اعتراض تھا۔ اس کو ہٹا دیا اور جبتک اس کے برعکس ثابت نہ ہو اور ابتک ثابت نہیں ہوا ہم یہ ضرور مانینگے کہ وہ روح باقی رہتی۔ کیونکہ روح ایک طاقت ہے اور سائنس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ طاقت نیست نہیں ہوتی ✦

اب ہم اسی اصول پر غور کریں جس کا ذکر پیشتر کئی دفعہ ہوچکا ہے۔ کہ ہر تبدیلی کے لئے ایک کافی سبب درکار ہے۔ اور اس اصول میں یہ چھ باتیں داخل ہیں:-

(۱) نیچر میں جتنی علتیں ہیں وہ سب حرکت کی علتیں ہیں ✦

(۲) اور حرکت کی ہر علت شے متحرک و مادہ سے علیحدہ اور باہر ہے ✦

(۳) حرکت کی سب علتیں ایک خط مستقیم کی سمت میں عمل کرتی ہیں ۔ جس نقطہ سے وہ طاقت شروع ہوتی ہے اُس کو وہ اس نقطہ سے جا ملاتی ہیں جس پر وہ عمل کرتی ہیں ؛

(۴) ہر علت کا نتیجہ قائم رہتا ہے ؛

(۵) اور ہر نتیجہ کے ساتھ اُس کی ضد پائی جاتی ہے ؛

(۶) ہر نتیجہ اپنی علت کے برابر ہوتا ہے ؛

آپ کو یاد ہوگا کہ طاقت کی تعریف یہ ہے "جو حرکت کے پیدا کرنے یا روکنے میں پھیل جاتی ہے" اب شاید آپ یہ پوچھیں کہ حرکت کے پیدا کرنے یا روکنے میں کیا شے پھیل جاتی ہے ؟ صرف ایک ہی شے کا خیال آسکتا ہے جو پھیلتی ہے یعنی دباؤ ۔ اب یہ دباؤ کہاں سے پیدا ہوتا ہے آپ کسی عالم ہرشل ۔ نیوٹن اور کارلائل وغیرہ سے پوچھئے ۔ وہ سب یکزبان ہوکر یہ جواب دینگے کہ اس دباؤ کے پیچھے جس سے جہان میں حرکت پیدا ہوتی ہے ارادہ ہے حرکت نظر آتی ہے ۔ حرکت کی علت دباؤ ہے اور دباؤ کی علت ارادہ ہے ۔ اور حال کے فیلسوف اس کو تسلیم کرچکے ہیں ۔ چنانچہ پروفیسر پرس (Pierce) اپنی ایک کتاب میں (Mathematics of Astronomy) جس میں سیاروں کا کچھ حساب ہے ۔ جس کے ایک باب کا عنوان یہ ہے "طاقت کا روحانی چشمہ" (The Spiritual Origin of force) یوں لکھتے ہیں کہ ساری طاقت کا چشمہ ارادہ ہے ۔ جہاں کہیں حرارت ۔ نور اور بجلی ہے ۔ وہاں ہم حرکت پاتے ہیں ۔ مادہ کے ذروں کی حرکت کے باعث یہ حرارت ۔ نور اور بجلی پیدا ہوتی ہے ۔ اور جہاں کہیں حرکت مشاہدہ میں آتی ہے وہاں ہم فوراً کہہ سکتے ہیں کہ اس کی علت دباؤ ہے ۔ اور جہاں کہیں دباؤ نظر آتا ہے وہاں ارادہ اُس کا سبب ہے ۔ اور یہ نتیجہ ہم کو اُس جلتی جھاڑی کی طرف لیجاتا ہے جہاں جوتی اتار کر چلنا درکار ہے ؛

شکرگذاری اور دعائیں جو ہر روز مانگنی چاہئیں

(۱) مانگو تو تمہیں دیا جائیگا ؛

(۲) جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے ۔ وہ سب تمہیں ملیگا ؛

(۳) ہم نیک کام کرنے میں ہمت نہ ہاریں ۔ کیونکہ اگر بیدل نہ ہونگے تو عین وقت پر کاٹیں گے ؛

نامور عورتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

گیٹ شیڈ میں "روحانی بیداری" کے کام میں بہت کامیابی ہوئی۔ تمام دن دعا کے جلسے ہوا کرتے تھے۔ عام میں جلوس نکالے جاتے تھے۔ جیسا کہ مکتی فوج والے آج کل کرتے ہیں۔ اسی قصبہ میں مسز بوتھ نے غربا کے گھروں میں جانا اور انہیں دعا خانہ کے جلسوں میں آنے کی ترغیب دینا شروع کیا تھا۔ شرابیوں کی حالت سنوارنے کی بھی کوشش اسی شہر سے شروع ہوئی تھی۔ جس میں مسز بوتھ کو بہت کامیابی ہوئی۔ جب سال ختم ہوگیا۔ تو کانفرنس نے ولیم بوتھ کو وہیں ٹھیرنے پر آمادہ کیا۔ تاکہ وہ اس حلقہ کے پاسبان بنے رہیں +

دسمبر ۱۸۵۹ء میں ایک شخص نے ایک رسالہ لکھکر شائع کیا۔ جس میں عورتوں کے وعظ گوئی کے حق پر حملہ کیا۔ اور بائبل سے آیتیں پیش کر کے کہا۔ کہ عورتیں وعظ نہیں کر سکتیں۔ مسز بوتھ نے اسے دیکھا۔ اس رسالہ کے نکلنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ امریکہ سے ڈاکٹر اور مسز پامر وعظ کرتے ہوئے انگلستان پہنچے تھے۔ مسز پامر دعا کے جلسوں میں بہت گہری دلچسپی لیتی تھیں۔ مسز بوتھ رسالہ دیکھکر بہت برافروختہ ہوئیں۔ اور اس کے جواب میں ایک رسالہ لکھ ڈالا۔ ایک مجادلہ شروع ہوگیا۔ اُنھوں نے اس دستور کے خلاف جس کے رو سے عورتیں وعظ و تعلیم کرنے سے روکی جاتی ہیں جہاد شروع کر دیا +

مسز بوتھ کے رسالہ کی اشاعت کی بابت کئی آدمیوں سے خط و کتابت شروع ہوگئی جب اس کے ہاں ایما اس بوتھ جو مسز بوتھ ٹکر ہیں پیدا ہوئی تو اس کے بعد اُنھوں نے عورتوں کے حق وعظ گوئی کی وکالت بڑے زور شور سے شروع کر دی۔ اور خود نمونہ پیش کیا جب روح عورتوں کو تحریک کرے۔ تو وہ برابر وعظ و تلقین کر سکتی ہیں

چوتھی فصل
مکتی فوج کی والدہ

۱۸۶۰ء میں مسز بوتھ نے اپنے شوہر کے گرجا میں منبر (پلپٹ) پر چڑھکر وعظ

شروع کیا۔ وہ کئی ماہ سے اسی مضمون پر بہت سوچتی رہی تھیں۔ مگر اُنہوں نے پلپٹ پر چڑھکر وعظ کرنے کا قصد نہیں کیا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ جب ان کے شوہر اپنا وعظ ختم کر چکے۔ تو وہ پلپٹ پر چڑھ گئیں۔ اور اُسے کہا۔ میں بھی تھوڑا سا کہنا چاہتی ہوں۔ وہ عرصہ سے یہی چاہتے تھے کہ میری بیوی وعظ کہا کرے۔ اس لئے جب بیوی نے شوہر سے کہا۔ میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ تو وہ کسیقدر حیران اور خوش ہوئے۔ اور حاضرین سے یہی کہا "میری پیاری بیوی کچھ کہنا چاہتی ہیں"۔

پلپٹ پر چڑھکر کہا۔ میں دیر سے محسوس کرتی رہی ہوں۔ کہ اپنی خاموشی سے خدا کی نافرمانی کرتی ہوں۔ مگر اب میں نے اس کے حکم کی تعمیل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ حاضرین پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا۔ بہت سے آدمیوں نے اُسیوقت راستبازی کا اقرار کیا۔ اور خدا کی خدمت گذاری کا عہد کر لیا۔ اپنے شوہر کے کہنے سننے سے مجبور ہو کر مسز بوتھ نے اُسی روز شام کی نماز کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اپنے شوہر کی منت سماجت کرنے پر مسز بوتھ نے شام کے وقت وعظ کہنے کا ارادہ کر لیا۔ اس موقع پر اُنہوں نے حسب ذیل آیت پر اپنے خیالات ظاہر کئے "روح سے معمور ہو جاؤ"۔ گرجا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ سامعین نے اس موقع پر بہت برکت حاصل کی۔

اُسی روز سے مسز بوتھ کی وعظ گوئی کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ اسی سال ان کے شوہر مسٹر بوتھ اپنے معمولی فرائض سے کنارہ کش ہو کر ماہ ستمبر میں آرام کرنے پر مجبور ہوئے ان کی عدم موجودگی میں بیوی نے تمام ضروری کاموں کی انجام دہی کا بیڑہ اُٹھایا۔ اندنوں جو خطوط مسز بوتھ نے اپنے شوہر کو لکھے تھے۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے وعظ سننے کے لئے لوگ جوق درجوق آیا کرتے تھے۔ بہت آدمیوں کو خدا کے کلام کی برکت نصیب ہوئی کئی آدمی خداوند کی سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنے اور اسے اپنا مکتی دآتا ماننے کے لئے تحریک پذیر ہوئے۔

اسکے بعد دوسرے سال مسز بوتھ کا دل ذاتی پاکیزگی کے مسئلہ کیطرف رجوع ہوا۔ ہوتے ہوتے انہوں نے اپنے واعظوں کا مضمون اسی کو قرار دیا۔ اور ہر موقع پر ذاتی پاکیزگی پر زور دینے لگیں۔ اسی کی ضمن میں ہمیں یہ بات افسوس سے کہنی پڑتی ہے۔ کہ مسز بوتھ کی دینی سرگرمی اس انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ وہ نقص کے درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ اور جو اس قسم کی دینداری کا خاصہ ہوتی ہے۔ جو لوگ مسیح کو قبول کرنے کے بعد غیر معمولی جوش و خروش ظاہر نہیں کرتے تھے

یا دینی امور میں کسی قدر سرد خشک طبیعت رکھتے تھے - اور معمولی رسمیات کے پابند تھے - انہیں وہ بڑی سختی اور بیدردی سے معتوب کرتی تھیں - یا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بہتر ہوگا - کہ وہ دوسرں کی کمزوریوں کی برداشت مطلق نہیں کرسکتی تھیں •

ولیم مرڈک

۲

سوہو میں پہنچکر مرڈک نے بولٹن اور واٹ صاحبان کے کارخانہ میں کام کرنا شروع کردیا اور اپنے عجیب و غریب پیٹنٹ بھی انہیں کے پاس بعوض زر کثیر کے فروخت کردیئے - سوہو کے کارخانے کے لئے مرڈک جیسا انتظامی مادہ والا شخص ضروری تھا - نسمتھ صاحب نے تیس سال بعد اس کارخانہ کا ملاحظہ کیا - اور مرڈک کے حسن انتظام کی داد دی - اسی جگہ مرڈک نے انتظام کیا ہوا تھا - کہ ایک بڑے انجن میں سے قوت بذریعہ ویکیوم (vacuum) دیگر چھوٹے چھوٹے انجنوں میں پہنچائی جاتی تھی - قوت کو منتقل کرنے کا یہ طرز تو مدت کا ایجاد کیا ہوا تھا - لیکن مرڈک نے اسے اور بھی تازگی کا رنگ دیدیا •

مسٹر نسمتھ صاحب یوں بیان کرتے ہیں - میرے لئے اس بڑے کارخانے کے انجنوں اور عمارات کا نظارہ عجب دلکش تھا گویا کسی قابل موجد طبع کی تجاویز اور تدابیر کا اختراعی نقش ہر ایک شے پر کندہ تھا - بہت سے اوزار جو مرڈک کے بنوائے ہوئے بیان ہوتے تھے - اس کی قابلیت کے شاہد تھے - کل سازی کے مختلف آلات اور اوزاروں کے دیکھنے سے گمان ہوتا تھا - کہ میں عالم اختراع کے کسی ابتدائی مستند تاریخی زمانہ کی سیر کررہا ہوں - ہماری فی زمانہ کلوں کے کسی پرانے ابتدائی ڈھانچے کو دیکھکر اور بھی دلچسپی بڑھتی تھی - ان سب سے مرڈک کی ذہانت ٹپکتی تھی - اور ظاہر ہوتا تھا - کہ کس طرح اپنے پرانے دقیانوسی طریقوں کو رد کرکے اپنی تحصیل مدعا کے لئے آسان اور سادے طریق کل سازی اور آلات کی تیاری کے اختیار کئے اور اختراع کئے •

ولیم مرڈک کی یاد میں چارلس بیتی صاحب الیف - آر - آیس یوں تحریر فرماتے ہیں - کہ ایک دفعہ میں آرسلی (Wednesbury) کے کارخانہ میں کام کررہا تھا - میرا باپ میرے پاس کھڑا تھا - مرڈک آپاس کھڑا ہوا - میرے کندھے پر تھاپی لگائی اور میرے باپ سے

مطلب پورا کیا۔ ہمسایہ نیبی۔ اچھے کارکن کی تربیت کا یہ طریق نہیں ہے۔ ہاتھوں سے بھی کام لینا چاہیے۔ اور کندھوں سے بھی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس سے اس کی مراد میری انجینیرانہ قابلیت سے تھی۔ پر آجکل ہم جانتے ہیں کہ کلوں کے متعلق اوزار کیا کام دیتے ہیں۔ اور کہ کب ہمیں ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کب ان کے بغیر مطلب نکالنا چاہیئے۔

واٹ صاحب تو اس کارخانہ سے ۱۸۰۰ء میں علیحدہ ہوگیا۔ بولٹن صاحب نے تادم مرگ یعنی ۱۸۰۹ء تک یہ کام جاری رکھا۔ واٹ صاحب ۱۸۱۹ء تک زندہ رہا۔ اس کی زندگی کے آخری ایام اچھی خوشی سے بسر ہوئے۔ اس کے پٹینٹ کی میعاد تو گذر گئی۔ اب صرف گذارہ ہی اس کو ملتا تھا۔ تاہم اب وہ بافراغت غور و فکر کرسکتا تھا۔ اور اپنی سابقہ اختراعات کے حسن و قبح پر نظر ڈال سکتا تھا۔ مرڈک سے اس کی وابستگی بدستور رہی۔ اور وہ گھنٹوں اس صنعت متعلقہ کل سازی پر بحث کرتے رہتے تھے۔ ہر روز تجربے کرتے تھے۔ اور کلوں میں قسم قسم کی ترقیات کیا چاہتے تھے۔ واٹ کا ارادہ تھا۔ کہ ہر شے میں سادگی بھری جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ مرڈک سے یوں کہا۔ یہ جان لینا کہ کن کن چیزوں کے بغیر ہمارا کام نکل سکتا ہے بڑی بات ہے۔ ہم کو ایک کتاب مرتب کرنی چاہیئے۔ جس میں یہ درج کیا جایا کرے۔ کہ فلاں فلاں چیز کو اڑا دینا چاہیئے۔ ان کے بغیر ہمارا کام نکل سکتا ہے۔ واٹ صاحب نے ان آخری ایام میں بت تراشی کی ایک کل ایجاد کی۔ اس ایجاد کی تکمیل یہاں تک ہوگئی۔ کہ ایک دفعہ واٹ نے اپنی صناعی کے تراشیدہ بت تحفہ کے طور پر اپنے احباب کے پاس بھیجے۔ ان کے ساتھ یہ لکھا۔ کہ یہ ایک نوخیز صناع محنت کا نتیجہ ہے۔ جو تراسی سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔ بعد ازیں واٹ اور مرڈک کے مابین خط و کتابت رہی۔ کلسازی کے متعلق نلکوں۔ پیچوں اور دیگر مضامین از قسم کا ذکر ہوتا تھا۔ واٹ مرڈک کی امداد اور مشورہ کے لئے بڑا ہی مشکور تھا۔

جنوری ۱۸۱۴ء میں واٹ نے مرڈک کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے گاڑی کے کام میں استعمال کرنے والی کل تیار کی ہے۔ برائے مہربانی اس تحفہ کو میری جانب سے قبول فرماویں۔ اس اثنا میں بولٹن اور واٹ کا کارخانہ جاری رہا۔ مرڈک ابتک اسی کارخانہ میں تھا۔ ۱۸۱۰ء میں دو اور پٹینٹ کرائے ایک تو پانی نکالنے کے سٹیم کے نلکوں کا اور دوسرا پتھر کاٹنے کے آرہ کا۔ ایک اور ایجاد اس کی دبائی ہوئی ہوا بذریعہ بوجھل چیزوں کے اٹھانے کے لئے تھی۔ اسی کل کے ذریعہ وہ گھنٹے بجانے کا انتظام کر لیتا تھا۔ اسی کل کو سر والٹر سکاٹ

نے ایڈنبرو میں اپنے مکان پر گھنٹے بجانے کے لئے استعمال کیا۔ مرڈک بچپن قسم کی اختراع کی دھن میں لگا رہا۔ پھر سمندر کی لہروں کی طاقت کو اکٹھا کر کے قابو لانے کی دھن میں رہا۔ اسے یہ بھی خیال تھا۔ کہ آب رواں کی طاقت کو یکجا کرنا بھی ممکنات سے ہے۔ مرڈک ہی کی تجویز سے جہازوں میں دو سٹیم انجن بجائے ایک کے استعمال کئے جانے لگے۔
بولٹن اور واٹ کمپنی نے بھی اپنی خدمات حسنہ کی وجہ سے بڑا نام پیدا کیا؛
ان لگاتار ایجادوں اور تجربوں کے دوران میں مرڈک ضعیفی کو پہنچ گیا۔ تو بھی کا رخانہ سوہو کی حالت اس کی توجہ اور دلچسپی کم نہیں ہوئی۔ بالآخر اس کے قوا سے آہستہ آہستہ زائل ہونے لگے۔ اور وہ اپنے مکان پر جو سکا مورایل پر تھا۔ پچاسی سال کی عمر میں بااس عالم بقا کو سدھارا۔ بولٹن اور واٹ صاحبان کی آرام گاہوں کے پہلو ہی میں اس کو دفن کیا گیا۔ چنیٹری۔ Chan-trey صاحب کا تیار کردہ بت مرڈک آجتک ہمارے درمیان ہے۔ جس سے اس قابل اور ذہین موجد کی یادگار قائم ہے؛

پادری فلیمنگ صاحب کا درس جو انگریزی میں دیا گیا تھا

مقناطیس

یعنی مسیحی زندگی اور خدمت میں کامیاب ہونیکا اصل راز جو مقناطیس کے خواص سے ظاہر ہوتا ہے

ہم سب مقناطیس کی خاصیتوں سے کم و بیش واقف ہیں۔ آج ہم اس کے خواص کے وسیلے اس راز کو آشکارا کرنا چاہتے ہیں۔ جس میں ہماری مسیحی زندگی اور خدمت کی کامیابی منحصر ہے۔ ذیل کی شکل میں الف ایک مقناطیسی سلاخ ہے۔ جو لوہے کی ایک میخ سے بوسیلہ ایک رسی کے لٹک رہی ہے مقناطیس کی ایک خاصیت یہ ہے

کہ اگر اُسے آزادی سے معلق ہونے کی اجازت مل جائے تو اُس کا رُخ ہمیشہ شمال کی طرف ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ جو لوگ سفر کرتے ہیں وہ اکثر اپنے پاس وہ چیز رکھتے ہیں جسے کمپس یا قطب نما کہتے ہیں۔ قطب نما کی سوئی کا رُخ ہمیشہ شمالی قطب کی طرف رہتا ہے۔ اور وہ مسافر جو گمراہ ہو جاتے ہیں۔ قطب نما کے وسیلے اپنی راہ پر پھر آ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سوئی مقناطیس کی جو ہمیشہ قطب شمالی کی طرف اپنا رُخ رکھتی ہے۔ اُنہیں بتلا دیتی ہے کہ وہ اپنی راہ سے داہنے یا بائیں بھٹک گئے ہیں۔ قطب نما گویا راہنما ہے*

الف

یسوع مسیح اس دنیا میں ہمارا راہنما ہے۔ ہماری ہدایت کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اُس کا رُخ ہمیشہ باپ کی طرف ہے۔ پس ہمیں اُسی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہئے تاکہ اس تیرہ و تار۔ پُرخطر و پُرخار دنیا میں ہم اپنی راہ سے بھٹکنے نہ پائیں۔ اگر وہ ساتھ ہوگا تو اُس کو دیکھکر۔ اُس کی آلہی اور بے نقص زندگی کو دیکھکر جو ہمیشہ باپ کی طرف جھکی رہتی ہے۔ ہم فوراً اُس راہ پر آ جائینگے۔ جس پر وہ چلا۔ اور وہی راہ خدا کی راہ ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مقناطیسی سوئی اُسی وقت رہنمائی کریگی۔ جب کہ کوئی غیر چیز اُس کی حرکات کو نہیں روکے گی۔ اگر اس مقناطیسی سوئی کو جو تم دیکھ رہے ہو۔ یہ کتابیں جو میز پر پڑی ہیں دبا لیں اور آزادانہ طور پر گھومنے اور حرکت کرنے سے روک دیں تو یہ اپنا رُخ شمال کی طرف نہیں کر سکے گی۔ یہی کیفیت مسیحی زندگی کی ہے۔ اگر ہم اپنی مرضی کے وسیلے مسیح کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ ہمیں کبھی سیدھی راہ نہیں دکھا سکیگا۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم کبھی جادۂ مستقیم پر قدم نہیں مار سکینگے۔ مسیح کو رہنمائی کے لئے ہماری زندگی میں پورا پورا اختیار پانا اور ہر مخالفت سے آزاد ہو جانا چاہئے اگر ہم یسوع کی منادی کرتے ہوئے صرف دنیا کو یہ کہیں کہ وہ ہمارا رہنما ہے تو دنیا اُسے بڑی خوشی سے قبول کریگی۔ ہاں آج ہزارہا اشخاص ایسے ہیں جو اُسے اپنا رہنما بنانے کو تیار ہیں۔ مگر یسوع مسیح فقط رہنما ہی نہیں ہے وہ اس سے بڑھکر ہے*

(۲) وہ نجات دہندہ بھی ہے۔ اور مقناطیس اس بات کو بھی بہت اچھی طرح حل کر دیتا ہے۔ دنیا میں ایک کشش پائی جاتی ہے۔ جو ہر ایک چیز کو زمین کی طرف بلکہ یوں کہیں کہ پاتال کی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کسی گیند کو کسی کتاب کو کسی گھڑی کو ہاتھ

سے چھوڑ دو۔ دیکھو گے اور وہ فوراً زمین پر گر پڑے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ گریوی ٹیشن (کشش ثقل) ہر چیز کو نیچے کھینچ لاتی ہے ۔

روحانی عالم میں بھی ایک کشش ہے جو کام کر رہی ہے وہ ہمیں نیچے نیچے پاتال کی طرف کھینچے لئے جاتی ہے۔ کوئی متنفس اس کشش سے بچا ہوا نہیں۔ ہم سب میں گناہ بستا ہے یہی وہ کشش ہے جس کے سبب سے ہم میں سے ہر ایک بجائے اوپر اٹھنے کے نیچے ہی جا رہا ہے۔ کوئی شے آپ ہی آپ اوپر ہوا میں نہیں اٹھ سکتی تاوقتیکہ کوئی اُس سے زور آور قوت اُسے نہ اٹھائے۔ اب دیکھئے کہ ذیل کی شکل میں مقناطیس کی سلاخ الف چھوٹی چھوٹی میخوں ب اور ج کو اوپر اٹھاتی ہے۔ وہ نیچے نہیں گرتی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مقناطیسی قوت نے اُن کو اوپر اٹھا رکھا ہے۔ ہم کو جو گناہ کی کشش کے سبب سے انسانی سفلی میں ڈوبے جاتے ہیں صرف رہنمائی کی ضرورت نہیں ہمیں ایک نجات دہندہ کی ضرورت بھی ہے جو ہمیں اپنی قوت بازو سے اوپر اٹھائے۔ یسوع نے کہا کہ اگر میں زمین سے اوپر اٹھایا جاؤں تو اوروں کو اپنی طرف کھینچ لونگا۔ اُس میں اوپر کھینچنے کی قوت پائی جاتی ہے۔ وہی ہمیں گناہ کے دلدل سے اوپر اٹھا سکتا ہے۔ پیارے دوستو ہمیں نہ صرف رہنما چاہئے۔ ہمیں ایک منجی بھی چاہئے مسیح ہم کو گرنے سے محفوظ رکھتا اور جب ہم اُس میں قائم ہو جاتے ہیں تو وہ ہمیں آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہے۔ جب خدا نے دیکھا کہ ہم نیچے ہی نیچے گرتے جاتے ہیں اور ہم میں اوپر اٹھنے کی قوت نہیں ہے۔ تو اُس نے اپنی عجیب محبت سے اُس قوت کو دنیا میں بھیجا جو ہمیں اوپر اٹھا سکتی ہے۔ لکھا ہے کہ "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے" اگر ہم اس آیت کو مقناطیسی استعارہ کے مطابق پڑھنا چاہیں تو ہم اس طرح پڑھ سکتے ہیں "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے وہ گناہ کی سزا اور خرابی کے پاتال میں غرق نہ ہو بلکہ مخلصی اور پاکیزگی کے آسمان کی طرف اٹھایا جائے" یاد رکھو ہم طیور نہیں ہیں کہ اپنے پنکھوں کے وسیلے ہوا میں پرواز کرتے پھریں۔ فطرت نے ہمیں یہ پنکھ نہیں دیئے ہیں۔ ہم انسان ضعیف البیان ہیں۔ گناہ کے سبب سے قعر تباہی میں جانے والے۔ پس ہمیں
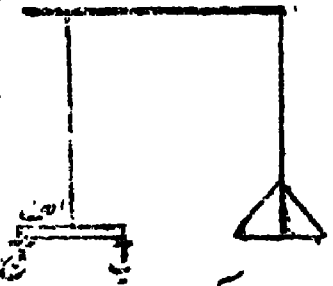
اسی قوت کی ضرورت ہے۔ اور خدا نے ہمیں یہ عطا فرمائی ہے +

اب سوال برپا ہوتا ہے کہ ہم کس طرح اس الٰہی مقناطیس میں جا لگیں؟ اس کا جواب ہے۔ ایمان سے۔ ایمان میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ اول خداوند یسوع کی باتوں پر بھروسہ کرنا۔ دوم اُس سے وصل ہو جانا۔ جسے انجیلی زبان میں پیوند ہو جانا بھی کہتے ہیں۔ مسیح میں لگے رہو۔ اُس میں قائم رہو۔ بس ہمارا کام اور کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم اُس میں ایمان سے قائم رہیں۔ اگر یہ رشتہ پیدا ہو جائے تو ہم آپ ہی آپ اوپر اُٹھتے جائینگے +

(۳) ایک اور بات کا ذکر بیان کرنا چاہتا ہوں جو ان دنوں میں خود سیکھ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ بھی سیکھیں۔ وہ بات مسیحی خدمت سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم اکثر اپنے گھٹنوں پر گر کر یہ دعا کیا کرتے ہیں۔ اے خدا مجھے یہ طاقت دے اور وہ قوت بخش تاکہ میں تیری یہ خدمت بجا لاؤں۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کام کرنے والے ہم ہیں۔ مگر حقیقی خدمت اور اُس کی کامیابی کا راز بھی یہی ہے کہ ہم اس میں قائم رہیں اور بس۔ ہم کسی کو خود بخود اوپر نہیں اُٹھا سکتے ہیں۔ مسیح سے جدا ہو کر ہم میں کوئی قوت کام نہیں کر سکتی۔ اُس نے خود فرمایا ہے۔ مجھ سے جدا تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اُسی کی قوت کام کرتی ہے۔ اور اُسی وقت کرتی ہے جبکہ ہم اس میں قائم ہوتے ہیں۔ دیکھئے ذیل کی شکل کو۔ ایک میخ کے ساتھ دوسری میخ۔ دوسری کیساتھ تیسری اور تیسری کے ساتھ چوتھی پیوست ہے۔ جب تک پہلی میخ مقناطیس کے ساتھ پیوند ہے تب تک باقی میخیں بھی اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ اور جب اُس کا تعلق اُس سے منقطع ہو جاتا ہے تو باقی بھی گر پڑتی ہیں +
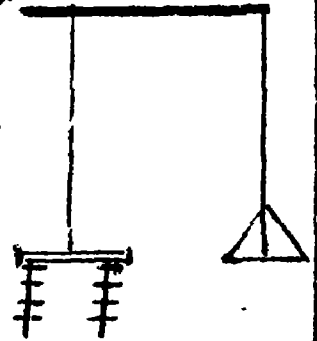
اس سے ظاہر ہے کہ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم اُس میں لگے رہیں۔ اگر یہ تعلق قائم رہیگا تو ہماری خدمت کے پھل بھی قائم رہینگے اور اگر قطع ہو جائیگا تو ہم میخوں کی طرح زمین پر گرے پڑے رہینگے اور کوئی میخ ہمارے وسیلے سے کھنچی نہیں جائیگی۔ یہ ایک سائنس کا مسئلہ اصول ہے کہ جب لوہا مقناطیس میں آلگتا ہے تو اُس کا ہر ایک ذرہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اُس میں ایک نئی مقناطیسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا وہ ایک نیا مخلوق بن جاتا ہے۔ مسیحی کی نسبت انجیل کیا کہتی ہے؟ کیا وہ یہ نہیں بتاتی ہے؟ کہ ہم [illegible] نئے مخلوق ہیں۔ ہم جب اُس میں لگ جاتے ہیں تو ہم میں اُس کی قوت آجاتی

ہے۔ اور ہماری ہستی کے ایک ایک ذرّے کو بدل ڈالتی ہے۔ لوہا کسی چیز کو نہیں اٹھا سکتا لیکن جب وہ مقناطیس سے پیوست ہو جاتا ہے تو مقناطیس کی قوت اُسے معمور کر دیتی ہے پھر تو وہ بھی لوہے کے ٹکڑے کو کھینچ لیتا ہے۔ پیارے بیبی ہم کسی کو نہیں کھینچ سکتے۔ مسیح کی مقناطیسی قوت ہے جو اوروں کو کھینچے گی۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ تم اس میں لگ کر نئے مخلوق بن جاؤ اُس کی طاقت سے جو اُس کی روح کی طاقت ہے معمور ہو جاؤ۔ وہ قوت اوروں کو آپ ہی آپ کھینچ لائیگی

اب صرف یہ بتانا باقی رہ گیا ہے کہ اگر ہم اُس میں قائم ہیں تو ہم کسطرح اوروں کو کھینچ لائینگے؟ یہ کام بھی مسیح خود کرتا ہے۔ اور دو طرح پر۔ ایک یہ ہے کہ وہ خود ہمیں جو اُس میں پیوند ہیں اور لوگوں کے پاس لیجائیگا۔ اور ہمیں ایسی صورت میں اُن کے ساتھ لگا دیگا کہ وہ آپ ہی آپ اوپر کھینچے چلے آئینگے۔ دیکھو اس شکل کو جو نیچے دی گئی ہے۔ اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی میخیں ایک جگہ پڑی ہوئی ہیں۔ مقناطیس اُن میں لایا جاتا ہے۔ پہلی میخیں بھی جو اُس میں لگی ہوئی ہیں اُس کے ساتھ چپٹی ہوئی وہاں جاتی ہیں اور وہ ان کے وسیلے سے بے شمار میخوں کو اوپر اٹھالیتا ہے۔ مسیح بھی یہی کرتا ہے اپنے بندوں کو جو اُس میں لگے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگوں کے درمیان لیجاتا ہے اُن کے وسیلے سے انہیں اوپر اٹھا لیتا ہے۔
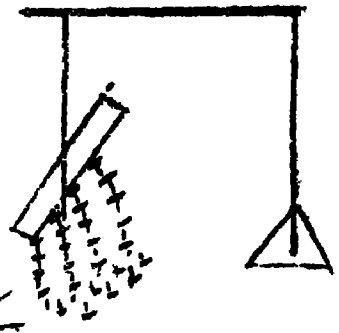
دوسرا طریقہ اُس کا یہ ہے کہ وہ اَور لوگوں کو ہمارے پاس لے آتا ہے۔ اور انہیں ہمارے ساتھ پیوند کر دیتا ہے۔ دیکھو ذیل میں مقناطیس کے ساتھ دو میخیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک ہاتھ اور میخیں اُن میخوں کے ساتھ لگا رہا ہے۔ اسیطرح مسیح کرتا ہے۔ وہ یا تو ہمیں منادی کی جگہوں پر۔ گاؤں میں۔ بازاروں اور کوچوں میں بھیجتا ہے۔ یا لوگوں کو ہمارے مکان پر لے آتا ہے اگر ہم اُسمیں قائم ہیں تو ضرور نتیجہ ہوگا کہ کہ ہم بہتوں کو کھینچ لینگے پس اس خدمت کو انجام دہی کے لیے ہمارا کام فقط اتنا ہے کہ ہم اُس میں لگے رہیں۔
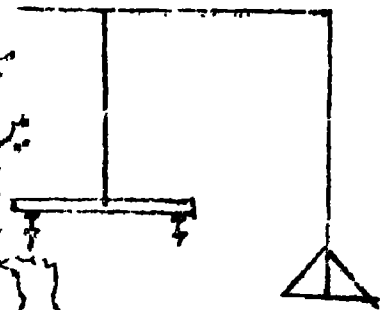
ڈاکٹر ٹوری صاحب کی مشہور کتاب "بائبل کو کس طرح پڑھنا چاہئے" میں سے نمونہ کیلئے ایک مقام

ڈاکٹر ٹوری صاحب اس نادر کتاب میں آیات کے مطالعہ کے متعلق ہدایتیں کرنے کے بعد ایک نظیر بدیں غرض پیش کرتے ہیں کہ واضح ہو جائے کہ اُن کی ہدایتوں کی پیروی کس طرح کرنی چاہئے۔ نظیر یہ ہے کہ پطرس کا خط ایمان دار کی نسبت ہمیں کیا سکھاتا ہے۔ اب سرسری نظر کو شائد چند باتوں سے زیادہ اور کچھ اس مضمون کے متعلق دکھائی نہیں دیگا۔ جو کچھ ذیل میں درج کیا گیا ہے۔ اُس سے ظاہر ہو جائیگا کہ صاحب موصوف کیسی گہری نظر سے کلام کا مطالعہ کرنے والے ہیں۔ اگر ہم اُن کی ہدایتوں پر چلیں تو ہمیں بھی اُن کی طفیل سے اس بحرنا پیداکنار پُراز لولوئے شہوار کی غواصی کا کچھ کچھ ڈھنگ آجائیگا۔ ہم بخوف طوالت فقط چند فصول ہدیۂ ناظرین کرسکتے ہیں۔ صاحب ممدوح نے صرف اسی مضمون پر اس ایک خط سے اتنا کچھ نکالا ہے کہ وہ بذات خود ایک رسالہ کی صورت میں شائع کئے جانے کے لائق ہے۔ اور پھر جو کچھ آپ نے خداوند یسوع کی الوہیت پر اسی ایک خط سے نکالا ہے اُسے دیکھکر پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ اُن کی کتاب کی کم از کم ایک کاپی ضرور ہر مسیحی کے پاس ہونی چاہئے +

۶ - چھٹا کام کسی کتاب کے مطالعہ کے متعلق یہ ہے کہ آیات کی تشریح سے جو نتائج پیدا ہوں وہ ترتیب وار رکھے جائیں۔ آپ نے آیات کی تشریح کے وسیلے سے بہت سی حقیقتیں معلوم کرلی ہیں۔ اور اپنے کاغذ پر لکھ بھی لی ہیں۔ اب آپ کا یہ کام ہے کہ آپ ان حقیقتوں اور صداقتوں کو ترتیب دیکر مرتب شکل میں رکھیں۔ اس کام کو انجام دینے کے لئے آیات کی تشریح میں سے گزرنا چاہئے اور اُن مضامین پر جن کا بیان خط میں آیا ہے نشان لگانا چاہئے بلکہ اُن کو اُسی وقت لکھ لینا چاہئے۔ پھر جب ان مضامین کی پوری فہرست تیار ہو جائے۔ تو ان مضامین کو علیحدہ علیحدہ کاغذوں یا کارڈوں پر لکھ لینا چاہئے۔ ازاں بعد ایک مرتبہ پھر تفسیر

تشریح میں سے گذر کر جو جو باتیں اُن مضمونوں کے متعلق معلوم ہوں۔ اُن کو اُس کاغذ یا کارڈ پر لکھ لینا چاہئے۔ جس پر آپ اُن سے تعلق رکھنے والا مضمون لکھ چکے ہیں۔ مثلاً ہر ایک بات جو خدا باپ سے علاقہ رکھتی ہے اُس کاغذ پر لکھی جائے جس کے سرے پر "خدا باپ" لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد اُن باتوں کو اچھی طرح اور ٹھیک ٹھیک طور پر تقسیم کرنا چاہئے جو ہر مضمون کے ضمن میں آتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ ہم پطرس کا پہلا خط پڑھتے رہے ہیں۔ اب جب ہم نے اُس کی آیات کی تشریح اور تقسیم کر لی۔ اور ایک مرتبہ پھر اُس پر سے عبور کیا تو اُس میں کم از کم یہ مضامین پائے (۱) خدا۔ (۲) یسوع مسیح (۳) رُوح القدس (۴) ایماندار (۵) شوہر اور جورواں (۶) نوکر (۷) نئی پیدائش (۸) خدا کا کلام (۹) پرانے عہد نامہ کے نوشتے (۱۰) نبی (۱۱) دعا (۱۲) فرشتے۔ (۱۳) شیطان (۱۴) بپتسمہ (۱۵) انجیل (۱۶) نجات (۱۷) دنیا (۱۸) انجیل کے مناد اور استاد (۱۹) آسمان (۲۰) فروتنی (۲۱) محبت ۔

اب یہ باتیں عام عنوانوں کا کام دینگی۔ لیکن جب وہ باتیں جو تشریح کے وسیلے دستیاب ہوئی ہیں۔ ان مختلف عنوانوں کے نیچے مرتب کی جائینگی۔ تو معلوم ہوگا کہ وہ خود کئی اجزا میں تقسیم ہوسکتی ہیں۔ مثلاً جو باتیں خدا کے متعلق معلوم ہوئیں وہ ان اجزا میں منقسم ہوسکتی ہیں (۱) اُس کے اسماء (اس سرخی کے نیچے جو باتیں آئی ہیں وہ آگے خود کئی حصوں میں منقسم ہوسکتی ہیں) (۲) اُس کی صفات (یہ بھی مختلف اجزا میں تقسیم ہوسکتی ہیں) مثلاً (الف) اُس کی پاکیزگی (ب) اُس کی قدرت (ج) اُس کا ازلی علم (د) اُس کی وفاداری (ﮦ) اُس کی برداشت۔ (س) اُس کا فضل۔ خدا کے فضل کے متعلق اس خط میں کم از کم ۲۵ یا ۲۵ سے زیادہ باتیں بتائی گئی ہیں۔ (ش) اُس کی رحمت (ص) اُس کی بے طرفداری۔ (ض) اُس کی سختی (۳) اُس کی عدالتیں (۴) اُس کی مرضی (۵) خدا کے نزدیک کیا پسندیدہ ہے (۶) خدا کی طرف ہمارا کیا فرض ہے (۷) خدا کے رہنے کی جگہ (۸) خدا کی حکومت (۹) خدا کا کام۔ یعنی خدا کیا کرتا ہے۔ خدا کی ملکیتیں۔ مثلاً "خدا کا ہاتھ"۔ "خدا کا گھر"۔ "خدا کی انجیل"۔ "خدا کا گلہ"۔ "خدا کے لوگ"۔ "خدا کے قیدی اور غلام"۔ "خدا کا کلام"۔ "خدا کی باتیں" وغیرہ وغیرہ ۔

اگر اس ترتیب دینے والے کام کی مثال کسی کتاب کی کسی خاص تعلیم کے متعلق پورے پورے طور پر دی جائے تو شاید وہ زبانی صلاح کی نسبت زیادہ مفید ثابت ہوگی اور اُس سے یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ اس طریق سے کیسا عمدہ پھل پیدا ہوتا ہے۔ پس ہم

نظیر کے طور پر پہلے پطرس کی تعلیم مومنین کے متعلق پیش کرینگے - اور دیکھیں گے کہ یہ خط اس تعلیم کے متعلق کیا کہتا ہے ⁂

یہ خط ایماندار کی بابت کیا سکھاتا ہے

۱- ایماندار کے حقوق۔

(۱) اُس کی برگزیدگی ⁂

(الف) خدا اُس کا ازلی علم رکھتا ہے۔ ۱: ۲

(ب) وہ خدا کا چُنا ہوا ہے۔ ۱: ۱

(ج) وہ خدا کے ازلی علم کے مطابق خدا کا چنا ہوا ہے۔ ۱: ۲

(د) وہ فرمانبرداری کے لئے چُنا ہوا ہے۔ ۱: ۲

(ر) وہ یسوع کے خون کے چھڑکے جانے کے لئے چُنا ہوا ہے۔ ۱: ۲

(س) وہ رُوح کی تقدیس کے وسیلہ چنا گیا ہے۔ ۱: ۲

۲- اُس کی بلاہٹ۔

(ا) اُسے کس نے بلایا ہے؟ خدا نے۔ ۱: ۱۵

خدا نے جو ہر طرح کے فضل کا چشمہ ہے ۵: ۱۰

(ب) کس بات کے لئے بلایا گیا ہے؟

وہ اس لئے بلایا گیا ہے کہ صبر سے دُکھ کی برداشت کر کے نیکی کرنے میں مسیح کے نقش قدم پر چلے ⁂

وہ اس لئے بلایا گیا ہے کہ بُرا بھلا سُنکر برکت دے۔ ۳: ۹

وہ تاریکی سے خدا کی عجیب روشنی میں بلایا گیا ہے۔ ۲: ۹

وہ خدا کے ازلی و ابدی جلال کے لئے بلایا گیا ہے۔ ۵: ۱۰

(ج) کس میں بلایا گیا ہے؟

مسیح میں ۵: ۱۰

(د) کس غرض کے لئے بلایا گیا ہے؟

تاکہ اُس کی خوبیاں ظاہر کرے جس نے اُسے بلایا ہے۔

تاکہ وہ ایک میراث کا وارث ہو۔ ۳: ۹

۲۔ اُس کی نئی پیدائش

وہ نئے سرے سے پیدا ہوا ہے

(الف) خدا سے پیدا ہوا ہے ۱: ۳

(ب) زندہ امید کے لئے نئے سرے سے پیدا ہوا ہے۔ ۱: ۳

(ج) ایک میراث کے لئے نئے سرے سے پیدا ہوا ہے جو غیر فانی اور بیداغ اور لازوال ہے جو آسمان پر محفوظ ہے ۰

(د) مسیح کے مُردوں میں سے جی اٹھنے کے باعث پیدا ہوا ہے۔ ۱: ۳

(ر) وہ غیر فانی تخم سے۔ خدا کے کلام سے جو زندہ اور قائم ہے پیدا ہوا ہے۔ ۱: ۲۳ ۰

۳۔ اُس کی مخلصی

(الف) اُس نے چاندی اور سونے جیسی فانی چیزوں کے وسیلہ مخلصی نہیں پائی ۱: ۱۸ ۰

(ب) مسیح کے قیمتی خون سے مخلصی پائی ہے ۱: ۱۹

(ج) اُس نے اُس نکمے چال چلن سے جو باپ دادوں سے چلا آتا تھا۔ رہائی پائی ہے۔ ۱: ۱۸ ۰

(د) اُس کے گناہوں کو لے کر مسیح خود صلیب پر چڑھ گیا ہے۔ ۲: ۲۴

۵۔ اُس کی تقدیس۔

وہ روح کے وسیلے پاک کیا گیا ہے۔ ۱: ۲

۶۔ اُس کی صفائی

وہ مسیح کے خون سے صاف کیا گیا ہے۔ ۱: ۲

۷۔ اُس کی حفاظت۔

(الف) وہ خدا کی قدرت سے محفوظ ہے۔ ۱: ۵

(ب) وہ اُس نجات کے لئے محفوظ ہے جو تیار ہے اور آخری ایام میں ظاہر ہونے کو ہے۔ ۱: ۵ ۰

(ج) خدا اُس کی فکر کرتا ہے۔ ۵: ۷
(د) وہ اپنا سارا فکر اُس پر ڈال سکتا ہے۔ ۵: ۷
(ر) فضل کا خدا اُسے دُکھ کی تھوڑی مدت کے بعد کامل اور قائم اور مضبوط کریگا
۵ : ۱۰
(س) اگر وہ سرگرمی سے نیکی کرے تو کوئی اُس کے ساتھ بدی نہیں کر سکتا ہے
۳ : ۱۳
(ش) وہ شرمندہ نہیں ہوگا ۔ ۲: ۶
۸۔ اُس کی خوشی ۔
(الف) اُس کی خوشی کی خاصیت ۔
(a) وہ اُس کی موجودہ خوشی ہے
بے بیان خوشی ہے۔ ۱: ۸
جلال سے بھری ہوئی خوشی ہے ۱: ۸
(یہ خوشی ایسی خوشی ہے کہ طرح طرح کی آزمائشوں کے دُکھ کے سبب سے بھی ضائع نہیں ہوتی۔ ۱: ۶)
(b) اُس کی آئندہ خوشی ۔ بے نہایت ہے ۔۴: ۱۳
(ب) وہ کونسی باتوں میں خوشی کرتا ہے ؟
(a) اُس نجات کے سبب سے خوش ہوتا ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے کیلئے تیار کی گئی ہے ۔ ۱: ۹
(b) اُس ایمان کے سبب سے خوش ہوتا ہے جو وہ اندیکھے مسیح پر رکھتا ہے ۔ ۱: ۸
(y) وہ مسیح کے دُکھوں میں شامل ہونے کے سبب سے خوش ہوتا ہے ۔۴: ۱۳
(ج) وہ کن باتوں میں آئندہ خوش ہوگا ؟
(a) مسیح کے جلال کے ظاہر ہونے کے سبب سے خوش ہوگا ۔۴: ۱۳
(فائدہ۔ مسیح کے دکھوں میں شامل ہونے کی موجودہ خوشی اُس بے نہایت خوشی کی شرط ہے جو مسیح کے جلال کے ظاہر ہونے کیوقت نصیب ہوگی ۴: ۱۳
۹۔ اُس کی امید۔

(الف) اس کی خاصیت۔

(a) زندہ امید ہے ۱: ۳

(b) وہ عقل کے موافق ہے۔ ۳: ۱۵

(c) وہ باطنی امید ہے "تم میں" ۳: ۱۵

(ب) اُس کی امید کس میں ہے؟

خدا میں ہے۔ ۱: ۲۱

(ج) اُس کی امید کی بنیاد کیا ہے

(a) مسیح کا مُردوں میں جی اٹھنا۔ ۱: ۳۔ ۲۱

۵۔ اس کی نجات۔

(الف) وہ ایسی نجات ہے جو وقوع میں آچکی ہے۔

(a) وہ خلاصی پاچکا ہے۔ ۱: ۱۸۔ ۱۹

(b) وہ شفا پاچکا ہے۔ ۲: ۲۴

(فائدہ۔ بپتسمہ کے وسیلہ (تشبیہ کے طور پر) ایماندار بھی اُسی طرح جس طرح کہ نوح طوفان کے وسیلے فائز بہ نجات ہوا فطرت کی پُرانی زندگی سے نکل کر فضل کی نئی اور مُردوں میں جی جھئی زندگی میں داخل ہوگیا ہے ۳: ۲۱)

(ب) وہ ایسی نجات بھی ہے جو اب وقوع میں آرہی ہے۔

(a) ایماندار اب اپنی روح کی نجات پارہا ہے۔ ۱: ۹

(b) وہ کلام کی خوراک کے وسیلے ترقی کرنیوالی نجات ہے۔ ۲: ۲

(c) وہ آنے والی نجات ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونیوالی ہے۔ ۱: ۵

۔ ایماندار کی ملکیت۔

(الف) خدا اُس کا باپ ہے۔ ۱: ۱۷

(ب) مسیح بھی اس کا ہے۔

(a) اس کا گناہ اٹھانے والا ہے ۲: ۲۴

(b) اُس کا نمونہ ہے ۲: ۲۱

[illegible]

(ج) وہ ایک زندہ امید رکھتا ہے۔ ۱:۳

(د) وہ ایک غیر فانی بے داغ اور لازوال میراث کا وارث ہے جو آسمان پر محفوظ ہے۔ ۱:۴

(ر) وہ کثیر فضل اور سلامتی کا وارث ہے ۱:۲

(س) خالص روحانی دودھ اس کو ملتا ہے ۲:۲

(ش) خدمت کے انعام اُسے حاصل ہیں۔ ہر ایماندار کوئی نہ کوئی انعام رکھتا ہے ۴:۱۰

۱۲- ایماندار کیا ہیں؟

(الف) چنی ہوئی قوم ہیں۔ ۲:۹

(ب) شاہی کاہنوں کا فرقہ ہیں ۲:۹

(ج) مقدس کاہنوں کا فرقہ ہیں۔ ۲:۵

(د) ایک پاک قوم ہیں۔ ۲:۹

(ر) خدا کی خاص میراث ہیں۔ ۲:۹

(س) زندہ پتھر ہیں۔ ۲:۵

(ش) خدا کا گھر ہیں۔ ۴:۱۷

(ص) روحانی گھر ہیں۔ ۲:۵

(ض) خدا کا گلہ ہیں۔ ۵:۲

(ط) فرمانبرداری کے فرزند ہیں ۱:۱۴

(ظ) مسیح کے دکھوں کے حصہ دار ہیں ۴:۱۳

(ع) ظاہر ہونیوالے جلال کے حصہ دار ہیں۔ ۵:۱

(غ) مسافر ہیں۔ ۱:۱

(ف) اس دنیا میں پردیسی ہیں۔ اُن کے ملکی حقوق یہاں نہیں ہیں۔ آسمان پر ہیں ۲:۱۱ مقابلہ کرو فلپی ۳:۲ کے ساتھ۔

(ق) وہ دوسرے ملک کو جا رہے ہیں۔ ۲:۱

(ک) وہ مسیحی ہیں۔ لہذا مسیح کے قائم مقام ۴:۱۶

جلد ۱۲ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۸ع | نمبر ۹

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۲۶۳
مشن کی خبریں ۲۶۶
ایک نامور حبشی لیڈر ۲۷۱
ہند میں مسیحی یونیورسٹی ۲۷۵
ہندوستانی مسیحی اور قومی تحریک ۲۷۷
جان لوب ۲۸۴
علم الحیات ۲۸۷
پھر شکستہ دلوں کو تسلی دیتی ہے ۲۸۹
نامور عورتیں ۲۹۲
مختصر فہرست کتب ... سرورق کے صفحہ کے اندر

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصولڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ
۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ
۵۰ روپیہ سے زیادہ ماہوار آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مربی۔ جو صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والونکو بھی ایک روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے اور اڈوائزری کمیٹی کے ممبر ہونگے

قابل توجہ

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام پادری طالب الدین بی۔ اے پریسبیٹیرین چرچ نولکھا (لاہور) ہونی چاہیئے ✤

باقی خط و کتابت و ترسیل زر بنام پادری جے۔ علی بخش سینٹ جانس کالج لاہور ہونی چاہیئے ✤

مسیحی

فہرست کتب

حقیقت المسیح - مصنفہ پادری پی - کارنیگی سمپسن صاحب ایم - اے و مترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی - اے ۱/۸
عیلت داؤد - از پادری ایف - بی مائیر صاحب - نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے جسمیں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی و ترقی کے لئے دلچسپ سبق نکالے ہیں - ۱۲/ر
مسیح کے خاص دوست - از پادری جے - آر ملر صاحب - نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے جسمیں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے - ۶/ر
وہان شیر - یہ قیاصرہ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے - جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے - اور اس سے اسوقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے - ۱۲/ر
آدیس - رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ - قیمت ۸/ر
خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات - یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا اور انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے - قیمت ۱۲/ر
جان ہیلفکس جنٹلمین - یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے جسمیں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کسطرح وہ ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے دولتمند ہوگیا - نوجوانوں کیلئے نہائت مفید اور اُبھارنیوالا ہے - جلد اول قیمت ۱۲/ر
زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ - مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کے لئے تاریخی ثبوت ۱۲/ر
علوم طبعیہ کی تاریخ - اٹھارھویں صدی کے آخر تک جس میں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے - قیمت ۱۰/ر
علوم طبعیہ کی تاریخ - انیسویں صدی میں - قیمت ۸/ر
مشرقِ قدیم کی نابود شدہ تہذیب - جس میں قدیمی اقوام مثل فینکی - ایرانی - عرب - بابل وغیرہ کے حالات درج ہیں - قیمت ۶/ر
قدما کی حکمت - جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں اور رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے - ۶/ر

درخواستیں بنام مینیجر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور آنی چاہئیں

نوٹ اور رائیں

بیماری کی شدت کے سبب سے اس دفعہ پرچہ وقت پر نہیں نکل سکا۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین معاف فرمائینگے۔

انڈین کرسچن ایسوسی ایشن۔ ہمیں چند اصحاب سے سنکر افسوس ہوا کہ وہ اس ایسوسی ایشن کے بارہ میں بہت مایوس اور اکثر لاپرواہ ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایسوسی ایشن اسوقت بہت کمزور اور ضعیف ہے۔ لیکن کیا کمزوروں اور ضعیفوں کی طرف سے لاپرواہ ہونا چاہئے یا بدل وجان ان کو ہر طرح کے علاج ومعالجہ کے ذریعہ مضبوط اور زورآور کرنا چاہئے۔ یہی وقت تو مدد اور ہمدردی کا ہے۔ ہاں اگر آپ اسے گولی مارنا چاہتے ہیں۔ جیساکہ انگریز صاحبان کسی گھوڑے وغیرہ کو حالت مایوسی میں گولی ماردیتے ہیں تاکہ زیادہ تکلیف اور درد سے نجات پائے تو خیر لیکن ان کا گولی مارنا بھی ہمدردی پر مبنی ہے۔ گولی مارنے سے پیشتر وہ ہر طرح سے کوشش وسعی کرتے رہے تھے اور آخر کار مایوس ہوکر عذاب سے نجات کا سوائے گولی مارنے کے اور کوئی چارہ نہ پایا۔ کیا ہم صاف دلی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اس کے چلانے اور ترقی دینے میں حتی الوسع کوشش کی ہے۔ کیا ہم نے اس کی ضرورت کو دوستوں پر ظاہر کیا ہے۔ اے صاحبان ہم اگرچہ تعداد میں پارسیوں اور سکھوں اور جینیوں وغیرہ سے کچھ کم نہیں۔ لیکن بہت منتشر اور ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ انڈین کرسچن ایسوسی ایشن ہم کو یگانگت کی لڑی میں پرو دینے کا وسیلہ ہے۔ اگرچہ ہم دوسری جماعتوں سے شاید مالی حالت میں پیچھے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس ایسوسی ایشن کے ذریعہ متفق ہوجائیں۔ تو ہم ایک دوسرے کو وہ فایدہ پہنچا سکتے ہیں جو دیگر اقوام کے ایسے نہیں پہنچا سکتے۔ اگر ہم متفق ہوں تو سرکار ہمارے حقوق بھی ملنے گی۔ ابتک تو مشنری صاحبان تقریباً ہمارے لئے سب کچھ کرتے رہے۔ لیکن اب ہم کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر خود اپنے لئے کچھ کرنا چاہئے۔

اے صاحبو اسکے قوانین طلب کرکے اس کا مطالعہ کیجئے۔ اگر کوئی خاص امور قابل

طلب ہو تو تحریر فرمائیے لیکن کسی طرح سے اس ایسوسی ایشن سے لاپرواہ نہ رہیں +

ایک نامور تعلیمی لیڈر کسی دوسری جگہ امریکہ کے نوے لاکھ حبشیوں کے مقتدر اور شہرۂ آفاق لیڈر مسٹر بوکر۔ ٹی۔ واشنگٹن کے **مختصر سوانح عمری شائع** کی جاتی ہے۔ جو کلکتہ کے مشہور میگزین "ماڈرن ریویو" سے **اخذ** کی گئی ہے۔ **آپ اسوقت امریکہ کے** نہایت مشہور اور ذی عزت حضرات کے زمرہ میں **شمار** ہوتے ہیں۔ اگر ممکن ہوا تو آپکی سوانح عمری اردو میں مرتب ہوکر "مسیحی" کے نئے اور پرانے خریداروں کی نذر ہوگی۔ مسٹر واشنگٹن سخت افلاس۔ جہالت۔ گمنامی اور غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے۔ اپنی تعلیم آپ کی۔ اپنی قوم کے عروج و اقبال مندی کے لئے جو کچھ کیا ہے۔ اسکی شہادت ٹسکیجی کی مشہور تعلیم گاہ سے ملتی ہے۔ جو ۱۸۸۱ء سے قائم ہے۔ وہاں سے ہزاروں لڑکے لڑکیاں مختلف قسم کے علوم وفنون کی تعلیم حاصل کر کے نکل چکے ہیں۔ اور ذی عزت اور پُر آسائش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہزاروں حبشی نوجوان زندگی کے مختلف شعبوں میں کامیابی سے بسر اوقات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ سب مسٹر واشنگٹن کی سعی حسنہ کا انجام ہے۔ تعلیم گاہ کی کل جائداد ۶۵۰۲۹۲۸ روپے کی ہے۔ تعلیم کی بابت آپ کا یہ خیال ہے۔ کہ نری عقلی تعلیم نہ ہو۔ بلکہ کسی نہ کسی قسم کی دستکاری کی تعلیم بھی اس کے ساتھ وابستہ ہونی چاہئے۔ تاکہ لڑکے اور لڑکیاں عمدہ خوشحال اور مفید زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں۔ آپ نے اپنی قوم کی تعلیم و تربیت کیواسطے جو کالج قائم کیا ہے۔ اس میں یہی بڑی خوبی ہے۔ کہ حرفتی اور علمی تعلیم ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے۔ مسٹر واشنگٹن ہم سب کے لئے شخصی ترقی کا نمونہ ہیں۔ کوئی لڑکا یا نوجوان خواہ کیسے افلاس اور بے سروسامانی کی حالت میں کیوں نہ پیدا ہوا ہو۔ مگر وہ اپنی ذاتی کوشش اور خداوند کے فضل سے بہت مفید اور نیک آدمی بن سکتا ہے۔ امید ہے مسیحی کے ناظرین آپ کے حالات دلچسپی سے پڑھینگے۔ اور اپنے لئے ایک سبق سیکھیں گے +

اسیطرح دو اور مضامین "مسیحی یونیورسٹی" اور "ہندوستانی مسیحی اور قومی تحریک" ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ ہر دو مضمون ہندوستانی مسیحیوں کے لئے نہایت گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہم ابھی اپنی رائے ان پر دینا نہیں چاہتے۔ امید ہے کہ ناظرین خود ان کے مصنفوں کے خیالات کا موازنہ اپنے لئے آپ کرینگے۔ اگر کوئی صاحب انمیں

سے کسی مضمون پر کچھ لکھیں تو ہم اسے خوشی سے مسیحی میں جگہ دینگے۔ دونوں مضمون واجبی قابل توجہ ہیں۔ امید ہے کہ ہم بھی کسی وقت اپنے خیالات پیش کر دینگے ؁

ہمارے پاس چند کتابیں بغرض ریویو آئی ہیں جو ڈاکٹر وائٹ برکٹ صاحب کی زیر نگرانی ایس۔ پی۔ سی۔ کے کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ اور پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور سے مل سکتی ہیں۔ اکثر صاحبان نئی کتابوں کے مشتاق رہتے ہیں۔ اُن کو ان کتابوں کی اشاعت سے بہت خوشی ہوگی۔ اور چونکہ یہ کتابیں چند مشہور مصنفوں کی تصنیفات کا ترجمہ ہیں۔ اور ترجمہ بھی لائق اشخاص نے کیا ہے اس لئے امید ہے کہ ناظرین میں سے بہت ان کے مطالعہ سے محظوظ اور مستفیض ہونگے ؁

مسیحی کا عقیدہ۔ یہ بشپ گور صاحب ڈی۔ ڈی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اور لالہ چندو لعل صاحب نے اس کو اُردو کا لباس پہنا دیا ہے۔ اس میں مصنف نے مسیحی دین کی اصولی باتوں کو بہت مدلل اور واضح طور سے بیان کیا ہے۔ مثلاً تثلیث کے مسئلہ کو ایک گفتگو کے پیرایہ میں لا کر مسیح کے کلام اور عقلی دلائل سے ظاہر کیا ہے کہ "خدا کو باپ سے جسے اُس نے دنیا میں بھیجا ہے کیا تعلق ہے" یہی حال دیگر مسائل کا ہے۔ قیمت صرف ۲ روپے ؁

کلام اللہ کے تجسم کے بیان میں۔ یہ رسالہ بزرگ اتھنیسیس کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اور مترجم پادری ایس۔ اے۔ سی کھوسن۔ بی۔ اے ہیں۔ مصنف رسالہ وہ مشہور کلیسیائی بزرگ ہے جس نے نقایا کے مجمع میں اریاس کی بدعت پر فتح حاصل کی۔ جس کی نسبت مؤرخوں نے کہا ہے کہ "اتھنیسیس جہان کے خلاف" اس مصنف کی خاص خوبی یہ ہے کہ مسیحی مسائل کے بارہ میں جو غلط رائیں اسوقت پھیلی ہوئی تھیں اور آجتک بہت جگہ پائی جاتی ہیں۔ تردید کر کے صحیح تعلیم کو پیش کرے۔ جن صاحبان کو مسیحی دین کے مخالفوں سے واسطہ پڑتا ہے ان کے لئے خصوصاً اور دیگر مسیحیوں کے لئے اور تعلیم یافتہ متلاشیوں کے لئے عموماً مفید ہوگی۔ قیمت صرف ۴ روپے ؁

عین الحیات۔ یہ کتاب اپنی قسم کی پہلی ہے۔ جو اُردو میں چھپی ہے۔ ہم پادری تارا چند صاحب مترجم کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ایسی مفید اور پر تعلیم کتاب کا ترجمہ کر کے مسیحی جماعت پر ایسا احسان کیا ہے۔ اس کتاب میں روح القدس کی ذات اور افعال کا ذکر ہے۔ کتاب مقدس کی آیات میں جہاں کہیں روح القدس یا اُس کے کام کا ذکر آیا ہے اُس کا الترا

بیان ہے اور ساتھ ہی اُس آیت کی کچھ مختصر تفسیر ہے - پیدائش کی کتاب سے لیکر مکاشفات کی کتاب تک جو کچھ روح القدس کے بارہ میں لکھا گیا وہ سب اس کتاب میں قلمبند ہوا ہے علاوہ اس کے مصنف نے یہ بھی دکھایا ہے کہ الہام نے کسطرح زمانہ بزمانہ ترقی کی ہے کیونکہ جسطرح نوع انسان نے ترقی کی ویسے ہی خدا نے مکاشفہ انکو بخشا - روحانی مطالعہ کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے - امید ہے کہ کوئی مسیحی اس سے خالی نہ رہیگا - قیمت ۳ر ہے +

مسیحی کلیسیا کی تاریخ سنہ ۱۵ء تک - یہ کتاب دوسری دفعہ چھپ کر تیار ہوئی ہے - طبع اول سب بک گئی ہیں - امید ہے کہ جلد طبع سوم کی نوبت آئیگی - قیمت فی جلد ۲ر ہے +

انجیل مقدس میں سے متی رسول کا صحیفہ - اس میں متی کی انجیل کا متن ڈاکٹر ایچ - یو - وائٹ بریخٹ صاحب نے فائدہ عام کے لئے مختصر شرح بھی مشکل مقامات کی دیدی ہے اس لئے متی کی انجیل کے مطالعہ میں مددگار ہے - اور متلاشیوں اور اقراریوں کی تعلیم کے لئے مفید ہے - قیمت صرف ایک آنہ (۱ر) ہے +

اوراد از اپوکرفا - یہ انگلستان کی جنتری کے بموجب وہ وردیں جو اپوکرفا سے لئے گئے ہیں - پہلے یہ صرف رومن حروف میں تھے اور زبان بھی بہت شستہ اور سلیس نہ تھی - اب نئے ترجمہ کے مطابق درست کرکے اردو حروف میں چھاپے گئے ہیں - جو لوگ رومن پڑھنے گھبراتے تھے ان کو بڑی مدد ملیگی - اور گھر میں پڑھنے کے لئے بھی مفید ہیں - قیمت ۲ر ہے +

مزامیر اور محامد - یہ رومن زبان میں انگریزی کلیسیا کے استعمال کے لئے بعد نظر ثانی چھپکر تیار ہوگئے ہیں - گرجا میں عبادت کیوقت انکو ساتھ رکھنا گانے میں مدد دیتا ہے - قیمت ۲ر ہے

کلیسیا اور مشن کی خبریں

کلارک آباد - پادری احسان اللہ اور پادری ووھا وال صاحبان ۱۰ ستمبر سے ۱۳ ستمبر تک خاص وعظ و نصیحت کے لئے کلارک آباد جانے والے تھے - لیکن پادری ووھا وال صاحب نامراد بخار کے پنجہ میں مبتلا ہوکر جانے سے قاصر رہے - لیکن اس کمی کو پادری طالب الدین صاحب نے بہت اچھی طرح سے پورا کیا - وہاں کے پاسٹر پادری جسونت سنگھ گو خود بیماری کی وجہ سے مدد نہ دے سکے لیکن خدا نے عجب طرح سے کام پر برکت دی -

چنانچہ پادری صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جمعرات کی شام کو کام شروع ہوا۔ ہر روز صبح ۱۱ بجے اور رات کو ۸ بجے گرجا ہوا کرتا تھا اور چھوٹے کلارک آباد میں صرف شام کو ۵ بجے۔ ان وقتوں میں پادری صاحبان نے باری باری ایڈریس دینے شروع کئے اور ہر روز جماعت کا شمار بڑھتا گیا۔ ہر روز دو سو سے زیادہ لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ان کے غفلوں کی تاثیر خوب ہوئی۔ یہاں تک کہ بیان کیا گیا کہ ہر روز اتوار تخمیناً پانچ سو مسیحی گرجا میں حاضر تھے۔ حالانکہ لڑکیوں کا سکول مہمیں صاحبان اور دیگر عاملان وغیرہ کے رخصتوں کے سبب غیر حاضر تھے۔ عشائے ربانی بھی ہوئی۔ اسوقت ۱۸۰ شریک تھے۔ الغرض اس کام سے بہتوں کو روحانی فائدہ پہنچا۔ یہاں تک کہ خود لوگوں نے کہا کہ اگر آئندہ بھی ایسا ہوا کرے تو ہم بہت خوش ہیں۔ اس سارے کام کے لئے خدا کا شکر ہو +

قلات ریاست۔ ڈاکٹر مس سٹوارٹ صاحبہ ہجرت کر کے پہلی دفعہ قلات ریاست میں داخل ہوئیں۔ خدا کرے کہ یہ علاقہ بھی بشارت انجیل کے لئے کھل جائے +

امتحان۔ مسٹر بی۔ ڈی رائے صاحب الہ آباد یونیورسٹی کے امتحان ایم۔ اے میں کامیاب ہوئے۔ اور مسٹر جی۔ جان۔ اور مسٹر ایس۔ ایم۔ بنڈ امتحان بی۔ اے میں اور مسٹر ایس ایچ ٹو بیٹ بیچلر اوف سائنس میں کامیاب ہوئے۔ ان کے علاوہ ۱۲۵ مسیحی لڑکے اور ۲ لڑکیاں الیف۔ اے امتحان میں۔ اور تیرہ لڑکے اور سات لڑکیاں انٹرنس کے امتحان میں۔ ہم ان سب کو مبارکباد دیتے ہیں +

سرینگر (کشمیر)۔ ڈاکٹر ایلمس صاحب ایک سال کی رخصت پر زمزید میڈیکل تعلیم کے لئے انگلستان کو ولایت جاتے ہیں +

مسٹر ایس۔ کے۔ لاہور کے انڈسٹریل مشن کے مہتمم آجکل کشمیر کی سیر کر رہے ہیں امید ہے کہ سخت بیماری اٹھانے کے بعد کشمیر کی فرحت بخش آب و ہوا سے کافی تروتازگی حاصل کرینگے +

حیدر آباد (سندھ)۔ حال کی بارشوں کے باعث جو سیلاب آئے ان سے مشن کی عمارتوں کو بہت نقصان ہوا۔ کیونکہ چند ہی روز میں ۱۲ انچ بارش کا ہونا سندھ کے لئے جہاں معمولی بارش ۶ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی طوفان سے کم نہ تھا۔ عمارتوں اور سڑکوں اور ریلوے کو نقصان ہوا۔ تجارت اور آمد و رفت کئی روز تک رکی رہی +

امرتسر۔ مسٹر ایچ۔ سی سرکار امرتسر مشن ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری چھوڑ کر بریلی گورنمنٹ

سکول میں چلے گئے ہیں۔ پنجاب اُن کو مدت تک یاد رکھے گا ❖

سنٹ کیتھرائن ۔ (امرتسر) اور ترن تارن میں میڈیکل کام گرمی کے ایام میں بخوبی چلتا رہا۔ لیکن کارندوں کی کمی کے باعث ان پر بڑا بوجھ رہا ❖

پشاور۔ ہم کو سنکر بہت خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر ایل۔ ای وگرم کو ڈاکٹروں نے ہندوستان میں واپس آنے کی اجازت دیدی ہے تاکہ وہ ہلکا کام کرسکیں اور امید ہے کہ ان کے ذریعہ کافی مدد مل سکیگی ❖

جنڈیالہ۔ ناظرین کو سنکر خوشی ہوگی کہ جنڈیالہ میں تپ دق کے بیماروں کے لئے علیحدہ کمرہ بنکر تیار ہوگیا ہے۔ اور موسم سرما میں کھل جائیگا۔ یہ سب مس ہاس اور مس لیسی کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔

جگراؤں (ضلع لدھیانہ) میں بھی امریکن مشن کی طرف سے انیگلو ورنیکلر مڈل سکول کھلنے کی خبر ہے۔ یہ لڑکیوں کے لئے ہوگا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ ایسے سکول کی ضرورت انبالہ میں ہے۔ ہمارے خیال میں دونوں جگہ ایسے سکول کھل جانے چاہئے۔ کیونکہ عورتوں کی تعلیم کی بڑی ضرورت چاروں طرف محسوس ہورہی ہے ❖

ڈاکٹر یوانگ اور ان کی میم صاحبہ غالباً ستمبر کے آخر تک لاہور پہنچ جائینگے۔ ان کی ایک مس صاحبہ اور ایک لڑکا ہمراہ آتے ہیں۔ علاوہ ان کے مسٹر لوقس اور مسٹر ڈانلڈسن بھی تشریف لا رہے ہیں کہ فورمن مشن کالج لاہور میں کام کریں۔ کیونکہ طلباء کا شمار اس سال آگے سے بھی زیادہ ہے۔ اور مسٹر کارٹر جو کالج میں کام کرتے تھے۔ ان دیہات میں کام کرینگے جو فیروزپور اور لدھیانہ کے مابین واقع ہیں ❖

مسیحی یونیورسٹی۔ مرحوم ولیم کیری صاحب کی تجویز کے مطابق سیرام پور کالج کو سارے ہندوستان کے لئے مسیحی یونیورسٹی بنانے کا ارادہ ہے۔ اس مقصد کے لئے شاہ ڈنمارک نے شروع شروع میں کمپنی بہادر کے ایام میں اجازت نامہ دیا تھا۔ سیرام پور کے مشنریوں کے پاس وہ اجازت نامہ ابتک موجود ہے۔ اس غرض کے لئے تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ جمع کرنے کی کوشش وہاں کے مشنری کر رہے ہیں تاکہ اُس کے سود سے ۱۶ پروفیسروں کی (دیسی اور پردیسی) تنخواہ نکل سکے۔ اس پر جو مفصل تجویز پیش کی گئی ہے۔ وہ ایک اور جگہ درج ہے ❖

مس سے بوس (ہیڑوال) جو ولایت میں معالجہ کے لئے تشریف لے گئی تھیں وہ تندرست ہے کر روبصحت ہیں۔ لیکن انہوں نے چھ ماہ کی رخصت اور لی ہے۔ ان کی جگہ مس واٹس نولڈ صاحبہ کام کرتی رہینگی۔

سملہ - یہاں کی کنونشن ۲۲- جون سے ۲۵- جون تک رہی اور سننے میں آیا ہے کہ متکلمین نے روح کی تاثیر کو بڑے زور سے محسوس کیا۔ خدا کرے ان تقریروں کا اثر دیرپا ہو۔

انتقال پرملال - ہم کو سنکر نہایت افسوس ہوا کہ پادری بیفرڈ صاحب کا ۲۲ سالہ ہونہار جوان بیٹا ولایت میں تپ محرقہ کی بیماری سے انتقال کر گیا۔ بیگم صاحبہ تو ولایت میں ہیں اور پادری بیفرڈ صاحب سرینگر (کشمیر) میں ہیں۔ ہم اس سخت صدمہ کیوقت پادری صاحب موصوف اور انکی بیوی صاحبہ سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ خدا ان کو تسلی بخشے۔

۲- اگست کو ہمارا ایک پرچہ جو مسٹر سلطان احمد صاحب (ڈیرہ دون) کے نام پر جاتا تھا ڈاک خانہ کی معرفت ملا۔ جس پر سُرخ سیاہی سے یہ لکھا تھا died یعنی فوت ہوگیا۔ کاش کہ یہ غلط ہو۔ یہ صاحب بٹالہ بیرنگ ہائی سکول کے پہلے طلبا میں سے تھے۔ بڑے خوش مزاج اور مسیحی اخلاق سے آراستہ۔ مدت سے ٹھیکہ داری کا کام کرتے تھے۔ اور مسیحی کاموں میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ اور مسیحی کے بڑے مددگار اور خریدار تھے۔ کئی سال کا چندہ پیشگی دے چھوڑا تھا۔ اگر کوئی صاحب ان کے دوستوں میں سے ان کے مفصل حال سے اطلاع بخشیں تو ہم نہایت مشکور ہونگے۔ اگر ڈاک خانہ کا یہ دلفگار جملہ درست ہو تو ہم کو بہت ہی رنج ہوگا۔

افسوس! ہمارے عزیز خان صاحب خان نصراللہ خاں جو کہ ہر دلعزیز اور چرچ مشنری سوسائٹی کے نومسیحی کوئٹہ میں بعہدہ داروغہ صفائی ممتاز تھے۔ چمن کی سرحد پر انکی لاش پائی گئی۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ انکے کسی متعصب رشتہ دار نے جو کہ مدت سے تعاقب میں تھا۔ چھ سات پٹھانوں کی مدد سے انکو قتل کروایا ہے۔ سرحد کے تار سے قتل کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حملہ آور یہ چاہتے تھے۔ کہ خانصاحب مذکور اپنے مسیحی ہونیکا انکار کرکے محمدی کلمہ پڑھے مگر انہوں نے انکار کیا۔ آخرکار محمدی غازیوں نے تلوار سے کام لیا۔ ان زخموں سے جو کہ لاش پر ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے کہ تلوار کے علاوہ پتھراؤ بھی کیا گیا ہے۔ شاباش۔ شاباش۔ نصراللہ خاں تم نے اپنی جان کو اپنے مسیح مصلوب کی خاطر دینے سے دریغ نہ کیا۔ کاش کہ خدا سب

سکول میں بھیجے گئے ہیں۔ پنجاب اُن کو مدت تک یاد رکھے گا *

سنٹ لیتھراٹن ۔ (امرتسر) اور ترن تارن میں میڈیکل کام گرمی کے ایام میں بخوبی چلتا رہا۔ لیکن کارندوں کی کمی کے باعث ان پر بڑا بوجھ رہا *

پشاور ۔ ہم کو سنکر بہت خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر لیل۔ اسی و گرم کو ڈاکٹروں نے ہندوستان میں واپس آنے کی اجازت دیدی ہے تاکہ وہ ہلکا کام کر سکیں اور امید ہے کہ ان کے ذریعہ کافی مدد مل سکیگی *

جنڈیالہ ۔ ناظرین کو سنکر خوشی ہوگی کہ جنڈیالہ میں تپ دق کے بیماروں کے لئے علیحدہ کمرہ بنکر تیار ہوگیا ہے۔ اور موسم سرما میں کھل جائیگا۔ یہ سب مس ہالس اور مس لیسی کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔

جگراؤں (ضلع لدھیانہ) میں بھی امریکن مشن کی طرف سے اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کھلنے کی خبر ہے۔ یہ لڑکیوں کے لئے ہوگا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ ایسے سکول کی ضرورت انبالہ میں ہے۔ ہمارے خیال میں دونوں جگہ ایسے سکول کھل جانے چاہئے۔ کیونکہ عورتوں کی تعلیم کی بڑی ضرورت چاروں طرف محسوس ہورہی ہے *

ڈاکٹر یوانگ اور ان کی میم صاحبہ غالباً ستمبر کے آخر تک لاہور پہنچ جائینگے۔ ان کی ایک مس صاحبہ اور ایک لڑکا ہمراہ آتے ہیں۔ علاوہ ان کے مسٹر لوقس اور مسٹر ڈانلڈسن بھی تشریف لارہے ہیں کہ فورمن مشن کالج لاہور میں کام کریں۔ کیونکہ طلبا کا شمار اس سال آگے سے بھی زیادہ ہے۔ اور مسٹر کارٹر جو کالج میں کام کرتے تھے۔ ان دیہات میں کام کرینگے جو فیروزپور اور لدھیانہ کے مابین واقع ہیں *

مسیحی یونیورسٹی ۔ مرحوم ولیم کیری صاحب کی تجویز کے مطابق سیرام پور کالج کو سارے ہندوستان کے لئے مسیحی یونیورسٹی بنانے کا ارادہ ہے۔ اس مقصد کے لئے شاہ ڈنمارک نے شروع شروع میں کمپنی بہادر کے ایام میں اجازت نامہ دیا تھا۔ سیرام پور کے مشنریوں کے پاس وہ اجازت نامہ ابتک موجود ہے۔ اس غرض کے لئے تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ جمع کرنے کی کوشش وہاں کے مشنری کر رہے ہیں تاکہ اس کے سود سے ۹ پروفیسروں کی (دیسی اور پردیسی) تنخواہ نکل سکے۔ اس پر جو مفصل تجویز پیش کی گئی ہے۔ وہ ایک اور جگہ درج ہے *

مس نے بوس ہیڈ وال اجہ ولایت میں معالجہ کے لئے تشریف لے گئی تھیں وہ تندرست ہے کہ رو بصحت ہیں۔ لیکن انہوں نے چھ ماہ کی رخصت آور لی ہے۔ ان کی جگہ مس داس نولڈ صاحبہ کام کرتی رہینگی ۰

سیالکوٹ یہاں کی کنونشن ۲۳ جون سے ۲۵ جون تک رہی اور سننے میں آیا ہے کہ متکلمین نے روح کی تاثیر کو بڑے زور سے پیش کیا۔ خدا کرے ایسی تقریروں کا اثر دیرپا ہو۰

انتقال پر ملال ۔ ہم کو سنکر نہایت افسوس ہوا کہ پادری بھنڈ صاحب کا ۲۲ سالہ ہونہار جوان بیٹا ولایت میں تپ محرقہ کی بیماری سے انتقال کر گیا۔ بیم صاحبہ تو ولایت میں ہیں اور پادری بھنڈ صاحب سرینگر (کشمیر) میں ہیں۔ ہم اس سخت صدمہ کیوقت پادری صاحب موصوف اور انکی میم صاحبہ سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ خدا ان کو تسلی بخشے ۰

۲۸ اگست کو ہمارا مسیحی پرچہ جو مسٹر سلطان احمد صاحب (ڈیرہ دون) کے نام پر جاتا تھا ڈاک خانہ کی معرفت ملا۔ جس پر سرخ سیاہی سے یہ لکھا تھا Deceased یعنی فوت ہوگیا۔ کاش کہ یہ غلط ہو۔ یہ صاحب بٹالہ بورڈنگ ہائی سکول کے پہلے طلبا میں سے تھے۔ بڑے خوش مزاج اور مسیحی اخلاق سے آراستہ۔ مدت سے ٹھیکہ داری کا کام کرتے تھے۔ اور مسیحی کاموں میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ اور مسیحی کے بڑے مددگار اور خریدار تھے۔ کئی سال کا چندہ پیشگی دے چھوڑا تھا۔ اگر کوئی صاحب ان کے دوستوں میں سے ان کے مفصل حال سے اطلاع بخشے تو ہم نہایت مشکور ہونگے۔ اگر ڈاک خانہ کا یہ دل آزار جملہ درست ہو تو ہم کو بہت ہی رنج ہوگا ۰

افسوس! ہمارے عزیز خان صاحب خان نصراللہ خان جو کہ ہر دلعزیز اور چرچ مشنری سوسائٹی کے نومریدی مسیحی کوئٹہ میں بعہدہ داروغہ صفائی ممتاز تھے۔ چمن کی سرحد پر انکی لاش پائی گئی۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ انکے کسی متعصب رشتہ دار نے جو کہ مدت سے تاک میں تھا۔ چھ سات پٹھانوں کی مدد سے انکو قتل کروایا ہے۔ سرحد کے نزدیک قتل کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حملہ آور یہ چاہتے تھے۔ کہ خانصاحب مذکور اپنے مسیحی ہونیکا انکار کر کے محمدی کلمہ پڑھے مگر انہوں نے انکار کیا۔ آخر کار محمدی غازیوں نے تلوار سے کام لیا۔ ان زخموں سے جو کہ لاش پر ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے کہ تلوار کے علاوہ پتھراؤ بھی کیا گیا ہے۔ شاباش۔ شاباش۔ نصراللہ خان کو تونے اپنی جان کو اپنے مسیح مصلوب کی خاطر دینے سے دریغ نہ کیا۔ کاش کہ خدا باپ

بخشے اپنی گود میں لیوے - اور آب حیات پاکر حیات ابدی بخشے - آمین ؛

اب ہماری یہ دعا ہے - کہ خدا اُنکے پسماندگان کو صبر و تسلی عنایت فرماوے - آمین -

واہ جناب واہ - یہ ہمارے پٹھانوں بھائیوں کی کرتوت ہے - ایک بیچارے بے گناہ کو قتل کرنا غازی بننا ہے - کاش کہ خداوند کریم اُن کی آنکھیں کھولے - تاکہ وہ حقیقی روشنی کو دیکھکر حیات ابدی پائیں -

ابھی ہم یگانگت کا دعوے کرتے ہیں - اور ہماری یہ کرتوت ہے - کہ ایک بے گناہ کو قتل کرنا ثواب کا کام خیال کیا جاتا ہے ؛

رسول پور چک نمبر ۸۲ - اس نام کی ایک نئی کلیسیا علاقہ بار یو - پی مشن خانقاہ ڈوگراں میں واقعہ ہے - اس کا تعلق گوجرانوالہ پریسبٹیری کے ساتھ ہے - اس میں ۳۹ خاندان ہیں جو تین مختلف گاؤں میں رہتے ہیں ۹۸ ممبر اور ۸۰ نابالغ بچے ہیں - یہ سارا علاقہ نہر چناب کی رکھ برانچ سے سیراب ہوتا ہے - یہاں کے مسیحی بڑے محنتی اور جفاکش ہیں بعض تو زمینداروں کے ساتھ مل کر شترکہ کاشت کرتے ہیں اور بعض مقررہ تنخواہ پر زمینداروں کی ملازمت کرتے ہیں - کئی ایک مزدوری کرکے اپنا اور بال بچہ کا پیٹ پالتے ہیں - اکثر ایسے بھی ہیں جو صرف مویشی خرید کران کی پرورش کرتے اور منافع پر بیچ ڈالتے ہیں -

دینی حالات - گذشتہ سالوں کی نسبت لوگوں نے کلام سیکھنے دعائے بندگی میں حاضر ہونے اور بت پرستی کے چھوڑنے میں اچھی ترقی کی ہے - خیرات کے کاموں میں اگرچہ یورپ اور امریکہ کیطرح تمام کام چلانے کے قابل تو نہیں ہوئے - مگر اتنا تو امید کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سیلف سپورٹ کی ایک ٹانگ تو پکڑ ہی لی ہے - چنانچہ سبت کے چندے کے علاوہ جو کلیسیا کی ضروریات میں صرف کیا جاتا ہے - امسال یک صد روپیہ سیلف سپورٹ فنڈ میں وصول ہوا ہے - یہ روپیہ فی الحال قائم مقام پاسٹر کو تنخواہ میں دیا جاتا ہے - لوگ اور بھی بہت سی عادات سیکھتے جاتے ہیں - مثلاً اُستادوں کی خوشی سے دعوت کرتی اور علاوہ چندہ کے کچھ امداد کرنی بیاہوں اور منگنیوں پر اُستادوں کو بطور یادگار روپیہ یا پگڑی بند صوائی وغیرہ

اگر ان لوگوں کو بھی دیگر اقوام کیطرح پیٹ بھر روٹی مل جاوے - اور زمینوں اور جائداد کے مالک ہو جاویں تو پھر دیکھئے کہ کسقدر فراخ دلی سے اپنے دینی

کاروبار تعمیر عمارت گرجاؤں اور شفا خانوں کے بنانے میں مغربی ممالک کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ہمارے اس علاقہ میں دو چھوٹے چھوٹے دیہاتی وضع کے مکان بنے ہیں۔ ایک مدرسہ اور دوسرا پاسٹر ہوس۔ اگرچہ عمارت عالیشان اور شہری وضع کی نہیں ہے مگر تاہم خوشنما اور قابل سکونت ہیں۔ صرف کلیسیا نے اپنے چندے اور خود محنت کر کے ان کو بنوایا ہے۔ اس کلیسیا میں دو جگہ سکول اور دو جگہ ہی کرچن اینڈیور کا کام شروع ہے۔ عبادت میں مرد عورتیں۔ بوڑھے۔ بچے۔ جوان سب شریک ہوتے ہیں۔

ناظرین سے التماس ہے۔ کہ وے اپنی دعاؤں میں ان غریب بھائیوں کو یاد فرمایا کریں کہ وہ اس سے بھی زیادہ شوق ظاہر کریں اور بیداری اور پاکیزگی میں ترقی کرتے رہیں۔ آمین

(پادری بوٹا مل از رسولپور)

ایک نامور حبشی لیڈر جس نے اپنی قوم کو بہت سا فائدہ پہنچایا۔ اور انکا طریقہ تعلیم

مسٹر بوکر ٹی۔ واشنگٹن جو صوبجات متحدہ کے نوے لاکھ حبشیوں کے سب سے بڑے نامور و مقتدر لیڈر ہیں۔ ریاست ورجینیا کے ایک گمنام قصبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی تاریخ ولادت کی صحیح اطلاع کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ ماں خالص حبشن تھی۔ اور باپ کی نسبت اشارہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کوئی "گورہ" تھا۔ جو کاشتکاری کر کے بسر اوقات کرتا تھا۔ جس گھر میں ان کا بچپن بسر ہوا تھا۔ وہ ایک قسم کا ڈربہ تھا۔ اور ایک کمرہ پر مشتمل تھا۔ اور وہ ایک کاشتکار کے متعلق تھا۔ ان کی ماں اس کاشتکار کے ہاں کھانا پکانے کا کام کرتی تھی۔ وہ اسی جگہ مع اپنے بچوں کے رہتی تھی۔ اس کا فرش خام تھا۔ وہاں چارپائی ایک بھی نہ تھی۔ یہ سب لوگ فرش پر پیال بچھا کر سویا کرتے تھے۔ اسی گھر کے اندر بوکر کی سوتیلی بہن اور سوتیلا بھائی بھی رہتا تھا۔ ابھی بچہ ہی تھا۔ کہ بوکر کو اپنی روٹی اپنے ہاتھ سے کمانے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ وہ زمیندار کے ملازموں کو کھیتوں میں لیجا کر پانی اور کھانا دیا کرتا تھا۔ صحن صاف کیا کرتا تھا۔ کبھی خراس میں اناج پسوانے کو لیجایا کرتا تھا

جس سے بیچارہ کو پڑھنے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ جب ۱۸۶۳ء میں پریذیڈنٹ ابراہم لنکن کی گورنمنٹ نے حبشی غلاموں کو باضابطہ طور پر آزاد کر دیا۔ تو بُوکر کی ماں اس صوبہ کے مغربی حصہ کو نقل مکان کر گئی۔ اور ایک قصبہ میں سکونت پذیر ہوئی۔ جہاں بکثرت نمک تیار ہوتا تھا وہاں ایک شکستہ جھونپڑا لیکر یہ سب رہنے لگے۔ جس کے ارد گرد اور غلیظ اور ٹوٹے پھوٹے گھر بنے ہوئے تھے۔ بُوکر کے سوتیلے باپ کو نمک کے کارخانہ میں کام مل گیا۔ بُوکر کو بھی وہاں کام کرنا پڑا۔ جس کے لئے اسے کبھی کبھی چار بجے صبح کے بیدار ہو کر جانا پڑتا تھا۔

مسٹر واشنگٹن اپنی خود نوشتہ حیات میں یوں لکھتے ہیں "جو کچھ میں نے کتابی علم حاصل کیا۔ وہ پہلے پہل اسی جگہ نمک کے کارخانہ میں سیکھا تھا۔ جو مزدور پیپوں میں نمک بند کرتا تھا۔ اس کے لئے ایک خاص نمبر شمار تھا۔ میرے سوتیلے باپ کا ۱۸ نمبر تھا۔ شام کے وقت ایک آدمی آکر پیپوں پر نمبر ۱۸ لکھ دیا کرتا تھا۔ میں نے ان اعداد سے واقفیت حاصل کر لی۔ اس کے بعد جہاں کہیں ۱۸ کا عدد دیکھ پاتا۔ فوراً پہچان لیتا۔ اس کے سوا نہ تو مجھے کوئی اور حرف آتا اور نہ اعداد"۔

بُوکر واشنگٹن کی تعلیم کی ابتدا اسطرح پر ہوئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد اس کی ماں کے ہاتھ انگریزی کا قاعدہ لگ گیا۔ مگر قرب وجوار کا کوئی حبشی خواندہ نہ تھا۔ اور بُوکر گوروں سے حرف پوچھتا ہوا ہچکچاتا تھا۔ اسواسطے بیچارہ کو حروف تہجی یاد کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ ماں اسے بہت تسلی دیتی اور اس کی ہمت بڑھاتی تھی۔ خود ناخواندہ تھی۔ اس لئے کچھ نہ کرسکی۔ انہی دنوں ایک نوجوان حبشی جو لکھنے پڑھنے سے آشنا تھا۔ بہتے بہاتے وہاں جا پہنچا۔ وہاں کے حبشی مزدوروں نے اسے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے ملازم رکھ لیا۔ قرارداد یہ ہوئی۔ کہ وہ ایک ایک ہفتہ ہر ایک کے ہاں کھانا کھا لیا کرے جسکا لڑکا یا لڑکی اس کے پاس پڑھنے کو آئے۔ اس طرح ایک مدرسہ جاری ہوگیا۔ جس میں بچے۔ لڑکے اور جوان حبشی پڑھنے لگے۔ مگر بُوکر اس میں داخل نہ ہوسکا۔ کیونکہ اس کا باپ لالچی سا آدمی تھا۔ اور گھر کے اخراجات کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت تھی۔ مگر اُس نے حبشی اُستاد سے رات کے وقت پڑھنے کا انتظام کر لیا۔ مسٹر واشنگٹن لکھتے ہیں "رات کا وقت میرے لئے بہت خوشگوار تھا۔ میں اور لڑکوں سے بہت زیادہ پڑھ لیا کرتا تھا"
مگر بعد ازاں بُوکر دن کے وقت اس اسکول میں پڑھنے لگا۔ نو بجے تک کام کرتا۔ اور پھر دو بجے

سے سہ پہر تک پڑھتا رہتا۔ بعد میں ۲ سے ۶ بجے شام تک پھر کام کرتا تھا۔ مسٹر واشنگٹن لکھتے ہیں :۔

"مدرسہ کارخانہ سے کچھ فاصلہ پر تھا۔ مجھے ۹ بجے تک کام کرنا پڑتا اور اسکول بھی نو بجے ہوتا تھا۔ میرے پہنچنے سے پیشتر پڑھائی شروع ہو جاتی تھی۔ اس وقت کو رفع کرنے کے لئے میں نے ایک ایسی چال کھیلی۔ جسے سب لوگ معیوب سمجھینگے۔ مگر چونکہ امر واقعہ ہے۔ اسواسطے بیان کئے دیتا ہوں۔ نمک کے کارخانہ کے دفتر میں ایک گھنٹہ تھا۔ جس کے مطابق تمام کام ہوتا تھا۔ میں نے اس کی سوئی آدھ گھنٹہ آگے سرکا دی۔ اس طرح میں وقت پر اسکول پہنچ جایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جمعدار کو معلوم ہو گیا۔ اور اس نے گھنٹہ کو ایک کیس کے اندر بند کر دیا۔"

جس لڑکے کے دل میں علم کی تشنگی ایسی سخت ہو۔ وہ مدت دراز تک تعلیم سے محروم نہیں ہو سکتا ۱۸۷۲ء میں کئی مشکلات کے بعد بوکر ہمٹن کے نارمل اور زراعتی اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کو گیا۔ وہاں غریب لڑکے پڑھتے بھی تھے۔ اور دو تین گھنٹے روز کام کر کے اپنے اخراجات ادا کر سکتے تھے۔ ہمٹن وہاں سے پانچ سو میل تھا۔ اور بوکر کے پاس اخراجات مسافرت کے لئے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ اس لئے وہ مانگتا کھاتا پیدل چل دیا۔ وہاں سے اسّی میل کے فاصلہ پر شہر رچمنڈ تھا۔ وہاں پہنچ گیا۔ وہ اس کی بابت لکھتے ہیں "میں تکان سے چکنا چور ہو گیا۔ مگر میری ہمت میرے ساتھ تھی۔ جب میں رچمنڈ میں پہنچ گیا۔ تو ضعف جسمانی سے لاچار ہو گیا۔ میں ایک بازار میں پہنچا۔ وہاں پیدل مسافروں کے لئے ایک کنارہ پر لکڑی کا تختہ لگا ہوا تھا۔ اور وہ ایک جگہ قدرے اونچا تھا۔ میں آنکھ بچا کر اسکے نیچے گھس گیا۔ رات بھر اس کے نیچے رہا۔ جوتی فرش پر چلنے والوں کے پاؤں کی آہٹ میری نیند میں بہت رخنہ انداز ہوئی۔ مگر صبح تک آرام کرنے سے تکان تو بہت کچھ دور ہو گئی تھی۔ مگر بھوک نے پریشان کر دیا تھا۔ کیونکہ کئی روز سے پیٹ بھر کر خوراک کھانے سے محروم تھا۔ میں نکل کر باہر گیا۔ جب روشنی ہوئی۔ تو ایک جہاز نظر پڑا۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ کپتان سے کہا۔ کہ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ سامان اتارنے میں مدد دوں۔ اور اس طرح کام کر کے خوراک کے لئے ٹکے سیدھے کئے۔" بوکر چند روز تک اس جہاز پر محنت مزدوری کرتا رہا۔ جس سے اس نے کچھ روپیہ بچا لیا۔ اور ہمٹن کے

اسکول میں جا پہنچا۔
کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے پہنے تھے۔ اسی صورت میں ہیڈ ماسٹر کے سامنے جاکر
اسکول میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ اس نے کہا "ساتھ کا کمرہ میلا پڑا ہے۔ اسے
صاف کردو" بوکر نے خیال کیا۔ یہی سب سے عمدہ موقع ہے۔ اس نے تین مرتبہ جھاڑو دیا
پھر جھاڑن سے چار مرتبہ میز۔ بنچ اور کرسیاں خوب صاف کردیں۔ ہیڈ ماسٹر ایک عورت
تھی۔ اس نے رومال جیب سے نکال کر بنچوں اور کرسیوں اور میزوں پر اس غرض سے
رگڑا۔ آیا گرد اور میل تو باقی نہیں ہے۔ مگر بوکر نے بہت صفائی سے کام کیا۔ اس امتحان
میں وہ پورا اترا۔ اسواسطے اسکول میں اسے داخل کرلیا۔ وہاں بوکر کو سخت محنت کرنی پڑی۔
ایک طرف اپنے اخراجات کے لئے کام کرتا تھا۔ اور دوسری طرف امتحان میں کامیاب
ہونے کے لئے سخت مطالعہ کرتا تھا۔ آخرکار جون ۱۸۷۵ء کو وہاں کا نصاب تعلیم مکمل کرنے
آخری امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ اور ڈگری لے لی۔ اپنی والدہ کو ملنے کی غرض سے
پھر نمک والے قصبہ کو گیا۔ اور وہاں حبشیوں کی تعلیم کے کام کیواسطے منتخب ہوا۔ مگر اسے
اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا بیحد شوق تھا۔ اسواسطے شہر واشنگٹن پایۂ تخت امریکہ کو گیا۔ وہاں
کچھ عرصہ رہا۔ اسی زمانہ میں ہمٹن انسٹی ٹیوٹ کے پریسیڈنٹ نے ان سے لیکچر دینے کی درخواست
کی۔ ۱۸۷۹ء میں بوکر ہمٹن کے اسکول میں ملازم ہوگیا۔ اور خالی وقت مطالعہ میں صرف
کرنے لگا۔ جب وہاں پر تھا۔ تو اسے اپنی زندگی کا عظیم مقصد پورا کرنے کا موقع مل گیا۔
اور اس نے اس سے مستفید ہونے میں تامل نہیں کیا۔ ہمٹن اسکول کے پرنسپل سے درخواست
کی گئی تھی۔ کہ وہ ٹسکیجی (واقع ریاست الباما) کے اسکول کا جو وہاں کھلنے والا تھا۔ چارج لینے
کیواسطے کسی ہوشیار آدمی کو بھیجے۔ بوکر ٹی۔ واشنگٹن اس کام کے لئے مقرر ہوئے۔ چنانچہ
۱۸۸۱ء کے وسط میں وہ وہاں چلے گئے۔ جب ٹسکیجی میں پہنچے۔ تو وہاں اسکول کا نام
ونشان بھی نہ تھا۔ نہ سامان۔ نہ مکان۔ جس سے انہیں بہت رنج ہوا۔ ریاست الباما نے
چھ ہزار روپیہ سالانہ اس اسکول کیواسطے منظور کیا تھا۔ جس میں مسٹر واشنگٹن کا مشاہرہ
اور دیگر اخراجات شامل تھے۔ چند ماہ تک آپ قرب وجوار کے حبشیوں کے حالات دریافت
کرنے میں مصروف رہے۔ معلوم ہوا۔ کہ تمام حبشی علم وفن کے حصول کے بے طرح
خواہشمند ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حبشی لوگوں کی طرز معاشرت بہت نکمی ہے اور وہ

صنعت و حرفت کا کام کرنے کے کسی طرح قابل نہیں ہیں۔ اور یہ امر معلوم ہوا۔ کہ آزادی کے اعلان اور حصول کا حبشیوں کے طبائع پر بہت ناگوار اثر ہوا ہے۔ مسٹر واشنگٹن نے انکی حالت دیکھکر یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ حبشی لڑکے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ وہ محنت مزدوری سے مخلصی حاصل کر کے اور اچھے مفید پیشے اختیار کریں اور پر آسائش زندگی بسر کرنیکے قابل ہو جائیں۔ اسی سفر میں انہوں نے ایک تعلیم گاہ کی تجویز مکمل کر لی۔ جس نے بعد میں عملی صورت اختیار کی۔ مسٹر واشنگٹن نے یہ ارادہ کر لیا۔ کہ جن لوگوں کو مجھ سے واسطہ پڑیگا۔ ان کے دلوں میں محنت کی فضیلت قائم کرونگا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ٹھان لی۔ کہ جسمانی اور عقلی تربیت ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوئے بغیر افراد اور قوم ترقی نہیں کر سکتی ؀ (باقی آئندہ)

ہند میں مسیحی یونیورسٹی

پادری جارج ہاولز صاحب نے تمام ہندوستان کیواسطے ایک مسیحی یونیورسٹی کے قیام کے متعلق ایک مہتم بالشان اسکیم حال ہی میں شائع کی ہے۔ یہ یونیورسٹی شہر سیرام پور (بنگال) میں قائم کیجائیگی۔ یہ مقام ابتدا میں سلطنت ڈنمارک میں شامل تھا۔ اور وہاں ایک کالج ۱۸۱۸ء میں بپٹسٹ مشن کیطرف سے قائم کیا گیا تھا۔ ۱۸۲۶ء میں شاہ ڈنمارک نے ایک خاص شاہی فرمان کی رو سے اس کالج کو ڈگریاں عطا کرنے کا استحقاق عطا کر دیا۔ مگر بعد ازاں ایک عہدنامہ کی رو سے سیرامپور قلمرو سے انگریزی میں شامل ہوگیا۔ اس عہدنامہ میں ایک خاص فقرہ داخل کر کے اس کالج کے حقوق و اختیارات برٹش گورنمنٹ نے تسلیم کر لئے۔ گویا سیرامپور کالج کو ڈگریاں عطا کرنے کا حق برٹش گورنمنٹ کی طرف سے بھی عطا ہوگیا۔ ۱۸۸۳ء تک یہ کالج کلکتہ یونیورسٹی کے ساتھ ملحق رہا۔ اور بلا امتیاز مذہب و ملت ہر گروہ و ہر طبقہ کے لڑکوں کو وہاں تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے بعد اس کالج میں صرف مسیحی نوجوانوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ مسیحی لڑکوں کے واسطے ایک بورڈنگ اسکول قائم ہوا۔ اس میں نارمل اور تھیالوجیکل کلاسیں بھی مسیحی اُستادوں اور مناّدوں کے واسطے جاری چلی آتی ہیں۔ اس کے ہائی اسکول

کا الحاق کلکتہ یونیورسٹی کیساتھ قائم رہا۔ سنہ ۱۹۱۵ء سے پادری جارج ہاولز اس تشویش میں ہیں۔ اور بڑی تندہی سے ساعی ہیں۔ کہ کالج کو وہی درجہ حاصل ہوجائے۔ جو ابتدا میں تھا۔ گذشتہ ماہ مارچ میں کینیڈا۔ برطانیہ۔ اور امریکہ کے بپٹسٹ مشنوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ تاکہ وہ پادری ہاولز کی تجاویز پر غور کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ آرتھنگٹن کے ٹرسٹیوں نے سات ہزار پونڈ (ایک لاکھ پانچ ہزار روپے) کالج کے اخراجات کے واسطے دینا منظور کرلیا ہے۔ اس کے علاوہ روپے کیواسطے خیرخواہ صاحبان اور سوسائٹیوں سے درخواست کی گئی ہے۔ سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ یہ کالج مسیحی نوجوانوں کی تعلیم دینی و دنیاوی کا مرکز و مصدر بنجائے۔ اس کالج میں بی۔ اے کی آرٹس کی تعلیم دیجائیگی اور کلکتہ یونیورسٹی سے ملحق کیا جائیگا۔ ہر مذہب اور ہر گروہ کے طلبا اس میں داخل ہوسکینگے کالج کونسل میں جج میپس (کنگس کینسلر) مسٹر مرڈیتھ ٹاؤن سنڈ۔ مسٹر اے۔ پی۔ بینس۔ اور دو امریکن ممبر بھی ہونگے۔ اُنہوں نے سوا دو لاکھ پونڈ (پونے چونتیس لاکھ روپے) کی اپیل شائع کی ہے۔ جو کالج کے ابتدائی اخراجات اور ضروری تعلیمی سامان پر خرچ ہوں گے۔

دینیات کی تعلیم

سال ڈیڑھ سال کے عرصہ میں سیرامپور کالج میں کم از کم سات یورپین اور امریکن اور دو انڈین کرسچن پروفیسر حسب ذیل مضامین دینیات پڑھانے شروع کردینگے (۱) عہد جدید کی یونانی۔ اور اس کی شرح یعنی تفسیر۔ (۲) عبرانی اور عہد عتیق کی تفسیر (۳) معذرات عیسویت۔ (۴) اصولی تھیالوجی۔ (۵) تاریخ کلیسیا (۶) تاریخ مذہب۔ (۷) مسیحی علم الاخلاق (نیتی شاستر) اور فلسفۂ عام (۸) عربی اور محمدی ادبیات۔ (۹) سنسکرت اور ہندو لٹریچر۔

اس کالج میں حسب ذیل خصوصیات ہونگی۔ (۱) مسیحی الہیات کا ہندوستان کی یونیورسٹیاں درجہ تسلیم کرینگی۔ اور یہ امر یونیورسٹی کمیشن تسلیم کرنے میں قاصر رہ چکا ہے۔ اور اس طرح ہندوستان کی کلیسیا میں تھیالوجی کی تعلیم کا اسٹینڈرڈ وسیع و برتر ہوجائیگا (۲) اگر علوم و فنون اور الہیات کی تعلیم کا خاطرخواہ اہتمام ہوگیا۔ تو ہندوستانی عیسائیوں کی تعلیمی اور دینی آئیڈیل کا مرکز و مصدر ایک مقام بن جائیگا۔ اور ہندوستان کی مسیحی کلیسیا کے

کی روحانی اور عقلی قواء کی حقہ نشوونما پائینگی - اس کالج سے تعلیم یافتہ جوان لگاتار نکلتے رہینگے جو دینی اور دنیاوی خدمتوں کی انجام دہی کی ہر طرح سے قابل ہونگے ؛

(۳) کالج ہٰذا کا الحاق کلکتہ یونیورسٹی کے صیغہ ہائے علوم وفنون سے ہونے کے باعث اور نیز شاہی چارٹر اور قواعد کے رو سے مسیحی اور غیر مسیحی طلبا کے ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے کرسچن کمیونٹی کا گہرا رابطہ اور گروہوں کے ساتھ قائم ہو جائیگا - اور ہندو - مسلمانوں - عیسائیوں - یورپینوں اور امریکہ والوں کو ایک جگہ رہنے سہنے اور ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنیکا عمدہ موقع ملیگا ؛

(۴) ہندوستان میں ایک مسیحی یونیورسٹی قائم ہونے سے موجودہ سوشل اور پولیٹکل بے چینی ایک اخلاقی اور مسیحی بنیاد پر قائم ہو جائیگی - ہم بیسویں صدی میں ہیں - انقلاب انگیز خیالات کی رو کسی قسم کی سخت گیری اور جور سے رک نہیں سکتی - اس واسطے اس رو کو نیک اور مفید راہ پر ڈالنا بہتر ہے - تاکہ زمانہ آئندہ کا انقلاب اخلاقی اور مسیحی اصول پر قائم ہو ؛

ہندوستانی مسیحی اور قومی تحریک

(از پادری سی - ایف اینڈروز - دہلی)

دن بدن میرا یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے - کہ اگر ہندوستان کے عیسائی موجودہ قومی تحریک سے بے تعلق رہینگے - تو وہ ایک بڑا موقع ہاتھ سے کھو دینگے - مجھے خوب معلوم ہے کہ بعض زبردست ترغیبیں ایسی ہیں - جو انہیں الگ رہنے کی ترغیب دیتی ہیں - لیکن ان ترغیبوں کو صاحب فکر اور وطن دوست مسیحیوں کو مغلوب کرنا چاہئیے - اور اسوقت انہیں پیش از پیش برملا اس تحریک کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنا چاہئیے - اور اپنے غیر مسیحی برادران وطن کے اعلٰے مقاصد اور خواہشات سے اتفاق کرنا چاہئیے ؛

جو شخص تاریخی واقعات پر غور کرنیوالا ہے اور ساتھ ہی اس کے قوت متخیلہ بھی بہت اعلےٰ رکھتا ہو - وہ ایشیا کے عظیم الشان براعظم کی موجودہ حالت پر نظر ڈال کر یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتا - کہ بالکل نئی قوت نے یکایک عالم وجود میں آکر ایک

قسم کی سخت ہلچل پیدا کر رکھی ہے۔ اور اسی کی تہ میں مشرق کی بیداری اور برتری کا مادہ پنہاں ہے۔ یہ قوت اسوقت غیر مستقل۔ متزلزل اور بہت ہلکی صورت میں نمایاں ہے۔ مگر ایک دو پشتوں کے بعد اپنے پورے زور کے ساتھ ظہور پذیر ہوگی ٭

تاریخ کا یہ افسوسناک واقعہ ہے۔ کہ وہ قومیں جن کے اقبال و عروج کا کل انحصار اس بات پر موقوف ہے۔ کہ وہ بنی آدم کی نئی تحریکوں سے راہ و رسم قائم رکھیں۔ تبدلات اور انقلابات کے قبول کرنے کو بالکل تیار نہیں پائی گئی ہیں۔ حالانکہ قومی بیداری کا زمانہ ان کے سر پر آپہنچتا ہے۔ عظیم انقلابات ان کی قومی ہستی میں ایسے وقت پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جب وہ ان کی پیشوائی کے لئے پہلے سے مطلق تیار نہیں ہوتیں۔ میں اپنے ملک کی تاریخ سے دو واقعات پیش کرتا ہوں۔ اٹھارھویں صدی میں انگلستان کی کلیسیا نے ایک شاندار موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ اسوقت ویسلین مشن کا ابتدائی زمانہ تھا۔ غیر معمولی دینی جوش پیدا ہو گیا تھا۔ مگر انگلستان کی کلیسیا اس تحریک سے بالکل الگ رہی۔ انیسویں صدی میں ایک مختلف قسم کی تحریک کا آغاز ہوا۔ جو اب تحریک اہل حرفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ مگر انگلستان کی کلیسیا نے اس کی طرف بے اعتنائی ظاہر کی۔ اور استفادۂ عام کا زریں موقع کھو دیا۔ وہ حکمران گروہوں کی طرف مائل رہی۔ اور اہل حرفہ کی مطلق پروا نہیں کی۔ اب اسی تحریک اہل حرفہ کی جڑیں خوب جاگزین ہو گئی ہیں۔ یہ تحریک طبعاً کلیسیا کے برخلاف ہے۔ کیونکہ شروع میں اسکے ساتھ کلیسیائے انگلستان نے کسی قسم کی ہمدردی ظاہر نہیں کی تھی ٭

وہی بات اب ہندوستان میں دیکھنے میں آرہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستانی مسیحی اپنے اہل وطن کی خواہشات سے ہمدردی کرینگے۔ یا ان سے الگ رہینگے؟ بحیثیت فرقہ (کمیونٹی) اور باعتبار تعلیم ہم تمام ہندوستان کے گروہوں سے بہت آگے ہیں۔ (صرف برہمو سماج اس اعتبار میں ہم پر فائق ہے) اور ہمیں اس اپنے درجہ پر ناز ہے ایک نوزائیدہ نیک تحریک ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو اپنی طفولیت میں تمام تعلیم یافتہ اور وطن پرست اصحاب کی دستگیری اور ہمدردی کی دست نگر ہے۔ تاکہ اسے نیک سانچہ پر ڈالا جائے۔ اسے عمدہ صورت دیجائے۔ اور اسے عیبوں سے بچایا جائے۔ کیا تعلیم یافتہ عیسائی اس سے کنارہ کش رہینگے؟ اگر ہم اس تحریک سے بے اعتنائی ظاہر

آ رہیگی۔ تو بعد میں جب یہ تحریک خوب مستحکم ہو جائیگی۔ ہماری نسبت کیا خیال کیا جائیگا؟
کیا ہمارے غیر مسیحی برادران وطن یہ نہیں کہینگے؟ "آپ نے ابتدا میں ہمارا ہاتھ بٹانے
سے انکار کیا تھا۔ حالانکہ ہم اسوقت دستگیری کے محتاج تھے۔ کیونکہ اسوقت ہر ایک
تعلیم یافتہ کی امداد بہت ضروری تھی۔ اب ہم آپ سے بہت آگے نکل آئے ہیں۔
آپ نے اپنی خوشی سے ہم سے الگ رہنا پسند کیا تھا۔ اور اب آپکو ہمیشہ ہم سے
علیحدہ رہنا چاہئے"۔

بعض عیسائی اپنے فوائد کے پیش نظر ہیں۔ غالباً یہ کہینگے کہ یہ تحریک جوش و شور
سے پڑھ رہی ہے۔ ہمارا اس سے دور رہنا بہتر ہے۔ اگر ہم اس میں شریک ہونگے تو ہم خود
مصیبت میں مبتلا ہو جائینگے اور حکام کی نظروں میں گر جائینگے۔ اس لئے ہمارے لئے
یہی بہتر ہے کہ ہم دور رہیں۔ اور اپنی قوم کی بہتری کے لئے کوشش کیا کریں۔

جو اصحاب اس قسم کا استدلال کرتے ہیں۔ انہیں یاد رہے۔ کہ ہر زمانہ میں بہت
سی نئی تحریکوں کے ابتدا میں بے تعلقی اور علیحدگی کے حق میں اسی قسم کے عذر پیش کئے
گئے ہیں۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ کوئی تحریک انقلاب اور شورش کے بغیر دنیا میں پیدا نہیں
ہوئی ہے۔ بحیثیت عیسائی ہم یہ سوال پوچھنا چاہتے ہیں کیا یہ بیداری جس کی رو تمام ایشیا
میں نمایاں ہے۔ حقیقی اور سچی ہے؟ اور کیا اس میں ایسے امور ہیں جو بنی آدم کی فلاح
و خوشحالی اولیٰ کے باعث ہونگے؟ کیا یہ تحریک مسیحی خیالات اور مسیحی لٹریچر کے اثر سے
جو ایک صدی سے اپنا اثر عمل چپکے کرتا رہا ہے۔ پیدا ہوئی ہے۔ جناب بابو کالی چرن
بنرجی صاحب مرحوم متوطن کلکتہ کا یہ خیال تھا۔ کہ ہندوستان کی بیداری اور قومی
تحریک ایک حقیقی امر ہے۔ اور مسیحی اثرات و تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ اور وہ اس پر عملدرآمد
کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا تمام ملک میں بہت گہرا اثر ہوا۔ جو ہندوستانی عیسائیوں
میں لاثانی ہے (وہ کانگریس کے ایک زبردست لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ ان کی وفات
پر دسمبر ۱۹۰۷ء کی کانگریس منعقدہ سورت میں عام طور پر سخت اظہار رنج کیا گیا تھا۔ کانگریس
کے پریسیڈنٹ نے اپنے ایڈریس میں ان کی دائمی مفارقت پر سخت افسوس کیا۔ اور انکی
خدمات حسنہ کا اعتراف موزون الفاظ میں کیا ہے۔ آر۔ آر۔) ہمیں موجودہ وقت کے عیش
و آرام پر قانع نہیں رہنا چاہئے۔ بلکہ اپنے حال اور مستقبل کی حالت پر غور کرنا چاہئے۔

ہماری اصل حالت کیا ہے؟ کیا ہم عیسائی اپنی کوئی نئی ذات قائم کرنا چاہتے ہیں؟ یا کیا ذات پات سے تمام قیود توڑ کر سب کے ساتھ میل ملاپ سے برتنا چاہتے ہیں؟ اگر ہمارا ارادہ ایک نئی زندگی میں داخل ہونے کا ہو۔ تو ہمکو اس تحریک کے خارجی حالات پر ہی نہیں جانا چاہیئے۔ بلکہ نظر غائر ڈال کر اس کے مخفی اصول کو لینا چاہیئے اگر اس میں مستحسن اور مفید امور ہوں۔ جن سے اہل ہند کی حقیقی فلاح کو فائدہ پہنچے۔ تو ہمیں بڑی مردانگی کے ساتھ اس کی امداد اور ہمدردی کے جو کچھ ہو سکے کرنا چاہیئے۔

میں یہاں بیٹھا ہوا یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اور وادی شمالی کو دیکھ رہا ہوں۔ میرے قریب ہی ایک ندی زور سے بہ رہی ہے۔ کبھی جھاگ پھینکتی ہے۔ اور کبھی شور بپا ہوتا ہے اور کنارہ کی چٹانوں سے ٹکریں مارتی ہوئی نیچے کو جاتی ہے۔ گویا وہ میدانوں میں پہنچنے کو سخت بیقرار ہے۔ جوں جوں میدانوں کے قریب پہنچتی جاتی ہے۔ اس کی گذرگاہ ہموار اور کشادہ ہوتی جاتی ہے۔ میدان میں پہنچکر ایک بڑے دریا کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کے کناروں پر سرسبز اور شاداب چراگاہیں دکھائی دیتی ہیں۔

میں پہاڑیوں کے درمیان پانی کے چھوٹے چھوٹے تالاب دیکھتا ہوں۔ جو ندی سے دور ہیں۔ ان کا پانی بند اور محدود ہے۔ کائی وغیرہ پائی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تالاب ناپید ہو جاتے ہیں۔ ندی ہے جو میدان میں دریا بن جاتی ہے۔ اور تالاب ہے جو چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ اور خشک ہو جاتا ہے۔ میرے سامنے دو نظیریں ہیں جو پہنچتی ہیں۔ ندی تو قومی تحریک ہے۔ اور تالاب وہ فرقہ ہے۔ جو اس سے خود کو الگ رکھنا چاہتا ہے۔ کچھ شبہ نہیں۔ کہ ندی کے منبع کے قریب شور و غل اور جھاگ پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس میں جان اور حرکت ہے۔ تالاب تھوڑے عرصہ تک لبریز معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ بند ہے اور عفونت خیز ہے۔ کیا ہندوستانی مسیحی تالاب کی طرح قومی نشوونما کی ندی سے الگ رہینگے؟ کیا اس تحریک میں صرف شور و غل ہے؟ یا کچھ اور زندگی رکھتی ہے؟ اس مسئلہ کی یہ صورت ہے۔ اس کا مقابلہ ہر ایک ہندوستانی مسیحی کو کرنا چاہیئے؟ اس وقت اس تحریک کی رہبری اور ہدایت اور اسے عمدہ راستے پر ڈالنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس بات کی سخت حاجت ہے۔ کہ پُرجوش۔ عالی حوصلہ۔ اور پیش بین صاحب فکر۔ اس کی سرپرستی اور رہنمائی کا مشکل و نازک کام انجام دیں۔ اور

اس کا رخ راہ راست پر ڈالدیں ۔ ممکن ہے ۔ بعد کو یہ تحریک غفلت اور لاپروائی سے غلط راستہ
پر جا پڑے ۔

میں یہ بالکل نہیں چاہتا ۔ کہ ہندوستانی عیسائی آنکھیں بند کر کے اندھا دھند اس تحریک
میں شریک ہو جائیں ۔ نہ اعلیٰ مقاصد اور اصول اور ان کو نظر انداز کر دیں ۔ یہ منشا ہرگز نہیں ہے
لیکن یہ میرا خیال ہے ۔ کہ ہندوستانی مسیحی یہ ظاہر کر سکتے ہیں ۔ کہ قومی تحریک کس روش راست
پر جائیگی ۔ اور اس سے وہ قوم کی عظیم الشان خدمت کرینگے ۔ سب سے پہلے ہندوستانی
مسیحی وہ طریقہ بتا سکتے ہیں ۔ جسے ہر فرقہ کے اعلیٰ محبان وطن تسلیم کرنے لگے ہیں ۔ یعنی
یہ کہ گرے ہوئے اور کمزور بھائیوں کی دستگیری کرو ۔ یا لوگوں کے دلوں میں نئی امید
پیدا کرو ۔ عوام کی حالت درست کرو ۔ اور انہیں شہری بناؤ ۔ دریائے ستلج پہاڑوں سے
نکل کر میدان میں بہتا ہے ۔ اگر اس کے پانی کو اصل حالت پر چھوڑ دیا جائے ۔ تو اس سے
کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا ۔ مگر نہریں کھودو ۔ اور اس کے پانی کو ایک مفید راہ پر ڈالو ۔
دیکھو زمین سیراب ہو کر کیسی عمدہ فصل لانے کی موجب ہوتی ہے ۔ [illegible]
بہت سے قومی قطعات اجاڑ اور غیر مزروعہ ہیں ۔ وہاں عام تربیت کا پانی پہنچانا چاہئے
لکھوکھا آدمی خارج از برادری سمجھے جاتے ہیں ۔ وہ جاہل مطلق ہیں ۔ خدا کے [illegible] میں
گرفتار ہیں ۔ وہ اس قابل نہیں ہیں ۔ کہ ان کی حالت سدھاری جائے ۔ [illegible] کہ وہ ادنیٰ
نیچ ذاتوں کے ہیں ۔ اگر ہندوستان برتر اور عظیم قوم بننا چاہے تو اسے سب سے پہلے
اپنے پسماندہ اور پست حال باشندوں کی حالت سنوارنی چاہئے ۔

ہمارے لاثانی استاد نے ہمیں بتا دیا ہے کہ ایسے معاملہ میں ہمیں کیا کرنا چاہئے
ہمارے گرو کی سکشا (تعلیم) یہ ہے ۔ کہ ہر آدمی کو خواہ وہ مسیحی ہو یا غیر مسیحی ۔ اپنا بھائی
اور دوست اور ہمسایہ سمجھو ۔ نیک سامری کی تمثیل سب عیسائیوں کو یاد ہوگی ۔ [illegible]
کہتا ہے " اگر تم میرے ادنیٰ ترین بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ نیکی کرو گے ۔ تو
گویا تم میرے ساتھ نیکی کرتے ہو " ان لفظوں کو لوح دل پر نقش کر لینا چاہئے ۔

کیا ہمیں اپنے تعلیم یافتہ برادران ملک کے ساتھ ان کی نیک اور بلند خواہشات اور [illegible]
کی آرزوئے خدمت گذاری [illegible] قوم میں شریک نہیں ہونا چاہئے ؟ کیا ہم کوشش [illegible]

اس نیک قومی تحریک کو ایسے راستہ پر نہیں ڈالینگے۔ جہاں اس کی سخت ضرورت ہے؟ کیا ہم اپنے مذہبی اصول کو قوم کے عظیم کاروبار میں داخل نہیں کر سکتے؟ اور اپنے بھائیوں کیلئے جو گو خداوند مسیح کے پیرو نہیں ہیں۔ مگر اس کا کام کر رہے ہیں۔ شریک حال نہیں ہونگے؟

اس قسم کا کام آنانریشنل مشنری سوسائٹی نے بعض مقامات پر شروع کر دیا ہے اور میں یہ کیونکر چھوٹا سا مضمون سما سکتا۔ یہ کام ہندوستانی مسیحیوں کی گرم جوشی اور محنت سے عمل میں آرہا ہے۔ خدا کرے یہ خیال ہر جگہ مسیحیوں کے درمیان اشاعت پکڑ جائے۔ نہ صرف مشنری سوسائٹیاں ہی ہوں۔ بلکہ ہر جگہ اپنے برادران وطن کے ساتھ ملکر کام کرنے کا خیال پیدا ہو جائے! مظلوم اور گرے ہوئے گروہوں کے درمیان کام ہونا ضروری ہے۔ اگر عیسائی لوگ یہ کام شروع کریں۔ تو بہت اچھا ہو۔ اس میں غیر مسیحیوں کو بھی شریک کرلینا چاہئے۔ پھر کوئی شخص یہ طعنہ دینے کی جرأت نہ کریگا۔ کہ عیسائی قوم سے بے قوم ہو گئے ہیں۔ اور اپنی اصلیت فراموش کر گئے ہیں ۔

شاید یہ اعتراض پیش کیا جائے گا۔ کہ ہم اس قومی تحریک میں شریک نہیں ہونگے۔ کیونکہ اس سے پالیٹکس کی بو آتی ہے۔ میں نیک دل اور صاحب فکر عیسائیوں سے پوچھتا ہوں۔ کیا یہ تحریک محض "پولیٹکل" ہے؟ کیا اس کا اثر ہر ایک شعبۂ زندگی تک نہیں پہنچتا ہے۔ یعنی مذہبی۔ مجلسی۔ مالی۔ حرفتی۔ قومی اور تعلیمی پہلو اس تحریک کے نہیں ہیں؟ کیا یہ مناسب ہے۔ کہ صرف اس کے ایک پہلو کو لیکر تمام تحریک کو معتوب کیا جائے یورپ اور ایشیا کے بڑے بڑے صاحب فکر مثلاً کاؤنٹ اوکوما اور لارڈ جان مارلے کی تقریریں پڑھو۔ ہندوستان کے میگزین اور اخبارات پڑھو۔ تو ظاہر ہو جائیگا کہ ایشیا کی قومی تحریک پالیٹکس (معاملات ملکی) تک محدود نہیں ہے۔ کیا ان سے ایک نئی سپرٹ عیاں نہیں ہوتی ہے؟ یہ بھی سپرٹ ہے۔ جو ہر جگہ اور ہر ملک کے لوگوں کو بیدار کر رہی ہے۔ ہر ایک دل حب وطن سے سرشار نظر آتا ہے۔ خداوند مسیح اپنے شہر یروشلیم کی بربادی کا خیال کر کے رو رہا تھا۔ اس امر پر غور کرو۔ میرے ہندو شاگرد تعلیمات [illegible] میں [illegible]

کرتے ہیں اور پھر دہلی میں آکر نیچی ذات کے لوگوں کو ترک شراب پر مجبور کرتے ہیں۔ کیا وہ پولیٹیکل کام کرتے ہیں؟ ذات پات کے بندھن چھوڑ کر نیچی ذاتوں کے سنوارنے کا جوش صرف قومی تحریک سے پیدا ہوا ہے۔ اس سے پہلے یہ بات عنقا تھی۔ کیا کوئی دل چلا اور تعلیم یافتہ عیسائی اس تحریک سے الگ رہنا پسند کریگا۔ جو اپنے اندر اسقدر رفیع عناصر لئے ہوئے ہو؟ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس تحریک میں بعض ایسی باتیں ہیں۔ جن سے عیسائی اصلاً ہمدردی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان سے بت پرستی کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور قوم پرستی کی تائید ہے۔ یا سخت قومی منافرت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم جو روشنی اور ترقی کے حامی سمجھے جاتے ہیں۔ اس تحریک کے نیک پہلو سے علیحدہ رہیں۔ تو اس کے بد پہلو کبھی نہیں دبیں گے ؎

میں عام ذکر کرتا ہوں۔ میرے الفاظ کی غلط تاویل نہیں ہونا چاہئے۔ ہندوستان کے بعض حصوں میں قومی جذبات اشتعال پذیر ہوتے ہیں۔ اور بعض مقامات میں نیک دل اور سچے مسیحیوں کو دلی شوق سے خاموشی سے کام کرتے رہنا چاہئے۔ اور اس موقع کا صبر سے منتظر رہنا چاہئے۔ کہ انہیں اُنکے سچی اصول کی صفائی پیش کرنا ہے۔ بعض ایسے اضلاع ہیں۔ یہاں حالت دگرگوں ہے۔ وہاں عیسائی بڑے آرام سے اپنے غیر مسیحی بھائیوں کے ساتھ شریک ہو کر کام کر سکتے ہیں ؎

سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ اس قسم کے معاملات میں ضمیر شدہ روشن کی آخری ہدایت پر عمل ہمارا ہونا چاہئے۔ پولوس کہتا ہے "ہر ایک آدمی کو اپنے دل میں بخوبی طور پر قائل ہو کر چلنا چاہئے" جو کچھ میں لکھتا ہوں۔ وہ تمام ہندوستان کے مسیحیوں کے لئے ہے۔ کسی خاص صوبہ اور حصہ کے لئے نہیں ہے۔ اخیر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر یہ خیال بعد میں پھیل گیا۔ کہ عیسائی لوگ قومی تحریک کے مخالف تھے۔ اور صرف اپنے فوائد کی نگہداشت میں مصروف تھے۔ تو اس سے ہندوستان کی عیسویت کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ مسیحی لوگ اپنا اثر ظاہر کر کے اپنے ہموطنوں کو اپنی ہمدردی کا قائل کر دیں۔ کہ مسیحی مذہب سے ہم بہت زیادہ محب وطن ہو گئے ہیں۔ اور زادبوم کی الفت ہمارے دلوں میں اور دل سے زیادہ بڑھکر ہے۔ اور یہ کہ ہم اپنے گرے

ہوئے بھائیوں کی حالت سنوارنے کے اوروں سے زیادہ خواہشمند ہیں۔ اور غربا کی دستگیری کا خیال بہت زبردست ہے حالانکہ غیر مسیحی ہونے کی حالت میں ہمارے دل میں بہت کم تھین ٭ (جے۔ آر۔ آر)

جان لومب (John Lombe)

(انگلستان میں ریشم کی صنعت کو رائج کرنے والا)

"دانائوں نے دو باتوں کو قومی بہبودی کے لئے لازمی رکھا ہے۔ اور یہ دونوں تجارت کے وسیلے حاصل ہوتی ہیں۔ وہ ہیں ذہنی محنت اور بدنی مشقت۔ اور حاصل ان کا ہمیشہ عزت اور بشاشت ہوتی ہے۔ جب ملک میں تجارت کی کمی ہو۔ اور لوگ ہنروں سے بہرہ ور نہ ہوں۔ بلکہ کاہل ہوں۔ اور اپنے وقت کو بہترین طریق پر صرف کرنا نہ جانیں۔ تو جان لو کہ ملک اور قوم کی حالت ابتر ہے۔ اور ابھی تک کمل خوشی کے سامان کی کمی ہے" (از رسالہ متعلقہ ایسٹ انڈیا کمپنی)

انسانی محنت کائنات کو ایک نیا جامہ پہنا دیتی ہے۔ محنت ہی سے انسان نے سب اشیا کو اپنے مطیع کر کے کار آمد بنایا ہے۔ ہل کی ابتدائی ساخت۔ پتھروں کا بطور کلہاڑی کے استعمال کرنا۔ خشک لکڑی کے تختہ پر ہی بیٹھ کر ضروریات کاشت کے لئے دریا کو پار کرنے کی کوشش کرنا یہ سب اور ایسی کئی ایک اور باتیں گویا بڑے بڑے حصول مطالب کے پہلے قدم تھے۔ اور ہر ایک سے ایک جدید فائدہ اور سہولیت منصور تھی جو پہلے انسان کو نصیب نہ تھی٭

سب مادی اشیا انسانی محنت کے تابع ہیں۔ مٹی سے برتن بنتے ہیں۔ مکانات بنتے ہیں۔ بھیڑوں کی اُون سے کپڑے بنائے جاتے ہیں۔ سن سے رستے تیار ہوتے ہیں۔ پرانی رسیوں اور دیگر ایسے چیتھڑوں سے کاغذ بنایا گیا ہے۔ جو ایسا کار آمد ہے۔ اسیطرح سیسہ کی دھات کو انسان نے چھپائی کے کام میں استعمال کیا۔ جس سے علم کی اشاعت انتہا درجہ کی ہوئی ہے۔ لیکن شائد ان سب سے عجیب استعمال لوہا کا ہوا ہے۔ لوہا ان دنوں زمین سے ایک قسم کے پتھر سے صاف کر کے نکالا

گئے۔ اس حکومت کی ہدایات کے مطابق ریشمی کیڑوں کی پرورش کے لئے شہتوت کے درخت اور تتلیاں پرورش کی گئیں۔ اور اس صنعت کو توسیع دی گئی۔ یہاں تک کہ ریشم کی صنعت ملک اطالیہ میں بھی عام طور پر پھیل گئی۔ اور وینس میلان۔ فلورنس جیسے بڑے بڑے شہروں میں اس کے کارخانے جاری ہو گئے۔

اس طرح سالہا سال تک یہ صنعت ملک اٹلی ہی میں محدود رہی۔ ماڈونا میں (Modena) ریشمی کیڑے بکثرت پالے جاتے تھے۔ اور اس سے سرکار کو بڑی آمدنی تھی۔ اس جگہ کا ریشم علاقہ لمبارڈی میں مشہور تھا۔ اور صرف بلوگونا (Bologna) شہر ہی میں ریشم کی تاروں کو بٹنے کے لئے تیار کرنے کا کارخانہ تھا۔ ہزاروں آدمی اس کام پر لگائے جاتے تھے۔ اسیطرح جنیوا (Genoa) اور فلارنس (Florence) میں بھی یہ صنعت سرگرمی سے رائج تھی۔ اور شہر وینس (Venice) میں تو یہ ایک عزت والا کام سمجھا جاتا تھا۔

اسوقت تک انگلستان میں تو کسی نے ریشم کا نام بھی نہ سنا تھا۔ پرانے وقتوں میں انگلستان میں ریشم کی رسیدگی کا ذکر عجیب طریقہ سے کیا جاتا تھا کہ ریشم کسی دور دراز کے ملک میں ریشمی کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ کچھ اونٹوں۔ گھوڑوں۔ گاڑیوں اور گدھوں اور آدمیوں کی سواری کرتا ہوا۔ مختلف ملکوں میں ہوتا ہوا سردی اور گرمی سہتا ہوا ہمارے ملک میں پہنچتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سب سے پہلے ہنری ہشتم کے لئے ریشمی جراب ملک فرانس سے آئے تھے۔ اس سے پیشتر وہ کپڑے کے بنے ہوئے موزے استعمال کیا کرتا تھا۔ ملکہ الیزبیتھ کی حکومت کے تیسرے سال میں نئے سال کی تقریب پر اس کی ایک خادمہ نے ریشمی موزوں کا ایک جوڑا بطور تحفہ کے ملکہ مذکور کو دیا تھا۔ اور ملکہ نے اسوقت یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ اگر ایسے اور مل جائیں۔ تو وہ کپڑے کے موزوں کا استعمال ہی چھوڑ دے۔ چنانچہ جب جیمس چہارم شاہ سکاٹلینڈ انگلستان کے تخت پر تخت نشین ہوا۔ تو ان سفیروں میں سے ایک سے جو اُسے اس جلوس کی مبارکباد دینے آئے تھے۔ ریشمی دستانے مانگے تھے۔ ان سب واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسوقت انگلستان میں ریشم کی بڑی قلت تھی۔

(باقی آئندہ)

علم الحیات

اب ہم رفتہ رفتہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرینگے کہ روح بدن کا جزو نہیں - بلکہ اِس رگ و ریشہ کی کل سے علیحدہ اور مغائر ہے - اگرچہ وہ اِس ساری کل کو حرکت دیتی ہے ✦

(۱) ڈاکٹر فریر - ہٹزگ (Ferrier × Hitzig) وغیرہ نے تجربہ کرکے دکھا دیا ہے کہ قوت برقی کے ذریعہ زندہ حیوان کے دماغ کے خاص خاص خانوں کو ایسے طور پر متحرک کر سکتے ہیں کہ اُن سے خاص خاص طبعی فعل سرزد ہوں ✦

(۲) اب یہ بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ دماغ کے خاص حصوں کے خاص کام ہیں - مثلاً ایک خرگوش کو لو اور اُس کو کلوروفارم سنگھا کر بیہوش کردو اور اُس کی کھوپڑی کا ایک حصہ کاٹ ڈالو - تو اُس جانور کو کچھ تکلیف محسوس نہ ہوگی اور نہ دماغ کے کسی لطیف حصہ کو نقصان پہنچیگا - لیکن اگر بلا بیہوش کئے اُس کی کھوپڑی کاٹتے تو ایسا درد محسوس کرتا اور ایسا اینٹھتا اور پیچ و تاب کھاتا کہ دماغ کے بہت حصوں کو نقصان پہنچ جاتا - قوت برقی کے ذریعہ ہم دماغ کے مختلف حصوں پر اثر کرکے ہم مختلف نتائج اور حرکات پیدا کر سکتے ہیں - اور ہم پہلے سے بتا سکتے ہیں کہ فلاں حصہ پر اثر کرنے سے فلاں نتیجہ اور فلاں حرکت پیدا ہوگی - مثلاً ایک حصہ پر اثر کرنے سے حیوان میں مقابلہ کرنے کی حرکت پیدا ہوگی - ایک دوسرے حصہ پر برقی طاقت لگانے سے خوف کی حرکت ظہور میں آئیگی - الغرض دماغ کے ایک بڑے حصہ کے بارہ میں یہ دریافت ہو چکا ہے کہ بجلی کے اثر سے فلاں فلاں مقام میں فلاں فلاں حرکات اور افعال پیدا ہونگے - اِس برقی تاثیر کے لحاظ سے علما دماغ کو دو حصوں پر تقسیم کرتے ہیں - ایک حصہ کو تو متحرک منفعہ کہتے ہیں اس حصہ پر تو بجلی کا اثر بہت حرکت پیدا کرتا ہے یہ حصہ ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے - لیکن دوسرا حصہ نا متغیر کنندہ کہلاتا ہے - اِس پر برقی طاقت کا اثر رگ و ریشہ میں کسی قسم کی حرکت پیدا نہیں کرتا ✦

(۳) یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ دماغ کے سامنے کا حصہ عقل کی جگہ ہے ✦

(۴) اور جب اس عقلی دماغی حصہ پر بجلی اثر کرتی ہے تو کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی جیسی کہ متحرک بنفسہ حصہ میں پیدا ہوتی ہے ؎

(۵) اگر دماغ کا نصف حصہ نکالا جائے تو بدن کا آدھا حصہ بالکل بے حس و حرکت ہو جاتا ہے جیسے کہ مفلوج کا ہوتا ہے ؎

(۶) جب دماغ کا نصف حصہ دور کیا جاتا ہے اسوقت عقلی قوائے اپنا کام کرتے رہتے ہیں ؎

(۷) حال کی تحقیقات نے دماغ کے ان دو حصوں کے امتیاز کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ ایک حصے پر بجلی کے اثر سے پٹھوں میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ حالانکہ دوسرے حصے پر ویسا ہی اثر کرنے سے متعلقہ پٹھوں میں فوراً حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس حصے کو ہم متحرک بنفسہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جس تخم زندگی (Bioplasm) نے اس حصے کو بنایا اسی نے اس دوسرے حصے کو جس کی ساخت مختلف اور جس پر اثر مختلف ہوتا ہے اور عملی تجربہ سے یہ اختلاف ساخت بالکل ثابت ہو گیا ہے۔ پس اگر دماغ کا ایک نصف حصہ دور کیا جائے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بدن کا آدھا حصہ مردہ ہو جاتا ہے۔ جو حس و حرکت بدن کے اس حصہ میں پائی جاتی تھی جو دماغ کے اس دور کردہ حصے کے بالمقابل تھا وہ اب سب کافور ہو گئے لیکن قوائے فکری اپنا کام برابر کرتے رہتے ہیں۔ ان کی کارروائی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس کے بارے میں اب کوئی شک باقی نہ رہا کہ دماغ کے ان دو حصوں میں ایک عجیب فرق ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں حصے دماغ کے اپنی ذات میں بالکل کامل اور ایک دوسرے سے بالکل غیر متاثر ہیں۔ قوائے فکری کے ضائع ہونے سے جسم کا کوئی حصہ مردہ نہیں ہوتا اور جسم کے کسی حصے کے بے حس و حرکت ہونے سے قوائے فکری میں کچھ فرق نہیں آتا ؎

(۸) طبعی اسباب جہاں موجود نہیں وہاں ان کا عمل بھی نہیں ؎

(۹) پس دماغ کے جس حصے کے ساتھ قوائے فکری کا تعلق ہے اس کا فعل طبعی اسباب کا نتیجہ نہیں حالانکہ متحرک بنفسہ حصے کا فعل طبعی اسباب کا نتیجہ ہے ؎

(۱۰) چونکہ جسم کی کل بذات خود غیر متحرک ہے اسلئے اسکو حرکت دینے کے لئے ایک

بیرونی فاعل کی ضرورت ہے ÷

(۱۱) اب یہ بیرونی فاعل یا تو مادہ ہوگا یا ذہن (Mind)

(۱۲) یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تخم زندگی کا فعل دماغ کے بنانے میں اور دماغ کے بننے کے نقشے کی ساخت میں مادے سے صادر نہیں ہو سکتا ÷

(۱۳) پس ضرور ہے کہ یہ بیرونی علت غیر مادی ہو ÷

(۱۴) یہ حصہ جو آثر و قوت تابعی یا [illegible] آلہ کے نام سے مشہور ہے وہی ہے جسے زندگی یا روح کہتے ہیں ÷

(۱۵) پس معلوم ہوا [illegible] نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ روح وہ فاعل ہے کہ جو بدن کے باہر سے بدن پر اثر کر کے اسے متحرک کرتا ہے۔

(۱۶) تب یہ ماننا [illegible] کا قول بخوبی ثابت ہو گیا کہ روح اور بدن کا رشتہ اسی قسم کا ہے - جیسے کشتی [illegible] اور اس کے چلانے والے کا ÷

(۱۷) دہریہ لوگ بھی یہ [illegible] کہتے ہیں - اگر بدن اور روح میں اس قسم کا رشتہ ہو تو موت پر ہر شے کا خاتمہ نہیں - [illegible] کہ موت نیست [illegible] نہیں کر سکتی ÷

نیچر شکستہ دلوں کو کیا تسلی دیتی ہے

(ایوب کی کتاب کے اڑتیسویں باب پر چند خیالات)

کیا فی الحقیقت کوئی شخص ایک شکستہ دل آدمی کو تسلی کی خاطر نیچر کے پاس بھیجے گا - نظام موجودات کا کارخانہ خستہ حال انسان کی کیا پرواہ کرتا ہے - اُس کی آواز تو نہایت بلند ہے - مگر ہمارے دل کے عوارض ہمدردی کے الفاظ سننا پسند کرتے ہیں - ایسے الفاظ میں نیچر ہم سے کلام نہیں کرتی - یا یوں کہو کہ اُس کی آواز سننے کے لئے ہمارے کان ہی نہیں ہیں - بدیں لحاظ کیا یہ حیرت افزا امر نہیں ہے کہ ایک کتاب جو دنیا کی اعلیٰ ترین کتب میں سے ہے دیدہ و دانستہ ایک مصیبت زدہ شخص کو تسلی حاصل کرنے کی غرض سے نیچر کے پاس بھیجتی ہے - ایوب کی تکالیف و مصائب ایک عجیب معما تھیں - اُسکو معلوم نہ تھا کہ کس وجہ سے میرے عزیز و اقارب مجھ سے چھین لئے

گئے ہیں۔ اور کہ میں کیوں بے سروسامان ایک نفرت انگیز اور لا علاج مرض کے پنجہ میں گرفتار کیا گیا ہوں۔ ایسی زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ اُس کے دوست اُسے تسلی دینے آتے ہیں۔ اُنہوں نے خود کبھی حوادث کی چوٹ کھائی نہیں۔ اسی باعث سے اُن کے تسلی آمیز کلمات محض معمولی پند و نصائح اور رسمی پیار دلاسے کی باتیں ہیں۔ اسلئے کونسی تعجب کی بات ہے کہ اُس حرمان نصیب اور کنجی کے مارے ہوئے ایوب کے لئے اُن کی باتیں بے معنی اور محض دل خوش کرنیوالے الفاظ سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ اور وہ ان کو بڑے غصہ اور نفرت کے ساتھ رد کرتا ہے مگر ان دنیوی دوستوں کے علاوہ اُس کا ایک دوست آسمانوں پر بھی ہے جو اُس کی اصلی حالت سے آگاہ ہے۔ اور وہ ضرور اُس کی حمایت کریگا۔ اب ایوب اُس سے فریاد کرتا ہے۔ مگر سخت مشکل یہ ہے کہ یہ نادیدہ دوست بھی اُس کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اور ایوب گویا دنیا میں بے یار و یاور اور بلا مونس و ہمدم تنہا رہ جاتا ہے۔ بعدازاں وہ نہایت سنجیدگی اور قوی حجت سے اپنی بے گناہی کو پیش کرتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں آخری اپیل کرتا ہے۔ کاش خدا مجھ کو جواب دیتا تو میں اپنے ہر ایک قدم کا اُسے حساب دیتا میں شاہزادے کی مانند اُس پاس جاتا۔ اس دفعہ اُس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور خدا قادر مطلق بگولے میں سے اُسکو جواب دیتا ہے۔ مگر وہ کیسا جواب ہے۔ اُس میں ایوب اور اُس کے غم کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں۔ اُس میں ایوب کی دیانت اور صبر کا ذکر تک نہیں۔ اُس کے غمزدہ اور شکستہ دل پر روشنی کی ایک کرن ڈالی نہیں گئی۔ اخلاقی عالم کی اُن مشکلات کیطرف جن پر وہ اور اُس کے دوست مباحثہ اور مجادلہ کرتے رہے ہیں اشارہ تک نہیں ہے اور نہ اُس آیندہ جہان کی نسبت کوئی امید دلائی گئی ہے۔ جس میں غم و اندوہ ابد تک معدوم ہو جائینگے۔ اور اس دنیا کے مظالم کی تلافی ہو جائیگی۔ ایوب متوقع تھا کہ میرا آسمانی دوست میرے خستہ جگر پر تسلی اور حمایت کا مرہم لگائیگا مگر بجائے اُس کے بگولے میں سے ایسے طعن آمیز سوالات کی بوچھاڑ ہوتی ہے کہ جن کا تعلق نہ تو اُس کے ساتھ ہے اور نہ اُس کے غم کے ساتھ۔ بلکہ انسانی زندگی کا ذکر نہیں۔ اس کے عوض نیچر کے پُر اسرار کارخانہ کو مرکز قرار دیکر زمین کی استواری اور بحر کی حرکت اور برف۔ مینہ اور اولوں کے غیر مرئی مخزن پر بحث کی گئی ہے کہ اب مرد کی مانند اپنی کمر باندھ۔ میں تجھ سے سوال

کرونگا۔ اور تو مجھ سے بیان کر۔ تو کہاں تھا جب میں نے زمین کی بنیاد ڈالی۔ بتلا اگر تو نے سمجھ حاصل کر لی ہے"۔ یہ کیسی بے رحمی ہوئی ہے کہ ایک شکستہ دل آدمی بڑی امید کے ساتھ اس دوست عظیم کے آگے اپیل کرتا ہے۔ اور وہ اس کو اس طور پر کچل ڈالتا ہے۔ اسکے کیا معنی ہیں؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مصیبت اور غم کے وقت ہمیں اپنے آپ کو بھول جانا چاہیئے اور اس دائرہ مخلوقات کے خیال میں غرق ہو جانا چاہئے۔ جس کا حصہ ہم خود ہیں ایوب خدا کے آگے بڑے زور سے فریاد کرتا ہے۔ کہ اپنے تئیں مجھ پر آشکارا کر اور میرے تمام مصائب کا راز مجھ پر روشن کر۔ اس کے جواب میں خدا اس کے سامنے زمین اور فلک اور سمندر اور ان کے تمام عجائبات کی صف بستہ قطاریں کھڑی کر دیتا ہے۔ خستہ جگر انسان کے لئے اس قسم کا جواب بظاہر تمسخر اور مذاق معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ جواب خدا کی طرف سے ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ جب تک ہم اپنی مشکلات کے سوائے اور کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ ہم ان کے حل ہونے کی امید بھی نہیں رکھ سکتے۔ اور اگر ان کا حل ہونا ممکن نہیں ہے تو کم از کم ہم اس لامحدود سلسلہ مخلوقات کے عجائبات پر غور کرنے سے ان کو فراموش کر سکتے ہیں۔ جب ہم ان عجائبات پر سوچتے ہیں تو اول خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے حیرت انگیز اسرار ہیں۔ ایوب ان سوالات کا کچھ جواب دے نہیں سکتا۔ وہ نہیں جانتا کہ روشنی کا مسکن کہاں ہے۔ اسکو علم نہیں کہ خدا اپنے برق اور اولوں کے گنج کہاں پنہاں رکھتا ہے۔ فی الحقیقت اسکو دنیا کی عجائبات کا کچھ علم نہیں اور نہ ہم کو ہے ہم اس سلسلۂ عظیم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم علت و معلول اور طاقتوں کے اجتماع اور تبدل کا ذکر تو کرتے ہیں مگر بالآخر ہم ایوب سے بڑھکر علم نہیں رکھتے۔ ہم قادر مطلق کے اسرار کی نسبت ایوب سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔

دنیا ایک ایسا معما ہے کہ جسکو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ ایوب کے آفت زدہ دل کو نیچر کے عجیب نقشے سے یہ سبق حاصل کرنا تھا۔ وہ ہر طرف رازوں سے محصور تھا۔ اگر وہ مخلوقات کے معمولی نظاروں کی نسبت سادہ سوالات کا جواب دے نہیں سکتا تو کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ اخلاقی عالم اور انسانی زندگی کے پیچیدہ اسرار کو قیاس میں لا سکے گا۔ ہمارا معما خواہ کیا ہی ہیبت ناک کیوں نہ ہو۔ اس لامحدود حلقۂ اسرار کے مقابلہ میں کچھ حقیقت

نہیں رکھتا۔ ہمیں لازم ہے کہ سلسلہ مخلوقات کے اُس راز عظیم کے سامنے فروتنی کے ساتھ سر تسلیم خم کریں۔

مگر مغموم دل کے لئے نیچر کے اس جلیل نظارے میں کونسی تسلی ہے۔ ہاں اس میں رضا کا سبق ہو تو ہو۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادر مطلق کی شاندار تقریر سے یہ سبق بھی مترشح ہوتا ہے کہ مخلوقات کا سربستہ راز ایک باقاعدہ اور باترتیب راز ہے۔ اس کی آڑ میں ایک ذی عقل شخص کام کر رہا ہے۔ اس کا نظام ایک خاص ترتیب کا پابند ہے۔ نیچر کا خدا بے ترتیبی اور ابتری کا خدا نہیں ہے۔ صدہا سال سے گرمی اور سردی دن اور رات اور موسموں کا سلسلہ بلا تبدیل چلا آیا ہے اور آخر تک یونہی رہے گا ٭

باوجود مخلوقات کے اسرار کے اس عالم میں ہر ایک شئے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر قایم ہے "کس نے سمندر کو دروازے لگا کے بند کیا اور کہا کہ یہاں تک تو آتا۔ آگے نہ بڑھیگا۔ اور اس جگہ بڑی موجوں کا غرور تھمیگا"۔ سمندر کو اجازت نہیں کہ اپنی حدود سے تجاوز کرکے زمین کو تباہ کرے۔ مادی اشیا اپنے اپنے مقام پر متمکن ہیں تو کیا انسانی زندگی کیلئے بھی یہی قاعدہ نہیں ہے۔ سمندر کیطرح غم بھی مقررہ حدود میں بند ہے۔ جن سے تجاوز کرکے وہ بربادی پیدا نہیں کر سکتا۔ اُس کے لئے بھی وہی فرمان ہے کہ تو آگے نہ بڑھیگا ٭

غرض جس دنیا میں ہم بود و باش کرتے ہیں اس میں ایسی ترتیب موجود ہے۔ جس پر ہم اعتماد کر سکتے ہیں۔ اُس کی ہر شئے خاص مدعا اور مقصد رکھتی ہے۔ اور جب ہم اس سلسلہ کے باقاعدہ حرکات پر غور کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ یہ سارا نظام کیونکر ابدی بازوؤں کے سہارے پر کھڑا ہے تو ہمارے دل میں تسلی پیدا ہوتی ہے کہ وہی بازو ہماری روح کو بھی سنبھال لینگے ٭

مگر اس راز سربستہ میں ترتیب سے بڑھکر کچھ اور بھی پایا جاتا ہے اور وہ محبت ہے۔ نظام موجودات بے رحم یا بے پرواہ نہیں ہے بلکہ اسکی ترتیب کے اندر محبت بھی پائی جاتی ہے۔ اس محبت کا بیان مندرجہ ذیل الفاظ سے بڑھکر خوبصورتی کے ساتھ کبھی ادا نہیں کیا گیا "کس نے بارش کے سیلابوں کے لئے نالیاں اور رعد اور برق کے لئے راہ مقرر کی۔ کہ زمین پر برساوے جہاں انسان نہیں اور بیابان

میں جہاں آدمی نہیں۔ کہ ویران اور سنسان مکان سیراب ہوویں اور سبزے میں کلیاں نکلیں " وہ خدا جو بیابان اور ویران زمین پر اپنی رحمت کثرت سے برساتا ہے یقیناً انسان کے خستہ اور تباہ حال دل کو کبھی فراموش نہ کریگا۔ کتاب کے مصنف نے اس اشارہ کو وضاحت کے ساتھ قلمبند نہیں کیا کیونکہ ان تقریروں میں اس کا مقصد یہ تھا کہ ہماری آنکھیں انسانی زندگی اور اس کی مشکلات پر لگنے نہ پائیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس کا مطلب یہی تھا۔ اگر خدا بیابان کی فکر رکھتا ہے تو کیا اُسکو انسان کی فکر نہیں۔ اگر وہ اپنی محبت ایسی جگہوں پر ظاہر کرتا ہے جہاں آدمی نہیں تو وہ ضرور اُن جگہوں کو بھی یاد رکھے گا جہاں آدمی ہے۔ یہ مسیح کے اُن الفاظ کا گویا پیش خیمہ ہے۔ جن میں وہ فرماتا ہے کہ جب خدا میدان کی گھاس کو یوں پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو تم کو زیادہ نہ پہنائیگا۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ اس مقام پر مشکلات کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اُن کو خدا کی خوشی اور کامل زندگی کے نیچے دبا دیا گیا ہے ؛

جس قدیم شاعر نے اس کتاب کو تصنیف کیا وہ دنیا اور انسانی زندگی کے اسرار سے بخوبی واقف تھا۔ تو بھی اُس نے تجربے سے یہ سبق سیکھا کہ یہ ایسا اسرار نہیں جس پر روشنی کی جھلک مطلق نہیں پڑتی۔ ہاں اُس کو خدا کی محبت منور کر دیتی ہے۔ اُس نے اُس محبت کو ایسی ویران جگہوں میں دیکھا جہاں کوئی اُس کی اُمید نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور اُس کو یہ ایمان تھا کہ وہ ہمیشہ اور ہر کہیں چمکتی ہے خواہ انسان کی آنکھیں اُسے دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ ہم اُسے ہمیشہ صفائی سے دیکھ نہیں سکتے مگر ہم مسیح کو دیکھتے اور اُس سے واقف ہیں اور جو ضمیر نیچر کے پس پردہ کام کر رہا ہے۔ مسیح میں بھی تھا۔ کیا ہم مسیح پر توکل رکھ سکتے ہیں۔ ہاں بیشک۔ تو ہم اُس ضمیر نہاں پر بھی توکل رکھ سکتے ہیں۔ زندگی کا راز اس سے حل تو نہیں ہو جاتا مگر منور ضرور ہو جاتا ہے۔ پس ہم خاموشی اور توکل کے ساتھ اُس پر نگاہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اُس کے پس پردہ وہ محبت ہے جو ایسی سرزمین پر مینہ برساتی ہے۔ جہاں انسان نہیں کہ ویران اور سنسان مکان سیراب ہوویں" ؛

نامور عورتیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسٹر اور مسز بوتھ کے لڑکے اور لڑکیاں اپنے والدین کے نقوش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اپنے طور پر اپنے ہم جلیسوں سمیت عبادت کے چھوٹے چھوٹے جلسے کیا کرتے تھے۔ جب کبھی اپنے والدین سے وہ علیحدہ ہو جاتے تھے اور انہیں خطوط لکھا کرتے تھے۔ ان سے ان کے دینی جوش کی جھلک بخوبی نمایاں ہوتی ہے۔ ان خطوں سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ان کے لڑکے اپنے ہم عمروں کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے کسطرح تندہی سے کوشش کرتے تھے۔ ان کے بچوں کے عادات اسی قسم کے تھے۔ جیسے کیتھرین بوتھ کے بچپن میں تھے۔ مسٹر اور مسز بوتھ کے بچوں نے اپنے دینی جوش اور خدا پرستی کا ثبوت ایسے وقت میں دیا کہ جب بہت سے بچے اپنا وقت لہو ولعب میں صرف کرنا پسند کرتے ہیں۔ یا لکھنے پڑھنے میں لگاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ مسز کیتھرین بوتھ اپنے بچوں کو عام لوگوں کے بچوں سے کھیلنے اور راہ و رسم رکھنے سے باز رکھتی تھیں۔ اپنے زیر نگرانی ان کی تربیت خود کرتی تھیں۔ اور اپنے خیالات ان کے اثر پذیر دلوں پر نقش کرنے میں بہت کوشاں رہتی تھیں۔ جب بچے جوان ہو گئے تو وہ اپنے والدین کے سچے فرزند نکلے۔ اور وہ بلا تکلف ہر ایک سے ملنے لگے۔ گو مسز بوتھ بدیتوں اور گنہگاروں کو خداوند مسیح کے پاس لانیمیں بہت مصروف رہتی تھیں۔ مگر انہوں نے اپنے فرائض مادری اور خانہ داری کیطرف سے ہرگز غفلت نہیں کی۔ اپنے بچوں کی روحانی اور جسمانی بہتری ہر وقت انکے پیش نظر رہتی تھی وہ دعا کرتی تھیں۔ کہ میرے بچے نیک اور سچے بن جائیں۔ اور خداوند نے ان کی اس دعا کو قبول کیا۔ انکی تمنا پوری ہوئی۔ جیسا کہ انکے بچوں کی موجودہ زندگیوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا سے پورا تعلق قطع کرنا مسز کیتھرین کے اصول میں داخل تھا۔ اور انہوں نے طبعاً اپنے تمام خاندان کو اس پر عمل درآمد کرنیکو مجبور کیا تھا۔ اور بعد ازاں لشکری فوج کا بھی یہی اصول قرار دیا۔ بچوں کی نانی اپنے نواسے اور نواسیوں کے لئے عمدہ با وضع پوشاک وغیرہ بنا کر دیا کرتی تھی۔ مگر مسز بوتھ

سیدھے سادے لباس پر زور دیا کرتی تھیں۔ اور اپنے بچوں کو اسی قسم کے سادے کپڑے پہناتی تھیں۔
۱۸۶۹ء میں کیتھرین کو ایک جانکاہ صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس سال انکی والدہ مسز ممفرڈ بہت دیر تک دکھ اٹھانیکے بعد انتقال کرگئیں۔ اس افسوسناک وقت سے چند ماہ قبل کیتھرین اپنی ماں کو لندن میں اپنے پاس بلا لائی تھیں۔ اور ماں بیٹی بڑے آرام سے ایک دوسرے کیساتھ رہتی تھیں۔
۱۸۷۰ء میں وائٹ چیپل روڈ پر پیپلز مارکٹ (لندن) خریدی گئی۔ وہاں تمام رات دعا کے جلسے منعقد ہونے لگے۔ اسی جگہ ایسٹ لندن مشن نے غریبوں کو ارزاں نرخ پر خوراک فروخت کرنیکا پہلے پہل تجربہ کیا۔
۱۸۷۲ء میں مسٹر بوتھ سخت محنت اور تگ و دو کرنے سے بیمار ہوگئے۔ اور کئی ماہ تک بستر بیماری پر پڑے رہے۔ انکی علالت کے زمانہ میں انکی رفیقۂ حیات اور بیگم بوتھ نے مشن کے کاروبار کا انتظام کمال خوش اسلوبی اور قابلیت سے انجام دیا۔ ۱۸۷۳ء میں اپنے شوہر کے پورے طور پر صحتیاب ہونیکے بعد پورٹسمتھ میں مشن کا انتظام بہت عمدگی سے کیا۔ اور اس میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ مسز بوتھ نے پورٹسمتھ میں ایک ہال کرایہ پر لیا۔ جہاں گانے بجانیکے جلسے ہوتے تھے۔ وہاں سپاہیوں اور ملاحوں کو فراہم کیا۔ اور لوگ بھی جمع ہوئے جو خداوند کے کلام کے سخت محتاج تھے۔ سترہ ہفتوں تک جلسے ہوتے رہے۔ اور چھ سو آدمیوں نے خداوند کو قبول کرکے ابدی وراثت کا حق حاصل کیا۔ صبح کے جلسے صرف مسیحی ایمانداروں کیواسطے مخصوص تھے۔ بارہ اتوار تک مسز بوتھ "جاؤ میرے انگورستان میں آج کام کرو" پر وعظ کہتی رہیں ان کا وعظ ایک گھنٹے تک رہا کرتا تھا۔ خاتمہ پر جاکر "باقی آئندہ" کا وعدہ کر دیتی تھیں۔ اسی طرح ہر اتوار کو بارہ مرتبہ تقریر کی۔
۱۸۷۴ء میں مے نوشی کے خلاف جہاد شروع کیا۔ اور شرابیوں کی امداد کیواسطے خاص بندوبست کیا گیا۔ جس میں بہت کامیابی ہوئی۔
۱۸۷۵ء میں مسز بوتھ بیمار ہوگئیں۔ چند ہفتے تک سخت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ بعض وقت اس موذی مرض سے ناقابل برداشت درد ہوتا تھا۔ مگر علاج سے بہت جلد آرام ہوگیا۔ تھوڑے عرصہ تک آرام کرنے کے بعد پھر اپنا کام شروع کردیا۔
اس کے بعد تھوڑے عرصہ بعد ان کے لڑکے بھی ان کے ساتھ شریک ہوگئے براموِل بوتھ نے جب چودہ برس کا تھا۔ نوجوانوں کے سامنے وعظ کہنے شروع کردیئے

اس کے بعد اس کی چھوٹی بہن کیتھرین نے بھی اپنے بھائی کی تقلید کی۔ ایما بوتھ نے ۱۸۶۰ء میں جلسوں میں تقریر کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد اور لڑکے لڑکیاں بھی یکے بعد دیگرے مشن میں شامل ہو گئے۔ ان سب کی عمریں بہت ہلکی تھیں ۔
۱۸۷۸ء میں بڑے دن کے موقع پر پہلے پہل مسٹر اور مسز بوتھ کا مشن "مکتی فوج" کے نام سے مشہور ہوا۔ اور مسز بوتھ اس کے بانی تھے۔
اس کے بعد اس مشن کے کارندوں کے نام "کپتان" "کرنل" اور کورز بھی معین ہو گئے۔ ایک جھنڈا بنایا گیا۔ اس کا حاشیہ نیلگوں تھا۔ اور وہ پاکیزگی کا نشان تھا۔ درمیانی حصہ سرخ تھا۔ جو خداوند مسیح کے خون سے حاصل کی ہوئی مکتی کی علامت تھا۔ وسط میں زرد رنگ کا تھا۔ جو روح القدس کے بپتسمہ پر دال تھا۔ اسیطرح فوج کا ماٹو "خون اور آگ" قرار پایا۔ جس سے مراد روح کی آگ اور مکتی ہے۔ مسٹر بوتھ "جنرل" کے نام سے ملقب ہوئے۔ مسٹر بوتھ نے "وردی" تجویز کی۔ کیونکہ وہ دنیا والوں کے طور طریقوں سے اپنے مشن کے کارندوں اور مقلدوں کو ممتاز کرنے کی بدرجہ غایت خواہشمند تھیں۔ اسطرح مکتی فوج کا خاکہ مکمل ہو گیا۔
اس کے بعد مکتی فوج کے کارندے اپنی کتابوں میں فوجی اصطلاحات استعمال کرنے لگے۔ مثلاً "گولہ باری" کی گئی۔ "قلعہ" فتح کیا گیا۔ اور "معرکہ" مار لیا گیا وغیرہ۔ نہایت غریب۔ جاہل۔ اور بہت ہی گرے ہوئے آدمیوں تک خداوند کا مبارک پیغام پہنچایا گیا۔ اور اس سے پیشتر کبھی ایسی کوشش عمل میں نہیں آئی تھی ۔
۱۸۷۹ء میں مکتی فوج کا مشہور اخبار "وار کرائی" (جنگی نعرہ) نافذ ہوا۔ اگر جنرل بوتھ اور ان کی نیک بخت اہلیہ چاہتے۔ تو ان وسائل سے متمول ہو جاتے۔ مگر نہیں۔ جتنی آمدنی اخبار سے یا دیگر وسائل سے ہوتی تھی۔ اسے وہ اپنے مشن کی توسیع اور ترقی پر لگاتے تھے ۔
۱۸۸۲ء میں مکتی فوج کے جھنڈے۔ ہندوستان۔ سویڈن۔ اور کینیڈا میں گاڑے گئے۔ اس سے ایک سال قبل مس بوتھ اور انکے سپاہیوں نے فرانس میں اپنا تسلط جمالیا تھا۔ اسی سال برامویل بوتھ کی شادی ایک نوعمر لیڈی کے ساتھ ہو گئی۔ مکتی فوج کے کام بہت دلچسپ ہوتی تھیں۔ ۱۸۸۵ء میں جنرل بوتھ اور انکے لڑکے مسٹر برنف۔ پبلک اور شہر ہستد

جلد - ۱۲ || بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۸ء || نمبر ۱۰

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں	۲۹۷	غربت کیا ہے؟	۳۱۵
مشن کی خبریں	۳۰۰	علم الہیات	۳۱۶
ایک نامور حبشی لیڈر	۳۰۶	بے ایمان مختار کی تمثیل	۳۱۹
عورت ذات کا اثر	۳۱۲	قصۂ ایاس	۳۲۷

قیمت سالانہ پیشگی مع محصولڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ

۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے ...... ڈیڑھ روپیہ

۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

[illegible] جو شخص صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو بھی ایک روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے۔ اور اڈوائزری [illegible] کے ممبر ہونگے ؛

قابل توجہ

[illegible] خط وکتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام پادری طالب الدین بی۔ اے پریسبٹیرین چرچ نولکھا لاہور ہونی چاہئے [illegible] خط وکتابت و ترسیل زر بنام پادری جے۔ علی بخش سینٹ جانس کالج لاہور ہونی چاہئے ؛

فہرست کتب

حقیقت المسیح - مصنفہ پادری پی - کارنیگی سمپسن صاحب ایم - اے و مترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی - اے
حیات داؤد - از پادری ایف - بی - مائیر صاحب - نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے جسمیں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی و ترقی کیلئے دلچسپ سبق نکالے ہیں - ۱۲ / ۰
مسیح کے خاص دوست - از پادری جے - آر - ملر صاحب - نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے جسمیں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے ۸ /
وہن شیر - یہ قیاصرہ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے - اور اس سے اُسوقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے - قیمت ۱۲ / ۰
آولیس - رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ - قیمت ۸ / ۰
خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات - یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا اور انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے - قیمت ۱۲ / ۰
جان ہیلفکس جنٹلمین - یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے جسمیں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کسطرح وہ ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے دولتمند ہوگیا - نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور ابھارنیوالا ہے - جلد اول قیمت ۱۲ / ۰
زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ - مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کے لئے تاریخی ثبوت ۱۲ / ۰
علوم طبعیہ کی تاریخ - اٹھارھویں صدی کے آخر تک جسمیں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے - قیمت عہ / ۰
علوم طبعیہ کی تاریخ - انیسویں صدی میں - قیمت ۸ / ۰
مشرق کی نابود شدہ تہذیب - جسمیں قدیمی اقوام مثل فنیکی - ایرانی - عرب - بابل وغیرہ حالات درج ہیں - قیمت ۶ / ۰
قدما کی حکمت - جسمیں لارڈ بیکن نے یونانیوں و رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت بتائے کی

نوٹ اور رائیں

طلباء اور پولیٹکس چونکہ طبقہ حکام میں عام خیال یہ ہے کہ شورش انداز گرزم اور سڈیشن کا منبع یا تو اخبارات ہیں یا مدارس، اس لئے اخبارات کے ساتھ سخت گیری کی پولیسی پر عملدرآمد ہونے کے ساتھ مدارس پر بھی نگرانی اور ان کے پولیٹکس سے علیحدہ رکھنے کے متعلق ہدائیتیں جاری ہو رہی ہیں۔ چنانچہ گورنمنٹ بمبئی نے حسب ذیل ریزولیوشن شائع کیا ہے:

ہز اکسیلنسی گورنران کونسل کا یقین ہے کہ طلباء میں ڈسپلن کی خرابی اور گستاخی کی صورت اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ وہ پولیٹکل جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ترقی تعلیم کے خیال سے جنکو علانیہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ طلبا کو پولیٹکل معاملات سے علیحدہ رکھنا چاہئے زمانہ گذشتہ میں ہندوستان سے بڑھکر ادب آداب دنیا میں کسی جگہ نہ پایا جاتا تھا۔ استاد اور والدین دونوں اس بات سے واقف ہیں۔ کہ جب وہ بچے تھے تو اُن کو کس قدر بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ گورنران کونسل اُمید کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں اور شاگردوں میں وہی خصائل اور رویہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ امر خود لڑکوں کے والدین اور تمام ملک کے فوائد کے خیال سے لئے ضروری ہے۔ لہذا گورنران کونسل نے عزم مصمم کر لیا ہے۔ کہ مدارس میں ڈسپلن کے توڑنے اور بدامنی اور گستاخی مدرسہ کے اندر یا باہر سرکاری یا امدادی مدارس میں ہرگز روا نہ رکھی جائے گی۔ اور ماسٹران و منیجران جو ضوابط ان خرابیوں کے انسداد کے لئے تجویز کرینگے اُن کی پوری پوری امداد کیجائیگی ؂

ماسٹر لوگ یقین کرتے ہیں کہ ان کی بڑی کامیابی یہ ہے کہ ان کے مدرسے میں طلبا کی تعداد اور زیادہ ہو یہ سراسر غلطی ہے۔ بدرذیہ، گستاخ اور نافرمانبردار طلبا کو فوراً نکال دینا چاہئے۔ اور جو لڑکے معزیانہ یا شورشانہ کارروائیوں میں شریک ہوتے ہیں اُن کو اُس مدرسہ سے جس میں وہ پڑھتے ہیں۔ یا امدادی مدارس سے خارج کر دینا چاہئے۔ گورنمنٹ جنس کی زیادہ پروا کرتی ہے بمقابلہ تعداد کے۔ انسپکٹروں کو ہدایت کیجائیگی کہ بے خبری میں اچانک مدرسوں کا معائنہ کیا کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو مدرسوں کو تنبیہ کیا کریں۔ کہ وہ ڈسپلن کے اس معیار کو قائم رکھے ہوئے نہیں ہیں۔ جو گورنمنٹ کا منشا ہے۔ امدادی مدارس کے منیجروں

سے بھی اسی درجہ کے ڈسپلن کی توقع کی جائیگی - جو سرکاری مدارس میں ہے اور گورنمنٹ سے امداد اسی صورت میں ملیگی . کہ سرکاری منشا کو ملحوظ رکھیں - یہ بات صاف طور پر سمجھ لینی چاہئے . کہ گورنمنٹ کی مخالفت کرنیوالے طلبا سرکاری مدارس میں تعلیم نہیں پا سکتے اور نہ امدادی مدارس کو جس میں ایسے طلبا ہوں امداد دیجا سکتی ہے -

ہدایات ڈسپلن

تمام سرکاری اور امدادی مدارس میں مندرجہ ذیل ہدایتوں کی سخت پابندی درکار ہے (۱) جماعت میں باقاعدگی اور اطاعت کا سخت لحاظ رکھا جائیگا . (۲) مدرسہ کے باہر اگر کسی قسم کی قابل اعتراض حرکت عمل میں آئے تو سخت سزا دیجائیگی - (۳) والدین کے ذہن نشین کر دینا چاہئے کہ وہ ہیڈ ماسٹروں کو اپنی مرضی کے موافق ہدایتیں نہیں دے سکتے . بلکہ ہیڈ ماسٹروں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرار دیں کہ کن شرائط کیساتھ وہ لڑکوں کو مدرسہ میں داخل کریں یا رہنے دیں گے - (۴) موجودہ عادت کہ جماعت یا بازاروں میں میلے کچیلے اور ناکافی لباس میں لڑکے نمودار ہوتے ہیں دور کرنی چاہئے - عمدہ دیسی لباس بہت کم خرچ ہے اور آسانی سے صاف رکھا جا سکتا ہے - (۵) طلبا میں حلم اور ادب کی عادت پیدا کرنی چاہئے اور گستاخی اور بدتمیزی یا غیر شریفانہ طرز کلام یا فعل کی سزا ملنی چاہئے - (۶) صرف وہ اخبارات مدرسوں کے ریڈنگ روم یا بورڈنگ ہوسوں میں آنے پائیں گے یا طلبا کو خریدنے کی اجازت ہوگی - جن کو وقتاً فوقتاً گورنمنٹ منظور کیا کریگی - (۷) کسی طالب علم کو کسی قسم کے پبلک جلسہ کے انتظام میں حصہ لینے یا شریک ہونے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی .

یہ قواعد تمام سرکاری اور امدادی مدرسوں اور کالجوں پر حاوی ہونگے - بجز اس کے کہ طلبا - کالج پرنسپل کی اجازت حاصل کرنے کے بعد پبلک جلسوں میں شامل ہو سکتے ہیں اور یہ امر بھی پرنسپل کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ کون کون سے اخبارات کالج میں آنے چاہئیں -

مدارس ابتدائی کو ہدایت

مضافات کے پرائمری مدارس کے ماسٹروں کے نام حسب ذیل ہدایت نامہ شائع کیا گیا ہے سرکار نے سنا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں - جو مدرسوں کو پولیٹکل اور پبلک جلسوں میں شریک ہونے اور تقریر کرنے سے منع کرتا ہے تمہیں اس قاعدہ کی پابندی نہ ورزنی چاہئے - تمہیں یہ چاہئے کہ اخبارات مدرسہ میں نہ لیجاؤ

کسی غیر شخص کو لانے دو۔ تمہارے بعض لڑکے بازاروں میں لوگوں کے ساتھ بری طرح پیش آتے ہیں یہ تمہارا فرض ہے کہ ان کو درست کرو۔ اور اگر تمہارا حکم نہ مانیں تو انکو سزا دو تمہیں چاہیئے کہ طلباء کے والدین کو ترغیب دو کہ وہ اپنے لڑکوں کو فوراً اپنی حلیم تادیب مدرسہ میں باضابطہ جاری رکھیں اور جب پولیٹکل جلسے منعقد ہوں تو تم اپنے طلباء کو ان میں شریک نہ ہونے دو۔ تم انکے والدین کو ترغیب دینے کی کوشش کرو کہ وہ اپنے لڑکوں کو ان جلسوں سے الگ رکھیں۔ اور تمہارا فرض ہے کہ حتی الامکان طلباء کو صاف جسم و لباس رکھنے کا عادی بناؤ۔ (از نور افشاں)

اسطرح بھر نہ کہنا۔ ایک مہین کسان سے ایک غریب انڈین نے کچھ کھانے کو مانگا لیکن اسکے ترش رو سے جھڑک دینے پر اس غریب ہندوستانی نے کہا اچھا پانی ہی پلا دو۔ کسان نے پھر بھی سختی سے کہا کہ چل ہٹ انڈین کتے۔ تیرے لئے یہاں کچھ بھی نہیں۔ اس تلخ جواب کے بعد غریب انڈین ایک آہ سرد بھر کر چلا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہی کسان شکار کی جستجو میں اپنا راستہ بھول گیا۔ وہ بہت دیر تک بھٹکتا پھرا۔ آخرکار ایک انڈین کا جھونپڑا اُسے دُور سے نظر آیا۔ وہ اسطرف گیا اور وہاں جاکر اپنے راستے کے متعلق دریافت کیا۔ انڈین نے جواب دیا کہ جہاں تم جانا چاہتے ہو وہ جگہ دور ہے اور آفتاب بہت جلد غروب ہوا چاہتا ہے۔ اسواسطے رات تک تم وہاں نہیں پہنچ سکوگے۔ اور اگر جنگل میں دیر ہو گئی تو بھیڑیے پھاڑ کھائینگے۔ لیکن اگر تمہارا دل چاہے تو غریب خانے پر میرے ساتھ ٹھیرو۔ وہ کسان ضیق اور ہمدرد انڈین کیساتھ رات بھر ٹھیرنے کیلئے خوشی سے راضی ہوگیا اور جھونپڑے میں گیا۔ انڈین نے اسکے کھانے پینے اور بستر کا عمدہ انتظام کیا۔ سویرے انڈین نے کسان کو جگایا اور کہا کہ آفتاب نکل چکا ہے اور جس جگہ تم پہنچنا چاہتے ہو وہ دور جگہ ہے۔ جانا ہے تو جلدی کرو۔ میں تمہاری رہنمائی کرسکتا ہوں۔ یہ کہکر انڈین اپنے ہاتھ میں بندوق تھام آگے بڑھا اور کسان اسکے پیچھے پیچھے ہولیا کئی میل راستہ طے کر چکے تب انڈین نے اس سے کہا کہ منزل مقصود یہاں سے کوئی دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اب میری رہنمائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کے ٹھیر گیا۔ اور کسان سے مخاطب ہوکر کہا۔ کیا تمنے مجھے پہچانا؟ کسان شرمندہ صورت نظر آیا۔ اور کہا کہ ہاں میں نے تمکو دیکھا ہے۔ انڈین نے جواب دیا کہ بیشک تم نے مجھے اپنے دروازے پر دیکھا ہے اور اب جدائی کیوقت میں ہمت کرکے تھوڑی سی بات مشورہ کے طور پر تمہیں کہتا ہوں جبکہ یک غریب بھوکا پیاسا تھکا ماندہ انڈین پھر کبھی کوئی چیز کھانے پینے کیلئے مانگے تو اسے اسطرح نہ کہنا کہ چل ہٹ انڈین کتے۔ اسطرح ایک غریب جنگلی نے سفید آدمی کو سبق سکھایا جو کبھی عمر بھر نہ بھولا۔ (نور افشاں)

مسیحی کی روانگی میں تاخیر ہوئی۔ پہلے تو بخار ہونے کیوجہ سے اب بعض دیگر وجوہات سے میں نے کوشش تو کی تھی کہ

کلیسیا اور مشن کی خبریں

جبل پور - جس وقت تک کہ یہ پرچہ ناظرین کے ہاتھ میں ہوگا۔ مڈ انڈیا کرسچن کنونشن جو ۲۲-۲۵ - اکتوبر تک منعقد ہونیوالی ہے ختم ہو چکی ہوگی۔ امید ہے کہ جو صاحب شریک ہونگے بہت برکت حاصل کرینگے۔ اگر کوئی صاحب اُس کنونشن کے بارہ میں اپنا کچھ تجربہ بیان کرنا چاہے تو ہم خوشی سے اسکو درج اخبار کرینگے ۔

سر ہربرٹ رابرٹس ایم - پی نے جو انگلو انڈین ٹمپرنس ایسوسی ایشن لنڈن کے پریسیڈنٹ ہیں۔ ایک سرکلر چھٹی ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے وائس چنسلروں کے نام بھیجی ہے۔ جن میں بتلایا گیا ہے کہ کون کونسے طریقوں سے یونیورسٹیوں کی سینٹیں پرہیزگاری کے متعلق اُن کے ساتھ شریک ہوکر کام کر سکتی ہیں۔ سر ہربرٹ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اگر یونیورسٹیوں کی سینٹیں اس کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر سکیں۔ تو کمیٹی بخوشی ان تجاویز پر جو سینٹیں پیش کریں عمل کرنے کو تیار ہوگی۔ میں اور کمیٹی صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں نشئی اشیا کے استعمال کو روکنے کی نسبت ہندوستان کے محکمہ تعلیم کے افسروں اور ہم میں باہمی اتحاد پایا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک صرف کلکتہ یونیورسٹی کی سینٹ نے سر ہربرٹ کی چھٹی پر غور کرکے یہ جواب دیا ہے کہ ہندوستانی طالبعلموں میں پرہیزگاری کے متعلق کسی قسم کے کام کی ضرورت نہیں ہے اور سر ہربرٹ کا پیش کردہ اتحاد بے فائدہ ہے یہ بالکل سچ ہے کہ عام طور پر ہندوستانی طلبا میں شراب نوشی کی برائی بہت کم نظر آتی ہے۔ مگر وہ جن کو اس ملک کی حالت بخوبی معلوم ہے انکار نہیں کر سکتے کہ یونیورسٹیوں کی سینٹوں کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ سر ہربرٹ کی پیش کردہ تجاویز میں سے کم از کم چند کو منظور کر لیتے آج کل سکول اور کالج کے طلباء سگرٹ پینے کی بری عادت کو کثرت سے اختیار کر رہے ہیں اور اگر اور کچھ نہ کیا جاتا تو اس اکیلی برائی کو روکنے کے لئے بھی بہت سی کوشش کی ضرورت ہے ۔

منصوری کی نارتھ انڈیا کانفرنس آف کرسچن ورکرس جیسا کہ ہم پہلے اطلاع دے چکے ہیں۔ ۱۷ سے ۲۳ ستمبر تک منعقد رہی اس کانفرنس کے دو مقصد ہیں ۔

(۱) کسی عالم روحانی لیڈر کی رہبری میں بائبل کے گہرے مطالب پر غور و فکر کرنا (۲) ایسے وعظ و درسوں کا دیا جانا جو مسیحی کارندوں کے لئے مفید ہوں ؎

اس سال بائبل کے مطالعہ کے لئے تین جگہ بندوبست کیا گیا تھا۔ ایک جگہ پطرس کا پہلا خط دوسری جگہ یعقوب کا خط پڑھا جاتا تھا۔ تیسری جگہ مسیح کی تعلیم اور معجزوں کا بیان کیا جاتا تھا۔ وُڈسٹاک کالج کے ہال میں ڈاکٹر پی ایم یک صاحب نے بائبل کی نسبت تین درس بدیں مضمون دیئے (۱) بائبل کیا ہے (۲) اس کو کس طرح پڑھنا چاہئے (۳) یہ کتاب آپ کے لئے کیا کر سکتی ہے؟ علاوہ ان کے مسیح کی تمثیلوں کی نسبت چار درس دیئے گئے جو بہت ہی مفید اور پرنصیحت تھے۔ یونین چرچ کے پاسٹر پادری ہیلوز اور مس ہیولیٹ صاحبہ نے ہیرنگ انسٹیٹیوٹ میں اور کیلاگ موریل چرچ میں پادری ایچ سی ولیٹی صاحب نے بائبل کی تعلیم سے حاضرین کو بہت فائدہ پہنچایا۔ جیسے بائبل کی تعلیم دی جاتی تھی اور ہر روز شام کے ساڑھے چار بجے مختلف مضامین پر کالج ہال میں درس دیئے جاتے اور مباحثہ ہوتا تھا۔ مثلاً ۱۶ ستمبر کو پادری ڈاکٹر ڈبلیو۔ اے نیل مقیم بریلی نے ۔مشنری کی روحانی زندگی" کی نسبت بڑی سنجیدہ تقریر کر کے فرمایا کہ روحانی زندگی کس طرح قائم رکھی جا سکتی ہے۔ اور نیز کس طرح ترقی کر سکتی ہے۔ ۱۷ ستمبر کو پادری ایچ سی ولیٹی صاحب ایم۔ اے مقیم سہارنپور نے ہند کے مشنروں کی تعلیم کی نسبت ایک مفید و مؤثر درس دیا۔ امید ہے کہ وہ درس کتاب کی صورت میں شائع کیا جاویگا۔ پادری صاحب نے اپنے درس میں اس بات پر زور دیا کہ طالب علموں کو نہ صرف عقلی تعلیم حاصل کرنا چاہئے بلکہ اُستاد کے ساتھ پھر پھر کر عملی تعلیم بھی پانی چاہئے۔ ۱۸ ستمبر کو سینٹ جانس کالج آگرہ کے پرنسپل پادری ہے۔ تھارن تھویٹ صاحب کا تحریر کردہ مضمون پادری اے۔ اے فائف صاحب نے پڑھکر سنایا۔ اس میں پادری صاحب نے بیان کیا تھا کہ مشن کے تعلیمی کام کی وسعت کہاں تک ہے اور کس طرح اس کام کو کرنا چاہئے۔ اور نیز ہمارے کام کے ساتھ محکمہ تعلیم کے افسروں کا کیسا تعلق ہونا ضروری ہے۔ ۱۹ ستمبر کو بڑے دلچسپ اور مفید مضمون سنائے گئے ان میں سے ایک پادری سی۔ ایچ بنیڈی کی طرف سے تھا جس میں مشنر کے اُس کام کا ذکر کیا جو شہر اور دیہات میں کیا جاتا ہے دوسرا پادری ٹی۔ ایس وینکوپ کی طرف سے تھا جس میں اُنہوں نے

بائیبل اور مبشر کا تعلق بیان کیا۔ ۲۱ ستمبر بروز پیر ڈاکٹر ڈبلیو ایف جانسٹن صاحب سہارنپوری
نے جوان قارن مشنری کی تربیت کی نسبت ایک درس دے کر اس بات پر زور دیا
کہ شروع میں ہی زبان کو اچھی طرح سیکھ لینا چاہئے۔ اور علاوہ اس کے لوگوں کی عادات
خیالات اور دستورات اور ملک کی حالت سے بھی واقفیت حاصل کرلی چاہئے۔ پادری
اے۔ سی بیتھ صاحب نے ٹمپرنس کے متعلق درس دیتے ہوئے اس بات پر زور
دیا کہ پادریوں کو چاہئے کہ ہر قسم کی منشی اشیا کے انسداد میں کوشاں رہیں۔ اس میں
انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ آبکاری کے انتظام سے شراب خواری زیادہ بڑھتی جاتی
ہے۔ اور ہزارہا جانیں ہلاک ہوتی جاتی ہیں۔ ۲۲ ستمبر کو دو درس سنائے گئے۔ ایک
پادری۔ اے۔ ایچ۔ ایم والر صاحب کی طرف سے تھا جس کا یہ مضمون تھا کہ مسیحی دین کی
تعلیم کس طرح مغربیوں کی طرف سے شرقیوں تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ دوسرا پادری
ڈاکٹر ڈبلیو۔ اے ولسن صاحب اندوری کی طرف سے کلیساؤں کی اتحاد کی نسبت
سنایا گیا۔ ۲۳ ستمبر کو پادری ڈاکٹر پی۔ ایم بک صاحب نے ایک عمدہ درس کے
وسیلے تمام کارندوں کو بڑی دانائی سے ترغیب دی کہ اُن کو کیسے مزاج اور کیسی روح
سے انجیل کی بشارت دینی چاہئے ❖

ہمیں یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی ہے کہ پنجاب کے محکمہ تعلیم نے جوان عورتوں کی
جماعتوں کو عملی تعلیم دینے کا کام ینگ وومنس کرسچن ایسوسی ایشن لاہور کے سپرد کردیا ہے
ان کی جماعتوں کا مقصد یہ ہے کہ لڑکیوں کو ٹائپ رائیٹنگ۔ شارٹ ہینڈ۔ انگریزی۔
کھانا پکانے۔ کپڑا سینے۔ حساب کتاب رکھنے اور ڈرائنگ وغیرہ میں ایسی تعلیم دیجائے
کہ وہ حتی الوسع اپنی طاقتوں کو مفید کاموں میں خرچ کرسکیں۔ اس قسم کی تعلیم سے وہ گھر
کے کام یا کسی دفتر یا کارخانہ میں ملازمت کے زیادہ لائق ہوجائینگی۔ ان جماعتوں کی
تعلیم باقاعدہ طور پر ہورہی ہے سال میں کم از کم ایک دفعہ سکولوں کی انسپکٹر صاحبہ
ان جماعتوں کا امتحان کیا کریں گی۔ اور ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب بھی ملاحظہ فرمایا کرینگے
ان لڑکیوں کو جو اُس امتحان میں جو لوکل گورنمنٹ کے اختیار سے لیا جایا کریگا۔ کامیاب
ہونگی سرٹیفکیٹ دیئے جاوینگے۔ فیس بہت کم مقرر کی گئی ہے۔ اُن جوان عورتوں کے
لئے جو بیرونجات سے لاہور میں جاکر ان جماعتوں میں تعلیم حاصل کرینگی۔ وائی۔ ڈبلیو

سی۔ اے کی طرف سے بورڈنگ ہوس وغیرہ کی تمام سہولتیں مہیا کیجائیں گی۔ بشرطیکہ وہ لیڈی سپرنٹنڈنٹ صاحبہ سے درخواستیں کریں۔ تربیت یافتہ اور کام میں ماہر عورتوں کی ضرورت بہت بڑھ رہی ہے اور اُمید ہے کہ وہ لڑکیاں جو سکول میں تعلیم حاصل کر چکی ہیں زندگی کے کام میں زیادہ ماہر بننے کے لئے ان جماعتوں سے فائدہ اٹھائینگی (داؤد افشاں)

کوٹ گڑھ۔ ۱۲۔ ستمبر ۱۹۲۶ء کو اتوار کے روز مشن کے گرجا میں مشہور سیاح جناب ڈاکٹر سیون ہڈین عبادت الٰہی میں شریک ہوئے۔ وہ وسط ایشیا میں سیاحت کرکے شملہ کو جا رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی فیاضی سے اپنی وہ سنہری جیب گھڑی جو دو سال تک سیاحت میں ان کے شریک حال رہی تھی۔ مشن کی مدد کے لئے پادری ایچ۔ ایف بیوٹل صاحب کو عطا فرمائی۔ جس سے صاحب ممدوح کی ہمدردی مشن کے کام کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے۔ دو سو روپے اس گھڑی کے بالفعل مل رہے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ شاید اس سے زیادہ وصول ہو جائینگے (ارد مشن نیوز)

انڈین سول سروس میں جو آٹھ شخص امسال کامیاب ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک تو مسٹر آرمکانکی صاحب کے صاحبزادہ ہیں اور دوسرے پادری وڈ صاحب پرنسپل سنٹ جانس کالج کے بھائی ہیں

امید ہے کہ لاہور کے بشپ صاحب ۱۵۔ نومبر تک بمبئی پہنچ جائینگے ❖

بنوں۔ ڈاکٹر پنیل صاحب کے دوستوں کو سنکر یہ خوشی ہوگی کہ ۱۷۔ اکتوبر کو الہ آباد میں ڈاکٹر صاحب کی شادی مس سیرابجی سے ہوئی۔ ہم دونوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔ دیسی اور پردیسی کے اتحاد کا یہ عملی ثبوت دیا گیا۔

کشمیر۔ پادری جانسن سمتھ جو پہلے ملتان ہائی سکول کے پرنسپل تھے۔ اور علالت طبع کے باعث ولایت تشریف لے گئے تھے۔ اب ڈاکٹروں کی اجازت سے کشمیر کے علاقہ میں کام کرنے کے لئے آئے ہیں ❖

ڈیرہ غازیخاں۔ برسات کے دنوں میں جب دریا ئے اٹک طغیانی پر تھا اور ہر جگہ بربادی ڈھا رہا تھا۔ اور ڈیرہ غازیخاں اس ہولناک اژدہا کا شکار بنا ہوا تھا۔ ملتان سے پادری سٹور صاحب معہ مسٹر مارٹین اور مسٹر الگزنڈر کے (یعنی پادری لیب؟ مسیح کے داماد اور بیٹے) اور سولہ دیگر طلبا سکول کے وہاں تشریف لے گئے

اور کئی دن تک وہاں رہے اور پالی میں سے ہسپتال کی خبریں اور دیگر مشن کے اسباب کو جو خطرہ میں تھا بچا کر محفوظ جگہ میں رکھا۔ آفرین ہے ۰

بٹالہ۔ پادری لارنس صاحب کی میم صاحبہ اور مس صاحبہ موسم سرما میں تشریف لا رہی ہیں اور امید ہے کہ پادری صاحب موصوف مع خاندان کے بٹالہ جائینگے کیونکہ وہاں کے پادری صاحب فرلو پر جا رہے ہیں ۰

لاہور۔ فورمن مشن کالج۔ ڈاکٹر ایس۔ کے۔ دتا اوڈنبرا میں سلسلہ تعلیم ختم کرکے اب مشن کالج میں پروفیسر ہیں ۰

ترن تارن۔ زنانہ مشن کی کانفرنس ۱۱ سے ۱۳۔ نومبر تک ترن تارن میں منعقد ہوگی کاشکہ اس امر پر بھی غور کریں کہ دیسی مسیحیوں کی موجودہ حالت میں زنانہ لیڈی صاحبان کس طریقہ سے مدد کر سکتی ہیں تاکہ دیسی مسیحی خاندان موجودہ خطرناک حالت سے بچ جائیں ۰ (از مشن نیوز)

گجرات اور کاٹھیاوار کی پریسبٹیرین کانفرنس کا جلسہ گذشتہ ماہ ستمبر میں بمقام راجکوٹ منعقد ہوا۔ مضامین سب دعائیہ اور عبادتی تھے۔ مثلاً (الف) ہمارا مقصد ہے۔ روحوں کو فتح کرنا۔ (ب) ہماری ناکامیابی شخصی زندگی میں۔ اگر میں اونچے پر اٹھایا جاؤں۔ تو میں سبھوں کو اپنی طرف کھینچونگا" (ج) ہماری ناکامیابی ہمدردی میں (د) ہماری ناکامیابی شخصی کام میں۔ (ہ) کامیابی کا وعدہ ۰

الہ آباد۔ دسہرہ کی تعطیلات میں الہ آباد کے ہندوستانی مسیحی کڑا چرچ کمپاؤنڈ میں چار دن تک جمع ہوتے رہے اور خدا کی عبادت اور اُس کی تعریف و شکر گزاری میں مصروف رہے۔ مسٹر چیٹرجی۔ اور مس ایس چکربتی ایم۔ اے نے باجہ بجانے کے ذریعہ عبادت میں مدد کی۔ اور نیشنل مشنری سوسائٹی کی حمایت میں بھی میٹنگ ہوئی اور اُس روز بہت لوگ جمع تھے ۰

مسٹر کے۔ ٹی۔ پال (مدراس) نے ظاہر کیا کہ سہارنپور کے علاقہ میں امریکن پریسبٹیرین مشن نے ان کو کام کے لئے علاقہ دیدیا ہے۔ اُس علاقہ کے تین آدمی بھی ساتھ تھے تاکہ سب پر روشن ہو۔ کہ کس قسم کے لوگوں میں یہ خدمت ہے۔ کونسی امیدیں اور کونسی مشکلات درپیش ہیں۔ تقریر کے آخر میں نیشنل مشنری سوسائٹی کے لئے چندہ

چندہ ہوا۔ ایک جگہ کے مسیحی کوڑھیوں نے اپنی غریبی اور کال کی تکلیف کے باوجود دو روپے بھیجے ۔ (از مخزن مسیحی)۔

الہ آباد پرسبٹیرین کا جلسہ ۹۔ اکتوبر کو کڑا چرچ میں شروع ہوا۔ خاص سوال زیر بحث یہ تھا کہ بعض تجربہ کار مسیحیوں کو اختیار دیا جائے کہ جن علاقوں میں کوئی پادری نہیں یا پادری صاحب کے علاقے سے دور ہیں۔ وہاں جاکر بپتسمہ دیا کریں۔ چنانچہ جنرل اسمبلی کے پاس درخواست بھیجی گئی کہ وہ پرسبٹیری کو ایسا اختیار عطا کرنے کی اجازت دے۔ اس کی چند شرائط بھی پیش کی گئیں (۱) کہ ایسا شخص ایک رجسٹر رکھے۔ جس میں بپتسمہ کی تاریخ جگہ اور بپتسمہ پانیوالوں کا نام درج ہو۔ (۲) ایسے رجسٹر اس کلیسیا کی سشن کے ذریعہ پرسبٹیری کے پاس بھیجے جائیں تاکہ آئندہ کو ایسا لائسنس جاری رہے یا نہ (۳) یہ لائسنس سال بسال دیا جائے۔ سال سے زیادہ دیر کے لئے وہ نہ ہو۔ اور آخر میں یہ رزولیوشن بھی پاس کیا کہ سال میں ایک اتوار کا چندہ نیشنل مشنری سوسائٹی کو دیا جائے (از مخزن مسیحی)

احمد نگر۔ ۴۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کو اتوار کے روز امریکن مشن احمد نگر کے سنٹ چرچ کے پاسبان پادری سوالرام جی ایس سالوے نے مسیحیوں اور اپنی کلیسیا کے ممبروں کو اطلاع دی ہے کہ مجھے یہ بلاہٹ محسوس ہوتی ہے کہ پاسبانی کا کام چھوڑ کر انڈین نیشنل مشنری سوسائٹی کے متعلق کام کروں۔ یہ کلیسیا مغربی ہند میں ہندوستانی مسیحیوں کی سب سے بڑی جماعت ہے اور شاید تمام ملک میں بھی سب سے بڑی ہے ۔ (از نور افشاں)

امرتسر۔ موسمی بخار کی کثرت ہے۔ تعداد اموات بہت بڑھ گئی ہے۔ مسٹر میگھ لال داس سی۔ ایم آفس کے ہیڈ کلرک موسمی بخار میں مبتلا ہو کر تبدیلی ہوا کے لئے امرتسر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں چند روز بیمار رہکر ۱۳۔ اکتوبر کو راہی ملک بقا ہوئے۔ مسٹر داس اور بچوں کے لئے خدا سے دعا کریں کہ ان کو دلاسا دے ۔

وہیں سے ایک دوسری افسوسناک خبر بھی موصول ہوئی ہے۔ کہ [illegible] صاحب بھی مرض نمونیا سے انتقال کر گئے

لاہور۔ مسز چاندوس جو گویا مشن کی گویا ماں تھی۔ دل کی کمزوری کے باعث اس جہان سے رخصت ہوئیں۔ خداوند اس کے خاوند کو صبر و تسلی بخشے اور ان کے مسیحی نمونہ کی تاثیر دیرپا ہو ۔

ایک نامور حبشی لیڈر

(گذشتہ سے پیوستہ)

ٹسکیجی کی تعلیم گاہ

آخر کار ٹسکیجی کے مشہور تعلیم گاہ کی بنیاد قائم کی گئی۔ مسٹر واشنگٹن نے ایک طویلہ میں تیس حبشی لڑکے لڑکیوں کو پڑھانا شروع کیا۔ چند ماہ کے عرصہ میں بہت سے لڑکے لڑکیاں داخل ہونے کو آئے۔ عدم گنجائش کے باعث پاس کا فڈر بھی اسکول کی عمارت میں شامل کر لینا پڑا۔ رفتہ رفتہ یہ ثابت ہو گیا۔ کہ محض کتابی علم لڑکوں کے زیادہ مفید طلب نہیں۔ ان میں بہت سے لڑکے کاشتکاروں کے تھے۔ وہ پڑھنے کے بعد اپنا آبائی پیشہ اختیار کرنیوالے تھے۔ ان کی تعلیم کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ انہیں فن فلاحت کے نئے طریقے بتائے جائیں۔ تاکہ وہ اپنے پیشہ کو خوب ترقی دے سکیں۔ لڑکیوں کو گھر کا کاروبار خوش اسلوبی اور سلیقہ سے چلانے کے لئے عمدہ تعلیم کی ضرورت تھی۔ اور ساتھ ہی پھول اور سبزی ترکاری بونے کے طریقے سکھانے ضروری تھے۔ مسٹر واشنگٹن لکھتے ہیں "یہ لڑکیاں نقشہ دیکھکر پایہ تخت چین اور صحرائے اعظم بتا سکتی تھیں۔ مگر وہ نہیں جانتی تھیں۔ کہ چمچے۔ کانٹے۔ چھریاں مکھن اور روٹیاں کہاں کہاں رکھی جاتی ہیں"

اس واسطے ان کے واسطے خوشحال اور مفید زندگی بسر کرنے کی تعلیم لازمی تھی۔ لڑکے لڑکیوں دونوں کو جدالحیوٰۃ کے لئے ہر طرح سے تیار کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ بیرونی شستگی یا مردہ زبانوں کے الفاظ دماغ میں بھر لینے اور پرانے مصنفوں کے نیم فہمیدہ خیالات یاد کرنے کی چنداں حاجت نہ تھی۔ ہاتھ سے کام نہ کرنے کے میلان کو بڑھانا لڑکیوں کے لئے سخت مضر تھا۔

اسواسطے مسٹر واشنگٹن نے ایک ایسی تعلیم گاہ کی بنا قائم کرنے کی ٹھان لی۔ جو دستکاری کو افضل قرار دے۔ اور لڑکوں کے دلوں میں محنت کی فضیلت

نمش کروے اور ان پر یہ ظاہر ہو جائے ۔ کہ حرفت نہ صرف اقتصادی نظر ہی سے مفید ہے بلکہ اس سے انسان کا کیرکٹر بنتا اور دل تقویت پکڑتا اور جسم توانا ہوتا ہے ۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اس تعلیم گاہ میں کوئی نہ کوئی مفید ہنر اور پیشہ سکھایا جائے ۔ تاکہ بعد میں پُر آسائش اور مفید زندگی بسر کریں ۔ اور اپنی قوم کی ترقی اور عروج کے موجب ہو جائیں ۔ اس غرض سے مسٹر واشنگٹن ایک ایسا اسکول قائم کرنے کی فکر میں تھے ۔ جس کی تعلیم و تربیت کے اثر سے ایسے مرد و عورت تیار ہو کر نکلیں ۔ کہ ان میں سے ہر ایک اپنی قوم کی رہبری اور ہدایت کرنے کے قابل ہو جائے ۔ قوم کی وقعت اور ملک کی عزت کے باعث ہوں ۔ اور ترقی اقبالمندی کے ہادی ہوں ؛

عظیم تعلیم گاہ کی ابتدا

اس نازک اور پیچیدہ مسئلہ کی گتھی سلجھانا کوئی لڑکوں کا کھیل نہ تھا ۔ یہ ایک نہایت درماندہ اور پست حال نسل کو قعر ضلالت سے نکال کر معراج اوج پر پہنچانے کا معمہ تھا ۔ واشنگٹن کے دل میں کئی منصوبے اس کے متعلق تھے ۔ اور ایک ان کی نظروں میں نہایت ہی مفید معلوم ہوتا تھا ۔ لیکن سب سے بڑی دقت سامان کی بہم رسانی کی نسبت تھی ۔ جو اسے تکمیل پر پہنچانے کیواسطے لازم تھے ۔ باوجود ان دشواریوں اور دقتوں کے اُنہوں نے اپنے ارادہ پر عمل پیرا ہونے اور اسے عملی صورت دینے کی ٹھان لی ۔ ہمٹن انسٹی ٹیوٹ کے خزانچی سے اپنی ذاتی ذمہ واری پر ساڑھے سات سو روپے ادھار لئے ۔ اور یہ رقم ادا کر کے قصبہ کے قرب میں ایک شخص کی زمین خرید لی ۔ جو پندرہ سو روپے کو فروخت ہو رہی تھی ۔ اس قطعہ کے متعلق ایک شکستہ حال مکان تھا ۔ جو کھانا کھانے کے کمرہ کا کام دیتا تھا ۔ علاوہ بریں ایک باورچی خانہ ایک طویلہ ۔ اور ایک مرغیوں کا ڈربہ بھی تھا ۔ ان سب کو خوب صاف کیا گیا ۔ اور سفیدی کی گئی ۔ جہاں ضرورت تھی ۔ مرمت ہوئی ۔ اور وہاں تعلیم کا کام شروع ہو گیا ؛

اس عظیم الشان تعلیم گاہ کے کام کا عملاً آغاز لگا ۔ بوکر واشنگٹن نے عمدہ کپڑے اتار کر معمولی کام کرنیوالوں کے کپڑے پہن لئے ۔ مدرسہ کی عمارت کے اردگرد کی زمین صاف نہ تھی ۔ سہ پہر کے وقت اسے صاف کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ۔ لڑکوں کے بھی

اپنے اُستاد کی پیروی کی۔ اس طرح چند ہفتوں کے اندر اندر بیس ایکڑ اراضی (۲۵ گھماؤں) بالکل صاف ہوگئی۔ اور وہاں فصل بوئی گئی۔ مس اولیویا ڈیوڈسن جن کی بعد میں واشنگٹن سے شادی ہوگئی تھی۔ ابتدا میں ان کے ساتھ شریک ہوگئی تھیں۔ وہ بھی اپنی قوم کی بڑی دردمند تھیں۔ ان کی مدد سے اس قدر سرمایہ بہم پہنچ گیا۔ کہ جس سے نہ صرف پہلے کا قرضہ ہی ادا ہوا۔ بلکہ تمام قطعہ اراضی جو سو ایکڑ تھا۔ زر نقد دیکر خرید لیا گیا ؛

جب واشنگٹن نے اسکول کے متعلق زراعت کا کام شروع کیا تھا۔ تو کئی مقاصد زیر نظر تھے۔ اول یہ کہ لڑکوں کو فن فلاحت کی اعلےٰ اور عملی تعلیم دینا مقصود تھا۔ دوم بیسیوں لڑکے ایسے تہیدست تھے۔ کہ وہ اپنے ضروری اخراجات ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ اسکول کی زمین پر فصلیں ہو کر ان کی ضروریات زندگی کی بہم رسانی کا معقول انتظام ہوگیا ؛

اس کے ساتھ ہی ایک اور عمارت تعمیر کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ کیونکہ جو عمارات پہلے تیار ہوئی تھیں۔ وہ ان کی بڑھی ہوئی ضروریات کے لئے مکتفی نہ تھیں۔ عمارت کا نقشہ اور اخراجات کا تخمینہ تیار کیا گیا۔ اسکول کے نزدیک ہی ایک کارخانہ چوب تھا۔ اُس کے منتظم نے اپنے آپ مسٹر واشنگٹن سے کہا۔ کہ جتنی لکڑی عمارات کے لئے درکار ہو۔ لی جائے۔ جب آپ کی فرصت ہو۔ تو دام ادا کر دیجئے کوئی جلدی نہیں۔ مس ڈیوڈس نے ایک اور چکر لگایا۔ اور بہت سا روپیہ جمع کر لائیں۔ کئی حبشیوں نے تعمیر عمارت میں مفت مدد دینے کی خواہش ظاہر کی۔ اسکول کے لڑکوں نے بھی بہت مدد دی۔ جس سے انہیں فن عمارت سے بھی قدرے واقفیت ہوگئی۔ مسٹر واشنگٹن نے فن عمارت کی مکمل تعلیم دینے کی غرض سے اینٹیں بنانے کا بھی ایک صیغہ قائم کر دیا۔ قرار پایا۔ کہ ابتدا میں پچیس ہزار اینٹیں تیار تیار کی جائیں۔ مگر بھٹے میں ایک نقص پیدا ہو جانے کے باعث اس تجربہ میں صریح اور ہمت شکن ناکامی پیش آئی۔ دوبارہ پھر کوشش ہوئی۔ مگر اس مرتبہ بھی وہی مصیبت پیش آئی۔ تیسری دفعہ پھر سعی کی گئی۔ اس مرتبہ ہمٹن اسکول والوں نے دستگیری کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اینٹیں پکانے میں وہی خرابی ہوئی۔ بار بار کی ناکامیوں نے واشنگٹن کو بالکل تہیدست بنا دیا تھا۔ مگر اپنی گھڑی پینتالیس روپے میں فروخت کر کے چوتھی مرتبہ

پھر کوشش کی۔ اس بار پوری کامیابی ہوئی۔ پھر تو ضرورت سے زیادہ اینٹیں تیار ہونے لگیں۔ قرب و جوار کے لوگ بھی خریدنے لگے۔ کیونکہ وہ اور اینٹوں سے بہتر تھیں +

ایک عمارت کے پیچھے کی مٹی کھود کر ایک باورچی خانہ بنایا گیا اگرچہ بہت بدوضع اور بے ہنگم تھا۔ تو بھی اس سے کھانا پکانے اور کھانے کا کام لیا گیا۔ کھانا پہلے منہ کی دیگچیوں میں اسی ڈھنگ پر پکتا تھا۔ جس ڈھنگ پر شکاری لوگ جنگلوں میں پکاتے ہیں جو چیزیں تعمیر عمارت میں کام دیتی تھیں۔ اُن سے میزوں کا کام لیا گیا۔ اشیائے خوردنی اُدھار لائی جاتی تھیں۔ لڑکیوں کو امور خانہ داری کی تعلیم دینے کا اس طریقہ پر آغاز ہوا +

یہ کام نہائت سخت تھا۔ اس سے واشنگٹن کے دماغ اور نیز صحت پر بہت ناگوار اثر پڑا ان کے ہاتھ بٹانیوالے چند حبشی مرد و عورت دونوں تھے۔ جو گاہے گاہے قومی دردمندی کی غرض سے ان کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ سب سے بڑی دلشکن بات اُس کے متعلق یہ تھی۔ کہ نہ تو لڑکے اور نہ ان کے والدین مسٹر واشنگٹن کے طریقۂ تعلیم کی خوبیوں کو سمجھتے تھے۔ والدین کہتے تھے۔ کہ ہمارے بچوں کو صرف لکھنا پڑھنا سکھایا جائے۔ کسی قسم کے کام کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر واشنگٹن ان درخواستوں کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کو اپنے طریقۂ تعلیم کی خوبی اور فیض رسانی سے قائل کرنے کی ہر طرح سے کوشش کرتے تھے۔ ہوتے ہوتے لڑکے مان گئے۔ کہ دستکاری کی تعلیم عمدہ ہے۔ مسٹر واشنگٹن نے کسی قسم کی مشکلات اور مخالفت کی ذرا پروا نہیں کی۔ بلکہ بڑے صبر اور ثابت قدمی سے اپنے خیال کے مطابق کام کرتے رہے۔ انجام کار نتائج حسنہ سے ظاہر کر دیا۔ کہ عملی تعلیم ہی سب سے اعلےٰ قسم کی تعلیم ہے۔ اور اسی سے انسان نفع کثیر حاصل کر سکتا ہے +

غور کرو۔ ۲۵ برس ہوئے۔ کہ ایک ٹوٹے پھوٹے طویلہ اور ڈربہ میں ایک سکول کی بنیاد رکھی گئی۔ اور صرف ایک اُستاد وہاں تھا۔ اور وہ کسی شائستہ قوم سے نہ تھا۔ بلکہ بچپن سے غلامی اور ذلت میں پرورش پائی تھی۔ اُس نے نہائت سخت وقتوں سے خود تعلیم حاصل کی۔ اور پھر اپنی قوم کے لئے وہ کام کیا۔ جو آج تک

شاید کسی آدم زاد سے نہ ہوا ہوگا۔ اُس نے اپنی پست حال قوم کو گمنامی اور جہالت کے
گڑھے سے نکال کر شاہراہ ترقی وتمدن پر ڈالدیا ہے۔ اس عظیم الشان تعلیم گاہ
کی تازہ ترین سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہاں (۸۳) عمارات ہیں۔ جہاں
لڑکے پڑھتے ہیں اور رات دن رہتے سہتے ہیں۔ اس کے اندر ہی ان کے ورکشاپ
ہیں۔ اسکول کے قبضہ میں (۲۳۰۰) ایکڑ اراضی ہے۔ اس میں سے ایک ہزار ایکڑ
زراعتی کاموں کے لئے مخصوص ہے۔ جہاں لڑکوں کو کاشتکاری۔ باغبانی۔ پھول
لگانے۔ سبزپات پیدا کرنے۔ مسکہ سازی نسل کشی اور مرغ پروری سکھائی جاتی ہے
دوسو ایکڑ اراضی اسکول کے احاطہ کے لئے ہے۔ اور باقی زمین گھاس ہوتی ہے
جس پر چوپائے چرتے ہیں ✦

پچیس ہزار ایکڑ اراضی صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے اسکول ہذا کو عطا کر رکھی ہے
اس میں سے بائیس ہزار ایکڑ اراضی دو لاکھ چالیس ہزار روپے کی مالیت کی ہے۔
سرکاری زمین کے علاوہ اسکول کی اپنی اراضی۔ مکانات۔ سبوریٹریاں۔ ورکشاپ
اور دیگر قسم کی جائدادیں ساڑھے پچیس لاکھ روپے کی سمجھی جاتی ہیں۔ ان سب کے
علاوہ ایک رقم عظیم مستقل سرمایہ کی ہے۔ جو ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۷ء کو ۳۷۱۳۹۲۸ روپے
تھی۔ اسکول کے کل مقبوضات ۶۵۰۳۹۲۸ روپے کی مالیت کے ہیں ✦

سنہ ۱۹۰۷ء میں ۱۶۴۸ طلباء درج رجسٹر تھے۔ ان میں سے (۱۱۱۱) لڑکے اور
(۵۳۷) لڑکیاں تھیں۔ تین افریقہ۔ ایک کینیڈا۔ ایک برٹش ہانڈوراس (وسطی امریکہ)
تین نکاراگوا (وسطی امریکہ) تین جزیرہ سینٹ انڈریو۔ دو برٹش گائنا (جنوبی امریکہ)
(۷۶) جزائر غرب الہند (۳۶) اضلاع متحدہ۔ اور اکیس ممالک غیر کے تھے۔ سال زیر
رپورٹ میں ۳۷ علوم و فنون کی تعلیم طلبا کو دی گئی تھی۔ جو کچھ وہاں پیدا ہوا۔ اس کی
کیفیت یہ ہے کہ سنہ ۱۹۰۶ء میں نو سو ایکڑ اراضی لڑکوں کی محنت سے کاشت ہوئی۔ شیریں
آلو کی پیداوار (۶۵۰۰) بُشل (۳۲ سیر کا پیمانہ) تھی۔ ڈیری فارم میں ۱۷۱ دودھ دینے والی
گائیں تھیں۔ ان کے دودھ سے (۱۶۳۳۲) پونڈ (بوزن آدھ سیر) مکھن تیار ہوا ؛
مشینوں کے متعلق ۱۴۳ لڑکے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ایک نیا انجن سات گھوڑوں
کی طاقت کا اسکول کے واسطے خرید اگیا۔ سولہ انجنوں کی مرمت ہوئی۔ اور ۱۶۳ آہنی

چارپائیاں بنائی گئیں - صیغہ خیاطی میں ۲۵۰ - پورے سوٹ اور ۵۶۲ - اوورآل (پیسے جامے) بنائے گئے - اس کے علاوہ اور بہت سا متفرق کام ہوا - زنانہ ٹوپیوں کی آرائش کی (۲۰۳۴۱) چیزیں تیار ہوئی تھیں - تیرہ سو زنانہ پوشاک کے صیغہ میں ۲۵۰ سادہ سلائی کے صیغہ میں تیار کی گئی تھیں - ۱۱۸۵ چٹائیاں - جھاڑو ٹوکرے وغیرہ (۱۳۶۷) اور ۷۶۰۸۰۳ کپڑے دھوئے گئے - ۳۶ جوڑے نئے ساز کے بنائے گئے مرمت کا کام اس کے علاوہ ہے - کئی عمارات کے اندر برقی روشنی کے لئے تار لگائے گئے - پانچ لاکھ اڑتالیس ہزار اینٹیں - مکانوں میں چنی گئیں - (۳۴۸۰۰ ۲) چیزوں کو خراد چڑھا کر رنگ ہوا - ۹۰۱۸ مربعہ گز پلستر تیار ہوا - نو لاکھ ستر ہزار اینٹیں بنائی گئیں *

مکینیکل ڈیپارٹمنٹ کی تیار کردہ چیزوں کی فروخت سے ۸۵۸۰۰۲۲۰ روپے آمدنی ہوئی - زنانہ دستکاریوں کی اشیا کی فروختگی سے ۱۲۷۱ روپے - زرعی اشیا سے ۱۲۷۸۱۶ روپے وصول ہوئے - اسمیں ۶۶۰ روپے مرغ پروری اور ۱۹۴۵ روپے گلاستون کی فروخت کے شامل نہیں ہیں - کمتری ڈیپارٹمنٹ (صیغہ گماشتگی) سے ۸۸۶۷۲۲ روپے وصول ہوئے - کل میزان ۵۶۶۹۰۰۷ روپے تک پہنچتی ہے جو صرف طلبا کی محنت کا نتیجہ ہے *

جو مفید کام اس تعلیم گاہ کے وسیلہ سے انجام کو پہنچ رہا ہے - اس کا اندازہ شمار و اعداد سے بالکل نہیں ہو سکتا - اس اسکول کے کارکنوں کی طرف سے یہ کوشش کی جارہی ہے - کہ حبشی قوم کے درمیان نیک محنتی - کاریگر - قابل اور لئیق آدمی پیدا ہوں - جو اسکی عزت بڑھانے کے موجب ہوں - حرفتی اور ادبی تعلیم پہلو بہ پہلو ہوتی ہے - جو کچھ کمرہ کے اندر پڑھایا جاتا ہے - اس کے متعلق باہر کھیت میں یا کارخانہ میں بھی عملی تعلیم ہوتی ہے - ان کے قوارعقلی کی تربیت کسیطرح سے نظرانداز نہیں کیجاتی - ان کی اخلاقی اور روحانی طاقتوں کی نشو و نما کا بھی بڑا لحاظ کیا جاتا ہے - انگریزی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے - تاکہ وہ اپنے خیالات کا عمدہ پیرایہ میں ایک معقول طریقہ سے باحسن وجوہ اظہار کر سکیں - لڑکوں کو میں کتب بینی کے فوائد اور اس کے لطائف کا شیتاق پیدا کیا جاتا ہے - الغرض جہاں انہیں حرفتی تعلیم روٹی

کمانے کے لئے دی جاتی ہے۔ وہاں علمی وادبی تعلیم ان کے جذبات اور خیالات کی شستگی اور قواے نفسی کی تربیت ونشوونما کے لئے ہی کی جاتی ہے۔ حساب سکھایا جاتا ہے ٭

سب سے زیادہ زور کیمسٹری اور فزکس (علم طبعیات) کی تعلیم پر دیا جاتا ہے۔ ہفتے میں چھ گھنٹے اسی کے لئے وقف ہیں۔ واقعی بات بھی یہ ہے۔ کہ سائنس کی علمی واصولی تعلیم کے بغیر حرفت میں کامیابی حاصل کرنا امر محال ہے۔ سبورٹریوں (تجربہ گاہوں!) میں زمانۂ جدید کے آلات رکھے گئے ہیں۔ جن سے تجربے کئے جاتے ہیں۔ زراعت اور حرفت میں مرکبات سے کام لینے کے ڈھنگ بتائے جاتے ہیں۔ تجربہ کار اور قابل اُستاد ہر وقت طلبا کو عملاً سکھانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس اسکول کے دو سو تعلیم یافتہ نوجوان دیگر مدارس میں سائنس اور حرفت کی تعلیم دینے کا کام کر رہے ہیں۔ کئی نوجوان افریقہ میں ہیں۔ جو حبشیوں کو علوم جدیدہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ آجتک اس مفید اسکول سے ہزارہا مرد وعورت تحصیل علم سے فارغ ہو کر نکل چکے ہیں۔ جو ہر شہر میں مفید کام کرتے ہیں۔ اور قوم کے نیک اور محنتی افراد سمجھے جاتے ہیں۔ یہ سب ایک آدمی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس نے اپنی زندگی اسی کام کی نذر کر دی ہے ٭

ہمیں اس وقت بُوکر واشنگٹن کی ضرورت ہے۔ کیا ہندوستانی مسیحیوں کے درمیان ایسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا ہے؟ کیا وہ پیدا ہوگا؟ واشنگٹن پست حال افراد واقوام کے لئے ایک زندہ سبق ہے۔ اور ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ بقول لارڈ مکالے "مہا پرشوں کی حیات سکھاتی ہے۔ کہ ہم بھی اپنی حیات ارفع بنا سکتے ہیں" واشنگٹن نے اپنی ذاتی کوششوں سے ترقی کر کے جو رتبہ اسوقت حاصل کر رکھا ہے۔ وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ وہ ہمارا ایسا انسان ہے۔ جو کچھ اُس نے کیا ہے۔ ہم بھی کر سکتے ہیں۔ صرف حوصلہ۔ ہمت اور آہنی قوت ارادی درکار ہے۔ **کوشش کرو تم بھی واشنگٹن** کے ثانی بن سکتے ہو۔ کوئی بڑی بات نہیں ہے ٭

اخیر میں خداوند سے دعا ہے کہ وہ جلد کسی واشنگٹن ایسے کو ہمارے پاس بھیجے۔ جو ہمیں ہماری موجودہ درماندہ حالت سے نکالکر عروج واقبال تک پہنچا دے ٭ (جے۔ آر۔ آر)

عورت ذات کا اثر

اس سے کس کو انکار ہوگا۔ کہ تمام دنیا میں عورت ذات کا بہت وسیع اور گہرا اثر
پایا جاتا ہے۔ اس کا اثر مخفی ہے۔ اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ وہ تسکین وہ
اثر ہے۔ وہ اندر ہی اندر رہتا ہے۔ سطح پر بہت کم نظر آتا ہے۔ اسے روکنا۔ یا اس
سے گریز کرنا محالات سے ہے۔ اس اعلےٰ اور پاک اثر کو لفظوں میں بیان کرنا مشکل
ہے۔ اس کا اندازہ ایک مثال سے ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب کوئی بڑا پتھر
یا چٹان کا ٹکڑا بہت بھاری ہو۔ اور اسے توڑنے میں دقت پیش آئے۔ اور کوئی
مشین کارگر نہ ہو سکے۔ تو اس کے پہلوؤں میں خاص حصوں پر جہاں اس کے
پرت نمایاں ہوں۔ لکڑی کے پھانے ٹھونک دیئے جاتے ہیں۔ رات بھر اسے
پڑا رہنے دیتے ہیں۔ اور وہ صبح تک خود بخود پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے
جس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ جب اوس لکڑی کے پھانوں پر پڑتی ہے تو وہ اسکے
اثر سے پھول جاتے ہیں۔ شبنم کا اثر بہت دھیما اور لطیف ہوتا ہے۔ تاہم بڑے
بڑے چٹان جو شاید بڑی بڑی مشینوں سے نہ ٹوٹ سکتے۔ اس کے اثر سے جو
بظاہر کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا ہے انکے ٹکڑے ہو جاتے ہیں ؏

عورت ذات کو جو قوت خدا نے اپنا اثر پیدا کرنے کی عطا فرمائی ہے۔ وہ بھی
اسی قسم کی ہے۔ جو اثر شبنم کا لکڑی کے پھانوں پر اور ان کے وسیلے سے بھاری پتھر
پر ہوتا ہے۔ عورت کی اپنی ایک مملکت ہے۔ اور وہ اس کی حکومت و کارفرمائی
کے باعث مقدس ہو گئی ہے۔ اور وہ وہاں ایک الٰہی استحقاق کے رو سے
بے کھٹکے حکمرانی کرتی ہے۔ اس کا اثر مہد سے لحد تک قائم رہتا ہے۔ بچہ پیدا
ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اس پر اس کی نظر پڑتی ہے۔ وہ اس کا رکھ رکھاؤ کرتی
ہے۔ جیسا چاہتی ہے اُسے بناتی ہے۔ کم از کم دس برس تک وہ اسی کے پاس
رہتا ہے۔ وہ اسے بولنا۔ اور چلنا سکھاتی ہے۔ وہ غالباً انسان کا سب سے پہلا
سبق ہوتا ہے۔ جو اسے عورت زندگی کے گہوارہ میں پڑھاتی ہے۔ تاریخ عالم پر

نظر دوڑا کر دیکھو۔ جتنے بڑے بڑے بزرگ اور شجاع مرد ہو گذرے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ رفارمر تھے۔ یا بڑے بڑے معرکے مارنیوالے۔ حکیم تھے یا اولیا۔ مدبر تھے یا فاضل۔ اور جو اپنے اپنے زمانہ کی رونق اور اس پر حکومت کرنیوالے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا۔ جس کی طبیعت پر بچپن میں اس کی ماں یعنی عورت کا عجیب و غریب اثر نہوا ہو۔ عورت کا اثر ہمارے بچپن اور شباب ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ عورت بحیثیت بیوی مرد پر اپنی ذات کا شستہ۔ اور مبارک اثر ڈالتی رہتی ہے۔ نیک بخت بیوی کا اثر شوہر کے لئے ویسا ہی ہے۔ جیسی وہ ہوا۔ جس میں اس کی زلیست کا ایک ایک دم گذرتا ہے وہ اسکی دلی رازداں بنتی ہے۔ اس کے خیالات کو القائی تحریک دیتی ہے۔ تکالیف میں اسے تسلی دیتی ہے۔ پریشانیوں میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ کمزوری و ناتوانی میں اس کا اثر شربت مفرح قلب۔ رنج و غم میں اس کی سچی مونس و غمخوار ہو کر اس کی تشفی کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے نیک محبت آمیز اثر سے میاں کے خیالات اور منصوبے راہ راست پر پڑتے ہیں۔ اور وہ نیکوکاری کیطرف مائل ہوتا ہے +

آئے دن مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ کہ عورت کے ارفع اور اعلےٰ اثر سے مرد کی خشونت۔ وحشت اور تندخوئی وغیرہ نا ملائم جذبات سب کے سب یکے بعد دیگرے دور ہو گئے ہیں۔ وہ ایک بالکل نیا مخلوق بن گیا ہے۔ اسکے تمام عادات قبیحہ چھوٹ گئے ہیں +

سمائلز کہتا ہے "مرد بنی آدم کا دماغ۔ اور عورت اس کا دل ہے" ایک اور جگہ کہتا ہے "مرد کا کیرکٹر عورت کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا چاہے بنا سکتی ہے۔ افراد کا بنانا اور بگاڑنا عورت کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے۔ تو قوموں کو برباد کردے اگر چاہے۔ تو انہیں معراج عروج پر پہنچا دے" مثارن ٹرنر کہتا ہے "اگر دنیا میں مرد ہی مرد ہوتے۔ اور عورتیں نہ ہوتیں۔ تو ایک سنگ دل۔ وحشی اور بیدرد قوم کرۂ ارض پر آباد ہوتی۔ مرد طبعاً اپنی مردمی کی نمائش کرتے۔ جان جوکھوں کی مشکلات جھیلنے اور طرح طرح کے خطرات سے دوچار ہونے کا شائق رہتا ہے۔ اور یہ ایسا میلان طبع ہے کہ اس سے مرد کی طبیعت میں خودپرستی۔ خودمطلبی۔ خودغرضی۔ اور تغرّ

اور تفرقات پیدا ہو جاتے مگر عورت کا خدا بھلا کرے۔ کہ اس کے اثر سے یہ خام اور غیر شستہ جذبات ایک بڑی حد تک مغلوب رہتے ہیں۔ عورت اس کے دل اور خیال کو اپنی طرف مائل کر کے اسے انسان بناتی ہے۔ اس کے اندر خیالات لطیف اور جذبات نغیبہ پیدا کرنے کی موجب ہوتی ہے۔ اور اسے لطائف حیات میں دلچسپی دلانے کی محرک ہوتی ہے۔ وہ اپنی دل لبھانیوالی اداؤں اور پیاری پیاری باتوں سے مرد کے دل میں ایک سخت قسم کی رقت حاصل کر لیتی ہے۔ اس کی خود غرضی اور خشونت طبع اور وحشت نکالکر اسے نیک اور شریف انسان بنا دیتی ہے۔

اے عورت! تو اپنے آپ سے واقف ہو۔ اور اپنا مقدس فرض انجام دینے میں غفلت کر۔ تو اس دنیا میں الٰہی محبت کے اصول اولیٰ کی قائم مقام ہے"

(جے۔ آر۔ آر)

غربت کیا ہے؟

غربت خواہ زر و مال کی ہو۔ یا روحانی۔ اسکی نسبت بعض مشہور بزرگوں کے خیالات درج کرنا خالی از لطف نہ ہوگا۔ امریکہ کا مشہور فلاسفر ٹامس امرسن کہتا ہے:۔

"یہ ایک پتلا سا کپڑا ہے" ایک ضرب المثل اس کی بابت یہ ہے "غربت صحت و تندرستی کی ماں ہے"

برٹن کہتا ہے "یہ خدا کی بخشش اور شرم و حیا کی والدہ ہے"

ڈاکٹر ماگی کہتے ہیں "غربت انسانی کمزوری اور نقص کا نام ہے" ولیم ہیزلٹ کہتا ہے:۔ "غربت دوستی کی کسوٹی اور نیک اطوار کا معیار ہے" کیپٹن کارٹر کہتا ہے "یہ جبلی حلم و انکسار کا مذہبی نشان ہے" ڈاکٹر آئیزک بیرو کہتے ہیں:۔ غربت دینداری کی والدہ۔ محنت کی کھلائی اور دانشمندی کی اُستانی ہے"

برٹن کہتا ہے:۔ یہ راہ جنت حکمت کی اُستانی۔ مذہب نیکی۔ اور زہد کی ماں عصمت اور نیک طینتی کی بہن ہے"

ایک مسیحی کیواسطے دل کا غریب ہونا کسقدر لازمی ہے۔ خداوند مسیح فرماتے ہیں "مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے" اگر دنیاوی مال و متاع تمہارے پاس نہیں ہے۔ تو

علم الحیات

کیا موت پر سب کا خاتمہ ہے؟

افلاطون سقراط کی یوں گویا کرتا ہے۔ کہ میں نے بہت علما کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور بہت اشیاء پر نظر ماری۔ لیکن جب میں نے اشیاء کے نفس الامر اور ان کی حقیقت پر نگاہ ڈالنی چاہی تو میں ڈر گیا کہ کہیں انکی ماہیت کی درخشانی اور چمک دمک سے میری آنکھوں میں چکاچوندی نہ آجائے۔ اور یہ درست ہے کہ حقیقت اشیا کی آب وتاب شک وشبہات کے بخارات کو منتشر اور پریشان کر ڈالتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں شک وشبہات کے بادل بہتوں کے دل ودماغ پر گھرے رہتے اور ان پر پردہ ظلمت تانے رہتے ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ سالوں کا عرصہ گذرا کہ علامہ عصر ارسطو نے بڑی صفائی اور صراحت سے یہ کہا تھا کہ سارے مباحثہ کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ کہ جو لوگ حقیقت اشیا کو ترک کر دیتے ہیں ان کو کوئی پختہ بنیاد نہیں مل سکتی جس پر کہ وہ اپنے علم کی بنیاد رکھ سکیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ بدیہات (جو خود بخود ظاہر ہوا) کے زندگی بخش آفتاب کا لطف اٹھائیں۔ موجودہ طبعی سائنس کی معلومات سے ہزارہا سال پہلے دینی سائنس نے حقیقت الاشیا کو ہی اپنا مرکز بنایا تھا۔ جس امر نے سقراط کی آنکھوں میں چکاچوندی ڈالی اس کے سامنے کسی قسم کی دہریت نئی یا پرانی کھڑی نہیں رہ سکتی۔

نئی قسم کی دہریہ تعلیم جس کا آجکل چرچا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عالم میں صرف ایک ہی شے موجود ہے یعنی مادہ۔ اور ارادہ کبھی آزاد نہیں اور خدا بھی بالجبر کام کرتا ہے کسی شے کا آزادانہ انتخاب نہیں کرسکتا۔ چنانچہ بین (Bain) اور بینڈل (صاحبان بیان کرتے ہیں کہ مادہ ایک شے مفرد ہے۔ لیکن اس میں دو قسم کے خواص ہیں یعنی طبعی اور دلی اور یہی ایک شے سارے عالم میں موجود ہے۔ اگر یہ بات درست ہو تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ یہ دو مختلف قسم کے خواص ایک ہی وقت ایک ہی شے

میں اکٹھے موجود ہیں۔ لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ مادہ کی یہ صفات مانی گئی ہیں۔ وسعت سکون۔ وزن۔ رنگ۔ صورت۔ حالانکہ دلی صفات ان سے بالکل متفرق ہیں۔ خیال اور تصور سے وسعت۔ سکون۔ وزن۔ رنگ وصورت منسوب کرنا ہنسی کی بات ہے۔

جب قیصر نے بروٹس کا سینہ فگار کیا اور اپنا سر منہ پیٹ کر پومپی کے بت کے قدم کے پاس جا کھڑا ہوا تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کا غم گول تھا یا مربع یا مثلث؟ جب نیوٹن صاحب کے دل میں یہ تصور پیدا ہوا کہ جر ثقیل عالمگیر قانون ہے تو کیا وہ خیال سرخ یا کالا یا پیلا تھا؟ جب لیکن (   ) نے اپنے قلم کے ایک جھٹکے سے چالیس لاکھ غلاموں کو آزاد کر دیا تو کیا اسکا انتخاب مسدس یا مثمن تھا۔ یا کسی تصور کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تولہ بھر یا چھٹانک بھر ہے۔ ان سارے سوالوں سے ظاہر ہے کہ جو صفات ہم مادہ سے منسوب کر سکتے ہیں وہ دل سے منسوب ہو نہیں سکتیں۔ چنانچہ خودبین صاحب اپنی ایک مشہور کتاب میں یہ لکھتے ہیں کہ "وسعت ان صفات میں سے پہلی صفت ہے۔ جو مادہ میں ہمیشہ موجود ہے۔ اور دل میں ہمیشہ معدوم اسیطرح سے سکون خوشی۔ رنج اور تصور پر عائد نہیں ہوسکتا۔ سکون ہمیشہ وزن کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اور وزن مادہ کی خاص صفت ہے۔ اس طرح سے رنگ مادی صفت ہے۔ احساس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تین صفات مادہ کی گویا بنیاد ہیں ان پر دوسری صفات مزید کی گئی ہیں مثلاً صورت۔ حرکت۔ کشش۔ لچک۔ سختی وغیرہ دلی حالتوں اور بدنی حالتوں کا باہمی کچھ مقابلہ نہیں"۔ لیکن آخر میں جاکر وہ کہتے ہیں کہ مادہ دو رخی شے ہے۔ طبعی اور دلی۔ دو پہلو اس کے ہیں۔ اگر مادہ ایسی دو رخی شے ہے کہ جس کا ایک پہلو روحانی اور دوسرا جسمانی ہے تو ایک ہی شے میں دو امور متضدین موجود ہونگے۔ مثلاً وسعت اور عدم وسعت۔ سکون اور عدم سکون رنگ اور عدم رنگ۔ صورت اور عدم صورت۔ اور یہ کہنا پڑیگا۔ کہ ایک سے ایک ہی وقت میں ہے اور نہیں بھی ہے۔ اس کا وجود اور عدم ایک ہی وقت میں ماننا پڑیگا اور یہ صریح غلط ہے۔

یہ تو ہم مانتے ہیں ان کو ہم علوم متعارفہ کے طور پر مانیں اور ان کو یقین کے

منافانہ مضبوطی سے پکڑلیں۔ البتہ بعض علماء کہیں گے۔ کہ ہم کو کسی امر کا یقین نہیں۔
ٹھیک ٹھیک ہم کسی بات کو نہیں جانتے۔ لیکن صاحبان پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ ہم ٹھیک
ٹھیک کسی بات کو نہیں جانتے۔ یہ یقین کہاں سے آیا۔ پس ضرور بعض امور ایسے
ہیں جن کا ہمیں یقین ہے۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم کو کسی بات کا علم یقینی نہیں۔
کون اس کا انکار کر سکتا ہے۔ کہ ہر تبدیلی کی ایک علت ہوتی ہے۔ کہ کل اپنے جزسے
بڑا ہوتا ہے۔ کہ دل موجود ہے۔ مادہ موجود ہے۔ ایک شے ایک ہی وقت میں موجود
اور معدوم نہیں ہو سکتی ؞

بہت مصنفوں نے اس پر زور دیا ہے کہ علت اور معلول کے تعلق کو تین طرح سے
پرکھ سکتے ہیں (۱) علت کو دور کر کے دیکھ لو کہ معلول موقوف ہو گیا ہے (۲) یا کوئی علت
داخل کر کے دیکھ لو کہ وہ نتیجہ پیدا ہو گیا ہے (۳) یا علت کو ذرا بدل ڈالو اور دیکھو کہ نتیجہ
بھی اسی کے مطابق بدل جاتا ہے کہ نہیں۔ ہم چاند کو آسمانوں میں سے نکال نہیں سکتے
اور نہ جوار بھاٹا کو سمندر سے دور کر سکتے ہیں۔ اس لئے سمندر کی لہروں کے اُٹھنے اور چڑھنے
اترنے کے بارہ میں ہم پہلی دو ترکیبوں کو استعمال نہیں کر سکتے۔ لیکن تیسری ترکیب
کو عمل میں لا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ جب سورج اور چاند ایک خط میں
ہیں۔ تو دوسرے موسموں کی نسبت اُس موقعہ پر لہریں زیادہ اٹھتی ہیں اور یہ بالکل ثابت
ہے کہ جوار بھاٹا کا تعلق چاند سے ہے۔ اور چاند کے مقام کی تبدیلی کے مطابق اس میں
تبدیلی ہوتی رہتی ہے ؞

اسی طرح یہ دو قسم کی صفات اور دو قسم کے نتائج دو الگ الگ اشیاء اور علتوں
پر دلالت کرتے ہیں۔ اگرچہ اشیا کی حالت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اشیاء
کی وحدتیت میں فرق نہیں آتا۔ جیسے تتلی اور دوسرے جانوروں کی تبدیلی سے ظاہر
ہے۔ انسان کی حالت بھی کئی دفعہ بدل چکی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ اگرچہ ایک وقت
اسکی دلی اور روحانی قوئے کام نہ کرتے ہوں اور دلی اور روحانی صفات کا اظہار نہ
ہو تو بھی برابر ایک ہی شخص ہے۔ ایک وقت روحانی قوتوں کا عمل معطل تھا۔ لیکن وہ
ایک ہی شخص تھا ایک وقت آئیگا کہ اسکی جسمانی قوتوں کا عمل معطل ہو جائیگا لیکن اس سے
اسکی شخصیت میں فرق نہ آئیگا اور نہ ایسی تبدیلی اسکے عدم ہونیکا ثبوت ہوگا ؞

بے ایمان مختار کی تمثیل

(لوقا ۱۶: ۱ - ۱۳)

واضح ہو کہ پندرھویں باب میں تین تمثیلیں پائی جاتی ہیں جو سب لوگوں کے لئے تھیں۔ مگر یہ تمثیل خاص شاگردوں کے لئے تھی۔ ہاں یہ اُن کے لئے تھی جن کو "نور کے فرزند" کہا ہے۔ سولھویں باب کے شروع ہی میں یہ الفاظ آتے ہیں "اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا" گویا اب خاص طور پر شاگردوں کی طرف مخاطب ہوتا ہے۔ پس یہ تمثیل آپ کے لئے اور میرے لئے ہے۔ اور یہ سبق لیکر آتی ہے۔ کہ اگر ہم سچی زندگی میں کامیاب ہونا چاہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جس ہوشیاری سے ہم دنیوی کاموں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اُسی قسم کی حکمت روحانی زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری ہے ؎

مگر ہمارا خداوند اس حکمت کو ایک ایسے شخص کی زندگی سے مربوط کر دیتا ہے۔ جو بددیانتی اور فریب کاری میں یکتا ہے۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہمیں ایک بُرے آدمی کی پیروی کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر درحقیقت ایسا نہیں کرتا۔ وہ دراصل صنعت مقابلہ کے وسیلے ایک روحانی صداقت کو چمکتے ہوئے رنگوں کے ... گویا فوٹو کے طور پر۔ ہمارے سامنے کھڑا کرتا ہے۔ تلخی کے مقابلے کی صورت میں یہ جتاتا ہے کہ جب دنیوی معاملات میں جو چندروزہ ہیں دنیا کے فرزند ہوشیاری سے کام لیتے ہیں تو کس قدر زیادہ نور کے فرزندوں کو اُن باتوں کے متعلق جو ابدی ہیں ہوشیار اور خبردار ہونا چاہئے۔ ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں "ہم بُرے آدمی کی سرگرمی کو اُس کے بُرے مقصد سے الگ کر سکتے ہیں" یعنی اُس کے بُرے مقصد کو رد اور اُسکی سرگرمی کو قبول کر سکتے ہیں۔ اس مختار کی بددیانتی لاریب خداوند کے نزدیک نفرین کے لائق تھی مگر اُس کی دوراندیشی تحسین کی مستحق۔ رابرٹسن صاحب جن کے سرمن قبول عام کا رتبہ حاصل کر سکتے ہیں فرماتے ہیں "ہم بارہا بیدین مصنفوں کی تصنیفات سے عمدہ عمدہ عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ مثلاً مشہور مورخ گبن کی تاریخ

سے کہیں عمدہ اور دلچسپ مقامات اقتباس کئے جاتے ہیں۔ تاہم اُس کے الحاد کی
کبھی تعریف نہیں کیجاتی۔ ہم بعض بعض مجرموں کی دلیری کو دیکھکر جو اُن کی اسیری کے
عرصہ میں یا مقتل کے اندر ظاہر ہوتی ہے عش عش کرنے لگ جاتے ہیں مگر اُن کے
جرم سے خوش نہیں ہوتے۔ ہم اکثر اوقات بعض فلاسفروں کا ذکر بڑے جوش و خروش
سے کیا کرتے ہیں حالانکہ سیرت کے اعتبار سے ہم انہیں نیک نہیں سمجھتے۔ داؤد
جو اپنے زمانہ میں فرزانہ سمجھا جاتا تھا جات میں جاکر دیوانہ بن گیا۔ پاگلوں کی سی بے ربط
باتیں کرنے لگ گیا۔ جابجا در و دیوار پر لکیریں کھینچتا پھرتا تھا۔ کوئی اُس کی اس حرکت
کو قابل تقلید نہیں سمجھتا۔ تاہم اُس کی چالاکی کو دیکھکر جس سے اُس نے فلسطیوں کو
جُل دیا سب حیران ہو جاتے ہیں ۔

یہ بددیانت مختار ایک مدت سے اپنے آقا کے مال کو اڑا رہا تھا۔ ایک دن کسی
شخص نے اُس کے آقا کو اُسکی خیانتوں سے مطلع کر دیا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اُسیوقت
بازپرس شروع ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑا جاگیردار آدمی تھا۔ اور اُس کے
مزارع اپنا لگان جنس میں ادا کیا کرتے تھے۔ مگر اُسے اصل پیداوار کی کچھ خبر نہ تھی۔ اس
کا علم مختار کو تھا۔ پس جتنی مقدار کا فیصلہ اُس کے اور زمینداروں کے درمیان ہو
جاتا تھا وہ منظور کی جاتی تھی۔ اب جب اس مختار نے دیکھا کہ جوابدہی کا وقت آپہنچا
ہے اور میرا محاسبہ پاک نہیں ہے تو فوراً نئی تجویزوں کے جوڑ توڑ میں لگ گیا۔ وہ کہتا
تھا میں اب کیا کروں بھیک میں نہیں مانگ سکتا کیونکہ پاس وضعداری مانع ہے۔
محنت مزدوری مَیں نہیں کر سکتا کیونکہ طبیعت مشقت کی برداشت نہیں کر سکتی۔ کیا
کروں؟ ایک ہی صورت باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ رہے سہے اختیار کو کام میں
لاؤں اور جو کچھ مالگذاروں کو ادا کرنا ہے اُسے کم کر دوں تاکہ جب میں معزول ہو جاؤں
تو اُسوقت وہ احسانمندی کی راہ سے مجھے اپنے گھروں میں جگہ دیں۔ اسی تجویز کے
مطابق اُس نے عمل کیا۔ اور اُس کے مالک نے (نہ کہ خداوند یسوع نے) اس کی
چالاکی کی تعریف کی ۔

اب ہم تھوڑی دیر کے لئے دیکھیں گے کہ اس شخص میں کونسی ایسی صفات
پائی جاتی ہیں جو تعریف کے لائق ہیں ۔

(۱) اُس نے اپنی خستہ حالی کو محسوس کیا اور مانا کہ اگر اب کچھ تدارک نہ کروں۔ تو بالکل تباہ ہو جاؤنگا۔ اس دنیا کے فرزند واقعی بڑے ہوشیار ہیں۔ وہ اپنی حالت کا موازنہ کرنے میں شاذ ہی غلطی کرتے ہیں۔ اگر فارغ البالی ہوتی ہے تو وہ فارغ البالی سے واقف ہوتے ہیں۔ اور اگر تنگ دستی ہوتی ہے تو انہیں تنگ دستی معلوم ہوجاتی ہے۔ اور اُس کی مدافعت کی کوششیں کیجاتی ہیں۔ وہ آدمی جو ان معاملات کے فیصلہ میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ جو اپنی حالت اور سیچوایشن کو نہیں پہچانتا وہ اس دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ موجودہ مشکلات کے دفعیہ کے واسطے کسیطرح کوشش نہیں کرتا۔ دنیا کے فرزند اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ لیکن نور کے فرزند اکثر غفلت کی گران خوابی کے سبب سے کروٹ تک نہیں بدلتے *

اس شخص کو جب اس کے آقا نے محاسبے کے لئے طلب کیا تو اُس نے فوراً اپنے سارے معاملات اور حالات پر نظر کی۔ کیا نور کے فرزند بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ کیا طلب محاسبہ کی آواز اُن کے کان میں نہیں آتی۔ موت کی گرم بازاری ضمیر کی کاوش۔ کلام اللہ کی گواہی بارہا سوتے ہوؤں کے شانے ہلاتی ہے مگر وہ پھر بھی لمبی تان کر پڑے رہتے ہیں *

کیا یہاں ان کے لئے جو اپنے آقا کی خدمت پر مامور ہیں ایک خاص سبق نہیں ہے؟ اگر اوا کئے خدمات کے متعلق ضمیر اُن سے کہہ رہی ہے کہ اے کمبخت اے خادم الدین۔ اے پاسٹر۔ اے لیڈر۔ اے مشنری اپنی خدمات کو دیکھ۔ تیری خدمات سرگرمی اور وفاداری سے ادا نہیں کی گئی ہیں تو لازم ہے کہ وہ اس آواز کو سنیں اور اپنی حالت کو پہچانیں *

کیا یہاں کلیسیا کے لئے سبق نہیں ہے؟ وہ اپنے آقا کی خدمت کیسی وفاداری اور جان نثاری سے ادا کر رہی ہے۔ کیا وہ جسطرح دنیا کے فرزند اپنی حالت کو پہچانتے ہیں اپنی حالت کو پہچانتی ہے؟ مکاشفات میں اُن کلیسیاؤں کا ذکر ہے جنہیں خداوند نے اُن کی حالت سے آگاہ کر دیا تھا۔ مگر اُنھوں نے اپنی بُری حالت کو نہ پہچانا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے آقا کی خدمت سے برطرف کی گئیں۔ یا یوں کہیں کہ برباد ہو گئیں۔ وہی کلیسیا زندہ اور قائم رہتی ہے جو اپنی حالت کا ملاحظہ کرتی

رہتی اور اپنی خدمات کو وفاداری سے انجام دیتی رہتی ہے ؞

یہ شخص اوروں کے ساتھ بڑا بے وفا اور بددیانت تھا۔ مگر اپنے ساتھ بیوفائی نہیں کرتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم جو نور کے فرزند کہلاتے ہیں بسااوقات نہ صرف اپنے آقا سے بے وفائی کرتے ہیں بلکہ خود اپنے ہی ساتھ بے وفائی اور بددیانتی کر بیٹھتے ہیں۔ یعنی ہم اپنی افسوسناک حالت کو نہیں دیکھتے۔ ضمیر کے فتوے کو سنکر خاموش ہو جاتے ہیں۔ پردہ پوشیوں کی اُدھیڑبُن میں مصروف ہوکر اصلاح سے غافل ہوجاتے ہیں۔ ناظرین آپ کی حالت اُس آقا کے سامنے جسکو فریب دینا ناممکن ہے کیسی ہے ؟

(۲) دوسری بات قابل تحسین اس شخص میں یہ تھی کہ یہ نہ صرف موجودہ حالت کو پرکھتا ہے بلکہ آئندہ کی فکر کرتا ہے۔ کیا نور کے فرزندوں کو بھی آئندہ کی ایسی ہی فکر دامنگیر ہے ؟ ایک بزرگ کہتا ہے کہ "مسیحی دانائی اور حکمت کی کمی اس بات میں پائی جاتی ہے کہ ہماری مختاری کا زمانہ اختتام کے قریب آجاتا ہے مگر ہم پھر بھی ابدی مستقبل کے لئے کچھ بندوبست نہیں کرتے۔ ہم سب مختار ہیں۔ ہر ایک دن ہر ایک زمانہ ہر ایک سال کسی نہ کسی چیز کی نگرانی ہمارے سپرد کرتا ہے۔ اور اُس کا اثر ہماری ابدیت پر اچھا یا بُرا ہوتا ہے۔ بچپن اور جوانی کا زمانہ گذر گیا ہے۔ دن خاتمہ کو پہنچ گیا ہے اور آقا کی آواز سُنائی دے رہی ہے۔ کہ "آگے کو تو مختار نہیں رہ سکتا" اور یہ سب علامتیں اس بات کا ایما ہیں کہ زیادہ تاریک اور لمبی رات نزدیک ہے۔ ہم میں سے ایک ایک اپنے گھر سے نکالا جارہا ہے۔ دشمن آگیا ہے۔ آدمی اپنے بستر پر لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ دہشتناک گھڑی آجاتی ہے۔ جس میں لمپ کی بتی نیچے کیجاتی اور چشم زدن میں گھٹا ٹوپ اندھیرا روح پر چھا جاتا ہے" یہ کیسے سنجیدہ اور ہولناک الفاظ ہیں۔ کیا یہ نور کے فرزندوں پر راست نہیں آتے ؟ مسیح کے طرز بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آتے ہیں۔ اب شاید کوئی یہ کہے کہ نور کے فرزندوں پر یہ بات کسطرح عاید ہوسکتی ہے ؟ واضح ہو کہ نور اور زندگی میں یہی فرق ہے کہ نور سے مراد صداقت کی پہچان اور زندگی سے مراد اُس صداقت کا عمل۔ نور کے فرزند اسبات کو تو جانتے ہیں کہ کونسی حالت اچھی اور کونسی حالت

بڑہی ہے - جلال والی ابدیت کیا ہے - اور پُر عذاب آئندہ کیا ہے - مگر اس علم کو عمل کی صورت میں لانا زندگی کا نشان ہے - نور کے فرزندوں میں زندگی کی کمی ہے +
پیار وابدیت کی نسبت ہمارا کیا حال ہے ؟ یسوع مسیح بالتخصیص دوسری دنیا کا آدمی تھا - اُس کی ازلیت - اُس کا باپ کی طرف سے بھیجا جانا - اُس کا ہمیشہ کی زندگی کا مژدہ دینا - اُس کی تمثیلیں جو آخرت کی سزا اور جزا کی خبر دیتی ہیں - اُس کا مردوں میں سے جی اُٹھنا - اُس کا آسمان پر چڑھ جانا - اور ہماری سفارش کیلئے ہمیشہ جینا وغیرہ سب باتیں ایک دوسری دنیا پر دلالت کرتی ہیں - پس اسی دنیا میں غرق ہو جانا اور دوسرے کی طرف ذرا خیال نہ کرنا مسیح کے خیالات سے الگ ہو جانا ہے - اگر آپ مسیحی ہیں تو آپ آئندہ سے کسی نہج پیچھا نہیں چھڑا سکتے +
دیکھو اس آدمی کو - گو چندروزہ آئندہ اُس کے لئے کیسی رئیلیٹی (حقیقت) تھا مگر بہت نور کے فرزند ایسے ہیں جن کے نزدیک ابدی آئندہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا وہ دنیاداروں سے سبق سیکھیں ؛

(۳) ایک اور بات غور طلب ہے - اور وہ یہ ہے کہ اس آدمی نے نہ صرف اپنی حالت کو پہچانا اور نہ صرف اپنے آئندہ کا خیال کیا - بلکہ فوراً ایک تجویز سوچکر یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ میں کیا کرونگا - اُس کی قوت تصفیہ قابل تقلید ہے - اُس نے اپنے آپ کو یہ نہیں کہا ابھی کونسی جلدی پڑی ہے - کل اس بات پر غور کرینگے اُس نے یہ نہیں کہا کہ میرا آقا سختگیر نہیں ہے - وہ تو بڑا فیاض اور ملائم طبع ہے - اُسے پھر راضی کرنا کونسا مشکل کام ہے - اُس نے یہ نہیں کہا کہ میں رو پیٹ کر معافی مانگ لونگا - اس قسم کی طفل تسلیوں سے ذرا کام نہیں لیا - اُس نے اپنے آقا سے معزوری کا حکم سنا اور اُسے صادق القول سمجھکر اُس کی بات کا یقین کیا - اور فوراً اپنی آئندہ راحت کی تجویزوں میں مصروف ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں فیصلہ کر بیٹھا کہ بدلے ہوئے حالات کے مطابق کیا کرنا چاہئے ؛

ہم بار بار ریواٹولوں میں - سرمنوں میں - کتابوں میں اس لفظ کو سنتے یا پڑھتے ہیں - فیصلہ - فیصلہ ڈیسیشن ڈیسیشن (decision) ہاں یہ الفاظ قریباً ہر میٹنگ اور جلسہ میں گونجتے ہیں - اور یہی طلب کرتے ہیں کہ ہر شخص معاً فیصلہ

کرے۔ اپنی اگلی رفتار کو جس میں بددیانتی اور بے وفائی۔ شیر گرمی اور بے پروائی کی آلائش ملی ہوئی ہے ترک کرے۔ اور مسیح کو جس میں ابدی عشرتوں کی سیری ہے قبول کرے۔ مگر بہت کم ہیں جو ایسا فیصلہ کرتے ہیں۔ آؤ ہم اس شخص سے سیکھیں کہ دنیا کے فرزند اپنے معاملات میں کیسی صفائی اور کیسے قطعی طور سے فیصلہ کرتے ہیں +

یہ باتیں ہیں جن میں اس شخص کی اور نیز دنیا کے اور فرزندوں کی ہوشیاری نظر آتی ہے۔ اب دیکھئے کہ خداوند اس ہوشیاری کو کس طرح چسپاں کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے "میں تم سے کہتا ہوں کہ ناراست دولت سے اپنے لئے دوست پیدا کرو۔ تاکہ جب وہ جاتی رہے تو یہ تم کو ہمیشہ کے مسکنوں میں جگہ دیں" اس شخص نے جب دیکھا کہ اب مجھے اپنے آقا کی اشیاء پر کچھ اختیار نہیں رہیگا۔ تو اپنی طاقت کو ایسی حکمت اور سلیقہ سے استعمال کیا کہ جب وہ معزول ہوگیا تو اُسے اچھے گھروں میں پناہ ملی۔ خداوند فرماتا ہے تم بھی جو نور کے فرزند ہو اپنے موقعوں کو اور بالخصوص اپنے روپیہ کو ایسے طور پر استعمال کرو کہ جب تمہارا اختیار تمہارے مواقع اور اموال پر نہ رہے تو تمہارے لئے "ہمیشہ کے مکانوں میں" جگہ تیار ہو +

ایک طرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمثیل علی الخصوص دولتمندوں کے لئے ہے۔ اُن کے لئے جن کے موقع بڑے ہیں۔ اور جن کی جوابدہی بھی اُسی نسبت سے بڑی ہے تاہم اُن کے لئے کوئی بات اس میں دلشکن نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ایک طرح اس سے اُن کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ دولت کی محبت بُرائی کی جڑ ہے۔ مگر دولت رکھنا بُرا نہیں ہے بلکہ وہ بہت سی خدمت اور نیکی کا ایک موقع ہے۔ اگر دولتمند صرف اس بات کو سمجھ جائیں۔ کہ اُن کی دولت خدمت کا ایک موقع ہے۔ اور کہ اُنہیں اُس کو اپنی ہی عشرت کے لئے صرف نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایک ایسے بنک میں جمع کرنا چاہئے جس کا سود ابدالاباد ملتا رہے گا۔ تو دولت لعنت کے عوض برکت کا باعث ہوسکتی ہے +

ڈاڈز صاحب فرماتے ہیں کہ لوگ ہمارے زمانہ میں اُس نیکی یا خدمت پر جو اجر کے لئے کیجاتی ہے بڑا اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ خود غرضی

جو دنیاوی چیزیں نسبت میں دیگر (یعنی خیرات وغیرہ) ابدی میراث خریدنا چاہتی ہے کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اسکی نسبت اگر ہم کچھ زیادہ نہ کہیں تو کم از کم اتنا تو ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہ خودغرضی جو آئندہ آسمانی خوشی کی خاطر زر کو اور دنیوی آرام کو قربان کر دیتی ہے۔ جماعت کے لئے اُس خودغرضی سے ہزارہا درجہ بہتر ہے۔ جو محض نمائش اور عشرت کی خاطر مال کو خرچ کرتی اور محض دولتمند کہلانے کی غرض سے روپیہ جمع کرتی ہے۔

اب گو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ محض دولتمندوں کے لئے ہیں۔ تاہم ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس ناراست دولت میں ہم سب کا حصہ ہے۔ خداوند نے دولت کو اس موقعہ پر ناراست اسواسطے کہا کہ جن سے وہ اسوقت مخاطب تھا۔ انہوں نے اپنی دولت کو ناراستی سے کمایا تھا۔ شاید ہم نے کیسکو دھوکا نہیں دیا اور نہ کیسکا حق مارا ہے پر اگر ہم نے اپنے مال کے متعلق خدا اور انسان کے حق پر غور نہیں کیا تو ہمارے پاس ہمارے حق سے زیادہ روپیہ ہے۔

دیکھو خداوند فرماتا ہے کہ اس دولت سے تم ایسے دوست پیدا کرو جو ہمیشہ کے مکانوں میں تمہیں جگہ دیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہ کہ ہم اپنے موقعوں کو ایسے طور پر استعمال کریں کہ جب ہماری مختاری کا زمانہ ختم ہو جائے تو ہم خارج نہ کئے جائیں مگر ہم ایسی خوشحالی کو پہنچ جائیں کہ ہمارے دوست ابدی دنیا میں ہمارا استقبال کریں دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ یہ خیال آخرت کی وہی فوٹو ہمارے سامنے لاتا ہے جو خداوند نے ایک اَور جگہ کھینچی ہے۔ اور ان لفظوں میں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا تو میرے ہی ساتھ کیا (متی ۲۵: ۴۰)۔ ہم جن کو پیار کیا کرتے ہیں۔ اور ہمارے پیاروں سے بڑھکر اور کون دوسری دنیا میں زیادہ تپاک اور محبت سے ہمارا استقبال کریگا اور خوش آمدید کے نعرے بلند کریگا۔ وہ ماں باپ جن کے آخری ایام میں تم نے اپنی جوانی کے موقعوں کو تصدق کر دیا تاکہ اُنہیں آرام ملے وہ بچے جن کے واسطے تم نے طرح طرح کی شقتیں جھیلیں۔ وہ دوست یا رشتہ دار جس کی بیماری کی تاریکی کو تم نے اپنی انتھک تیمارداری سے دور کیا۔ وہ جان پہچان جن کو بروقت مدد پہنچا کر تنگدستی کے چنگل سے چھڑایا۔ وہ نوجوان لڑکا جس کو اس کی زندگی کے شروع میں راہ راست پر ڈالکر تم نے ایک اعلیٰ منزل تک پہنچایا

..... یہ ہیں وہ لوگ جو انہیں ہمیشہ کے مکانوں میں قبول کرینگے ۰۰

پر لفظ "دولت" کے معنی اس سے بھی وسیع ہیں۔ اس سے وہ نتیجے بھی مراد ہیں جو ہم اپنی طاقتوں۔ اپنے موقعوں اور اپنے زر کے استعمال سے وجود میں لا سکتے ہیں۔ جس چیز پر ہم اپنی قوا اور سرمایہ کو صرف کرتے ہیں۔ اور جس کی قربت اور صحبت سے ہم ابدیت میں اپنے دل کو خوش کرنا چاہتے ہیں وہی ہمارا دوست ہے مقربات کا۔ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی زندگی کو اپنی خودغرضی میں صرف کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو اُسے ایسے طور پر صرف کر سکتے ہیں کہ وہ نتیجے پیدا ہوں جو ابدالآباد قائم رہیں ۰

ہم اس جگہ اور کیا کہیں ؟ صرف آشنا یا دولانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ جن کو خدا نے طرح طرح کی دولت عطا فرمائی ہے کلیسا کی ضرورتوں کو دیکھیں اور ایسے طور پر اپنی دولت کو صرف کریں کہ آخرکار ہمیشہ کی زندگی کا تاج اُن کو نصیب ہو" اور کوئی شئے ابدی نہیں ہے سوائے اُس کام یا خدمت کے جو خدا کے لئے یا ہمارے ابنائے جنس کے لئے کیجاتی ہے۔ وہ کام جو اپنے لئے کیا جاتا ہے فنا ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ اُس میں بدی نہ ہو تاہم وہ جاتا رہیگا۔ کیونکہ وہ جو نفس سے نکلتا اور نفس پر ختم ہوتا ہے۔ فقط وہی جو خود کو چھوڑ کر خدا پر ختم ہوتا ہے غیرفانی ہے ۰۰

آخر میں مسیح خداوند کے یہ الفاظ "جو نہایت تھوڑے میں دیانتدار ہے وہ بہت میں بھی دیانتدار ہے اور جو نہایت تھوڑے میں بددیانت ہے وہ بہت میں بددیانت ہے" ہم سب پر اس تمثیل کی نصیحتوں کو چسپاں کرتے ہیں۔ ایک بھی مستثنیٰ نہیں ہے کیونکہ ہم کچھ نہ کچھ ضرور رکھتے ہیں اگر بہت نہیں تو "نہایت ہی تھوڑا" سہی۔ خداوند اس میں بھی دیانت طلب کرتا ہے۔ چہارم میں جو اُس کا حصہ ہے وہ اُس کو دیا جانے اگر ہم سب اس بات میں دیانتدار بن جائیں تو ہماری کلیسیاؤں کو سیلف سپورٹنگ بنتے کچھ دیر نہ لگے۔ اور ہوم مشن اور این۔ ایم۔ ایس کا کام بھی آسانی سے انجام پاسنے اور وہ روحیں نجات پائیں جو آسمانی مملکت میں تاج شاہانہ پر جواہر کی طرح چمکیں۔ اے خدا تو ہمیں دنیا کے فرزندوں کی نسبت زیادہ ہوشیار اور سرگرم بنا تا کہ ہم اس دنیا میں تیری خدمت بجا لائیں اور آخرت میں تیرے جلال میں داخل ہوں۔

قصۂ الیاس

علاقہ اوفا میں ایک زمیندار الیاس نام رہتا تھا۔ بڑھاپے میں اس کے باپ نے اُس کی شادی کی۔ اور کچھ مدت کے بعد اس جہان سے کوچ کر گیا۔ اُسکے مرنے پر صرف سات گھوڑیاں دو گائیں اور بیس بھیڑیں الیاس کو ورثہ میں ملیں۔ لیکن چونکہ محنت کش کفایت شعار۔ اور منتظم تھا۔ اُس نے آہستہ آہستہ ترقی شروع کی۔ تھوڑی مدت میں اُس نے بڑی ترقی کر لی۔ اور پینتیس سال کے عرصہ میں تو وہ بڑا مالدار ہو گیا۔ تین سو گھوڑے ڈیڑھ سو گائیں۔ بیل اور دو ہزار بھیڑیں اس کی میدان میں تھیں۔ ان کے چرانے۔ دودھ دہنے کے لئے بہت سے زن و مرد اُس نے ملازم رکھے اُس کے پاس ہر چیز افراط سے تھی۔ یہانتک کہ اس کے ہمسائے بھی اُس سے رشک کھاتے۔ اور اکثر آپس میں کہتے "کیا صاحب نصیب ہے۔ جس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ بھلا اس کو موت کی کیا خواہش"؟

صاحب جاہ و حشم اُسکی واقفیت اور دوستی کے خواہاں رہتے۔ دور دور سے اُس کے پاس مہمان آتے۔ وہ بھی سب کو خوشی سے قبول کرتا۔ مقدور بھر ان کی خدمت کرتا۔ مہمان نوازی کے تمام حقوق درستی سے ادا کرنے کی کوشش کرتا۔ جب کبھی کوئی نووارد آتا۔ تو کم سے کم ایک یا دو بھیڑیں ذبح کی جاتیں۔ اگر مہمان زیادہ ہوتے۔ تو گھوڑی تک ذبح کرنے میں دریغ نہ کرتا۔

الیاس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جن کی شادیاں بھی دھوم دھام سے کر چکا تھا۔ جب وہ غریب تھا۔ تو اُس کے بیٹے اُس کے ساتھ کام کاج میں خوب مدد دیتے۔ گھوڑوں۔ بیلوں۔ بھیڑوں کی رکھوالی کرتے۔ مگر جب وہ امیر ہوا۔ تو اُنہوں نے آوارہ زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ بڑے بیٹے کو شراب کی عادت ہو گئی۔ اور ایک دن عالم مدہوشی میں ایک سے لڑ پڑا۔ اور لڑائی میں مارا گیا۔ چھوٹے بیٹے کی بیوی بڑی بد مزاج نکلی۔ جس کی وجہ سے الیاس نے اُسکو جائداد کا حصہ دیکر علیحدہ کر دیا۔

کچھ مدت بعد اس کی بھیڑوں میں ایک مرض پھوٹ نکلی۔ جس سے بہت سی مر گئیں۔

پھر قحط سالی کیوجہ سے چارہ نہ ملا۔ اور سردی میں چارہ کی قلت کی وجہ سے اسکی بہت سی گائیں مرگئیں۔ ازاں بعد قزاق اُس کی سب سے عمدہ گھوڑیوں کو چرا کرلے گئے۔ آہستہ آہستہ اُسکی حالت خراب ہونے لگی۔ حتیٰ کہ ستر سال کی عمر میں جب اُسکی تمام قوائے کمزور ہوگئے تھے وہ تنگ حال ہوگیا۔ خوراک کے لئے اُس نے اپنا مال واسباب ایک ایک کرکے فروخت کردیا۔ یہانتک کہ وہ دوسروں کا محتاج ہوا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا۔ کہ اسکو معلوم بھی نہوا کہ اُس کا اتنا مال کسطرح جاتا رہا۔ جب اُس کی آنکھیں کھلیں۔ تو اپنے آپکو ایسا تنگ حال پایا۔ کہ سوائے محنت۔ مزدوری کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اب اُسکے پاس سوائے تن کے کپڑوں ایک پوستین اور جُوتی کے کچھ نہ رہا تھا۔ یہی حال اُسکی بیوی شیم شاگمی کا تھا۔ اس کا بیٹا بھی کہیں دور کے ملک کو چلا گیا تھا۔ بیٹی مرچکی تھی۔ اس لئے انکو اپنے بڑھاپے کا کوئی سہارا نظر نہ آیا۔ لیکن ان کے ہمسائے محمد شاہ نے ان کے حال پر رحم کیا +

محمد شاہ نہ تو امیر تھا۔ اور نہ ہی غریب۔ لیکن دل کا امیر تھا۔ اُسکو الیاس کی مہمان نوازیاں یاد آئیں۔ اور اُن پر رحم کرکے کہا۔ بڑے میاں اپنی بڑھیا کو لیکر میرے ہاں آ رہئے موسم گرما میں جہانتک تم سے ہوسکے میرے باغ میں کام کرنا اور سرما میں میرے گاوں کو چرانا تمہاری بیوی میری گھوڑیوں کا دودھ دوہیگی میں کھانا کپڑا اور تمہاری تمام ضروریات پوری کرونگا +

الیاس نے اپنے ہمسائے کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر اُس کے ہاں جا رہا پہلے پہل تو اُن کو محنت کرتے مشکل معلوم ہوئی۔ لیکن جلدی عادی ہوگئے۔ اور مقدور بھر کام کرنے لگ گئے۔ محمد شاہ بھی ایسے کارندوں کو رکھکر بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ وے سب کام سے بخوبی واقف تھے۔ اور ہرچند وے کمزور تھے۔ پھر بھی مقدور بھر سستی نہ کرتے سب لوگ انکی حالت کو یاد کرکے افسوس کیا کرتے تھے +

ایک دن محمد شاہ کے ہاں دُور سے مہمان آئے۔ جن میں ایک مُلّا بھی تھا۔ محمد شاہ نے الیاس کو حکم دیا۔ کہ ایک بھیڑ ذبح کرکے کھانا تیار کرو۔ الیاس نے تھوڑی سی دیر میں بڑا لذیذ کھانا تیار کرکے حاضر کیا۔ جب سب کھا پی کر بات چیت کر رہے تھے۔ الیاس دروازہ کے سامنے سے گذرا۔ جسکو دیکھکر محمد شاہ نے مہمانوں میں سے ایک سے کہا۔ "کیا آپ نے اس بوڑھے کو دیکھا" مہمان "ہاں۔ کیوں اسکی نسبت کوئی خاص بات قابل ذکر ہے"
محمد شاہ "بیشک کیونکہ اس علاقہ میں کسی وقت وہ سب سے زیادہ امیر تھا شاید آپ نے اس کا

ذکر سنا ہوگا۔ لیکن اب تنگ حال ہے"

مہمان۔ ہاں میں نے اکثر اس کا ذکر سنا تھا۔ لیکن دیکھا نہ تھا۔ وہ تو بڑا مشہور تھا۔

محمد شاہ۔ اب غریب سخت تنگ حال ہے۔ دونوں میاں بیوی میرے یہاں محنت مزدوری سے گذر اوقات کرتے ہیں۔

مہمان۔ نصیب بھی عجب چکر ہے۔ کہ ایک کو آسمان پر چڑھاتا ہے اور دوسرے کو پاتال میں دے مارتا ہے۔ بیچارا بڈھا۔ اپنی حالت پر غور کر کے اکثر روتا اور گڑگڑاتا ہوگا۔

محمد شاہ۔ ظاہرا تو بڑا صابر اور چپ چاپ ہے۔ دل کی خدا جانے۔

مہمان۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

محمد شاہ۔ اسمیں برا ماننے کی کیا بات ہے۔

یہ کہکر الیاس کو پکارا اور "بابا جی آئیے اور کچھ چائے وغیرہ پیجئے۔ اپنی بڑھیا کو ہمراہ لیتے آئیے" الیاس ہمراہ اپنی بیوی کے آیا۔ سب حاضرین کو مؤدبانہ سلام کر کے دروازے کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اسکی بیوی پردہ کے پیچھے اپنی مالکہ کے پاس جا بیٹھی۔ الیاس کو چائے وغیرہ دیگئی۔ جسکو لیکر اسنے شکریہ ادا کیا۔ اور تمام حاضرین کی صحت کا جام نوش کر کے پیالہ زمین پر رکھدیا۔ جب وہ باطمینان بیٹھ گیا۔ مہمان بولا "فرمایئے بڑے میاں آپ تو اکثر ہم لوگوں کو دیکھکر اور اپنی گذشتہ زندگی پر غور کر کے مغموم ہی رہتے ہونگے۔ کیونکہ آپ بھی تو کسی وقت فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اب تنگ حالی ہے" الیاس نے ہنسکر کہا۔ "اگر میں اپنی غمی و خوشی کا حال سناؤں تو آپ باور نہ کرینگے۔ بہتر ہے کہ میری بیوی سے پوچھیں۔ کیونکہ عورت ذات کے جو کچھ دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر وہی آپکو سب کچھ راست راست بتادیگی۔ آن سے پوچھئے۔"

مہمان نے پردہ کیطرف رخ کر کے کہا "آپ ہی اپنی خوشی و غمی کی داستان ہمکو سنایئے۔"

شم شکیمائی پردہ کے پیچھے سے بولی "صاحبان۔ ہم نے پچاس سال تک خوشی کی تلاش کی لیکن نہ ملی۔ اب جبکہ ہم غریب ہو گئے۔ اور محنت مزدوری سے گذارہ کرتے ہیں۔ اب آخرکار ہمکو زندگی کی سچی خوشی نصیب ہوئی۔ جسکی ہم ساری عمر تلاش میں رہے" تمام حاضرین میزبان اور مہمان حیران رہگئے بلکہ میزبان تو اسقدر حیران ہوا۔ کہ پردہ اٹھا کر بڑھی کے چہرہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ کہ کیا یہ سچ کہتی ہے یا ٹھٹھا کیا ہے۔ مگر اسکے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہیں۔ اسکی حیرانگی دیکھکر بولی "یقین جانئے میں سچ کہ رہی ہوں ہنسی نہیں کرتی۔ نصف صدی ہم نے خوشی کی تلاش کی۔ لیکن جبتک ہم دولتمند رہے۔ ہمکو یہ خوشی نہ ہی ملی۔ اب جب سب کچھ تباہ ہوگیا۔ اور محنت سے بسر اوقات کرتے ہیں۔ اب ہمکو ایسی خوشی نصیب ہوئی کہ اس سے بہتر کے ہم آرزومند نہیں"

میزبان - اب آپ کسطرح خوش ہیں - اور خوشی کس امر میں ہے ؂

بڑھیا - سنئے جناب - جب ہم دولتمند تھے - ہم کو ایک دم آرام نہ تھا - نہ کبھی اطمینان سے بیٹھکر بات چیت کر سکتے - نہ کبھی اپنی روح پر غور کر سکتے اور نہ ہی کبھی نماز و دعا کر سکتے - دن رات فکر ہی میں غرق کبھی تو مہمانوں کی آؤ بھگت کا خیال - کہ کسطرح انکی مہمانی کریں - کون کونسی نذریں انکو دیں - تاکہ ہمارے گن گاویں - اور ہم زیادہ مشہور ہوں - جب مہمان گئے - ہمکو کاندوں اور مزدوروں کی فکر لگ گئی - کیونکہ وے خوراک و آرام کے خواہشمند - ہم کام کے بیگاری ہو تو کہاں سے - پھر بھیڑوں گھوڑوں کی فکر - مبادا کوئی بھیڑیا انکو پھاڑ جاوے - یا کوئی چور چرا لیجاوے - رات کو بستر پر بھی یہی فکر کہ کہیں کوئی بچہ بھیڑ کے نیچے آن کر مر نہ جاوے - اس ہی خیال میں راتوں کو اٹھکر ان کو دیکھتے پھرتے - پس دن رات بے اطمینان رہتے - ایک پر دوسری فکر دامنگیر رہتی - اس پر طرہ یہ کہ ہم دونوں میں بھی کبھی صلح نہ رہتی - وہ ایک بات کہتا - تو میں دوسری - بھلا خوشی آوے تو کہاں سے - اسیطرح پر ہمارے دن و رات بسر ہوتے - ہم فکر پر فکر اور گناہ پر گناہ کرتے جاتے ؂

مہمان - اچھا اب ؂

بوڑھیا - اب میں اور الیاس صبح اٹھکر آرام - اطمینان و محبت سے بیٹھکر گفتگو - دعا کرتے - اپنی روح کی حالت پر غور کرتے - کوئی فکر نہیں اور نہ ہی کوئی امر ایسا ہے - جس سے ہم دونوں میں جھگڑا ہو - ہمیں فکر ہے تو صرف یہ - کہ کسطرح اپنے مالک کی خدمت درستی سے کر سکیں - تاکہ ہم سے بجائے نقصان کے اسکو نفع پہنچے - ہم مقدور بھر کام کرتے ہیں - اور جب کام سے واپس آتے - تو کھانا دانا تیار کیا کرایا ہمارے لئے موجود ہوتا ہے - سردی کے موسم میں ہمکو پوستین پہننے کو - اور لکڑی جلانیکو ملجاتی ہے - ہمیں کوئی فکر نہیں - نہ حال کی اور نہ مستقبل کی - ہم خوش ہیں - اس ہی خوشی کی ہم نے پچاس سال تلاش کی - لیکن اب ملی ؂

یہ سنکر تمام مہمان ہنس پڑے - لیکن الیاس نے کہا " یہ ہنسی کی بات نہیں - آپ مخول نہ سمجھئے - یہ راست و حق ہے - کسیوقت ہم کو بھی اپنی حالت پر افسوس ہوا کرتا تھا - کہ ہم تباہ ہوگئے - ساری دولت جاتی رہی - لیکن اب خدا نے ہم پر حق ظاہر کیا - اب ہم دل سے خوش ہیں - یہی حق بات ہم آپ پر بھی ظاہر کرتے ہیں - چاہے مانیں یا نہ مانیں " ملا یہ سنکر بولا " یہ حق بات ہے - الیاس سچ کہتا ہے - کیونکہ مقدس کتابوں میں ایسا ہی مرقوم ہے "

ملا کا فرمان سنکر سب حاضرین دم بخود رہ گئے - اور اپنی اپنی حالت پر غور کرنے لگ گئے ؂

(فیض عام پریس لاہور میں چھپوایا)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۳

مسیحی لاہور

جلد ۱۲ | بابت ماہ نومبر ۱۹۰۸ء | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

نوٹ اور رائیں ۳۳۱

ٖشن کی خبریں ۳۳۴

کیا سب سلامت ہیں ۳۳۹

بسطی ہند میں مسیحی کام ۳۴۳

ایک عجیب کروڑپتی ۳۴۷

آدمی کس چیز سے جیتا ہے ۳۵۲

نامور عورتیں ۳۵۶

کوشش کیا کرو ۳۵۹

مسیح اور مسیحی زندگی ۳۶۱

بلند پروازئی تخیل ۳۶۳

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصول ڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ

۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ

۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مربی جو شخص صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو بھی ایک روپیہ کا سالانہ پرچہ اس خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے۔ اور اڈوائزری کمیٹی کے ممبر ہونگے۔

قابل توجہ

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام پادری طالب الدین بی اے پریسبٹیرین چرچ نولکھا لاہور ہونی چاہئے

باقی خط و کتابت و ترسیل زر بنام پادری جے۔علی بخش سینٹ جانس کالج لاہور ہونی چاہئے۔

فہرست کتب

حقیقت المسیح ۔ مصنفہ پادری پی ۔ کارنیگی سمپسن صاحب ایم ۔ اے ومترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی ۔ اے ۔ ۸ر

حیات داؤد ۔ از پادری ایف ۔ بی مائیر صاحب ۔ نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے جسمیں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی وترقی کیلئے دلچسپ سبق نکالے ہیں ۔ قیمت ۱۲ر

مسیح کے خاص دوست ۔ از پادری جے ۔ آر ۔ ملر صاحب ۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے جسمیں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے ۔ ۶ر

وہن شیر ۔ یہ قیاصرۂ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے ۔ جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے ۔ اور اس سے اسوقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے ۔ قیمت ۱۲ر

آدلیس ۔ رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ ۔ قیمت ۸ر

خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات ۔ یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا اور انگریزی زبان میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے ۔ قیمت ۱۲ر

جان ہلیفکس جنٹلمین ۔ یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے ۔ جس میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کس طرح وہ ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے دولتمند ہوگیا ۔ نوجوانوں کیلئے نہایت مفید اور ابھارنیوالا ہے ۔ جلد اول قیمت ۱۲ر

زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ ۔ مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کیلئے تاریخی ثبوت ۔ ۱۲ر

علوم طبعیہ کی تاریخ ۔ اٹھارھویں صدی کے آخر تک جس میں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے ۔ قیمت عہر

علوم طبعیہ کی تاریخ ۔ انیسویں صدی میں ۔ قیمت ۸ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب ۔ جس میں قدیم اقوام مثل فنیقی ۔ ایرانی ۔ عرب ۔ بابل وغیرہ حالات درج ہیں ۔ قیمت ۶ر

قدما کی حکمت ۔ جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں ورومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے ۔ قیمت ۶ر

درخواستیں بنام مینیجر پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور آنی چاہئیں

نوٹ اور رائیں

ایک معقول اور دلپسند الحاق۔ اخباروں اور میگزینوں کا شمار اسقدر بڑھ گیا ہے کہ گنجائش کا قافیہ تنگ ہو رہا ہے۔ اخباروں کی تعداد میں تو دن بدن ترقی ہوتی جاتی ہے۔ مگر خریداروں کا شمار ذرا بڑھتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ اس میں تنزل ہو رہا ہے۔ مسیحی تو بیچارے گنتی کی جانیں ہیں۔ ہندو اور مسلمان جو لاکھوں لاکھ بھرے پڑے ہیں۔ وہ بھی اپنے دینی اخباروں کیطرف کم توجہ کرتے ہیں۔ دینی اخباروں کو ڈھائی تین سو خریداروں سے شاذ ہی زیادہ نصیب ہوتے ہیں۔ مسیحیوں کی طرح مسیحی اخبار بھی گنتی کے ہیں۔ نور افشاں مسیحی تجلی۔ بس فہرست ہو چکی۔ لیکن ان دو تین اخباروں میں بھی کوئی ایسا نہیں جو سیلف سپورٹنگ ہو۔ اب مسیحی اور تجلی نے خیر خواہ بزرگوں کے زیر سایہ اس مقولہ پر عمل کر کے کہ اتحاد طاقت ہے آپس میں میل کر لیا ہے۔ دوئی کا پردہ بیچ سے اٹھ گیا ہے۔ اور آئندہ سے نہ مسیحی اکیلا رہیگا اور نہ تجلی تنہا چمکے۔ کیونکہ انھوں نے جان لیا ہے کہ جو لطف زندگی وصال میں ہے وہ مہاجرت و مغائرت میں نہیں ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ الحاق سے "مسیحی تجلی" کے ایسے انوار صداقت آثار درخشاں ہونگے کہ ناظرین کی بصارت اور بصیرت کے لئے کحل الجواہر کا کام دینگے۔ ہماری رائے میں یہ جدید انتظام نہایت مفید ثابت ہوگا کیونکہ مسیحی گروہ کے محدود سے حلقہ میں ابھی ایک ہی قسم کے دو تین اخباروں کی سمائی نہیں ہے۔ نہ امکانات خریداری ایسے وسیع ہیں کہ اتنے سیلف سپورٹنگ ہو سکنے کی امید ہو سکے اور نہ قلم چلانے والے اتنے ہیں کہ کالم پُری کی توقع کی جائے۔ اول آدمی تھوڑے۔ پھر جیب خالی اور اس پر طرہ یہ کہ شوق اخبار بینی کا بھی معدوم سا ہے۔ اور پھر اس طرہ پر ایک اور طرہ یہ کہ جو لکھنے کی قابلیت رکھتے ہیں وہ یا تو اشغال منصبی کے سبب سے کم فرصتی کی شکایت میں مبتلا ہیں یا سستی کے غلام ہو رہے ہیں وہ لیاقت تصنیف کے توڑے سے کیا کرینگے؟ خدا اُن کو استعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ مسیحی اور تجلی کے الحاق سے جو متحدہ مخزن پیدا ہوگا۔ وہ "مسیحی تجلی" کہلائیگا۔ مسیحی کے موجودہ خریداروں کو اس الحاق سے بہت فائدہ

ہوگا۔ کیونکہ اُن کو تجلی کی ضخامت کا پرچہ جو مسیحی سے بارہ صفحے زیادہ رکھتا ہے۔ مسیحی کی پرانی قیمت پر فی الحال ملیگا۔ اور تجلی کے خریداروں کو بھی کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ البتہ بعض کو شکایت کرنے کا موقعہ مل جائیگا۔ کہ تجلی کا چندہ تو ابھی گھٹایا گیا تھا۔ اب پھر اُس کو کیوں بڑھا رہے ہو؟ یہ کیا بد انتظامی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تجلی کے چندے میں تخفیف اس غرض سے کی گئی تھی کہ اُس کا سرکیولیشن (خریداروں کی تعداد) بڑھ جائے۔ مگر اس سٹیمولینٹ سے بھی خریداری کی نبض میں کچھ تیزی نظر نہیں آئی۔ لہذا اب الحاق کا نیا نسخہ کام میں لایا جائیگا۔ بدیں امید کہ شاید اسی ترکیب سے ایسی معجون معتدل تیار ہو۔ جس سے سرکیولیشن نارمل حالت پر آجائے۔ تجلی کے موجودہ خریداروں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچیگا۔ کیونکہ جن کی آمدنی پچیس روپیہ سے کم ہے اُن سے فقط ایک روپیہ اور جن کی آمدنی پچیس سے زیادہ اور پچاس سے کم ہے۔ اُن سے ڈیڑھ روپیہ اور جن کی آمدنی پچاس سے زیادہ ہے اُن سے دو روپیہ لئے جائینگے ؃

ہم یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس الحاق سے دونوں پیپروں کی جداگانہ خصوصیات میں فرق نہیں آئیگا۔ تجلی کی خصوصیت یہ تھی کہ مسیحی مذہب کو ایسے پیرایہ میں پیش کرے کہ اُس سے غیر اقوام فائدہ حاصل کریں۔ اسی سبب سے اُس میں ہندو اور محمدی مذہب کے متعلق مقابلہ کی صورت میں مضامین چھپتے رہے۔ مگر اس قسم کے مضامین سے صرف غیر قوموں ہی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ مسیحی قوم کو بھی۔ اور خصوصاً مسیحی مناووں کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طریق سے وہ فضیلت جو مسیحی مذہب دنیا کے مذاہب پر رکھتا ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اس سے مسیحی ایمان کو تقویت ملتی ہے۔ دوسری جانب جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ "مسیحی" کا خاص کام یہ تھا کہ ایسے روحانی مضامین افادہ عام کے لئے پیش کرے۔ جن سے انجیل کی روحانیت واضح ہو جائے۔ یہ بات بھی جسقدر مسیحی جماعت کے لئے ضروری ہے اسیقدر غیر اقوام کے لئے فائدہ مند ہے لہذا "مسیحی تجلی" میں دونوں باتوں کی رعایت کی جائے گی تاکہ ہر دو مذاق کے اشخاص کو برابر لطف حاصل ہو ؃

ماسوائے اس کے ایک اور بات موید الحاق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان میگزینوں

کے جدا جدا ناموں سے سامعین کو فائدہ تام حاصل نہیں ہوتا۔ مگر "مسیحی تجلی" ایک ایسا موزون۔ پُرمطلب اور مکمل نام ہے کہ سنتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تجلی جو ہمارے سامنے ہے مسیحی تجلی ہے۔ اور ہماری دعا ہے کہ خدا اس جدید انتظام پر جو جنوری ۱۹۰۹ء سے عمل میں آئیگا اپنی برکت بخشے اور "مسیحی تجلی" سے بہتوں کے دل اور دماغ کو روشن فرمائے اس درجہ تک کہ وہ جو دنیا کا نور ہے اُن کے دلوں میں آفتاب صداقت بنکر طالع ہو ٭

نئے میگزین کا پروگرام آئندہ نمبر میں ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا ٭

ہم بڑی خوشی سے ناظرین کو یہ مژدہ دیتے ہیں کہ بائبل سوسائٹی کی طرف سے انہیں ایام میں دو نئے عہدنامے چھپکر تیار ہوئے ہیں جو نہایت بیش قیمت اور کارآمد اور ضروری ہیں۔ ایک تو اُن میں سے بہت بڑے حروف میں لکھا گیا ہے۔ اور تقطیع بھی بڑی ہے۔ اُن لوگوں کے لئے جو ضعف بصارت کے سبب سے باریک حروف کے نئے عہدناموں کو بغیر آنکھوں کو تکلیف دیئے پڑھ نہیں سکتے نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔ اس نئے عہدنامہ کو کمزور سے کمزور نظر والا شخص بھی بغیر عینک اور بدون تیز روشنی کے پڑھ سکتا ہے۔ مناسب ہے کہ ایسے اشخاص کے رشتہ دار یہ نیا عہدنامہ خرید کر اپنے عزیزوں کو پریزنٹ دیں۔ بعض گرجوں میں کافی روشنی نہیں آتی۔ پڑھنے والوں کو برسات کی موسم میں سخت تکلیف لاحق ہوتی ہے کیونکہ نہ لیمپ جلا سکتے ہیں اور نہ بادلوں کے سبب آفتاب کافی روشنی دیتا ہے۔ اس لئے پاسٹروں اور دیگر پڑھنے والوں کی آنکھوں کی شامت آجاتی ہے۔ نئے عہدنامہ کی یہ اڈیشن ایسے گرجوں اور ایسی حالتوں میں آنکھوں کی محافظت کا ایک عمدہ سامان ہے۔ دوسری اڈیشن پاکٹ اڈیشن ہے۔ ضخامت کسی قدر بڑی ہے۔ تاہم سفر میں لیجانے یا بازاری منادی کے وقت ساتھ رکھنے کے لئے نہایت عمدہ اڈیشن ہے۔ حروف اس کے بھی جلی ہیں۔ پڑھتے وقت آنکھوں کو ذرا تکلیف نہیں ہوتی۔

علاوہ اِن عہدناموں کے ایک کامل بائبل بھی چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ ریفرنس یعنی حوالے ساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں۔ لودیانہ میں چھپی ہے۔ مگر اُس بائبل سے جو آگے لودیانہ میں چھپی تھی کہیں زیادہ صاف اور ستھری اور کتابت کی غلطیوں سے منزہ ہے۔ بائبل سوسائٹی سے دونوں نئے عہدنامے اور بائبل مل سکتی ہے۔ کرسمس کے انعاموں کے لئے جلد منگوالو ٭

کلیسیا اور مشن کی خبریں

۷- نومبر کو آگرہ کے مسیحیوں نے لارڈ بشپ کلکتہ کی آمد پر جو ایڈریس دیا اُس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے :-

بخدمت رائٹ ریورنڈ لارڈ بشپ کلکتہ اور میٹرو پولیٹن آف انڈیا خداوند نعمت

ہم جو سنٹ جانس چرچ کی جماعت سے علاقہ رکھتے ہیں - حضور کو دل سے خوش آمدید کہتے ہیں - ان دس سال کے عرصہ میں ہم کو حضور کے دیکھنے کا یہاں دو دفعہ موقعہ ملا - اور ہمیں بڑی امید ہے کہ بہت مدت نہ گذرنے پائے گی کہ حضور اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہم کو پھر سرافرازی بخشیں گے -

سنٹ جانس جماعت (اگر ہم ایسا کہہ سکیں) عناصر مختلفہ کا اجتماع ہے - علاوہ اُن مسیحیوں کے جو خود آگرہ میں اور گرد و نواح کے دیہات میں رہتے ہیں - تقریباً دو سو طلبا ممالک متحدہ کے مختلف اضلاع سے آکر یہاں تعلیم پا رہے ہیں - بعض تو سنٹ جانس کالج میں - بعض کالیجیٹ سکول - وکٹوریا سکول اور میڈیکل سکول میں ہیں یوں کل شمار جماعت کا تقریباً ۹ سو تک پہنچ جاتا ہے ۔

جس شخص نے پہلے پہل آگرہ میں مسیحی دین کو قبول کیا وہ مسٹر عبد المسیح تھے جنہوں نے ۱۸۲۶ء میں بپتسمہ پایا - اور پیچھے بشپ کرین صاحب کے ہاتھ سے تقرر پا کر پاسٹر مقرر ہوئے - اسی سال کے عرصہ سے اس شہر میں اور اس کے مضافات میں خدا کا کلام سی - ایم - ایس کی طرف سے برابر سُنایا جاتا ہے - اور اسوقت سے لیکر بہتوں نے بپتسمہ بھی پایا ہے - اگرچہ بعض اوقات خاصکر اعلےٰ ذاتوں میں کام بہت پھلدار اور تسلی بخش نتیجہ نہیں دکھاتا رہا لیکن خدا کا کلام کبھی بے پھل نہیں لوٹتا اور وہ ضرور اپنے وقت پر پھل لائیگا -

گذشتہ چند سالوں کے عرصہ میں جن لوگوں نے بپتسمہ پایا - وہ اکثر نیچ ذات سے تھے - اور اس ضلع کے ایک حصہ میں ان لوگوں کا بڑا حصہ مسیحی دین کیطرف مائل معلوم ہوتا ہے - لیکن اس کام میں کئی مشکلات ہیں جن کا کچھ ذکر کرنا مناسب ہے

(۱) جن اغراض سے یہ لوگ آتے ہیں وہ اکثر مشتبہ ہیں۔
(۲) ان کی مسیحی زندگی بپتسمہ کے بعد اکثر تسلی بخش ظاہر نہیں ہوئی۔
(۳) لیکن بعض دیگر مشنوں کے نمونہ سے جو ہمارے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کو جلدی بپتسمہ دینا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔
(۴) ابتک ہم نے ان کے بچوں کی تعلیم کے مسئلہ کو حل نہیں کیا۔
(۵) جو کلیسیا ان میں بڑھ رہی ہے۔ وہ انڈین چرچ کونسل کلیسیاؤں سے تقریباً بالکل علیحدہ ہے۔
(۶) ان لوگوں کے لئے مناسب کارندے مشکل سے ملتے ہیں۔ اس امر کا فکر کئے بغیر بھی ہم نہیں رہ سکتے کہ یوروپین اور انڈین کرسچن میں جیسا قریبی رشتہ ہونا چاہئے ویسا ابتک نہیں۔ اور ہم خود حیران ہیں کہ اس بڑے مشکل مسئلہ کو کیونکر حل کرسکتے ہیں۔ لیکن جو بڑا اثر اس کے ذریعہ اردگرد کے غیرمسیحیوں پر پڑ رہا ہے اس کو ہم نہایت افسوس اور حسرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اور قریبی تعلق پیدا کرنے میں جو کوشش کی جائے ہم اس میں بڑی خوشی سے شریک ہونگے۔ تاکہ ہم متفق ہو کر بت پرستی کی مخالف قوموں کا مقابلہ کرسکیں۔
(۷) اتوار کو صبح و شام سنٹ جانس چرچ میں عبادت ہوتی ہے۔ اور ذرا پیچھے غریب مسیحیوں کے لئے سکول روم (واقعہ ہنگلا منڈی) میں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے خاص پیشہ کے لحاظ سے گرجا گھر میں نہیں آسکتے۔ صرف کرسمس اور ایسٹر کے موقعہ پر یہ ہمارے ساتھ عبادت میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن ہم شرم سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ کلیسیا کے ان دو حصوں میں ایسی یگانگت کی روح اور مسیحی ہمدردی نہیں جیسی ہونی چاہئے۔
(۸) رہا کلیسیا کے کام کے بارہ میں۔ (۱) پیرش سکول مسیحی بچوں کے لئے مشن احاطہ میں ہوتا ہے۔ (۲) غیرمسیحی بچوں کے لئے سکول منتولا محلہ میں (۳) ایک مناد کی تنخواہ کلیسیا کی طرف سے ملتی ہے جو دیگر منادوں کے ساتھ شہر اور دیہات میں کام کرتا ہے۔ (۴) مشنری میٹنگ اور گلینرز یونین۔ (۵) ہفتہ وار دعائیہ جلسہ جو تھوڑے عرصہ سے شروع ہے۔

(۹) اب آخر میں ہم پھر حضور کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہیں کہ خدا کی برکت آپ پر اور آپ کے اس اہم کام پر ہو جو ہندوستان کی بہتری کے لیے حضور کر رہے ہیں۔

خاص لیکچر۔ امسال یہ اچھا انتظام ہوا کہ نومبر ۷ اسے ۲۸ تک کے درمیان ۵۴ لیکچر غیر مسیحیوں کے درمیان دیئے جائیں۔ اس خدمت کے لیے آٹھ مختلف شہر اور چھ خاص لیکچرار مقرر ہوئے ہیں امید ہے کہ اگلے نمبر میں ہم ان کا کچھ ذکر کر سکیں گے لیکچرار اور مضامین حسب ذیل ہیں:-

(۱) پادری ایچ۔ یو۔ وائٹ برخیٹ۔ ڈی۔ ڈی۔ اس مضمون پر لیکچر دینگے "ملک ہندوستان کی ضروریات۔ اور یسوع مسیح کی سوشل تعلیم"

(۲) پادری ای۔ پی نیوٹن۔ ایم۔ اے "ہمیشہ کی زندگی"

(۳) پادری احسان اللہ "سچی دانائی"

(۴) پادری ٹھاکر داس "ہندوستان کی ترقی کی امید کی بنیاد اور رخ زمانہ"

(۵) پادری ٹی۔ ہاول "قیامت کی امید"

(۶) پادری جیون مل "کفارہ کی ضرورت"

خاص مقامات یہ ہیں۔ امرتسر۔ بٹالہ۔ فیروزپور۔ گوجرانوالہ۔ جالندھر۔ ملتان۔ لائل پور۔ ترنتارن (از مشن نیوز)

آسرا پور۔ پادری دوھاوا صاحب۔ ایک دینی میلہ کرنے والے ہیں جو ۳۰ و ۳۱ دسمبر ۱۹۱۰ء کو بمقام آسرا پور منعقد ہوگا اور وہ آرزومند ہیں کہ سب احباب اس میلہ کو اپنی دعاؤں میں یاد کریں۔

شادی۔ ۲۷۔ اکتوبر کو پادری آر۔ بیٹمن صاحب (سابق مشنری نارووال و جھنگ بار) نے مس نکلسن سے شادی کی امید ہے کہ ان کے جان پہچان یہ مژدہ سنکر خوش ہونگے۔

امرتسر۔ ڈاکٹر ٹوبوس صاحب جو امرتسر سے جا کر بنوں کے کام میں مدد دے رہے تھے۔ اب عنقریب امرتسر واپس تشریف لائینگے۔ جہاں کام کی سخت کثرت ہے اور ڈاکٹر براؤن صاحب نے کام چلانے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ خدا ان کو

زیادہ طاقت اور ہمت بخشے ۔
پشاور۔ ڈاکٹر لانکس وگرم ولایت سے تشریف لے آئے ہیں۔ اور اپنے کام پر مامور ہو گئے ہیں ۔
کلارک آباد۔ پادری۔ سی۔ ایم۔ گاف صاحب جس جہاز میں تشریف لاتے ہیں اُس میں ۲۰۰ گورا سپاہی ہیں۔ جن کے وہ اُس عرصہ کے لئے پاسٹر ہیں۔ یہ جہاز کراچی میں ۹۔ دسمبر تک پہنچ جائے گا اور صاحب موصوف کلارک آباد میں اپنے کام پر آ جائینگے ۔
حیدر آباد (سندھ) سے پادری ڈبلیو۔ جے۔ ابی گیل صاحب اور ڈیرہ اسماعیل خاں سے پادری ٹی۔ بیفرڈ صاحب خاندانی وجوہات سے ولایت تشریف لے گئے ہیں۔ ڈاکٹر اور مسز آربی سن فرلو سے واپس آ کر جالندھر میں مشنری کام پر مامور ہونگے ہیں یہ صاحب لاہور میں ۱۲۔ سال تک مشنری کام کرتے رہے (از مشن نیوز)
حیدر آباد دکن۔ پادری ملکم گولڈ سمتھ صاحب کچھ روبصحت ہو کر ۔ نومبر کو جہاز پر سوار ہو گئے۔ ہمیں امید ہے کہ جلد کلی صحت حاصل کرکے وہ واپس تشریف لائینگے
ست نام فرقے۔ الہ آباد کے ایک مشنری اخبار میں یہ خاص لوگوں کا بیان ہے جو زیادہ تر کلکتہ میں قلی کا کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ چمار ہیں۔ اور ست نام فرقے کے نام سے مشہور ہیں۔ اس فرقے کا شروع یوں ہے۔ کہتے ہیں کہ ممالک متوسط میں ایک غریب کسان بنام گھسے داس منونا کا ن میں رہتا تھا۔ ۱۸۱۰ء میں اس گاؤں میں سخت ہیضہ پھیلا۔ اور اس کی بیوی دو بیٹے بلکہ کل کنبہ اس بیماری میں مر گیا۔ غم کے مارے اُس کا دماغ پھر گیا۔ چنانچہ اُس نے یہ سوچا۔ کہ پوری میں جگن ناتھ جی کا تیرتھ کرنے سے دل کو چین ملے گا۔ یہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا ہوا۔ پر اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی مسیحی مشنری سے ملاقی ہوا۔ اور جب وہ اپنے گاؤں کو واپس آیا۔ تو سادھو بن گیا۔ اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھ کے اپنا بہت وقت دھیان میں صرف کرتا تھا۔ جبکہ اُس کی برادری کے لوگوں نے اُس سے پوچھا۔ کہ تم جو چمار ہو۔ کیوں سادھو بن گئے۔ تو اُس نے انہیں یہ جواب دیا کہ مَیں ست نام پر دھیان کر رہا ہوں۔ اُس نے کہا۔ کہ ست نام کا میں تو صرف کو توال ہوں۔ پر ایک گورا شخص ٹوپی لگائے ہوئے

تمہارے درمیان آئیگا۔ اور وہ تمہیں ایک کتاب میں سے سکھلائیگا۔ کہ ست نام کی پرستش کیونکر کرنی چاہئے۔ تب وہ وقت آئے گا۔ کہ شیر اور بھیڑ ایک ہی جگہ پر پانی پئیں گے۔ جب تک وہ وقت آئے۔ چاہئے کہ تم سب بت پرستی چھوڑ دو۔ اور صرف ست نام کی بندگی کرو۔ اُس نے انہیں نشے کے استعمال علاوہ جان لینے کی ممانعت کی۔ اس آخری بات کی یہانتک ممانعت تھی۔ کہ اُس نے لوگوں کو مسور کی دال کھانے سے روکا۔ کیونکہ اُس نے کہا کہ اُس کا رنگ لال ہے۔ جس سے خون یعنی لہو کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ غرض سب قسم کی لال رنگت کی ترکاریاں کھانے کی ممانعت کردی۔ بھنڈی کو بھی ناجائز قرار دیا۔ اس لئے کہ وہ بکری کے سینگ کے مشابہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی اناج اُدھار دے تو پچیس فیصدی سے زیادہ سود منع ہے۔ اس کے علاوہ ان کو دوپہر کے وقت ہل جوتنے کو منع کیا۔ تاکہ اس سے بیلوں کو آرام کرنے اور چرنے کا موقعہ ہو۔ بیماری کے وقت میں اُس فرقے کے بزرگ جمع ہوں۔ ست نام کو پکار کے مریض پر تیل ڈالیں۔ یہ دستور غالباً بعد کو ان کے درمیان رائج ہو گیا۔ کہ گرو کے پاؤں کا دھوون امرت جل مانا جاتا ہے۔ (از مخزن مسیحی)

جنگل میں مشن۔ بہار اور آسام کی پہاڑیوں کے درمیان ایک حصہ زمین واقعہ ہے جو پہلے بھوٹان میں شامل تھا۔ چند برس ہوئے کہ بھوٹانیوں نے کوچ بہار پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے راجہ کو پکڑ لے گئے۔ سرکار نے مداخلت کی۔ اور یہ ٹکڑا زمین سرکاری حد میں آگیا۔ یہ جنگل میں فٹ لمبے اور بانس کے برابر موٹے نرکلوں سے بھرا تھا۔ ہاتھی اور شیر اس میں بہتات سے پائے جاتے تھے۔ اور بھالو اور تیندوے جہاں چاہتے تھے وہاں گھومتے پھرتے تھے۔ اژدہے اور زہریلے سانپ بھی اس میں کثرت سے موجود تھے۔ ۱۸۹۱ء میں سی۔ ایم۔ ایس کیطرف سے اسی جنگل میں ایک آبادی بسنی شروع ہوئی۔ اس آبادی کے کوئی آدھ میل کے فاصلے پر مہاراجہ کوچ بہار اپنے شکار کا تنبو لگایا کرتے تھے۔ اب یہ کل زمین بالکل صاف ہو گئی۔ اور اکثر جنگلی جانور وہاں سے نکل گئے ہیں۔ ہاتھی البتہ کبھی کبھی اوپر کے جنگلوں سے آکے فصل کو کھا جاتے ہیں۔ بھالو بھی رات کے وقت

گل پڑتے ہیں۔ اور سڑکوں پر جانا خطرناک ہوتا ہے۔ گذرے سال ایک بڑا گھورا مارا گیا۔ جو آدمی کی ٹانگ کے برابر موٹا تھا۔ سنتالی لوگ انہیں کھا جاتے ہیں۔ چند برس ہوئے۔ کہ ہم مشن والوں نے شکار کا ارادہ کیا۔ چند غیر کے لڑکوں نے خبر دی۔ کہ بھوٹان کے ڈھسوں میں ایک ہول ہے۔ جس کے منہ پر تازے نشان ہیں۔ ہم لوگ کدالی لے کے وہاں گئے۔ اور کھودنا شروع کیا۔ جب کوئی دس فٹ تک کھود چکے۔ تو ایک سنتالی نے ایک لمبے نرکل سے۔ کھونچا مارا۔ وہ ہلنے لگا۔ اور ہم کو معلوم ہوا۔ کوئی زندہ شے اس کے اندر ہے۔ اس کے بعد بہت سا اور کھودا اور پھر نرکل ڈالا۔ چند سنتالی اور ہم کھڑے دیکھ رہے تھے۔ اور تھوڑی سی دیر میں ایک بڑا بھاری کالا دکھلائی دیا۔ میرے دوستوں نے مجھے تبلایا کہ یہ وہی زہریلا سانپ ہے جو آدمیوں پر چوٹ کرتا ہے۔ آخر ہم لوگوں نے اُسے لٹھیوں سے مار ڈالا۔ اس کے بعد پھر نرکل سے اُسی ہول کے اندر ہلایا۔ اور مادہ بھی باہر نکلی۔ اور اُسے بھی ہم لوگوں نے مار ڈالا۔ یہ سانپ ساڑھے دس فٹ لمبے تھے۔ (از مخزن مسیحی)

کیا سب سلامت ہیں

ساحل انگلستان پر ایسے خوفناک دن یہ کیسا ہجوم ہے؟ سخت طوفان برپا ہے آندھی اس زور سے چل رہی ہے۔ کہ اپنی جگہ پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا ہے۔ سمندر متلاطم ہے۔ لہریں دو دو منزلیں اوپر چڑھ رہی ہیں۔ ایسے وقت میں لوگوں کا فراہم ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ قریب آدھ گھنٹہ ہوا سمندر سے توپوں کی آواز آئی۔ آناً فاناً سارے شہر میں یہ خبر بجلی کی سُرعت سے پھیل گئی کہ ایک جہاز کنارے کے قریب چٹان سے ٹکرا گیا ہے۔ اور اس شب تاریک میں جس کی سیاہی ابھی سروں پر چھا رہی ہے، پاش پاش ہو جائیگا۔

لائف بوٹ فوراً تیار کی گئی! اس کے جوان مرد ملاح ڈوبتوں کی امداد کے لئے ہمیشہ کمربستہ معلوم ہوتے۔ اور اپنی جان ہمیشہ ہتھیلی پر رکھا کرتے تھے

لیکن اس ہوفو یران کی خدمات چنداں ضروری نہ تھیں۔ جہاز تھا تو بہت بڑا۔ مگر اس میں مسافر بہت نہ تھے۔ اور جہاز کی اپنی کشتی میں ان سب کی سمائی ہو گئی۔ یہ کشتی ہوا کے زور سے لہروں میں ڈگمگاتی اپنا قیمتی بوجھ اٹھائے کنارے کو آرہی تھی۔ اُن بے قرار آنکھوں کو جو اُس کو کنارے سے بڑی حسرت اور خوف کے ساتھ دیکھ رہی تھیں۔ وہ سطح سمندر پر ایک حباب سی نظر آتی تھی۔ جوں جوں آگے بڑھتی آئی۔ اس کی جسامت میں بھی بتدریج اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ کشتی نشینوں کے چہرے دکھائی دینے لگے۔

ایک خاتون اپنے رفیقوں سے کہنے لگی۔ کہ " دیکھو! وہ شخص آسمان کی طرف کیسے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے۔ گویا اس آبی قبر سے بچنے کے لئے رب العالمین کا ہزار جان سے شکریہ ادا کر رہا ہے "

ایک بوڑھے ملاح نے جو پاس کھڑا تھا شکر کیا: " اُس ذات پاک کا جتنا شکریہ ادا کرے بجا ہے۔ طوفان زوروں پر ہے۔ اور رات کالی بلا کی طرح سر پر آرہی ہے۔ اگر یہ لوگ فوراً جہاز چھوڑ کر چلے نہ آتے تو صبح کا نورانی چہرہ کبھی دیکھنا نصیب نہ ہوتا "

جب یہ کشتی لہروں کے تھپیڑے کھاتی بندرگاہ کے پُرامن پانیوں میں داخل ہوئی۔ تو حاضرین نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ ہر ایک کوشاں تھا۔ کہ اُن بیچاروں کی جو اپنا کل دنیاوی ساز و سامان سمندر کی بھینٹ کر آئے تھے۔ خاطر و تواضع کرے اور انہیں ضروری اسباب زندگی بہم پہنچائے۔

کشتی کے پہنچتے ہی لائف بوٹ کے کپتان بولڈر نے استفسار کیا۔ کہ " کیا سب سلامت ہیں؟ سب کے سب!"

کشتی سے متعدد آوازوں نے جواب دیا کہ " ہاں! سب سلامت ہیں مگر ایک...؟"

کشتی لینے پر ملاحوں کے چودھری نے کہا۔ کہ " ایک شخص کم ہے "

ایک جنٹلمین نے پوچھا۔ کہ " کیا وہ شخص کشتی سے بہ گیا؟ یا کیا ہوا؟ " کوئی اس کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ شاید وہ ملاح نیچے جہاز میں اپنی ڈیوٹی پر ہو۔ اور گھبراہٹ میں وہیں رہ گیا ہو۔ یا کسی موج تلاطم خیز کا لقمہ بن گیا ہو۔ یقینی طور پر ان کو معلوم تھا تو یہی۔ کہ ایک بہادر کم ہے۔ کہ وہ کشتی میں سوار نہیں ہوا۔ کہ مگر ابھی تک وہ رہا ہی

[illegible] رات کے طوفان میں انگریز کی دلیری۔

جان پولنڈر نے پہلے پُر طوفان آسمان پر حسرت بھری نگاہ ڈالی۔ اور پھر اُس اور تا سمندر پر ڈوبنے والے جہاز کو دُوربین نظروں سے دیکھا۔ اور اپنے رفیقوں سے کہا۔ کہ "چلو جوانمردو! لائف بوٹ لگاؤ۔ ہم شاید اس بیچارے کو اب بھی بچا سکیں"

حاضرین نے بالاتفاق کہا۔ کہ بے فائدہ! کیوں اپنی جان کو معرض خطر میں ڈالتے ہو۔ وہ کب کا موجوں کا شکار ہو گیا ہوگا۔ وہ لوگ چاہتے نہ تھے کہ ایک شخص کو بچانے کی موہوم اُمید پر اتنے جوانمرد اپنی جان کو خطرے میں ڈالیں۔ اس مجمع غفیر میں جان پولنڈر کی بوڑھی بیوہ ماں بھی کھڑی تھی۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھائی تھی۔ آنکھوں میں آنسو بھرے تھے۔ ابھی ۶ مہینے نہیں ہوئے۔ کہ اس کا دوسرا بیٹا ساحل بمبئی پر ایسے ہی طوفان میں تباہ ہو چکا تھا۔ اور اب جان ہی اس کا عصائے پیری، اُمید کا سہارا۔ اور جان سا عزیز تھا۔

جان نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے رفیقوں کو دیکھکر کہا۔ کہ "اگر تم میرا ساتھ دو۔ تو میں کشتی سمندر میں ڈالتا ہوں۔ جب تک کچھ بھی اُمید ہو ہمیں اس بیچارے کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے" اتنے میں اُس کی نگاہ اپنی ماں کے حسرتناک چہرے پر پڑی۔ وہ خاموش تھی۔ لیکن اس پر جان کنی کی سی حالت طاری تھی۔ اُس نے اپنے بیٹے کے کاندھوں پر ہاتھ رکھا۔ مگر اس کو روکنے کے لیے نہیں۔ اور کانپتے کانپتے تھرتھراتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ کہ "جاؤ بیٹا! خدا تمہارا حافظ ہوگا شاید اس بیچارے کی بھی ماں ہے"

جان کے ۹ ساتھی بھی اسی ہمت کے آدمی تھے۔ اُنھوں نے توکل بخدا ناؤ کو پانی میں ڈال دیا۔ تمام لوگ دست بدعا تھے۔ کہ "یا الٰہی! ان اپنے بندوں کی حفاظت کر" کالی گھٹا سر پر چھائی تھی۔ خشمگین لہریں اُٹھ اُٹھ کر تھپیڑے مارتی تھیں کشتی کبھی اوپر کو اُٹھتی، کبھی نیچے جا گرتی۔ اور اہل ساحل کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔ اور پھر موجوں کی کشمکش سے اوپر کو اُٹھتی نظر آتی تھی۔

جان نے باواز بلند کہا۔ کہ "دیکھو۔ یہ کیا بہ رہا ہے؟ ایک سیاہ چیز پانی پر بہہ رہی ہے"

ایک ساتھی نے ملو بھر چپّو پر تکیہ کر کے اور غور سے دیکھ کر کہا۔ کہ یہ کیا [illegible] بہہ رہا ہے؟

جان نے کہا۔ نہیں! یہ ایک آدمی کا سر تیر رہا ہے۔ میرے بہادر [illegible] عزیزو! کوشش۔ کوئی شخص ایسے طوفان خیز سمندر میں دیر تک تیر نہیں سکتا۔

یہ بہادر اپنے چپّوؤں پر خم ہو گئے۔ ہر ایک ایسے زور سے چپّو چلاتا تھا۔ کہ گویا اس کی اپنی زندگی اس کوشش پر منحصر ہے۔ جان تیراک کے سر پر ٹکٹکی لگائے کشتی کو موڑ رہا تھا۔

"ہائے! وہ ڈوب گیا۔ نہیں! وہ پھر نکلا۔ وہ ہمیں ایک دفعہ دیکھ لے۔ خدا اس پر رحم کرے۔ اگر وہ پانچ منٹ اور ٹھہر سکے تو بچ جائیگا"

ہر ایک کوشش سے کام لیا گیا۔ کشتی موجوں پر نہایت تیزی سے پہنچی۔ لائف بوٹ جہاز کے نزدیک پہنچی ہی تھی۔ کہ ایک بڑی موج جہاز کو نگل گئی۔ اور اس کا سوائے چند تختوں کے سطح آب پر کوئی نشان باقی نہ رہا۔

لیکن جہاز کا سب سے آخری آدمی بچ گیا۔ وہ بیہوش لائف بوٹ میں آپڑا۔ گو اس کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ مگر ابھی جان باقی تھی۔ خدا کا شکر کرتے ہوئے یہ بہادر بادلِ شاد کنارے کو واپس چلے۔

لیکن بہادر جان کے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں۔ جبکہ وہ اس ڈوبے ہوئے ملاح کے سرد بدن کو دبا رہا ہے۔ اس کی بارعب آنکھوں سے آنسو۔ ہاں خوشی کے آنسو۔ کیوں رواں ہیں! یہ جان کا اپنا بھائی تھا۔ جس کو وہ چھ ماہ سے مردہ خیال کر چکا تھا۔ ہاں اس بیچارے ملاح کی بھی ماں ہے۔ اس کی ماں بارش اور آندھی میں کنارے پر کھڑی دست بدعا ہے۔ کہ یا الٰہی! ان اہل کشتی کو جن میں میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ سلامتی سے کنارے پہنچا۔ لیکن اس کو کیا خبر تھی۔ کہ ان بہادروں میں اس کے ایک نہیں۔ دو بیٹے ہیں۔

جب یہ لائف بوٹ کے بہادر ملاح کنارے پر پہنچے۔ تو ان کی سلامتی پر خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اور ان کو کاندھوں پر اٹھا لیا گیا۔ لیکن جان کے کانوں میں سوائے اس کی ماں کی خوشی کی چیخ کے کچھ اور سنائی نہ دیتا تھا۔ جب اس

[illegible] بیٹے کو چھان [illegible] لگایا۔
[illegible] پُرخوشی بیہ الفاظ ہم کو کیسے کیسے خطر ہیں۔ اور اُن سے بچانے کی
[illegible] کی یاد نہیں دلاتے؟ ہمارے کتنے اہلِ وطن گناہ اور جہالت کے طوفان
میں غرقاب ہیں! کتنے اس خطرے میں ہیں۔ کہ نہ صرف ان کا بدن۔ بلکہ کہیں ان
کی رُوح بھی تباہ نہ ہو جائے۔ ان کو بچانے کی بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں
سنڈے سکول۔ کرسچن انڈیور اور دیگر اخلاقی مجالس مثل اُن لائف بوٹوں کے ہیں
جو غریقوں کو بچانے کے لئے سمندر میں ڈالی جاتی ہیں۔ اور ان کے چلانیوالے
وہ جوانمرد ہیں جو اپنا وقت اور طاقت خدا کی راہ میں دیتے ہیں۔ کیا ہم نے اُن کی مدد
میں کچھ نہیں کیا؟ کیا ہم نے صرف ایک شخص کو بھی بچانے کی کوشش نہیں کی؟
جو صاحب اپنا وقت دے نہیں سکتے روپے سے مدد کر سکتے ہیں۔ اوہ بعد کے
خادم اس خیال سے بہت اور تسلی پائیں کہ ہم ایک ہی خاندان کے شریک اور ایک
ہی وطن کے راہی ہیں۔ جس وقت بچانے والے اور بچے ہوئے باہم اُس جلالی
کنارے پر کھڑے ہونگے۔ جہاں اس زندگی کے طوفان پہنچ نہیں سکتے۔ جب
خوشی اور خوش آمدید کے نعرے چاروں طرف سے بلند ہوں گے۔ جس شخص
کو خدا نے توفیق دی ہے کہ ایک گنہگار کو راہِ راست دکھا کر ہلاکت سے بچائے
وہ بڑی خوشی سے محسوس کریگا۔ کہ وہ اپنے بھائی کو بچانے کا وسیلہ ٹھہرا ہے؛

وسطی ہند میں مسیحی کام

خیال رہے کہ وسط ہند اور ممالک متوسط ایک ہی جگہ کا نام نہیں۔ بوحرالذکر
تو سرکاری عملداری ہے اور مقدم الذکر دیسی ریاستوں کا مجموعہ۔ سنٹرل انڈیا کے شمال
مغرب اور شمال میں راجپوتانہ اور اضلاع متحدہ آگرہ اور اودھ۔ مشرق میں چھوٹا ناگپور
جنوب اور مغرب میں سنٹرل پراونس۔ خاندیش اور گجرات واقع ہیں۔ جھانسی
للت پور اور اضلاع سوگر جو انگریزی عملداری ہے اور شمال سے جنوب کی
طرف واقع ہے اس کو دو حصوں میں منقسم کرتا ہے۔ قریباً سارے کا سارا مغربی

حصہ مالوہ کے سطح مرتفع میں واقع ہے اور سطح سمندر سے ۱۵۰۰ فٹ اونچا ہے مشرقی حصہ قریب ۱۰۰۰ فٹ اونچا ہے۔ اور دونوں میں وندیا۔ ست پڑا اور سکے مور کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ اس میں ۳۵ ریاستیں ہیں جو انتظامی لحاظ سے دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ان میں دو پولیٹکل ایجنسیاں بگھیل کھنڈ اور بندھیلکھنڈ ہیں۔

بگھیل کھنڈ

بگھیل کھنڈ کا رقبہ جو مشرق کی طرف ہے ۱۴۳۲۳ مربع میل اور آبادی ۱۵۵۵۰۲۴ ہے ۱۸۹۱ء میں قحط سے پیشتر اس کی آبادی ۱۷۸۰۱۳۴۲ تھی۔ اس سارے علاقہ میں کوئی مشن قائم نہیں صرف ۱۶۵ یورپین اور یوریشین مسیحی ریلوے کے ملازم ہیں۔ اس میں ایک بڑی ریاست ریوا ہے جو سارے وسطی ہند میں بلحاظ رقبہ اور آبادی کے دوسرے درجہ پر ہے۔ اس کا رقبہ ۱۳۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ۱۳۲۷۳۸۵ ہے۔ متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی ہیں۔ جن میں سے نگوڈ کا رقبہ ۵۰۰ مربع میل اور آبادی ۷۰۰۰۰ کی ہے۔ سہار کا رقبہ ۴۰۰ مربع میل اور آبادی ۶۴۳۷۰۱ ہے۔

بندھیلکھنڈ کا جو مغرب کی طرف ہے رقبہ ۹۸۵۱ مربع میل اور آبادی ۱۳۰۸۳۲۶ ہے ۱۸۹۱ء میں قحط سے پہلے آبادی ۱۴۵۷۳۲۷ تھی۔ اس سارے علاقہ میں صرف ایک ہی مشن امریکن فرنڈس یا کوئکرس کا ہے۔ اور اسکے متعلق ۵ لیڈیاں کام کرتی ہیں۔ اس مشن کا صدر مقام چھاؤنی نوگنج میں ہے جو ریاست چھترپور میں ہے۔ ریاست چھترپور کا رقبہ ۱۱۴۳ مربع میل اور آبادی ۱۲۳۹۵۴ ہے۔ رپورٹ مردم شماری سے واضح ہے کہ کل علاقہ بندھیلکھنڈ میں ۶۰۸ مسیحی ہیں۔ صرف نوگنج میں ۵۹۳ ہیں۔ جن میں سے ۵۰۰ مرد ہیں۔ اور ان ۵۰۰ میں سے ۴۵۶ یورپین اور ۱۹ یوریشین ہیں۔ یہ تو ریلوے ملازم یا فوجی اور سرکاری ملازم ہیں۔

سات ایسی ویسی ریاستیں ہیں جن میں نہ کوئی مسیحی ہے اور نہ کوئی مشن

۱۔ ارچار۔	رقبہ ۲۰۷۹	مربع میل۔	آبادی	۳۲۱۶۳۴
	۲۳۹۲	//	//	۱۹۲۹۸۶

دتیا	رقبہ ۹۱۱	مربع میل آبادی	۱۶۳۷۵۹
چرکھاری	۸۰۲	"	۱۲۳۲۵۴
پنا	۹۷۵	"	۱۱۰۱۵۰۰
اجے گڑھ	۷۷۱	"	۸۱۲۳۶
سمتھر	۱۷۸	"	۳۳۳۷۲

اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں جن کا مجموعی رقبہ ۳۴۰۰ مربع میل اور آبادی ۶۵۰۰۰۰ سے کچھ اوپر ہے۔

گوالیار ریزیڈنسی

گوالیار ریزیڈنسی سرکاری اضلاع کے مغرب میں واقع ہے۔ اس میں ریاست گوالیار کا بڑا حصہ اور گیارہ چھوٹی ریاستیں شامل ہیں جن کا مجموعی رقبہ ۲۰ مربع میل اور آبادی ۹۳۱۴ ہے۔

ریاست گوالیار تین کمشنریوں میں منقسم ہے۔ گوالیار۔ عیسا گڈھ اور مالوہ۔ گوالیار کا رقبہ ۳۸۵۵ مربع میل ہے۔ اور آبادی ۲۷۳۵۸۱ ہے۔ یہاں صرف ایک مشن اسٹیشن ہے اور امریکن پرسبٹیرین مشن کا ایک شادی شدہ مشنری ہے۔ مسیحی آبادی صرف ۳۷۸ ہے۔ جس میں سے ۳۹ یوروپین اور یوریشین ہیں۔ دیسی مسیحیوں میں سے ۸۶ رومن کیتھلک ۳۴ کلیسیائے انگلستان اور ۹۶ پرسبٹیرین مشن سے متعلق ہیں۔

عیسا گڑھ کا رقبہ ۱۱۳۵ مربع میل ہے اور آبادی ۹۳۹۴۹۸ ہے۔ لیکن ان میں سے صرف ۳۷ مسیحی ہیں۔ ۱۱ انگریز اور باقی ۲۶ میں سے ۱۸ رومن کیتھلک۔

بھوپال ایجنسی

بھوپال ایجنسی میں جو جنوب میں واقع ہے۔ ریاست بھوپال (رقبہ ۶۸۵۰ مربع میل اور آبادی ۶۶۵۹۶۱) ریاست راجے گڈھ (رقبہ ۹۶۲ مربع میل اور آبادی ۸۸۳۷۶) ریاست نرسن گڈھ (رقبہ ۶۲۹ مربع میل اور آبادی ۹۲۰۹۳) اور دیگر ۱۹ ریاستیں شامل ہیں۔ اس کا بڑا حصہ پہاڑی ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۲۸۳۸۵ مربع میل اور ۱۲۶۶۷۵۲۶ آبادی میں صرف دو مشن سٹیشن ہیں۔ چھاؤنی سیہوجہاں

ایک شادی شدہ مشنری اور تین لیڈیاں ہیں اور بھوپال جہاں صرف ایک مشنری لیڈی ہے۔ رپورٹ مردم شماری کے مطابق بھوپال ایجنسی میں ۲۱۵ مسیحی ہیں۔ جن میں سے ۱۸۹ صرف شہر بھوپال میں ہیں۔ یہ قریباً سب کے سب فرانسیسی خاندانوں کی اولاد رومن کیتھلک ہیں۔

اندور رزیڈنسی اور اندور۔ بھوپال و مالوا ایجنسیاں

	رقبہ		آبادی
اندور ریذیڈنسی کا رقبہ	۳۵۷	مربع میل۔ آبادی	۲۸۵۹۰۵
اندور ایجنسی	۷۷۳۹	" "	۱۰۳۷۷۹
بھوپال ریزیڈنسی	۱۰۹۶۸	" "	۷۸۲۹۰۸
مالوا ایجنسی	۱۰۹۵۷	" "	۱۱۳۴۸۰۱

گویا کل رقبہ ۰۰۰۳۰۲ مربع میل سے کچھ اوپر اور آبادی ۲۳۰۹۲۵۳ ہے قحط سے پیشتر آبادی تیس لاکھ تھی۔ کینیڈین پرسبیٹرین مشن اس علاقہ میں تیس سال سے کام کر رہی ہے۔ اور ۷ مشن سٹیشن ہیں۔ دو ریاست گوالیار میں۔ دو اندور میں۔ ایک ایک زنلام۔ دھار اور علی راجپور میں۔ مشنریوں کی تعداد ۱۵ ہے۔ ۱۲ خادم دین اور ۳ ڈاکٹر۔ ۳۰ عورتیں جن میں سے ۱۲ مشنریوں کی بیویاں ہیں اور ۸ ڈاکٹر ایک آرڈین یورپین اسسٹنٹ مشنری۔ متعدد یورپین اور یوریشین مددگار اور قریباً ایک سو ہندوستانی مددگار ہیں۔ بمقام متوہو۔ انگلیکن۔ چیپلن کے تحت ایک مناد اور ایک چھوٹا سا سکول ہے۔ اور کئی جگہوں میں رومن کیتھلک مشن ہیں رپورٹ مردم شماری میں "دیا ورہی بنڈلی برڈ کا مشن" اور "پنڈت راجا بائی مشن" کا بھی ذکر ہے لیکن یہ چند روزہ مشن قحط زدوں کی امداد کے لئے تھے

اس علاقہ میں رپورٹ مردم شماری کے مطابق فروری سنہ ۱۹۰۱ء میں ۳۰۵۰۶ مسیحی تھے اور سارے سنٹرل انڈیا میں ۱۱۸۰۴ - سنٹرل انڈیا میں یورپین مسیحی ۲۷۳۸ ہیں۔ جن میں سے اس علاقہ میں ۳۱۴۵ ہیں۔ سنٹرل انڈیا کے مغربی حصہ میں ۹۰۱۰۰ آبادی کے لئے ایک یورپین مشنری ہے۔

بھوپال ایجنسی میں ۲۰۰۰۰۰ پیچھے ایک اور گوالیار ریزیڈنسی میں دس لاکھ۔ پیچھے ایک۔ ہر ایک یورپین مشنری کیساتھ دو دو چار دیسی مددگار بھی ہیں۔

گوالیار ریزیڈنسی میں سے اگر ریاست چھتر پور نکال دی جائے۔ جہاں ۵ لیڈی مشنریاں اور ان کے مددگار ہیں۔ تو بندیلکھنڈ یا بگھیل کھنڈ کی ساڑھے ستائیس لاکھ آبادی کے لئے ایک بھی مشنری یا دیسی مددگار انجیل کی بشارت دینے والا نہیں۔

سنٹرل انڈیا میں پڑھے لکھوں کی تعداد مشکل سے تین فیصدی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کتابوں اور رسالوں کے ذریعہ یہاں منادی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ضرور ہے کہ مناد لوگوں کو انجیل کی خوشخبری زبانی سنائیں ؛

ایک مخیر کروڑپتی

صوبہجات متحدہ امریکہ کروڑپتیوں کا مسکن ہے۔ جتنے کروڑپتی اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے کسی اور حصہ میں نہیں ملینگے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ دنیا کے دیگر ممالک کے متمولین کی کل تعداد ان کے مقابلہ میں بہت ہلکی ہوگی۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ امریکہ تمام ممالک کا سرتاج ہے۔ تمول میں بھی اس کا نمبر سب پر فائق ہے "مسیحی" کے ناظرین کی دلچسپی اور استفادہ کے لئے میں اس زردار فریق کے ایک نیک دل۔ مخیر اور فیاض طبع فرد کا مختصر حال درج کرتا ہوں۔ یہ امید لگانا بے سود نہ ہوگا۔ کہ اس سے ناظرین کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل کرینگے۔

اینڈریو کارنیگی ۲۵ نومبر ۱۸۳۷ء کو ڈنفرم لائن (اسکاٹلینڈ) میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ کپڑے بننے کا کام کرتا تھا جس کے سبب سے اُسے بہت شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ اُس نے ایک چھوٹا سا کارخانہ نورباقی قائم کر رکھا تھا۔ چند آدمی کام کرتے تھے۔ اس کارخانہ میں ململ اور خاصہ تیار ہوا کرتا تھا۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب دُخانی کلوں سے کام لینے کا رواج نہ ہوا تھا۔ کپڑے کے سوداگر اس سے فرمائشاً کپڑا تیار کرایا کرتے تھے۔ سوت وغیرہ خود بہم پہنچا دیا کرتے تھے۔ جوں جوں دُخانی کلوں کا رواج ہوتا گیا۔ دستی کرگھوں کی صنعت کی بے قدری اور کساد بازاری ہوتی گئی۔ اس سے کارنیگی کے کارخانہ کو بہت نقصان پہنچا۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ اینڈریو کے والدین نے مال و متاع فروخت کر کے امریکہ کو چلے جانے کا قصد کر لیا۔ گو اینڈریو کی عمر صرف دس

برس کی تھی - مگر تھا بہت سمجھدار - والدین کی تنگدستی کا اس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ ۱۸۴۸ء میں کارنیگی اپنے اہل وعیال سمیت بوریا بندھنا سنبھال کر امریکہ کو چلا گیا۔ پٹسبرگ میں اس کے چند رشتہ دار پہلے ہی سے موجود تھے - اس وقت تمام گھرانہ میں صرف چار جانیں تھیں - اینڈریو کے ماں باپ اور ایک معصوم بھائی - پہلے پہل شہر الیگھنی میں سکونت اختیار کی - اینڈریو کا باپ ایک کارخانہ پارچہ بافی میں ملازم ہوگیا اور چند روز کے بعد اینڈریو بھی داخل ہوگیا۔ اس کی تنخواہ ساڑھے تین روپے فی ہفتہ مقرر ہوئی - (امریکہ و یورپ میں ہفتہ وار تنخواہ ملتی ہے) اس کی عمر بارہ برس کی تھی ؛

اینڈریو کہتا ہے - کہ جب مجھے پہلے ہفتہ کی تنخواہ ملی - تو میں اسقدر خوش ہوا - کہ اسوقت لاکھوں روپے کی یافت سے اسقدر مسرت حاصل نہیں ہوئی - میں خیال کرنے لگا - کہ میں اب اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا ہوں - اور میں کسی کا محتاج نہیں - مجھے اس قدر سخت کام کرنا پڑتا تھا - جو شاید غلاموں سے لیا جاتا ہوگا " علے الصباح اٹھتا - کھانا کھا کر اندھیرے اندھیرے کارخانہ میں جاکر کام شروع کر دیتا - شام کو سورج چھپنے کے بعد کام سے واپس آیا کرتا تھا - چند ماہ کے بعد اپنے ایک ہم وطن کے کارخانہ میں انجن چلانے کا کام کرنے لگا - یہ بڑا نازک اور سخت کام تھا - اس وقت ان کی مالی حالت بہت عمدہ ہوگئی تھی - باپ دوسرے کارخانہ میں کام کرتا تھا - اور ماں گھر کا کام کاج ختم کر چکنے کے بعد کفش دوزی سے تیس چالیس روپے ماہوار کما یا کرتی تھی - اینڈریو تھوڑے سے عرصہ کے بعد کلارک کے کام پر مقرر ہوگیا - کارخانہ کا حساب کتاب رکھتا تھا - اور خط و کتابت کا کام بھی بھگتا یا کرتا تھا -

چودہ برس کی عمر میں اینڈریو شہر پٹسبرگ میں جاکر تار گھر میں ملازم ہوگیا - تار برقیاں پہنچانے کا کام اس کے سپرد ہوا - یہ اس کے لئے بالکل نیا کام تھا - وہ کہتا ہے " میں وہاں تمام دنیا کے لڑکوں سے زیادہ خوش نصیب اور خوش و فراغ حال تھا - وہاں اخبارات کتب - سامان تحریر وغیرہ بکثرت تھا - اور پڑھے لکھے لوگوں کی صحبت حاصل تھی " اس بڑے شہر میں اینڈریو شروع میں بہت گھبرایا - یہ اندیشہ پیدا ہوا - کہ شاید کام نہ چل سکے دوکانداروں - سوداگروں اور اور لوگوں کے پتے معلوم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا - مگر اس نے بڑی ہوشیاری سے شہر کے سب بازاروں - گلی کوچوں اور محلوں سے

پوری واقفیت حاصل کرلی۔جس سے اسے پورا اطمینان ہوگیا۔کہ اب کام باسانی چل سکیگا۔ دفتہ میں تار بابوؤں کے آنے سے قبل اینڈریو تار کا کام بھی سیکھا کرتا تھا۔ تھوڑے سے ہی عرصہ میں اس کام میں ماہر ہوگیا۔ گاہے گاہے تار بابو کا کام بھی انجام دینے لگا۔ عجیب بات یہ تھی۔ کہ اسوقت تار برقی کی کھٹ کھٹ سنکر پیغام سمجھنے کا رواج نہ تھا۔ مگر اینڈریو نے فی الفور اس میں کمال حاصل کرلیا۔ اس سے افسر خوش ہوئے۔ اور اسے تار بابو مقرر کردیا۔ اور ۷۵ روپے ماہانہ مقرر ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد زائد کام کرنے کے معاوضہ میں ایک اشرفی بھتہ فی ہفتہ اور ملنے لگا۔ یہ چھ اخبارات کی خبریں نقل کرنیکا کام تھا۔ اخباروں کے رپورٹر ہزار اس کے پاس اپنے اپنے اخبارات کے لئے خبریں لینے آیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں تین روپے فی ہفتہ جیب خرچ بھی ملنے لگا۔ کیونکہ اخبار کی خبروں کا کام محنت سے کیا کرتا تھا۔

اسی زمانہ میں پنسلوے نیا اور پٹسبرگ کی ریل کی سڑک بنکر مکمل ہوئی تھی۔ کمپنی نے اپنا سلسلہ تار برقی قائم کردیا۔ اس کا مہتمم تار گھر میں آیا۔ اور اینڈریو کو ایک سو پانچ روپے ماہوار پہ ملازم کرکے اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں تیرہ برس تک کام کرتا رہا۔ آخر کار ریلوے کا مہتمم ہوگیا۔ ایک روز اس کا مربی مسٹر اسکاٹ اس کے پاس آکر کہنے لگا " کیا تم پندرہ سو روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہو" اینڈریو نے اسکا جواب اثبات میں دیا۔ اسکاٹ صاحب " ایڈمز ایکسپرس کمپنی کا ایک حصہ دار مرگیا ہے اس کے حصے تم خریدلو۔ فی حصہ ڈیڑھ سو روپے کا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں روپیہ اُدھار دینے کو تیار ہوں" مگر ان کا کل اثاثہ بمشکل پندرہ سو روپے کا ہوگا۔ انہوں نے ایک گھر بنالیا تھا۔ اور وہ دو ڈھائی ہزار روپے کی مالیت کا تھا۔ اگر اینڈریو اپنی مالی حالت مسٹر اسکاٹ سے بیان کردیتا۔ تو وہ بخوشی تمام روپیہ اپنی جیب سے دیدیتے۔ مگر اس کی باحمیت طبیعت نے یہ بات گوارا نہ کی۔ کہ اپنی تنگدستی کا غیروں کو علم ہو۔ اس لئے گھر میں بیٹھکر سب نے مشورہ کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ مکان کو گرور کھکر روپیہ اٹھایا جائے۔ اینڈریو کی ماں شہر لوہا یو میں اپنے چچا کے پاس گئی۔ اور روپیہ کا انتظام کرکے واپس آگئی۔ مگر کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ کہ مکان گرور کھا گیا ہے حصے خرید لئے گئے۔ جن سے مبلغ پندرہ روپے ماہوار منافع حاصل ہونے لگا۔

ایک روز ریل گاڑی میں سوار اینڈریو سفر کر رہا تھا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا۔ کہنے لگا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا تعلق پنسلوے نیا ریلوے سے ہے پھر اُس نے سونے کی گاڑی کا نقشہ دکھایا۔ اینڈریو نے اپنی معاملہ دانی سے تمام ماجرا فوراً تاڑ لیا۔ اپنے مہربان دوست اسکاٹ سے ملکر گفتگو کی۔ اور مجوز سے معاملہ طے ہوگیا۔ دو سونے کی گاڑیاں آزمائشاً ریل گاڑی میں لگا دی گئیں۔ مگر روپیہ ماہوار قسطوں میں ادا کرنے کی قرار داد ہوئی تھی۔ اینڈریو کے پاس پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ جو اس کام میں لگاتا۔ اس واسطے اُس نے ایک مقامی مہاجن سے کچھ روپیہ قرض لیا۔ جس کے لئے اُس نے ایک دستخطی نوٹ دیا تھا۔ باقی روپیہ سونے کی گاڑیوں کی آمدنی سے وصول کر کے ادا کیا۔ اس سے بہت آمدنی ہونے لگی۔ کچھ عرصہ کے بعد اینڈریو کارنیگی اس ریلوے کے حصہ پٹسبرگ کا سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوگیا۔ انہوں ریل کی سڑکوں پر چوبی پلوں کا رواج تھا۔ مگر پنسلوے نیا کی ریلوے پر چلتے ہوئے لوہے کے پل ڈالنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ اینڈریو نے خیال کیا کہ آئندہ چوبی پلوں سے کام نہیں چلے گا۔ اس نے شہر پٹسبرگ میں آہنی پل بنانے کی کمپنی قائم کر ڈالی ۔

مگر اینڈریو کے پاس سرمایہ نہ تھا۔ اس کے حصہ کا ۱۲۰۰ سو روپیہ تھا۔ جو اُس نے بنک سے قرض لیا۔ آہنی پل بنانے کا کارخانہ قائم ہوگیا۔ جو جلد جلد ترقی کرنے لگا۔ اس کمپنی نے سب سے پہلے دریائے اوہایو پر ایک عالیشان پل بنایا۔ اسکے بعد پھر اور بہت سے بڑے بڑے پل بنائے۔ یہ ابتدا ہے۔ مسٹر اینڈریو کارنیگی کے مشہور عالم کارخانہ کی۔ جس کی بدولت وہ آج دنیا کے نہایت بڑے بڑے دولتمندوں کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جب لوہے کا کارخانہ چل نکلا تو اُس نے ملازمت چھوڑ دی۔ اور کارخانہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا

ان کا مدت سے یہ خیال تھا۔ کہ اپنا کاروبار کیا جائے۔ اور کوئی خاص حرفت جاری ہو۔ جس سے دوسروں کو معقول روزی نصیب ہو۔ ملازمت میں انسان اپنی خوشی۔ ارادہ اور قابلیت کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔ اسی قسم کے خیالات انکی کمپنی کے دیگر حصہ داروں کے بھی تھے۔ جو ان کے زمانہ طفولیت کے دوست

تھے۔

اسی طرح ہوتے ہوتے اس کارخانہ کی شاخیں کئی مقامات میں قائم ہوگئیں۔ لوہے کا کام خوب ترقی کرنے لگا۔ بہت سی ریلوں کے لئے گاڑیاں۔ شہتیر اور دیگر سامان تیار کرنے کا اجارہ لے لیا۔ جس سے وہ بہت متمول بنتے گئے۔ اس تجارت نے اسقدر ترقی کی۔ کہ چند سال کے عرصہ میں پچاس ساٹھ اور کمپنیاں امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں قائم ہوگئیں۔ اور لوہے کی تمام تجارت یعنی اجارہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ان کے کارخانوں میں ارزاں اور بہترین لوہا تیار ہوتا ہے۔

اندازہ کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اسی نوے کروڑ روپیہ نقد کا ہے۔ جو لوہے کی تجارت سے پیدا کیا تھا۔ مسٹر اینڈریو کارنیگی کو اگر خدا نے دولت عطا کی ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی فیاض طبیعت بھی قدرت سے عطا ہوئی ہے۔ لوگ حاتم کی سخاوت کے گن گاتے نہیں تھکتے۔ مگر کارنیگی صاحب سب پر سبقت لے گئے ہیں۔ اسوقت تک ۹۰ ۴) کروڑ روپیہ بخششوں اور خیراتی کاموں میں بانٹ چکے ہیں۔ میں ذیل میں انکی خیراتی رقوم کی فہرست دیتا ہوں۔ جس سے ناظرین خود اندازہ کر لینگے۔

کارنیگی صاحب کا خیال یہ ہے کہ روپیہ ایمانداری اور نیک وسائل سے کماؤ۔ اور نیک کاموں میں صرف کر ڈالو۔ جو شخص دولت چھوڑ مرتا ہے وہ ذلت کی موت مرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے جانشینوں کے لئے اپنی کمائی ہوئی دولت چھوڑ جانا گویا انہیں سست اور آرام پسند بنانا ہے۔ صرف تھوڑا سا روپیہ ان کے لئے چھوڑنا چاہئے باقی روپیہ بنی آدم کی فلاح کو ترقی دینے کے لئے خرچ کر ڈالنا چاہئے۔ سب سے زیادہ روپیہ تعلیمی کاموں کے لئے خیرات کیا گیا ہے۔ اب مسٹر کارنیگی اپنے کارخانہ سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ آپ کے کوئی لڑکا لڑکی نہیں ہے ایک لے پالک لڑکی ہے۔ جو بھی دائم المریض ہے۔

گذشتہ ماہ ستمبر میں ڈھائی لاکھ پونڈ دیکر برطانیہ میں ایک فنڈ قائم کر دیا ہے۔ جس کے سود سے اُن لوگوں کو انعام اور وظیفہ دیا جائیگا۔ جو جوانمردی کے کارنمایاں انجام دینگے۔

چودہ کتب خانے جو یورپ اور امریکہ میں قائم ہو گئے ہیں .... ۳۸ لاکھ پونڈ

۱۵ تعلیم گاہوں کیلئے	۱۶ لاکھ پونڈ	عجائب خانہ صنعت (پٹسبرگ)	۳ لاکھ پونڈ
کارنیگی انسٹی ٹیوشن	۱۰ لاکھ "	مختلف چندوں میں	۳۴ " "
کارنیگی فونڈیشن فنڈ (اس سے بڈھے اور نادار علما و فضلا کو پنشن دیجاتی ہے)	۲۰ " "	ہسپتال فنڈ ملکہ معظم	ایک " "
		حرفتی کالج ایبرڈین	دس ہزار "
کارنیگی امدادی فنڈ	۸ " "	کتب خانہ فلہم	پندرہ " "
کارنیگی ہیروز فنڈ (جو امردی کے کام انجام دینے والوں کو انعام اور وظائف دینے کیلئے۔ امریکہ اور برطانیہ میں قائم کیا گیا ہے)	۱۰ " "	کتب خانہ ڈملسبرو	پندرہ " "
		کوخ فنڈ برائے انسداد مرض سینہ	۲۵ " "
		کتب خانہ لوٹن	دس " "
اسکاچ یونیورسٹی	۳۰ " "	کتب خانہ گلاسگو	پندرہ " "
حرفتی اسکول۔ پٹسبرگ	۳۰ " "		
ہیکل امن (ہیگ	۳ " "	میزان کل	۲۶۲۹۰۰۰۰ پونڈ
نیو یارک کے انجینیرنگ کلب میں	۲ " "		۳۹۴۳۵۰۰۰۰ روپے

آدمی کس چیز سے جیتا ہے

(۱-یوحنا ۳: ۱۴: ۱۷-۱۸ و ۴: ۷: ۸-۲۰)

کسی گاؤں میں ایک غریب بے خان ومان چمار مع اپنی بیوی و بچوں کے کسی کسان کے جھونپڑے میں رہتا تھا۔ جہاں پر وہ جوتیاں وغیرہ گانٹھ کر بمشکل گذر اوقات کرتا۔ چونکہ اناج مہنگا اور مزدوری ارزاں تھی۔ اس لئے جو کچھ وہ کماتا۔ اس سے بدشواری روزی ہی چل سکتی۔ دونوں میاں بیوی کے پاس صرف ایک ہی پوستین تھی۔ جس کو کبھی بیوی زیب تن کر لیتی۔ اور بوقت ضرورت کبھی میاں صاحب سردی سے بچاؤ کے لئے پہن لیتے۔ اس لئے کوئی دو سال سے وہ پیٹ کاٹ کر پیسہ پیسہ جمع کرتے رہے۔ کہ ایک نئی پوستین مول لیں۔

آخرکار بدشواری ان کے پاس کچھ پیسے جمع ہو گئے۔ یعنی قریباً ساڑھے چار روپیہ تو نقد ہوئے۔ اور دس روپیہ اُس نے لوگوں سے مزدوری کے لینے تھے۔ اور اب تو

سردی کا بھی آغاز ہوا - پس ایک دن اس نے مصمم ارادہ کر لیا - کہ جو ہو سو ہو - آج تو ضرور
بضرور پوستین خرید ہی لاؤنگا - یہ سوچ اپنی بیوی کی پوستین زیب تن کی اور اُس کے
اوپر اپنا ٹھنڈا چغہ پہن لیا - تاکہ زنانی پوستین کا بھید نہ فاش ہو - خوشی خوشی جیب میں
نقدی ڈالی - حاضری کھا لی - اور ڈنڈا ہاتھ میں لے شہر کی طرف روانہ ہوا - اور چلتے
چلتے دل میں کہتا جاتا - کہ "ساڑھے چار تو نقد موجود ہیں - دس لوگوں سے لیں
واہ واہ ایسی عمدہ پوستین خریدونگا - کہ پشتوں تک چلے"
آخر کار اس گاؤں میں پہنچا - جہاں دلیر سے لوگوں سے مزدوری لینی تھی - ایک
کے گھر گیا - تو وہ گھر میں موجود نہ تھا - اُس کی بیوی نے وعدہ کیا - کہ اگلے ہفتہ روپیہ
بھیج دینگے - چار نے بہتیرا کہا - لیکن اُس سے ایک دمڑی بھی نقد نہ مل سکی - آخر دوسرے
کے ہاں گیا - اُس نے قسم کھا کر کہا - کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں جب ہوگا دیدونگا
آخر بعد مشکل اس سے چار پانچ آنہ مرمت کے وصول ہوئے -
چار بیچارا مایوس آخر پوستین فروشوں کے پاس گیا - کہ شاید اُدھار پر مل سکے لیکن
سوداگروں نے اُدھار دینے سے صاف انکار کر دیا - اور کہا - کہ "بھائی جان
نقد لاؤ - اور جس قسم کی چاہو پوستین خریدو - ہمارا اصول تو یہ ہے - کہ تو نقد نہ تیرہ اُدھار"
اب تو چار بیچارے کو سخت مایوسی ہوئی - سارے دن کی محنت اور تضیع اوقات
کا نتیجہ صرف ۲ ۱/۲ روپیہ وصول ہوئے - آخر کار رستہ میں سردی سے بچاؤ کے لئے
اُس نے اِن ۲ ۱/۲ روپیوں سے برانڈی کا گھونٹ پیا - اور گھر کی راہ لی - رستہ میں سورج
غروب ہو گیا - اور چاند نکل آیا - اور ہر چند سردی بھی زور سے پڑنی شروع ہو گئی تھی -
پھر بھی برانڈی کے گھونٹ سے جسم گرم رہا - اور ذرا سرور چڑھا - تو لگا بے سرو پا
آپ ہی آپ بکنے :-
"کوٹ - پوستین - بھلا پوستین میں نے کیا کرنی ہے - جہاں دو گھونٹ پی لئے
بس جسم کو آرام - تن کو راحت - سب فکروں کا فور - اگر بڑھیا کا خوف نہ ہو - تو میں تو ساری
عمر کبھی پوستین کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں - واہ عجب لوگ ہیں - محنت کرو اگر مزدوری
مانگو تو جواب دیدیتے ہیں - نہ خدا کا خوف - نہ دنیا کی شرم ہے - اچھا یاد رکھیں - میں
بھی تو اُن سے لیکر ہی چھوڑونگا - جاتے کہاں ہیں - چار آنہ کے پیسے پگڑا دیئے - بھلا

چار آنہ کو کیا کرتا۔ سوائے اس کے کہ نشہ پی لوں۔ کہتی ہے۔ کہ ہمارے پیسے پیسہ نہیں۔ تو کیا میں ہی ساہوکار کا لونڈا ہوں۔ تمہارے پاس گھر۔ مال اسباب۔ گائے بیل سب کچھ ہی ہے۔ اور مَیں بے خان ومان ہوں۔ تم اپنے گھر کا اناج کھاؤ۔ میں خرید کر کھاؤں۔ آجکل انسان کے لیئے تو صرف چار پانچ روپیہ کا ہفتہ وار اناج ہی درکار ہے۔ اب میرے پیسے ہو۔ تو کہاں سے۔ صبح ہے تو شام نہیں۔ شام کو ہے تو صبح نہیں۔ اس ہی طرح بمشکل گذر اوقات ہوتی ہے"۔ وغیرہ وغیرہ۔

پس اس ہی طرح کی گفتگو کرتا ہوا چلا جارہا تھا۔ کہ چوراہے کے قریب ایک گرجہ کے پاس سے اس کا گذر ہوا۔ چاروں طرف سُنسان تھا۔ نہ آدم نہ آدم زاد۔ نہ کوئی بستی ہی قریب تھی۔ لیکن گرجہ کے قریب اسکو کسی سفید سی چیز کی جھلک دکھائی دی۔ اُس نے سوچا۔ کہ جب مَیں صبح کے وقت اس طرف سے گذرا تھا۔ اسوقت تو کچھ بھی نہ تھا۔ شاید نشہ کی وجہ سے میری آنکھوں نے دھوکا کھایا ہو۔ آنکھیں ملکر غور سے دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک آدمی مادرزاد ننگا دیوار سے آسرا لگائے کھڑا ہے اب تو چار کے ہوش پران ہو گئے۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ کسی ڈاکو نے اس کو ننگا اور گھائل کر دیا ہے۔ اگر مَیں اس کی امداد کو جاؤں۔ تو تیجھے جان مشکل میں پھنس جاویگی۔ اور کچہریوں کی کھینچا تان کون اٹھائے۔ پولیس تو ناک میں دم کردیگی۔

یہ سوچکر آگے کو روانہ ہوا۔ لیکن ابھی کوئی سو قدم ہی گیا ہوگا۔ کہ پیچھے مڑکر دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہ آدمی اٹھکر کھڑا ہو گیا۔ اور اُس کی طرف غور سے دیکھ رہا ہے۔ اب تو چار دوولا سا کھڑا ہو گیا۔ کبھی جی میں آتا۔ کہ چلکر دیکھ تو سہی۔ کہ ہے کون۔ پھر خود ہی خود خیال آجاتا۔ کہ نہ بھئی۔ کہیں مجھے ہی لپٹ جائیے۔ جان چھڑانی مشکل ہو جائے۔ اور اگر زخمی ہے۔ تو اسکو کرونگا کیا۔ کہاں اور کسطرح لیجاؤنگا۔ کون پرائے بکھیڑے میں پڑے۔ یہاں سے بھاگ ہی چلو۔

یہ سوچکر پھر قدم بڑھایا۔ لیکن ابھی تھوڑی دُور ہی گیا ہوگا۔ کہ نہ رہا گیا۔ ضمیر نے ملامت کی۔ کہ اے شمعون (چار کا نام) تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ اس طور پر بھاگا جاتا ہے۔ جبکہ ایک بھائی مصیبت میں ہے۔ اور شاید وہ مرنے پر ہی ہو۔ اور تو کتنی کترا کر پاس سے گذرا جاتا ہے۔ شرم کر۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیرے پاس بہت سی دولت

ہوتی ہے۔ جو چوروں کے ڈر سے بھاگ رہا ہے۔ کیا تیرے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جا اس کو دیکھ اور مدد کر۔

ضمیر کا کلام سنکر شمعون اس آدمی کیطرف واپس روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک مضبوط ہٹا کٹا جوان ہے۔ نہ اُس کے کوئی زخم ہے۔ نہ ہی کوئی چوٹ آئی ہے۔ صرف خوف زدہ سا سردی کے مارے اکڑ رہا ہے۔ جب شمعون اُس کے نزدیک آیا۔ تو چونک کر سر اٹھایا۔ اور اُس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ شمعون نے جھٹ پٹ اپنا چوغہ اتارا اور کندھے سے پکڑ کر اٹھایا۔ اور کہنے لگا۔ کہ پہلے اس کو پہن لے۔ بات پیچھے کرنا۔ اور اسکو چوغہ پہنا کر کمر بند سے باندھ دیا۔ پھر ایک مرمت طلب جوتا جو وہ ہمراہ لایا تھا۔ اس کو پہنایا۔ جب کپڑے وغیرہ پہنانے سے فراغت ہوئی۔ تو کہنے لگا۔ بھائی جان قدم اٹھاؤ۔ اور جلدی جلدی چلو۔ جس سے جسم گرم ہو جائے۔ اور پچھلی تکلیفات کا غم نہ کرو۔ لیکن وہ آدمی چپ چاپ اپنی جگہ کھڑا رہا۔

شمعون۔ بھائی صاحب قدم اٹھاؤ۔ یہاں سردی میں رات تو بسر کرنی نہیں۔ اگر کچھ تکلیف سہے۔ تو یہ لو میرا ڈنڈا۔ اس پر سہارا کر کے چلو۔

وہ آدمی چپ چاپ اس کے ہمراہ چل پڑا۔ رستہ میں شمعون اُس سے یوں ہمکلام ہوا۔

شمعون۔ آپ کہاں سے تشریف لائے تھے۔

مرد۔ میں اس علاقہ کا نہیں ہوں۔

شمعون۔ بے شک۔ کیونکہ میں تو اس علاقہ کے سب لوگوں کو جانتا ہوں۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ اس گرجے کے قریب کہاں سے آ گئے۔

مرد۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ کسطرح آیا ہوں۔

شمعون۔ شاید آپ کو کسی نے زدوکوب کیا ہے۔

مرد۔ نہیں جی۔ مجھے کسی آدمی نے نہیں مارا۔ میں تو خدا کا مارا ہوا ہوں۔ مجھے خدا نے سزا دی ہے۔

شمعون۔ اچھا۔ یوں تو ہر ایک کا ہی مارا ہوا پھرتا ہے۔ لیکن آخر آپ نے کہیں

زندگی تو بسر کرنی ہی ہے۔ اب آپ کہاں جائینگے۔
مرد۔ جہاں چاہو۔ لے چلو۔ مجھے تو سب جگہ یکساں ہی ہیں۔
یہ سنکر شمعون حیران سا رہ گیا۔ کہ کرے تو کیا کرے۔ آدمی تو بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن عجب ہے۔ کہ اپنا پتہ نشان نہیں بتلاتا۔ کہ کہاں گھر ہے۔ کہاں جانا ہے۔ آ سوچ کر کہنے لگا۔
"آئیے میرے گھر چل کر رات بسر کیجئے۔ صبح دیکھا جاویگا"
رستہ میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو چلی۔ تو میاں شمعون کا نشہ ہرن ہو گیا۔ اور اگ سردی سے اکڑنے۔ اب دل ہی دل میں کہتا جاتا ہے۔ کہ واہ جی واہ۔ خوب ہوا۔ گئے تھے پوستین لانے۔ کہ کوٹ بھی کھو آئے۔ آگے ہی فاقوں پر نوبت آ رہی تھی۔ اب ایک اور مہمان سر پر پڑ گیا۔ جب اپنی بیوی مارتھا کا خیال آیا۔ تو غریب کے ڈر کے مارے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ بس گھر جا کر شامت آئیگی۔ لیکن جب اس مرد کیطرف دیکھتا۔ تو دل شاد ہو جاتا تھا (باقی آئندہ)

نامور عورتیں

کیتھرین بوتھ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسی سال "آل دی والڈ" نامی رسالہ جاری کیا گیا تھا۔ اور یہ ان لوگوں کے لئے تھا جو "وار کرائی" کے خشک اور ناتراشیدہ طرز تحریر کو ناپسند کرتے تھے۔
مسز بوتھ پھر بیمار ہو گئیں۔ انہی ایام میں انہوں نے "وار کرائی" میں کئی خطوط ان مختلف مضامین کے متعلق شائع کرائے۔ جن کے متعلق ان کے پاس ہر حصہ ملک سے درخواستیں چلی آتی تھیں۔ اور لوگ ان سے صلاح مشورہ لیتے تھے۔ بعض لوگ انہیں اپنے بے دین لڑکوں کی بابت لکھتے۔ اور اُن سے پوچھتے۔ کہ انہیں کس طرح مسیحی بنایا جا سکتا ہے۔ بعض نوجوان لیڈیاں انہیں اپنے بیدین منگیتروں کی بابت لکھتی تھیں۔ اور اُن سے مشورہ لیا کرتی تھیں۔ بعض لوگ روحانیت کے متعلق ان کی رائے طلب کرتے تھے۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں انوا

اقسام کے معاملات سے واسطہ پڑتا تھا۔ اور وہ انہیں بڑی معاملہ فہمی اور ہوشیاری سے سلجھایا کرتی تھیں۔

۱۸۸۶ء کے آخری حصہ اور ۱۸۸۷ء میں مسز بوتھ کی نیک کوششوں سے وصرف ایگزیٹر ہال اور لندن کے کمپنی فوج کے ہالوں میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہزاروں آدمی شریک ہوا کرتے تھے۔ بلکہ انگلستان کے ہر حصہ کے بیس اور شہروں میں بھی دعا نماز کے جلسے منعقد کئے۔ گناہ کی بابت جوں جوں صاف گوئی کی اشد ضرورت محسوس ہوتی گئی۔ وہ اپنی تقریروں میں بڑی سختی سے ہر قسم کی بدیوں کو مغلوب کرنے لگیں۔ باوجود اس درشت کلامی اور خشونت لہجہ کے آپ کی ہر دلعزیزی اور شہرت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ اس زمانہ میں باعتبار واعظ اور لیکچرار کے انکی کامیابی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۰ء کے مابین مسز بوتھ کے چار اور بچوں کی شادیاں اچھے اچھے ٹھکانوں میں ہوگئیں۔ اور ایسے شخصوں سے ہوئیں۔ جو کمپنی فوج کے کام میں نہایت گہری دلچسپی لیتے تھے۔

۱۸۸۶ء میں کمانڈر بلنگٹن بوتھ مس چارلس ورتھ سے منکوح ہوئے۔ ۱۸۸۷ء میں میرے شل کی شادی کمشنر بوتھ کلیبارن سے ہوئی۔ ۱۸۸۸ء میں مس ایما بوتھ کی شادی کمشنر بوتھ ٹکر سے ہوگئی۔ اور کمانڈنٹ ہربرٹ بوتھ کی شادی مس کیرولین شاخ سے ہوئی۔

محفل شادی کا ماتم کدہ میں تبدیل ہوجانا نہایت دردناک منظر ہے۔ جب یہ آخری شادی ہوئی۔ تو مسز بوتھ اسقدر علیل تھیں۔ کہ شادی کی رسوم میں بھی شریک نہ ہوسکیں۔ ۲۱۔ جون ۱۸۸۸ء کو مسز بوتھ نے ایک لیکچر دیا۔ جو ان کا آخری وعظ تھا۔ اور یہ لندن کے سٹی ٹمپل میں ہوا تھا۔ وہ اس موقع پر ایک گھنٹے تک بڑے زور شور سے تقریر کرتی رہیں۔ گو بہت ناتوان تھیں۔ مگر روحوں کو بچانے کی دل میں اسقدر سرگرمی تھی کہ اس کا مطلق کوئی خیال نہیں کیا۔ جب لیکچر ختم ہوگیا۔ تو وہ اسقدر کمزور ہوگئیں۔ کہ ان میں پلیٹ فارم سے نیچے اترنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ موسم خزاں میں بیمار ہوکر سمندر کے کنارہ قصبہ کلیکٹن میں مستقل تبدیل آب و ہوا کے لئے

چلی گئیں۔ مگر اس سے کوئی مستقل فائدہ نہیں ہوا۔ ماہ اگست ۱۸۹۰ء کو پھر اسی جگہ چلی گئیں۔ اور مرتے دم تک وہیں رہیں۔

کثرت کار کے ناگوار اثر سے جب وہ کھلے بندوں کام کرنے کے قابل نہ رہیں اور بیماری سے دایاں بازو بھی بیکار ہو گیا۔ تو بھی خط لکھواتی رہیں۔ اور جو لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ انہیں صلاح و مشورہ دیتی تھیں۔

مسز بوتھ کا آخری پیغام جو اُن بے شمار آدمیوں کے لئے تھا۔ جو انہیں اپنی روحانی ماں سمجھتے تھے۔ کرسٹل پیلس لندن میں ۱۸۹۰ء میں ان کی سالگرہ کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔ یہ ایک باریک نفیس کپڑے پر اتنے بڑے بڑے حروف میں چھپا ہوا تھا۔ کہ ہر ایک آدمی اسے پڑھ سکتا تھا۔ وہاں میں ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ پیغام حسب ذیل تھا:-

میرے عزیز بچو اور دوستو! گو میری جگہ خالی ہے۔ مگر میرا دل تمہارے ساتھ ہے تم میری راحت اور خوشی اور تاج ہو۔ گذشتہ پچیس سالوں میں تمہاری معرکہ آرائیاں۔ مصائب اور فتوحات میری زندگی کی بڑی دلچسپی کے موجب ہوتے رہے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ آگے قدم مارو۔ پاک زندگی بسر کرو۔ سپاہ سے الگ مت ہو۔ خدا تمہاری قوت ہے۔ گم گشتوں کو تلاش اور پیار کرو۔ انہیں خداوند کے پاس لاؤ۔ لوگوں کو نیک بناؤ۔ ان کے اندر خداوند مسیح کی روح پھونک دو۔ ایک دوسرے کو پیار کرو۔ آزمائش کے وقت اپنے سلح بردار رفیقوں کی امداد کرو۔ میں فوج کے جھنڈے تلے مرتی ہوں۔ اب یہ تمہارا فرض ہے۔ کہ اسی جھنڈے تلے تم بھی لڑتے لڑتے زندگی گذار دو۔ ہلے میں خدا میری پناہ اور نجات ہے۔ میں تمہیں اپنا پیار اور برکت بھیجتی ہوں۔ کیتھرین بوتھ" کہا جاتا ہے۔ اس پیغام نے "برق نما اثر پیدا کیا۔ سب کے سب چشم پر آب تھے۔ ہزاروں نے اپنی زندگیاں خدا کی خدمت کیلئے وقف کرنیکا عہد کر لیا۔ جو آسمان میں مندیج ہوا۔ اور زمین پر پورا ہوا۔" جب ۴۔ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو کیتھرین بوتھ اپنے بچوں پوتے پوتیوں نواسے نواسیوں اور فوج کے سربرآوردہ ممبروں سے ایک رقت انگیز طریقہ سے رخصت ہو چکیں تو انکا طائر روح قفس عنصری سے جنت کیطرف پرواز کر گیا۔ انکے آخری لفظ یہ تھے:- "میں دیکھتی ہوں!" یعنی خداوند نظر آتا ہے۔

کوشش کیا کرو

کوشش کیا کرو وہ ظفر مند ہیں ضرور — غفلت سے دور اور کاہلی سے جو نفور
ہمت میں جن کی شمہ برابر نہیں قصور — ثابت قدم ہیں اور مصیبت میں ہیں صبور
کوشش سے کامیابی ہے کوشش سے ہے سرور

ہر روز چڑھتے جاؤ بلندی پہ دوستو — پیچھے کسی سے زینۂ رفعت میں مت رہو
ہر روز پیش قدمی ہو ہر روز آگے ہو — آگے بڑھو ضرور کبھی پیچھے نہیں ہٹو
عرشِ علا بھی ہمت انساں سے ہے نہ دور

امیدوار رحمتِ حق کے رہو مدام — امید تم کو رکھے گی ہر وقت شاد کام
امید اُس کو کچھ نہیں شیطاں کا جو غلام — امید گر ہے ساتھ تو مشکل نہ کوئی کام
ظلمت کدۂ دہر میں امید ہی ہے نور

کرتے رہو ترقی تو انجام خوب ہے — کوشش کے ساتھ دوستو ہر کام خوب ہے
ثابت قدم کا نیکی میں انجام خوب ہے — بدنام بد ہے اور نکو نام خوب ہے
ایمان کے ساتھ نیکی میں کوشش بھی ہے ضرور

سحر

سحر اب ہو گئی ہے وقت یادِ حق آیا ہے — یہ گلشن ہستیٔ موہوم کا کیا رنگ لایا ہے
اٹھو اے غافلو اب خوابِ غفلت سے ذرا جاگو — ہوئی ہے ختم شب نورِ سحر حق نے دکھایا ہے
خدا نے اپنی رحمت سے ہمیں اب تک بچایا ہے

نظر تجھ پر ہماری ہے خداوندا خداوندا! — گنہ کا بوجھ بھاری ہے خداوندا خداوندا!
کرم فرما کے ہم کو دے رہائی بارِ عصیاں سے — نہیں تو آہ و زاری ہے خداوندا خداوندا!
خداوندا! ترے قدموں پہ سر اپنا جھکایا ہے

ہماری تو دعا ہے محسنِ یکتا اپنی رحمت سے — بچا ہر طرح کی زحمت مصیبت اور آفت سے
گناہوں سے بچا اور امتحاں میں تو نہ پڑنے دے — نہ ہو شیطان غالب ہم پہ اپنی محض غفلت سے
بگڑ جاتے نہ وے جیسے ہمیں تو نے بنایا ہے

شرارت پیشہ و بدکار اور اہلِ جہالت سے　　　ذرا بھی خوف جنکو ہے نہیں روزِ عدالت سے
بچا تو اُن سے ہمکو اے خدائے قادرِ مطلق　　　بچا تو ہم کو دنیا اور اُس کی ہر بطالت سے
تجھی سے لو لگائی ہے تجھی سے دل لگایا ہے

تری ہیکل کے ہیں مشتاق ای عیسا ابن الحق!　　　وہی ہے معبدِ آفاق اے عیسا ابن الحق!
تری حمد و ثنا ہے حیزِ امکاں سے بھی باہر　　　تو ہی قدرت دے ہمکو اسکی ای عیسا ابن الحق!
ہمارا دل تری حمد و ثنا خوانی پہ آیا ہے

اے گنہ گارو! چلے آؤ مسیحا کے پاس

اے گنہ گارو چلے آؤ مسیحا کے پاس　　　ہے مرض تمکو گنہ کا نہیں جینے کی ہے آس
تم گناہوں سے کرو توبہ اور آؤ اُس پاس　　　دل سے اب دور کرو سارے ہراس اور وسواس
کون مانندِ مسیحا ہے کرم سے معمور؟

بھوکو! اور پیاسو! ہو مژدہ کہ مسیحا آیا　　　وہ تمہارے لئے اب نعمتِ عظمےٰ لایا،
وہ تو بھوکا نہ رہا جس نے کہ اُس کو کھایا　　　نعمتِ حق لو بعیر از زر و بے سرمایہ
کون مانندِ مسیحا ہے کرم سے معمور؟

اے خطاکارو مسیحا کی پناہ میں آؤ　　　تم ہو ناچار تھکے ماندے ہو پژمُردہ ہو
نہیں غفلت کے سبب اپنی گناہوں میں مرؤ　　　زندگی اُس سے لو اور اُس سے سدا زندہ رہو
کون مانندِ مسیحا ہے کرم سے معمور؟

ہم سبھوں کیلئے وہ ہی تو ہوا ہے قربان　　　اُس نے بدلے میں ہمارے ہی دی ہے اپنی جان
ہے حقیقت میں وہ مسیحی و شفیعِ انسان　　　ہاں فقط اُس سے ہی بچ سکتا ہے یہ سارا جہان
کون مانندِ مسیحا ہے کرم سے معمور؟

تیسرے روز وہ جی اُٹھا ہے ہم سب کے لئے　　　تا کہ دنیا میں ہر اک اُسکے وسیلے سے جئے
ہے گناہوں میں جو مُردہ وہ جلائیگا اُسے　　　سینکڑوں مُردے مسیحا ہی نے تو زندہ کئے
کون مانندِ مسیحا ہے کرم سے معمور؟

مسیح اور مسیحی زندگی

پانچواں باب

مسیحی کے معیار

مسیحی اور غیر مسیحی دونوں اس غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ ہم اچھا سمجھتے ہیں وہی ہمارے لئے اچھا ہے۔ ایسے لوگوں کی آخری نصیحت یہ ہوا کرتی ہے کہ اگر تم کسی بات کو برا سمجھتے ہو تو وہ تمہارے لئے بری ہے۔ اگر میں اپنی بات میں کوئی قباحت نہیں دیکھتا تو وہ میرے لئے نقصان کا باعث نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بہت سے نوجوان اسی قسم کی دلیلوں سے باعث قمار بازی اور شراب خوری اور حقہ نوشی کو اپنے لئے جائز ٹھیرا لیتے ہیں۔

مگر اس قسم کی دلیل قاطع نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کا فیصلہ کرنے کے لئے ہمارے وہم و گمان سے بڑھکر کوئی خارجی امر ہونا ضرور ہے۔ محض خیال کسی قرار دینی واقعہ پر کچھ اثر نہیں رکھتا علیٰ ہذا القیاس دنیا کے دیگر امور میں بھی یہی حال ہے۔ لیکن ان سے قطع نظر کرکے ہم فی الحال چال چلن اور اخلاق کی نسبت غور کرینگے۔ یہ ایک واقعی امر ہے کہ ہمارے اپنے معیار اخلاق کی درستی یا نادرستی کی بابت کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی آدمی اپنے معیاروں سے کم درجہ پر زندگی بسر کرنیکا حق نہیں رکھتا۔ بلکہ اُسے یہ بھی اختیار نہیں کہ اپنے مجوزہ ادنیٰ معیاروں کے مطابق چال چلن رکھے۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی خاص برائی کرنا درست سمجھ بیٹھے۔ غرض کسی بات کا درست یا نادرست۔ حق یا بطلان ہونا ہمارے خیال پر منحصر نہیں ہے۔

کوئی کہے گا کہ بقول پولس "جو کسی چیز کو حرام سمجھتا ہے اُس کے لئے حرام ہے۔" مگر قابل لحاظ ہے کہ یہاں لفظ حرام آیا ہے۔ حلال نہیں آیا۔ یعنی نفی کا ذکر کیا گیا ہے اثباتی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ رسول یہ نہیں کہتا کہ جو کوئی کسی بات کو حق سمجھکر کرتا ہے وہ واقعی حق کرتا ہے بلکہ یہ کہ جو کچھ وہ برا سمجھتا ہے اُس کو عمل میں لانا بھی برا ہے۔ گویا وہ آگاہ کرتا ہے کہ خبردار اگر کسی امر کی نسبت تمکو شک ہو تو اُسکو عمل میں مت لاؤ۔ اگر تم کسی چیز کو حرام سمجھتے ہو تو اُسکو ہاتھ مت لگاؤ۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اگر تم اُسکو حلال سمجھتے ہو تو اُس کو بیشک استعمال کرو۔ مسیح نے اپنے رسولوں کو فرمایا کہ "وہ وقت آتا ہے کہ جو کوئی تم کو قتل کریگا وہ گمان کریگا کہ

میں خدا کی خدمت کرتا ہوں" تو کیا اس سے ثابت ہوا کہ قتل کرنا جائز ہے؟
اب کوئی شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ اگر ہم اپنی کانشنس (ضمیر یا نور قلب) کے مطابق عمل کریں تو اس سے بڑھکر اور کیا کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اپنی اخلاقی تمیز کی صحت کی نسبت یقین پیدا کریں۔ کانشنس نیکی اور بدی کا علم دے سکتی ہے مگر نیکی اور بدی کا میں امتیاز کرنا نہیں سکھاتی۔ یہ ہماری اخلاقی تمیز کا کام ہے اور اُسی سے ہم کو تعلیم اور روشنی ملتی ہے۔ یہی قوتِ امتیاز نیکی اور بدی کے اُن ابدی معیاروں کو دریافت کر لیتی ہے۔ جو خدا میں پائے جاتے ہیں۔ اور جو انجیل کے ذریعہ ہمارے دلوں پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ مسیحی ہونے کا ہمارا فقط یہی کام نہیں کہ جو کچھ ہم راست سمجھتے ہیں وہی کریں بلکہ یہ [illegible] ہمارا اعتقاد و انکی راستبازی کے ابدی قانون کے مطابق ہے۔
ہم جو اس بات کو سمجھتے ہیں ہمارا انصاف اُن غیر متبدل معیاروں کے مطابق ہوگا نہ کہ ہمارے اپنے قیاسی معیاروں کے مطابق۔ جہاں یہ علم نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کہ کثیر الازدواجی برائی ہے۔ خدا اُن لوگوں کا انصاف انکی روشنی کے اندازہ کے مطابق کریگا مگر ہم کثیر الازدواجی کو اپنے ضمیر کے مطابق درست کیوں نہ سمجھیں وہ ہمارا انصاف اَور طرح سے کریگا۔ اور یہ ہمارا فرض ہی ہے کہ خدا کے ان معیاروں کو دریافت کریں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اُن کو نہیں جانتے تھے اور ہم اپنے معیاروں کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ عدالتوں میں قانون کی عدم واقفیت کوئی عذر نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کوئی شخص جرم کر کے کہے کہ میں واقف نہیں تھا۔ یہ بات خلاف قانون ہے تو عدالت اُس کو بری نہیں کرتی۔ ملکی قوانین مشتہر کئے جاتے ہیں اور اُنکو جاننا ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ اسرائیل میں خدا نے یہ قانون ٹھیرایا کہ "اگر کوئی خطا کرے اور خداوند کے حکموں سے کوئی کام جو منع ہے کرے اور اُس سے آگاہ نہ ہو تو بھی خطاکار اور اپنے گناہ کا زیر بار ٹھہرے"۔ تم اپنے دل میں یہ سمجھکر کہ آگ جلا نہیں سکتی اپنا ہاتھ اُس میں ڈال دیتے ہو۔ تو تمہارا خیال ہاتھ کو جلنے سے نہیں بچائیگا۔ علیٰ ہذا لقیاس خدا کے اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی تمکو اُن کے نتائج سے بچا نہیں سکتی۔ وہ قوانین استوار ابدی ہمارے دلائل اور حجت بازیوں سے بلند و بالا ہیں۔ ہمیں اس بات کو یاد رکھنا چاہئے۔ جو بچہ اسکو بھول جاتا ہے وہ کمزور ہوتا چلا جائیگا۔ اگر زندگی کو رہِ راست پر اور پاک رکھنا چاہو۔ اُس کی منضبط صداقتوں کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ یہ صداقتیں یا صحیح معیار قدوس خدا کے ارادے میں پائے جاتے ہیں ہمارے اپنے وہم اور خیال کے مطابق نہیں ہیں *

بلند پروازئ تخیّل

ریاکار کی نسبت چند خیالات

ریاکار کا خاصہ ہے۔ کہ جب وہ زبان کھولتا ہے۔ تو جھوٹ کے سوا کچھ نہیں بولتا۔ جب وعدہ کرتا ہے۔ تو دغا دیتا ہے۔ اور جب وہ کسی پر اعتبار کرتا ہے۔ تو دل میں شک رکھتا ہے ؎

ریاکار وہ شخص ہے۔ جو دربار فلک کا لباس اس غرض سے چراتا ہے۔ کہ اسے پہنکر شیطان کی خدمت کرے۔ (پولک) ؎

ریاکار ایک ایسا آدمی ہے۔ جو دوسروں کی کمزوریوں اور قصوروں کی ذرا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھتا۔ (بشپ ولسن) ؎

ریاکار ایک ایسا گرگٹ ہے۔ جو سوائے سفید رنگ کے باقی تمام رنگ اختیار کر سکتا ہے۔ وہ ایک ایسا پانی ہے۔ جس میں ہر قسم کی کشتیاں تیر سکتی ہیں۔ (ڈیسٹر) ؎

ریاکاری ایک نہایت ہی مکروہ چیز ہے۔ جسکا تدارک ممکن نہیں۔ (طامس کارلائل)

یہ۔ ایک قسم کی خفیہ خانہ نشینی ہے۔ (وکٹر ہیوگو) ؎

یہ ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ جو جبلت میں جذب ہو جاتا ہے۔ (لارڈ بیکن) ؎

یہ ایک قسم کی فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ جو بدی نیکی کی درگاہ میں ظاہر کرتی ہے۔ (اِرشن فِلکال)

ریاکاری اعتقاد کا سایہ اور اس کے وجود کا ثبوت ہے۔ (لاگ) ؎

یہ ایک ایسی بدی ہے کہ جو خدا کے سوا سب کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے (ملٹن شاعر)

یہ گندم نما جو فروشی ہے۔ ایسے خیالات کا زبان سے اظہار کرنا جو دل سے بعید ہوتے ہیں اور جن سے دل دُور ہوتا ہے۔ (ولیم ہیزلٹ) ؎

وہ آدمی واقعی روحانی مزاج ہے۔ جسکے تابع بہت سے قوا ہیں۔ مشکلات کیوقت بالکل ہراساں نہیں ہوتا۔ اور داخلی زندگی کے مخالفوں کو زیر کرتا ہے اور مادی قوتوں پر سب سے زیادہ اختیار رکھتا ہے۔ (جے۔ ایل جونز) ؎

خوشی۔ دنیاوی خوشی ایک قسم کا سُورج مکھی پھول ہے۔ جو آفتاب بلندی اور خوشحالی کی شعاع غائب ہوتے ہی بند ہو جاتا ہے۔ برعکس اسکے روحانی خوشی ایک قسم کا سدابہار پودہ ہے۔

توجّہ طلب اشتہار

ہم شروع ہی میں ناظرین کو مطلع کر چکے ہیں کہ جنوری ۱۹۰۹ء سے "مسیحی" اور "تجلی" بذریعہ الحاق ایک نیا میگزین بن جائینگے۔ اور یہ الحاق اُن کے نئے نام "مسیحی تجلی" سے ظاہر ہوگا۔ اس کے متعلق چند ایک ہدایتوں کی ضرورت ہے جو ذیل میں درج ہیں:

۱۔ مضامین "مسیحی تجلی" کے لئے پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے (انلسٹ پی) چرچ نولکھا لاہور) کے نام بھیجے جائیں۔ مضامین کے متعلق جو کچھ لکھنا یا کتابوں پر ریویو کروانا منظور ہو تو اس کے متعلق مذکورۃ الصدر پادری صاحب کو مخاطب کرنا چاہئے۔

۲۔ ترسیل زر۔ اور میگزین کے منگوانے یا بند کرنے۔ یا اڈرس کے تبدیل کروانے کے متعلق جو کچھ لکھنا منظور ہو۔ وہ پادری جے۔ علی بخش صاحب (سی۔ ایم۔ ایس نہال سنگھ کا باغ لاہور) کو لکھا جائے۔ اگر اس ہدایت کی پیروی نہ کرنے پر کسی صاحب کو جواب نہ ملے تو وہ شکایت نہ کرے۔

۳۔ مسیحی۔ اور تجلی کے تبادلہ میں جو اخبارات اور میگزین اب بھیجے جاتے ہیں وہ آئندہ سال سے پادری طالب الدین صاحب (لے۔ پی۔ چرچ نولکھا لاہور) ایڈیٹر "مسیحی تجلی" کے نام بھیجے جائیں۔ امید ہے کہ سب ایڈیٹر صاحبان جو اپنے نامی اخبارات اور رسالہ جات تبادلہ میں روانہ فرما رہے ہیں۔ اس عرض کو یاد رکھیں گے۔

۴۔ "مسیحی تجلی" کے متعلق سکرٹری پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور کو خط و کتابت سے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ نئے میگزین کا پہلا پرچہ جنوری ۱۹۰۹ء کے آخر میں ویلیو پے ایبل کے وسیلے ارسال خدمت کیا جائیگا۔

فیض عام پریس لاہور میں چھپوایا۔

جلد ۱۲ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۸ء | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

ناظرین کو کرسمس مبارک ہو ۳۶۲
آیات .... "
مخمس خیر مقدم (خوش آمدی ابن خدا) .... "
مخمس۔ میلاد مسیح ۳۶۴
مبارک مریم کا گیت ۳۶۵
کلام ہمارے درمیان رہا .... "
میلاد شریف .... "
مثنوی۔ مسیح کی آمد ۳۶۷
تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ۳۶۷
نوٹ اور نکات ۳۷۱
مشن کی خبریں ۳۷۴
بڑا دن اور بچے ۳۸۰
بڑا دن ۳۸۷
باپ اور بیٹے کی گفتگو ۳۹۰
مسیح اور مسیحی زندگی ۳۹۲
شاگرد پرہیزگاری و بدپرہیزی ۳۹۳

قیمت سالیانہ پیشگی مع محصول ڈاک

۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ایک روپیہ

۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی والوں سے .... ڈیڑھ روپیہ

۵۰ روپیہ سے زیادہ آمدنی والوں سے .... دو روپیہ

مربی جو شخص صاحب توفیق ایک روپیہ یا دس روپیہ سالانہ عطیہ دیں۔ تاکہ ۲۵ روپیہ ماہوار آمدنی والوں کو بھی ایک روپیہ سالانہ پر جو اصل خرچ سے بھی کم ہے دیا جائے۔ وہ رسالہ کے مربی کہلائینگے۔ اور آنوواٹزری کمیٹی کے ممبر ہونگے۔

قابل توجہ

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام پادری طالب الدین بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ چرچ بکس (لاہور) ہونی چاہیئے۔ باقی خط و کتابت و ترسیل زر بنام پادری بی علی بخش سینٹ جانس کالج لاہور ہونی چاہئے۔

فہرست کتب

حقیقت المسیح - مصنفہ پادری پی - کارنیگی سمپسن صاحب ایم - اے و مترجمہ پادری طالب الدین صاحب بی - اے

حیات داؤد - از پادری الیف - بی مایئر صاحب - نہایت دلچسپ روحانی کتاب ہے - جسمیں حضرت داؤد کی زندگی سے مسیحی زندگی کی رہنمائی و ترقی کیلئے دلچسپ سبق نکالے ہیں - قیمت ۱۲؍

مسیح کے خاص دوست - از پادری جے - آر - ملر صاحب - نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی کتاب ہے جسمیں مقربین حواریوں اور دیگر عورتوں کی زندگی کا حال دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے - ۲؍

دس شیر - یہ قیاصرہ روم کے زمانے کا ایک دردناک قصہ ہے - جب مسیحی شیروں کے آگے ڈالے جایا کرتے تھے - اور اس سے اُسوقت کی کلیسیا کی حالت اور دیگر اقوام کا سلوک بڑی صفائی سے ظاہر ہوتا ہے - قیمت ۱۲؍

آولس - رومی قیصروں کے عہد کا دلچسپ فسانہ - قیمت ۸؍

خاندان شونبرگ کوٹا کے حالات - یہ ایک نہایت دلچسپ قصہ زمانہ اصلاح کا اور انگریزی میں ایک خاص شہرت رکھتا ہے - قیمت ۱۲؍

جان ہلیفکس جنٹلمین - یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی فسانہ ہے - جس میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کس طرح وہ ادنےٰ حالت سے ترقی کرکے دولتمند ہوگیا - نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور اُبھارنیوالا ہے - جلد اول قیمت ۱۲؍

زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ - مسیحی تجربہ اور اناجیل کی صحت کیلئے تاریخی ثبوت ۱۲؍

علوم طبعیہ کی تاریخ - اٹھارھویں صدی کے آخر تک جس میں تمام تجربات دریافتوں اور علمی ایجادوں کا مفصل حال درج ہے - قیمت عہ؍

علوم طبعیہ کی تاریخ - انیسویں صدی میں - قیمت ۸؍

مشرق کی نابود شدہ تہذیب - جس میں قدیمی اقوام مثل فنیکی - ایرانی - عرب - بابل - وغیرہ کے حالات درج ہیں - قیمت ۲؍

قدما کی حکمت - جس میں لارڈ بیکن نے یونانیوں و رومیوں کے علم الاصنام میں سے مسائل حکمت نکالنے کی کوشش کی ہے - قیمت ۲؍

درخواستیں بنام مینیجر پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور آنی چاہئیں

ناظرین کو کرسمس مبارک ہو

نیا سال بھی مبارک ہو

آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے
ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند ٭
عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر
اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے
صلح ٭

مخمس

خیر مقدم - ویل کم

خوش آمدی ابن خدا

آج عالم ہو رہا ہے صورت باغ عدن | نغمہ سنجی کر رہی ہیں بلبلان خوش دہن
شادماں انسان و حیوان اور خوش زاغ و زغن | افسر سلطان گل پیدا شد از طرف چمن

مقدمش یا رب مبارکباد ہر سرو و سمن

اے شہنشاہ دو عالم تجھکو زیبا سروری | تیری ذات پاک کی ہے آسمان پروری
خالق اکبر نے دی ہے تجھکو سب پر برتری | خوش بجائے خویشتن بودی نشست خسروی

تا نشیند ہر کسے اکنوں بجائے خویشتن

اُس کی رحمت سے ہوا ہے آسمان خاکی فرش | اُسکی آمد سے زمین بھی ہوگئی رشک عرش
شادماں ہو ویگا اسرائیل اُس سے آخرش | تا ابد معمور باد این خانہ کز خاک درش

ہر نفس با بوئے حسنش مے وزد باد یمن

تھا یہی مژدہ جناب حضرت جبرئیل کا | نام اُسکا ہو یسوع بخشیگا عالم کے گناہ
یہ مبارک نام ہوگا دافع رنج و بلا | خاتم جم را بشارت دہ بحسن خاتمہ

اسم اعظم کردا زوکوتاہ دستِ اہرمن

توحقیقی تاک کا ہے آپ ہی کامل درخت | تجھ میں جو پیوند ہے ہے بخت - وہ ہے نیک بخت

آبِ حیواں کردہ اے شاہِ والا مرحمت | جو بہار ملک را آب از سرِ شمشیرِ تُست

تو درختِ عدن بُستاں بیخ بد خواہاں بکن (واعظ)

مخمس

میلادِ مسیح

ملائک گاتے ہیں حمدِ خدا آج | سبے ہر جا جلوہ گر نور و ضیا آج

ترے میلاد کا دن ہے مسیحا! | زمین و آسماں میں خوشنما آج

بڑا دن ہے کرمس ڈے ترا آج

تو ہے فرزندِ رب العالمیں کا | تو خالق آسماں کا اور زمیں کا

بنا تو ایک طفل شیرخوار آج | ہے غل ارض و سما میں آفریں کا

ہے ہر جا تیری ہی حمد و ثنا آج

سرا میں ایک ہے اصطبل ادنے | ہے مسکن یاں زمیں پر وہ ہی تیرا

اُسی کے تھان میں تو خواب میں ہے | ہے تیری بہت حالی حیرت افزا

ملائک کو تعجب ہے بڑا آج -

تو آغوشِ پدر کو چھوڑ کر آج - | ہوا آغوشِ مریم کا ہے محتاج

بنا انسان ہے انساں کی خاطر | تری مدحت ہے ہر قدسی کا سرتاج

ترا ہے مدح خواں ربّ العلا آج

تو اس ظلمت کدہ میں نور باری | ہوا ہے آشنائے رنج و خواری

ہمیں تُو نے منور کر دیا ہے | تری مدحت زباں پر ہے ہماری

منور تجھ سے ہے ارض و سما آج

تو تھا مسند نشینِ تختِ خدا پر | سریر آرا تو تھا عرشِ علا پر

تو یاں پر چھوڑ کر آیا ہے شاہی | ہے دل قرباں تری ہر اک ادا پر

ہمارے دل کو تو سکون ملا آج

خدا کا شکر دل سے اب کریں ہم | محبت کا اُسی کی دم بھریں ہم
ہو ہم سے روح اقدس کی ستائش | مسیحا کی ستائش بھی کریں ہم

ہو دل سے سب کے حمد کبریا آج

مبارک مریم کا گیت

ہمارے مبارک مسیح کی پیدائش کے حالات ایسے شاندار ہیں کہ اُنکے بیان میں زبان قاصر اور انسانی عقل حیران ہے۔ ایک دفعہ ایک چھوٹی لڑکی غروب آفتاب کا خوشنما نظارہ بڑی دیر تک کیا تو دیکھ رہی تھی۔ اُسکی استانی نے اُسکو متوجہ دیکھ کر کہا کہ اس نظارہ کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کرو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں ایسی عظمت اور شان کی تصویر کیونکر کھینچ سکتی ہوں۔ مریم کے گیت کی عظمت بھی بیان سے باہر ہے۔ مصنفین و اہل فن نے ہزاروں تصویروں۔ عمدہ عمدہ اور عالموں نے اپنی اپنی طرز پر مریم کے ان بیش قدر خیالات کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے مگر سب ناکامیاب رہے

کلام ہمارے درمیان رہا
(یوحنا ۱: ۱۴)

۱ یونانی لفظ کا صحیح ترجمہ ہے "خیمہ ڈالا" یہ یعنی اسرائیل کی اس سیاحت اور وادی کی طرف اشارہ ہے جس میں یہوواہ باقی اسرائیلیوں کی طرح خیمہ میں سکونت کرتا تھا۔ (دیکھو ۲ سموئیل ۷: ۶) ہم بھی مسافر ہیں اور ہمارے جسم خیموں کی طرح کمزور اور تغیر پذیر ہیں (۲ کرنتھیوں ۵: ۱)۔ اور ہمارے درمیان خود خدا نے ایک حقیقی خیمہ کھڑا کیا ہے جس میں سے اُسکے جلال کی چمک جسم کے ناپائدار خیمہ کو منور کرتی ہے۔

میلاد شریف

صورت انسان میں دیکھو خدا آیا ہے آج
ابن حق ہونے کا درجہ ہم نے بھی پایا ہے آج

ہے عالم میں آئی حیات ابد | وہ دنیا میں تیرے ہے شکل خدا
اُسے سجدہ آسمان کے پاک سب | ستارے وہ گاتے ہیں اُس کی ثنا
کریں آج ہم شادمانی خوشی | فلک پر بھی ہے شادیانہ بجا

انھیں مُردہ اب زندگی آگئی — حیاتِ ابد کا ست دریا بہا
محبت الٰہی کا مظہر ہے وہ — ظہور اُس سے عشقِ الٰہی ہوا
اے بندو اٹھو شادمانی کرو — کھلا آج دیکھو ہے دار الشفا
یہ مژدہ اسیرانِ عصیاں کو دو — شیاطین کی قید سے ہوں رہا
یسوع نام بخشندۂ عاصیاں۔ — وہی دافعِ درد و رنج و بلا
یسوع نام سے زندگی کی بہار — یسوع نام ہے زندگی کی ہوا
کہوں شان کیا میں یسوع پاک کی — وہ قدوس میں پُتلا ہوں خاک کا
ملائک فلک پر ہیں اُسکے غلام — اُسی کے لئے ہے یہ ارض و سما
وہ ہے کلمۂ پاک ربِ جلیل — جسم ابنِ مریم کا اُس نے لیا
وہ روح القدس سے مجسم ہوا — وہ ہے صورتِ پاک رب العلا
ہوئی بات دنیا میں کیسی عجیب — خدا ابنِ آدم کی صورت بنا
جو شانِ خدا ہے وہ شانِ یسوع — اُسے جانو ہے کلمۂ حق بجا
وہ دم بھر میں اندھوں کو بینا کرے — وہ کرتا ہے تاریک دنیا۔ ضیا
چلو بھوکو پیاسو مسیحا سے کنے — وہ ہے آبِ حیوان و نانِ بقا
مصیبت زدہ آج ہوں شادماں — مسیح اُن کا آیا ہے مشکل کشا
نہاں راز تھے آج وہ کھل گئے — مسیح ابن مریم ہے کشف الدجے
مسیحا پہ ایمان لا اور دیکھ، — حقیقت یہی ہے تو سن لے ذرا
مسیحا کو جس نے ذرا چھو لیا۔ — الٰہی محبت کا چکھا مزا،
شریعت کی غائت یسوع المسیح — طریقت ہے خود آپ ابنِ خدا
وہی راہ وحق اور ہے زندگی — حقیقت الٰہی ہے وہ مشفقا
اُسی سے خدا کی ملے معرفت — وہ ہے معرفت کا خزانہ بھرا
خدا کسی نے نہ دیکھا کبھی، — خدا بیٹے نے آکے دکھلا دیا
مسیحا کی حاصل ہو گر معرفت، — حصول اس سے ہو علم اللہ کا
یہ دعویٰ ہے اُسکا جہاں پر عیاں — جو مجھ میں رہا وہ خدا میں رہا
تو طالب بقا کا ہے صوفی اگر — فنا فی المسیح ہو ملے گی بقا

وصال خدا گر ہے تو چاہتا ... یسوع نام کا ورد کر تو سدا
میں کہتا ہوں حق الیقین سے تجھے ... یہی اسم اعظم ہے اللہ کا
سدا اوصیان میں رکھ تو اس نام کو ... اسی نام سے تو کیا کر دعا
بدرگاہ رب تیرا ضامن ہے وہ ... شفیع الامم ہے نبی الوریٰ
کریم السجایا جمیل الشیم ... نفقط ہے تو ہی کرے ورد انبیا
یہ دانعط تیرا ہے ثناخوان مسیح ... اسے روح اقدس تو کر دے عطا

مثنوی

مسیح کی آمد

ہوشعنا ہوشعنا مسیحا کو ہو | مبارک خداوند آتا ہے جو | وہ نام خدا سے جو آتا یہاں | کریں دل سے حمد مسیح زباں
خداوند میں سب ہوں مسرور اب | کیا جس نے تاریکی کو نور اب | تو دل اپنا کو قربان خلق خدا | تو کر اپنے خالق کی حمد و ثنا
بیٹھا کے جو اب قدم ہر جگہ | کرو دل سے تمجید اور آج عید | خدا کو کہو سب مبارک سدا | کہ ہم سب پہ ہے رحمت کبریا

تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا

(لوقا ۲: ۱۱)

سُن آسمانی فوج شریف | رب کی گاتی ہے تعریف | صلح اب زمیں پر ہو | خوشی یعنی آدم کو
اے سب قوموں خوشی سے | گاؤ ساتھ فرشتوں کے | بیت لحم میں اب مسیح | پیدا ہوا ہے مسیح

سُن آسمانی فوج شریف   رب کی گاتی ہے تعریف

مسیحی کے ناظرین کو عید مبارک ہو مسیح ہمارے لئے پیدا ہوا سب کو مبارک ہو۔ فرشتے یہ سناتے ہیں: "ڈرو نہیں۔ کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند۔"

یہ کیسی عجیب پیدائش ہے۔ یوحنا کی پیدائش سے متفرق ہے۔ پیدا ہوتے ہی زمین پر اسکا نام رومی رعیت کے رجسٹر میں درج ہو جاتا ہے۔ لیکن آسمانی گروہ اُسے نوع انسان کا نجات دہندہ پکار رہی ہے۔ رکھا ہوا تو وہ چرنی میں ہے۔ جہاں نہ شان ہے نہ شوکت ہے۔ بلکہ غریبی کی حالت سے بھی گرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہر فرشتے کے ظاہر ہونے میں خداوند کا جلال چاروں طرف چمک اُٹھتا ہے جسکا

کچھ کرشمہ پولوس کو دمشق کی راہ پر دکھائی دیا تھا ”میں نے دوپہر کیوقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہمسفروں کے گرداگرد آچمکا“ (اعمال ۲۶: ۱۳) ایسا نور جس کا ذکر زبور نویس نے ان الفاظ میں کیا ہے ”تو حشمت اور جلال کا لباس پہنے ہوئے ہے وہ نور کو پوشاک کی مانند پہنتا ہے“ (زبور ۱۰۴: ۱ اور ۲)۔ یہ بھسم کر دینے والا شعلہ نہیں بلکہ تازگی بخش نور ہے۔ جو اندھیری رات میں چمک کر اس عجیب بچہ کی پیدائش کی خبر پھیلاتا ہے۔ بیچارے گنہگار انسانوں کو یہ نور کہاں نصیب۔ انکی کوتاہ چشمی اس آب و تاب کی تاب کب لا سکتی ہے۔ چکاچوندھیا آنکھوں میں کیوں نہ آئے۔ منبع نور سے عقل انسانی حیرت نہ کھائے تو کیا کرے۔ جنکا دل چشم آفتاب صداقت کے طلوع ہوتے ہی تاریکی کے پردہ میں منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔ سڑی بدبو سے بھری قبروں اور تاریک غاروں میں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ یہ چوپان حیران نہ ہوں تو کیوں نہ ہوں۔ خوف انگیز کیوں نہ ہو۔ لیکن جب نجات دہندہ کی خبر وہ سننے والے ہیں۔ اُسکے مبشر اپنی بشارت سے معاً انکی حیرت کو دور کرتے۔ ان کے خوف کو ہٹاتے۔ انکو تسلی دیتے اور پیغام نجات اور روح افزا حیات کے لئے ان کے دلوں کو تیار کرتے ہیں ”ڈرو نہیں۔ کیونکہ دیکھو۔ میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمت کیواسطے ہوگی“

اے دوستو! بڑی خوشی کی خبر ہمکو ملی ہے۔ غمزدہ اور خوف زدہ انسان کے لئے اس سے بڑھکر تسلی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ غم دور ہو۔ خوف کافور ہو اور خوشی سے مسرور ہو۔ عہدِ عتیق میں نبیوں نے بار بار خوشی کا ذکر کیا ہے۔ اسکی امید دلائی ہے ”تو نے اُمت کو زیادہ کرتا جس کی خوشی تو نے افزوں (نہ) کی۔ وہ تیرے آگے ایسے خوش ہوتے۔ جیسے درو کیوقت اور غنیمت کی تقسیم کے وقت لوگ خوش ہوتے ہیں“ لیکن یہ خوشی فصل کی خوشی سے کہیں زیادہ اور غنیمت کی تقسیم کی خوشی سے کہیں بڑھکر ہے۔ یہ بڑی خوشی ہے۔ اور انجیل اس بڑی خوشی میں سے شروع ہوتی ہے غریبوں کو جب پہلی دفعہ یہ انجیل سنائی جاتی ہے۔ تو ان کے دل کی حالت اس خوشی کی شہادت دیتی ہے ان کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ ان کے چہرے شاداب۔ وہ خوشی کے گیت گاتے ہیں اور دوسروں کو جا کر مژدہ سناتے ہیں۔ گناہ سے لدے ہوئے جو غم کرتے ہیں انکے پاس مسیح بڑی خوشی لاتا ہے۔ اس خوشی کے طول و عرض و بلندی اور عمق کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہ خوشی اسقدر ہے کہ ابد تک اس کا ذخیرہ گھٹ نہیں سکتا۔ نہ صرف غم کا مرہم ہے بلکہ دل کو حقیقی خوشی عطا کرتی ہے۔ اگرچہ شروع میں یہ خوشی ان گڈریوں کے سامنے پیش کی گئی لیکن وہ ساری

اُمت کیلئے ہے۔ میرے اور آپ کیلئے ہے۔ سارے جہان کیلئے ہے۔ کوئی اس سے خارج نہیں کیا گیا۔ جبتک کہ کوئی خود اپنے تئیں اس سے خارج نہ کرے " میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے جو تُو نے سب اُمتوں کے روبرو تیار کی ہے۔ تاکہ غیر قوموں کو روشنی دینے والا نور اور تیری اُمت اسرائیل کا جلال بنے " (لوقا ۲ : ۳۰-۳۲) " اے غیر قومو اس کی اُمت کے ساتھ خوشی کرو " " اے ساری غیر قومو خداوند کی حمد کرو۔ اور ساری اُمتیں اسکی ستائش کریں " (رومیوں ۱۵ : ۱۰، ۱۱)۔ یہ پیغام سب کیلئے ہے " زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے " (لوقا ۲ : ۱۴) اسلئے آج میں اور آپ اور سب بھی خواہ یہودی ہوں یا غیر یہودی۔ خواہ کالے ہوں خواہ گورے۔ خواہ عالم ہوں یا نادان۔ مرد ہوں یا عورت۔ دولتمند اور غریب سب اسی خوشی میں شریک ہیں اور ایک دوسرے کو آج مسیح کی پیدائش کیلئے مبارکباد دے رہے ہیں ؛

" آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا " نبیوں نے اس کی خبر دی تھی۔ یہ بشارت انکی پیشین گوئی کے مطابق ہے " ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ آج سے بیکر دنیا کی تاریخ کے دو حصے ہو گئے۔ مسیح کی پیدائش سے پہلے کا جہان اور مسیح کی پیدائش کے بعد کا جہان۔ پرانا جہان اور نیا جہان۔ پرانا انسان اور نیا انسان۔ ہم انسانوں ابنائے آدم کے لئے وہ نجات دہندہ پیدا ہوا۔ خوشی مناؤ اور خوشی کرو ؛

اس عجیب بچہ کی تلاش کہاں کریں۔ اس اپنے نجات دہندہ کو کہاں ڈھونڈیں " داؤد کے شہر میں " آج وہ پیدا ہوا ہے۔ اور داؤد کے شہر میں پیدا ہوا ہے۔ نبیوں نے اسکی خبر دی ہے۔ اور کسی جگہ وہ پیدا ہو نہیں سکتا۔ نہ صرف کاہنوں اور فقیہوں کو اس کا علم تھا کہ میکہ نے ایسی خبر دی ہے (متی ۲ : ۴-۶) بلکہ عوام الناس بھی اس سے آگاہ تھے۔ چنانچہ مقدس یوحنا ۷ : ۴۲ میں عوام الناس کی گفتگو سے یہ صاف مترشح ہے " کیا مسیح گلیل سے آئیگا۔ کیا کتاب مقدس نے یہ نہیں کہا کہ مسیح داؤد کی نسل اور بیت لحم کے گاؤں سے آئیگا جہاں کا داؤد تھا " فرشتوں کے مژدہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گڈریئے اس نبوت سے واقف تھے۔ اور خاص اس موقعہ پر جب اسم نویسی ہو رہی تھی۔ داؤد کے خاندان کی پستی ایسی نمودار تھی۔ کہ ہر شخص کا دل غم سے بھرا ہوگا کہ ہلے یہ شاہی خاندان اب اس پست درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کاش کہ ابن داؤد جلد ظاہر ہو اور یہ ذلت دور ہو اور داؤدی سلطنت پھر بحال ہو ؛

عین اسوقت۔ ایسی مایوسی کی حالت میں یہ خبر انکو ملتی ہے۔ کہ آج اسی شہر میں وہ پیدا

ہوا ہے ۔ اور فرشتے انکو نشان دیتے ہیں کہ کسطرح سے وہ اس نو پیدا بچہ کی تلاش کریں ۔ کیا مسیح کچھ
ایسی ہی حالت میں ہم پر ظاہر ہوا تھا جب ہم نے اپنے پہلے مذہبوں کی ناکامیابی کا تجربہ کیا ۔
جب ہماری اپنی کوششیں بے سود ٹھہریں ۔ انسانی پست حالی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا
گناہوں کا بوجھ ہم کو کوہ گراں کی طرح گر کر کچلنے لگا کہ ناگہاں ہم کو مسیح کی خبر مل گئی ۔ اور اس اُجڑی
ہوئے چراغ بستی کو آباد و روشن کر دیا ۔ اور گناہ کے بوجھ سے آزاد کر دیا ۔ اور ہم چپکے لگے اسکی تلاش
کرنے اور بیت لحم میں جا پہنچے ۔ اور اپنے خداوند منجی کو جا کر سجدہ کیا اور اس کو جو جہان کی نظر
میں پست اور ذلیل ہے اپنا خداوند اور نجات دہندہ مان لیا ہے ۔ اس کا تمہارے لئے یہ پتا ہے
کہ تم اس بچے کو کپڑے میں لپٹا ۔ اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے ۔ نشان یہ ہے "چرنی میں" ایک بچہ
کپڑے میں لپٹا ہوا ملیگا ۔ بچہ کا کپڑے میں لپٹا ہونا تو معمولی واقعہ ہے ۔ امیر و غریب کے بچے ایسے
ہی لپیٹے جاتے ہیں ۔ وہ ہم انسانوں کی طرح معمولی انسان بنا ۔ یہ کپڑے جن میں لپٹا ہے وہ ہماری
بیکسی اور کمزوری کا نشان ہیں ۔ جو ہر فرد بشر کا حصہ ہے (حزقیل ۱۶ : ۴) لیکن غیر معمولی نشان چرنی
ہے ۔ وہ ناپاک میلی ۔ گندہ چرنی ۔ جو مویشیوں کے حسب حال ہے ۔ انسانوں کے لیے غریبی یا
فروتنی کا نشان ہے ۔ اسکی نظیر نظر نہیں آتی ۔ اور چونکہ یہ گڈریئے اصطبل اور چرنی سے مانوس تھے
اس لئے یہ نشان خاص ان کے لئے حوصلہ افزا تھا ۔ تم اُس کے نزدیک جا سکتے ہو ۔ وہ دنیاوی
شان و شوکت کے ساتھ نہیں آیا ۔ جیسے دریا بلند پہاڑوں سے اترتا ہے اور میدان میں پستی
میں بہنے لگتا ہے تاکہ اونچی سے اونچی اور پست سے پست انسان و حیوان اس سے پیاس بجھائے
بلکہ اتنا پستی میں بہتا ہے کہ حیوانوں اور انسانوں کو جھک کر پانی پینا پڑتا ہے ۔ یہی حال اس بادشاہ
علیم کا ہے کہ ایسا پست اور فروتن بنکر آتا ہے کہ پست سے پست اور غریب سے غریب لوگوں کو
بھی اُس تک پہنچنا ذرا کسر شان معلوم ہوگا ۔ واہ بڑی بلندی واہ بڑی پستی ۔ واہ کیا قیمتی خزانہ
آسمان سے آکر زمین میں دفن کیا جاتا ہے ۔ اور یہ خزانہ میرے اور آپ کے لئے ہے تاکہ ہم اُسکے
ذریعہ دولتمند اور غنی بن جائیں ۔ سچ سچ آسمان کی بادشاہت اُس خزانہ کی مانند ہے جو کھیت میں
گڑا ہے ۔ جسے ایک شخص پا کے چھپا دیتا ہے اور خوشی کے مارے جا کے اپنا سب کچھ بیچا اور
اُس کھیت کو مول لیتا ہے ۔ یا وہ اُس سوداگر کی مانند ہے جو قیمتی موتیوں کی تلاش میں ہے ۔ جب
اُس نے ایک بیش قیمت موتی پایا تو جا کے جو کچھ اُس کا تھا سب بیچ ڈالا اور اُسے مول لیا ۔
اس لئے اس بچہ کی پیدائش پر وہ گیت گایا جاتا ہے ۔ جو کسی بادشاہ کی پیدائش پر کبھی گایا نہیں

گویا یہ تحفہ ان کپڑوں میں لپٹا ہے۔ یا راز الٰہی ان میں چھپا ہے۔ جسے فرشتے شوق سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے ہیں اور پکار پکار کہہ رہے ہیں۔ عالم بالا میں خدا کا جلال۔ آؤ ہم بھی اسی طرح مسیح کی تلاش کریں۔ تن من دھن کو اس پر قربان کریں اور اسکی حمد و ستائش کے گیت گا کر اس گنبد گردوں کو گونجا دیں۔ آمین ؎

نوٹ اور رائیں

مسیحی تجلی۔ ناظرین پر روشن ہو کہ تجلی آگے کو "مسیحی تجلی" کہلائیگا۔ اور امید ہے کہ آنے والے سال میں مسیحی تجلی کے صفحوں میں مذہب اور مذہب کے فلسفہ پر معقول اور دوستانہ طرز پر بحث کیجائیگی۔ چراغ الدین کا سلسلہ جو تجلی کی رونق کا باعث تھا قائم رہیگا۔ اور اس سے نور حق کی کرنیں بدستور دل و دماغ کو روشن کرتی رہینگی۔ مگر مسیحی زندگی کی تازگی اور تقویت کے لئے روحانی اور ڈیووشنل صورت کے مضامین بھی حسب معمول شائع کئے جائینگے کلیسیا اور کلیسیا کی خدمات کی خبریں بھی درج ہوتی رہینگی ؎

سنہ ۱۹۰۹ء کیلئے ذیل کا پروگرام پیش کیا جاتا ہے

مسلسل مضامین۔ بائبل کی اصل اور خاصیت۔ یہ کتاب مشہور پروفیسر مرقس ڈاڈز کے اُن درسوں کا ترجمہ ہے جو انہوں نے امریکہ میں دیئے تھے "کینن آف سکرپچر۔ مکاشفہ۔ الہام۔ کلام الٰہی کا منزہ عن الخطا ہونا۔ نوشتوں کی معتبری۔ انجیلوں میں معجزانہ عنصر وغیرہ نادر مضامین پر نہایت عالمانہ طور پر بحث کی گئی ہے۔ کچھ حصہ تجلی میں شائع ہو چکا ہے باقیماندہ حصہ مسیحی تجلی میں نکلے گا ؎

حیات پولوس۔ ڈاکٹر شاکر صاحب کی تصنیف ہے۔ نہایت دلچسپ صورت میں اس سحر بیان مصنف نے پولوس رسول کے سوانح عمری قلم بند کئے ہیں۔ اس کتاب کا بھی تھوڑا سا حصہ تجلی میں نکل چکا ہے ؎

خدا اور دنیا کے متعلق مسیحی مذہب کی تعلیم۔ یہ کتاب قابل پروفیسر آر کی کتاب دی کرسچین ویو آف گاڈ اینڈ دی ورلڈ (The Christian view of God and the world

سے تالیف کی جائیگی۔ لائق مصنف نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے اس کام کو انجام دیا ہے۔ مخالفوں کے حملے فلسفیانہ طرز سے رد کیئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی انصاف سے اپنا کام لیا ہے کہ ساری کتاب میں تعصب کی بو تک نہیں آتی ۔

اے مشن آف دی سپرٹ (A mission of the Spirit)
یہ لندن کے روحانی مزاج بشپ انگرام صاحب کے ان مواعظ کا مجموعہ ہے جن میں روحانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے ۔

متفرق مضامین وقتاً فوقتاً ہندوستانی کلیسیا کی موجودہ ضروریات کے متعلق شائع ہوا کرینگے اور نیز بعض اوقات قدیم کلیسیا کے دلچسپ سین بھی ہدیہ ناظرین کئے جائینگے ۔

ہندوستانی کلیسیا کی سوشل اور مشنری خبریں معمول کے مطابق درج ہونگی۔ اور کلیسیا کے مختلف پہلو کمال ہمدردی اور نیک نیتی سے نقادانہ نظر سے گذرینگے۔ آر۔ ایم۔ ایس۔ اور وائی۔ ایم۔ سی۔ اے۔ اور بائبل سوسائٹی کے نیک کام کے متعلق بھی دلچسپ مضامین صفحات مسیحی تجلی کو زینت دیتے رہینگے ۔

ہندو اور محمدی مذہب پر چراغ الدین کے سلسلہ میں منصفانہ اور دوستانہ صورت سے بحث ہوا کریگی ۔

بعض بافراست اور خیرخواہ احباب نے مسیحی اور تجلی کے الحاق کو نہایت پسند کیا ہے۔ امید کہ ہمارے قدردان دوست آئندہ سال اپنی ہمدردی اور شفقت سے ہمارا حوصلہ بڑھائینگے۔ میگزین کی کامیابی یا ناکامی خریداروں کے شمار اور قدردانوں کی قدردانی اور یاوران [illegible] کی مدد رسانی پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر ہمارے احباب ہماری مدد کرینگے۔ تو یقین ہے کہ مسیحی تجلی اپنی خدمات کو اچھی طرح انجام دیگا ۔

ہم بڑی عاجزی سے ملتمس ہیں کہ اگر اس سال کے عرصہ میں بعض اہل الرائے کی نظر میں مسیحی اپنی خدمات میں قاصر نکلا ہو تو وہ معاف کریں۔ اور ہم نہایت عجز سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اسکے نقائص سے اور کوئی واقف نہیں جسقدر وہ جنکے ہاتھ میں اس کی اشاعت کا اہتمام ہے۔ مگر امید قوی ہے کہ دو پرچوں کے ملحق ہو جانے سے فرصت زیادہ میسر ہوگی اور آنیوالے سال کے دور میں "مسیحی تجلی" زیادہ دلچسپ ثابت ہوگا۔ دوستوں کی صلاح اور مدد کے ہم نہایت محتاج ہیں ۔

ترقی - یہ رسالہ پنجاب ریجس بک سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوتا ہے - اور گذشتہ آٹھ سال کے عرصہ میں جو خدمت اس رسالہ نے کی ہے وہ محتاج بیان نہیں - سائنس تاریخ اخلاق اور تمدن کے متعلق مختلف مضامین اوراق ترقی میں شائع ہوتے رہے ہیں - جواب کتابوں کی صورت میں فروخت ہو رہے ہیں - اور پبلک اُن سے فائدہ اٹھا رہی ہے - کارپردازان سوسائٹی اپنے احباب کی عنایت اور قدردانی کے تہ دل سے شکر گذار ہیں اور دل و جان سے معترف کہ اگر انکا سایۂ عاطفت سر پر نہ ہوتا تو ترقی ذرا بھی ترقی نہ کر سکتا - اور اب بھی اُن کی نظر عنایت کا وہ اُسیطرح محتاج ہے - جس طرح پہلے تھا امید ہے کہ جو اُسکے بہی خواہ ہیں وہ اپنی امداد سے اس کا حوصلہ بڑھاتے رہینگے - سال آئندہ کے لئے ذیل کا پروگرام تجویز کیا گیا ہے ؞

ترقی کا پروگرام ۱۹۰۹ء کے لئے

مضامین مسلسل - کفایت شعاری - یہ مضمون ۱۹۰۹ء میں جاری رہیگا ؞

یو نہو - سر والٹر سکاٹ کا یہ مشہور ناول جو بعض اشخاص کی رائے میں سکاٹ کے تمام ناولوں میں بےنظیر سمجھا جاتا ہے ۱۹۰۹ء میں ضرور ختم کو پہنچ جائیگا

اہل کیمیا اور اُن کے عجائبات - اس مضمون کے سلسلہ میں علم کیمیا کے اُن ماہروں کا ذکر کیا جائیگا جو اپنی تحقیقات اور تجربوں کے وسیلے ساری دنیا کو اپنا ممنون احسان بنا گئے ہیں ؞

کاغذ کا پہلا موجد کون تھا ؟ - کم عمر طالبعلموں کے لئے یہ انوکھا مضمون نہایت ہی مفید ثابت ہوگا ؞

مرقع حب انسانی - یعنی اُن بہادروں کی زندگی کا بیان جنہوں نے اپنے ابنائے جنس کی بہبودی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا - مصنف مشہور بلیکی ؞

طالبان حق - فیرر صاحب کی مشہور کتاب سیکرز آفٹر گاڈ کا ترجمہ ؞

ماسوائے ان مسلسل مضامین کے اخلاقی مضامین بھی شائع ہوتے رہینگے - جن کے مطالعہ سے ہر عمر اور ہر قوم اور ہر مذہب کے پیرو برابر فائدہ اُٹھا سکیں گے ؞

متفرق مضامین یعنی اخلاقی، علمی اور لٹریری مضامین فائدہ عام کے لئے درج کئے جائینگے ؞

کلیسیا اور مشن کی خبریں

ڈاکٹر ویری صاحب کی رپورٹ - گذشتہ سال پنجاب پرسبٹیرین مشن نے ڈاکٹر صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اپنے مشن کے ہر سٹیشن پر جا کر وہاں کے مختلف کاموں کے بارہ میں رپورٹ کریں - چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا - اور رپورٹ تیار کر کے روانہ کی - اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مشن مسیحی لڑکے لڑکیوں کی تعلیم پر انتالیس ہزار چار سو نوے روپیہ خرچ کرتا ہے - وہ اس رائے کی [illegible] کرتے ہیں کہ موجودہ کرسچن بورڈنگ سکول کو شہر کے مشن سکول کے لئے ایک ہوسٹل بنا دیں - جہاں مسیحی لڑکے آنکر رہیں - ان کے خیال میں ایسی تجویز سے ایک تو گورنمنٹ گرانٹ میں بہت کمی واقع ہوگی - اور مسیحی والدین کی نظر میں اس کی وہ وقعت اور قدر بھی نہ رہے گی - جو اب بورڈنگ سکول کی ہے - اگرچہ گذشتہ سال میں اس سکول پر مشن کا ۸۴۴۴ روپیہ خرچ آیا - یعنی چھ روپیہ فی مسیحی لڑکا جو یہاں تعلیم پاتا ہے - کیونکہ کل ۴۹ مسیحی لڑکے یہاں ہیں - اور ان کے خیال میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اتنا خرچ ہوا - لیکن کسی صورت میں اس کو توڑنا یا شہر کے مشن سکول سے ملانا یا اس کا ہوسٹل بنانا مناسب نہیں - البتہ صاحب موصوف کی یہ رائے ہے کہ مشن صرف پرائمری تعلیم میں مسیحی لڑکے لڑکیوں کی مدد کرے - اگر کوئی آگے تعلیم پانا چاہے تو وہ صرف اس شرط پر دیجائے کہ طالب علم خود یا اس کے والدین یا متولی اس بات کا وعدہ کریں - کہ پرائمری کے بعد جتنے عرصہ تک میں نے مشن میں تعلیم پائی ہے کم سے کم اتنے عرصہ تک میں مشن میں کام کرونگا - یا جس قدر بچہ پر خرچ ہوا ہے اس کو بھر دونگا - لیکن جن طلبا کے والدین یا دوست مدد کرتے ہیں - اور مشن پر خرچ نہیں ڈالتے - یا جن کو مشن تعلیم دیتی ہے - مذکورہ بالا شرط کے ساتھ ان کو سرکاری ملازمت سے ہم نہ روکیں گے - اور ہندوستانی کلیسیا کو ہم یقین دلایا چاہتے ہیں کہ ہم مشنری ان کے پورے ہمدرد ہیں اور جو پیشے اور خدمات مسیحی شخص مرد ہو یا عورت اپنے لئے بہتر سمجھکر کرنا چاہتا ہے وہ خوشی سے کرے ◆

بشارت انجیل کے بارہ میں وہ یہ فرماتے ہیں کہ پنجاب مشن کا سارا کام بشارتی ہے
اُس کا مقصد یہ ہے کہ اس علاقہ کے لوگوں پر مسیح اور اُسکی انجیل کو ظاہر کریں - وہ
چھاپے کے وعظوں پر بہت زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بازاروں میں یہ منادی کا
مرکز اور کلیسیا کی طرف سے شہر والوں کے لئے یہ ایک شہادت ہونی چاہئے -
لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ محلوں یا بازاروں اور گلی کوچوں میں منادی نہ ہو - بلکہ چھاپے
کی منادی تو ایسے کام کی ترغیب و ترقی کا باعث ہوگا - پنجاب مشن میں ۲۴۳۰ گاؤں
ہیں - اور ان میں سے پانسو گاؤں میں کم و بیش مسیحی پائے جاتے ہیں - اور ۱۰ اسّی
اسٹیشن کام کے مرکز کے طور پر مقرر کئے گئے ہیں - اٹھارہ گرجا اور ۲۵ جماعتیں
ہیں - ان گرجاؤں میں سے ۱۱ پاسٹر ہیں - سولہ پرائمری سکول ہیں - اور ان میں سے
دو کچھ اعلےٰ درجہ کے ہیں - جو دیہاتی مسیحیوں بچوں کے لئے قائم کئے گئے ہیں
چند اسٹیشنوں میں بشارت کے کام کا اچھا انتظام ہے - لیکن دیگر مقامات میں
انتظام اچھا نہیں - ہوشیارپور مشن جو سب سے بڑا مشن ہے - وہ بلحاظ انتظام
اور کام کے قابل نمونہ ہے - وہاں نو مرکزی سٹیشن ہیں - اور ہر جگہ دیسی مسیحی مہتمم کام
کے لئے گھر - تعلیم کے لئے سکول اور دعا بندگی کے لئے کمرہ مہیا کیا گیا ہے - یہ
کارندے وقتاً فوقتاً ہوشیارپور کے مشنری صاحب (ڈاکٹر چیٹرجی) کو رپورٹ دیتے
رہتے ہیں - جتنے دیسی پادری اور بشیر اور کارندے ہیں وہ سب اسی علاقہ کے مسیحیوں
میں سے ہیں - ان میں سے چار پاسٹر ہیں ◆ (از مخزن مسیحی)

دسیحی ممالک میں جب کبھی پبلک کے سامنے کسی قسم کی انسانی ضرورت یا تکلیف کا ذکر
کیا جاتا ہے - تو لوگ کیسی جلدی اور خوشی سے اُس ضرورت کو پورا کرنے یا تکلیف کے
دور کرنے کے لئے اپنا تن من دھن دینے کو تیار ہو جاتے ہیں حال میں ہی جب نیکا کو
واقعہ امریکہ میں پبلک سکولوں کے سال کے شروع کا وقت آیا تو یہ بات ظاہر کی گئی - کہ
۱۵ ہزار کے قریب ایسے طالب علم ہر روز سکول میں آتے ہیں - جن کو پیٹ بھر کر کھانا میسّر
نہیں ہوتا - اس بیان کی تائید میں لازمی تعلیم کے سپرنٹنڈنٹ ڈبلیو نیشا پوڈین صاحب
کی شہادت پیش کی گئی جنہوں نے لکھا تھا کہ پچھلے سال محکمہ تعلیم کی طرف سے ۱۱۹۰۰
طالب علموں کی مدد کی گئی ہے - ان حالات کے شائع ہونے سے لوگوں پر بڑا اثر

ہوا یہانتک کے شہر کے میئر نے شہر کے بزرگوں اور خیر خواہوں کو مدعو کیا کہ ایسے محتاجوں کا پتہ لگایا جاوے اور اُن کی امداد کیجائے۔ اس میں اس قدر جلدی کی گئی کہ ایک ہفتے کے اندر ہی حفظان صحت کے کمشنر ایونس کی زیر نگرانی صرف سکولوں کے لئے ۰۰ نرسیں مقرر کی گئیں جو سکولوں میں اور طالب علموں کے گھروں میں جاکر انہیں نہ صرف کھانا کھلاویں بلکہ بیماروں کی تیمارداری بھی کریں +

کیا ہندوستان کے سکولوں میں اور سکولوں سے باہر ایسے ہزاروں بچے نہیں ہیں جن کو پیٹ بھر کر کھانا میسر نہیں ہوتا اور کیا ہم کوشش کرتے ہیں کہ ایسے حالات معلوم کرکے اُن کے لئے کچھ کریں؟ + از نور افشاں

ہم کو یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ اس کالج کو جس کو مسٹر کیری نے سیرامپور میں میسرز وارڈ اور مارشمین کی مدد سے جاری کیا تھا کرسچن یونیورسٹی بنانے کی تجاویز پختہ ہو گئی ہیں اور ارادہ کیا گیا ہے کہ ۲۲۵۰۰۰ پونڈ کے لئے اپیل کیجاوے ہمیں یقین ہے کہ یہ یونیورسٹی جو ہندوستان میں اپنی قسم کی پہلی یونیورسٹی ہوگی ہندوستانی مسیحیوں کو دنیوی تعلیم کے علاوہ اعلےٰ درجہ کی دینی تعلیم دینے کا وسیلہ ہوگی اور چند برسوں میں ہی جگہ بہ جگہ بی۔ڈی اور ڈی ڈی کی ڈگری یافتہ مسیحی نظر آوینگے +. از نور افشان

ہمارے بعض ناظرین یہ خبر سنکر افسوس کرینگے کہ یونائیڈ پرسبی ٹرین کلیسیا کے بزرگ پادری جان ہسبنڈ ایف۔آر۔سی۔ایس۔سی۔آئی۔ای۔۲۱ نومبر ۱۹۱۸ء کی شام کو انتقال کر گئے۔ انہوں نے راجپوتانہ مشن کے متعلق ۴۸ برس تک خداوند کی خدمت کی۔ انکی بڑی خواہش تھی۔ کہ وہ اُن لوگوں میں ہی گاڑے جاویں۔ جن کی خدمت کا انہوں نے بیڑا اٹھایا ہوا تھا۔ چنانچہ اجمیر میں ہی جہاں سالہا سال سے وہ کام کر رہے تھے اور جہاں اُنہوں نے چھاپہ خانہ بھی جاری کر رکھا تھا۔ انتقال کیا۔ چند مہینے ہی گذرے ہیں کہ ہم اُن کی تصنیف کردہ مشنری ڈائرکٹری پر ریویو کر چکے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند اُن کے پس ماندگان کو تسلی بخشے + از نور افشاں

کیا مقدس توما ہندوستان میں آیا تھا؟

مالابار میں سریانی کلیسیا کا آغاز کسطرح سے ہوا۔ مسٹر رچرڈ نے اپنی کتاب

بنام "مقدس توما کے ہندوستانی مسیحی"
امیں ان مسیحیوں کی ایک مختصر لیکن دلچسپ تاریخ لکھی ہے جس کا کچھ ذکر یہاں کیا جاتا ہے +

مسیحی مذہب کی تاریخ میں یہ حیرت انگیز امر ہے کہ ایک چھوٹی مسیحی جماعت پہلی صدی سے ٹراونکور اور کوچین جیسی ہندو ریاستوں میں پہلی صدی سے موجود ہو۔ اور اس سے اور بھی حیرت بڑھتی ہے کہ اس کلیسیا کو ان ہندو ریاستوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچا اور نہ ان راجاؤں نے ان کو دکھ دیا۔ البتہ اس کلیسیا کے اندرونی جھگڑوں اور تفرقوں سے ضرور اس کو نقصان پہنچا۔ اور خاصکر رومی کلیسیا نے ان کو ستایا اور ان کو اپنی غلامی میں لانے کی سعی بلیغ کی +

اور اگر مصنف مقدس توما کے ہندوستان میں آنے کو نیستی سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک اس سُریانی کلیسیا کا آغاز چھٹی صدی مسیحی سے ہوا۔ مسٹر رچرڈ نے اس امر کی خوب چھان بین کی۔ اور سب سے اول اس امر کو ثابت کیا ہے کہ رسول جنوبی ہندوستان سے واقف تھے۔ سلیمان بادشاہ کے جہاز اوفیر تک سمندر میں آیا جایا کرتے تھے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ وہ اوفیر سے صندل کی لکڑی کثرت سے لایا کرتے تھے۔ یہ اوفیر وہی ہے۔ جو یونانی میں سوفیرہ یا سوپارہ کہلاتا ہے اور ہندوستان کے مغربی ساحل پر بمبئی کے نزدیک واقع ہے۔ اور جنوبی ہندوستان میں یہ درخت کثرت سے ہوتا ہے۔ ۱۔ سلاطین ۱۰: ۲۲ میں لکھا ہے "تین برس میں ایک بار ترسیسی بحری بیڑا سونا اور روپا اور ہاتھی دانت اور طاؤس اور بندر لاتی تھی" یہاں جو الفاظ بندر اور مور کے لئے آئے ہیں وہ کاپ اور تُکی ہیں۔ کاپ تو ملیالم (یعنی ٹراونکور کی زبان) زبان کا لفظ ہے اور تُکی تامل زبان میں آجتک مور کو کہتے ہیں سوپارا یا سوپارکا۔ ہندوستان کے مغربی ساحل کا ایک مشہور بندرگاہ تھا۔ اطلیمٹی نے ۱۳۰ء ایک یونانی راہب نے ۵۴۵ء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس جگہ پر جو کھدائی ہوئی ہے۔ اُس سے پُرانے کھنڈرات دستیاب ہو گئے ہیں جن سے یہاں کی قدامت ثابت ہوتی ہے۔ اور گمان غالب ہے کہ اوفیر اور سوپارا ایک ہی جگہ کا نام تھا۔ علاوہ ازیں راجہ اسوک کے تیرھویں حکمنامہ میں سوریا کے انتی اوخس

تھیاس کا ذکر آتا ہے ۔

مقدس توما کے ہندوستان میں آنے کے متعلق مفصلہ ذیل دلائل پیش کئے گئے ہیں
(۱) یروشلم کا بشپ یوسیبس بیان کرتا ہے کہ سنہ ۱۹۰ء میں پنتانیونس اسکندریہ کے دارالعلوم کا پرنسپل تھا۔ سوریا سے ہندوستان کو گیا۔ اور یہاں آنے پر کیا دیکھتا ہے کہ بہت لوگ متی کی انجیل سے واقف ہیں۔ جس کی منادی برتولما رسول نے وہاں کی اور ایک جلد اُس انجیل کی ان کے پاس چھوڑ گیا۔ چنانچہ وہ آج کے دن تک ان کے پاس ہے۔ اب سوریانی مسیحی یہ کہتے ہیں کہ ان مسیحیوں نے پنتانیوس سے مار توما کا ذکر کیا تھا لیکن بعضوں نے اُس کے سمجھنے میں غلطی کی اور برتولما سمجھ لیا ۔
(۲) مقدس جیروم نے (سنہ ۳۹۰ء) اس کو پورے طور سے تسلیم کیا کہ توما ہندوستان کا رسول تھا ۔
(۳) گریگو نازی آنزس (سنہ ۳۷۰ء) میں توما کا تعلق ہندوستان سے بتاتا ہے ۔
(۴) بشپ ڈرونیوس (سنہ ۵۴۳ء میں پیدا ہوا) بیان کرتا ہے کہ رسول توما ہندوستان کے ایک شہر بنام کلینا میں شہید ہوا۔ اور غالباً یہ وہی جگہ ہے۔ جو آجکل مدراس کے نزدیک مقدس توما کی پہاڑی کہلاتی ہے ۔
(۵) سنہ ۵۴۰ء میں اسکندریہ کا ایک راہب ہندوستان کو آیا اور اُس نے ساحل مالابار پر ایک کلیسیا دیکھی جس میں خادمانِ دین بھی تھے۔ اور ان کا بشپ ایک جگہ بنام کلی آنا میں رہتا تھا۔ اور یہ کلی آنا وہی جگہ ہوگی جو آجکل کلیان کے نام سے مشہور ہے ۔
(۶) سنہ ۸۸۳ء میں الفرڈ اعظم شاہ انگلستان نے اپنا ایک ایلچی کچھ نذر اور تحفے دیکر بھیجا تا کہ مقدس توما کی قبر پر چڑھائے ۔
(۷) سب سے بڑھکر ثبوت یہ ہے کہ ان مسیحیوں کے پاس قدیم روایات تیسری صدی سے برابر قلمبند چلی آتی ہیں جن میں اس ملک کے مقامات وغیرہ کی تفصیل ملتی ہے ۔
مقدس توما کی وفات کے بعد سُریانی کلیسیا پر مصیبت پڑی اور چوتھی صدی میں یروشلم کے بطریارک نسطوریس نے ان کے پاس مشن بھیجا۔ اسوقت سے لیکر ان ربڑی ترقی اور فروغ حاصل ہوا۔ اور تانبے پر لکھی ہوئی جو تحریرات اُن کے

باندھ لیا کہ ہم چرچ مشنریوں سے کچھ علاقہ اور راہ و رسم نہ رکھیں گے۔ [illegible] میں
ایک کمیٹی نے جائداد کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا کچھ تو سریانی کلیسیا کو ملا اور کچھ
چرچ مشنری سوسائٹی کو۔

مسٹر رچرڈ ان مسیحیوں کے ایمان کی شہادت بڑی تعریف کے ساتھ دیتے ہیں۔
اور فرماتے ہیں کہ مجھے مالابار میں دس سال رہتے ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں میں نے
کسی کو رومن کلیسیا میں شامل ہوتے دیکھا۔ اور نہ چرچ مشنری سوسائٹی اور لندن
مشنری سوسائٹی یا کسی دوسری مشنری سوسائٹی میں جن سے ان کو واسطہ پڑا۔

[illegible]ء میں جب یروشلم کا یعقوبی پٹری آرک ٹراونکور میں آیا تو اس وقت مصلح [illegible]
اور غیر مصلح فریق میں سخت جھگڑا ہوا۔ امر زیر بحث یہ تھا کہ ہم ملابار [illegible] انطاکیہ کے
پٹری آرک کے ماتحت ہیں۔ یا اس سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور کسی غیر ملکی بشپ کے
ماتحت نہ رہیں۔ راجہ ٹراونکور کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش ہوا۔ [illegible]
اور آخرکار فیصلہ پٹری آرک کی تائید میں ہوا۔

سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے وقت [illegible] مسیحی لوگوں کا شمار دو لاکھ
ستر ہزار تھا۔ ان میں سے تقریباً تین چوتھائی انطاکیہ کے پٹری آرک کو مانتے ہیں
ہندوستان میں ان کا اعلیٰ بشپ مار ڈایونسیس ہے۔ اور اس کے ماتحت [illegible]
پچیس گرجا ہیں۔ (از سول ملٹری گزٹ)

(از اڈیٹر) ہم کو امید ہے کہ یہ لوگ اپنی قدیم پاکیزگی اور سادگی کو قائم رکھیں گے
البتہ جو غلطیاں پیچھے گھس آئیں انکو نکال پھینکیں گے۔ اس کلیسیا کی موجودگی
مسیحی دین کی بڑی جماعت کا باعث ہے۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسیحی دین یورپین
لوگوں کے ساتھ ہندوستان میں آیا۔ انکی نادانی کو یہ ظاہر کرتی ہے۔

بڑا دن اور بچے

"ہم ان ننھے بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ اور یہ بھی جو خدا کے ہاں سے تازہ دم ہمارے
آتے ہیں۔ ہمیں پیار کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے" (چارلس ڈکنس)

"اگر اس دنیا میں بچے نہ ہوتے۔ تو یہ ایک ہولناک دنیا ہوتی"۔ (ٹامس ہنی)

"تم بچے تمام مقدس گیتوں سے جو بنائے اور گائے جاتے ہیں۔ بہتر ہو۔ کیونکہ تم ہمارے واسطے زندہ نظم اور جاندار شعر ہو۔ باقی سب سیدھے اور مُردہ ہو گئے ہیں" (لانگ فیلو امریکن شاعر)

بڑا دن ایک ننھے بچہ کی پیدائش کا دن ہے۔ اس دن ایک ایسا بچہ اس دنیا میں پیدا ہوا تھا۔ جس کا ثانی نہ ہوا تھا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ وہ مبارک بچہ [illegible] انسان کو خدا کے ساتھ ملانے کا باعث [illegible] بچہ کی سالگرہ پر تمام دنیا خوشیاں مناتی ہے۔ جیسے بہت [illegible] فرشتوں نے اس کی پیدائش کے وقت اظہار خوشنودی [illegible] سب سے بڑا اور مبارک تہوار یہی دن ہے۔ اور اسے [illegible] اس موقع پر [illegible] خوشی بچوں کے دلوں میں ہوتی ہے [illegible] دلوں میں نہیں ہوتی۔ جس کا احساس انبساط بچوں [illegible] پیدا ہوتا ہے۔ اس موقع پر بچوں کو عمدہ کھلونے بطور تحائف ملتے ہیں [illegible] مٹھائی وغیرہ بکثرت پاتے ہیں۔ مگر جتنی خوشی بچہ کو کھلونا پانے سے ہوتی ہے۔ اتنی شاید کسی اور چیز سے نہیں ہوتی ہوگی۔ اس لئے اگر بڑے دن کو بچوں کے تہوار سے نامزد کیا جائے۔ تو نامناسب نہ ہوگا۔

بچوں کی زندگی

بچوں کا بچپن اور ان کی زندگی ہمارے لئے ایک بہت ہی گہری دلچسپی بہم پہنچاتی ہے۔ جسے سطحی نظر والے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ اور عامیانہ خیال کے لوگ اسے بعض ایک قسم [illegible] سامان تفریح و تفنن تصور کرتے ہیں۔ مگر بالغ نظر بزرگوں کو اس میں ایک قسم کی مقدس شان اور عظمت نظر آتی ہے۔ کیونکہ ابن اللہ طفولیت ہی کا جامہ پہنکر اس دنیا میں ظاہر ہوا تھا۔ تاکہ اسے جسمانی مصائب اور تکالیف سے آزاد کر کے آسمانی خوشیوں کے لئے تیار کرے۔ اس مبارک بچہ نے بچوں کی زندگی کو مقدس بنا دیا ہے۔ بچہ فی الحقیقت فرشتہ سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ مسیح فرشتہ کی صورت اور سیرت اختیار کر کے اس دنیا میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ بچہ بنا تھا۔ ہم سب کو مدت العمر

سکے تجربہ سے معلوم ہوگیا ہے۔ کہ دنیا ہر قسم کی بدکاریوں اور برائیوں سے بھری ہوئی
ہے۔ جن سے اسے پاک کرنا ہمارے واسطے ایک مشکل مسئلہ ہے۔ اور جن کی کیفیت
سے ہماری ہمت و حوصلہ کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ مگر جب ہم بچوں کے معصوم اور
پیارے اور پاک چہرہ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں امید جوش زن ہوتی ہے
اور بنی نوع انسان کی پاکیزگی کی ڈھارس بندھ جاتی ہے۔ ہمارے بعد جو لوگ اس دنیا
میں داخل ہونگے۔ وہ ننھے ننھے بچوں کے بھیس میں آئینگے۔ ان کے دل اور انکی فطرت
ان برائیوں اور کمزوریوں سے پاک ہوگی۔ جن سے ہمارے دل اس دنیا میں مدت
تک رہنے اور اہل دنیا کی نا ملائم حرکتوں اور نازیبا کارروائیوں سے آلودہ ہو گئے ہیں
ان کے آنے سے دنیا اور بنی آدم کی حالت بہتر ہونے کا ہر طرح یقین ہو سکتا ہے۔

بچوں کا مبارک وجود

بچے ایک بڑی حد تک ہماری عملی نجات کا وسیلہ ہیں۔ محبت انسان کی سیرت کو
اعلیٰ اور پاک بناتی ہے۔ دل میں جسقدر زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اسیقدر خود غرضی
اور خود پرستی انسان کی فطرت سے بھاگتی ہے۔ بچے اپنی پیاری پیاری باتوں۔ اور
بھولی بھالی اداؤں سے ہمارے دل موہ لیتے اور اپنے لئے ان کے اندر محبت پیدا
کر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم اُن کے لئے دُکھ سہتے۔ مصائب جھیلتے اور انہیں
شادماں و خوشحال بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ محبت کا پہلا اصول اور اس کا
پہلا مطالبہ ایثار نفسی ہے۔ محبت کے اثر سے خواہ وہ بچوں کا اُنس ہو یا کسی نیک بخت
کی الفت۔ ہماری طبیعت شریف۔ خیالات پاکیزہ و بلند۔ جذبات و احساسات شستہ
اطوار شائستہ ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی سادہ لوحی اور پاک طینتی ہماری کج رویوں اور
ہماری نازیبا حرکتوں پر ہمیں شرمندہ کرتی ہے ہم ان کے سامنے ایک اعلیٰ نمونہ قائم
کرنے کے خیال سے اپنی طبیعت کی سختیوں اور ناشائستگیوں کو دور کرنے پر مجبور ہو جاتے
ہیں۔ ان کی لاپروائی جو وہ دنیا و مافیہا سے برتتے ہیں۔ ان کی معصومیت جو ان کی ہر
ایک ادا میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور سریع الاعتقادی جو وہ ہماری باتوں کو بے چون وچرا مان
لینے میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہمارے دل مفتون کر لیتی ہے۔ اور ہماری کمزوریوں اور

تنگ مزاجیوں کو ملامت کا تازیانہ لگاتی ہے۔ گناہ سے پاک بچوں کی سادہ دلی اور زود الاعتقادی کیسی دل لبھانیوالی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ البانی کی ننھی شہزادی کے کمرہ میں ایک چور گھس گیا۔ اس سے پوچھا گیا۔ کیا چور کی صورت سے اس کے دل میں وحشت تو پیدا نہیں ہوئی؟ بولی۔ اس سے نفرت بالکل نہیں۔ میں نے خیال کیا۔ یہ فادر کرسمس پھر سے کمرہ میں آگیا ہے۔ لیکن بچے۔ جوں جوں زندگی کے مرحلے طے کرتے جائینگے۔ اور دنیاداروں کی کرتوتوں سے واقف ہوتے جائینگے۔ ویسے ہی وہ ہماری طرح سنگدل۔ بے رحم۔ خود غرض بنتے جائینگے۔ وہ اپنی بچپن کی پاکیزگی اور معصومیت سے محروم ہو جائینگے۔ جس طرح ہم تقدیر سے تباہ ہو گئے ہیں۔ مجھے ان کی اس وقت کی پیاری سوہنی صورت اور مابعد کی زندگی کی کشمکش اور آزمائشوں کا جن سے آدم کی اولاد کو دو چار ہونا پڑتا ہے۔ خیال کرکے رونا آتا ہے ؏

خداوند مسیح کی زندگی کا پہلا سبق

انہی صحیفوں سے ناواقف آدمی کو کب یہ خیال گذر سکتا تھا۔ کہ یہ ننھا اور نوزائیدہ بچہ جس کا گہوارہ ایک طویلہ کی چرنی نے بہم پہنچایا تھا۔ ایک بے نظیر اور عظیم الشان فاتح ہوگا۔ موت کے پنجہ سے دنیا کو چھڑائیگا۔ اور آسمان کی بادشاہت کے دروازے ایمانداروں کے لئے کھول دیگا؟ کون خیال کر سکتا تھا۔ کہ غریب و تنگ حال والدین کا بچہ جس کی پیدائش ایک گمنام گاؤں کی چرنی میں واقع ہوئی تھی "مقدسوں کے درمیان عظیم ترین اور عظیم ترین اشخاص کے مابین مقدس ترین ہوگا۔ اور اپنے چھدے ہوئے ہاتھوں سے سلطنتوں کے بند چولے توڑیگا۔ اور وقت کی رو کو نئے راستہ پر ڈالدیگا اور تمام زمانوں اور صدیوں پر حاکم و قابض ہو جائیگا"[1]؏

یوحنا اصطباغی کی بابت اس کے بچپن میں پوچھا گیا تھا "یہ کس قسم کا بچہ ہوگا؟" یہی سوال ہر ایک بچہ کے بچپن پر جو گہوارہ میں پڑا کھیل رہا ہو۔ عائد ہو سکتا ہے۔ جیسے بڑ کے ننھے سے تخم کے اندر ایک عظیم درخت خفتہ پڑا ہوتا ہے۔ یا انڈے کے اندر دل لبھانیوالا

[1] یہ الفاظ نپولین بوناپارٹ اعظم نے جزیرہ سینٹ ہیلنا میں اپنی قید کے آخری دنوں میں کہے تھے۔ جب اس نے خداوند مسیح کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کیا تھا؏

بلبل ہزار داستان پنہاں ہوتا ہے - یا سنگ مرمر کے ان گھڑے ٹکڑے میں شاندار بت چھپا ہوتا ہے - جسے ہوشیار بت تراش کاٹ کر نکالتا ہے - اسی طرح نوزائیدہ اور معصوم بچہ کی روح کی حالت ہوتی ہے - جو اپنے وقت پر طرح طرح کے عجائبات کی مرکز و مصدر بن جاتی ہے - خدا پرست ہابل یا اس کا بھائی قتل کرنیوالا قائن مرد خدا موسیٰ اور ظالم فرعون - ایلیاہ نبی اور بت پرست اخاب سکندر اور افلاطون - شیطان مجسم نیرو اور رسول اگوسٹن جونس جان ویزلی - مذہب پر حملہ کرنیوالا والٹیر - جارج واشنگٹن - نپولین اعظم - پیٹرس وغیرہ سب کے سب ایک زمانہ میں ننھے ننھے بچے تھے - ان کے گہوارہ کے اندر وہ قوت سوئی پڑی تھی - جس نے بعد میں یا تو دنیا کو برباد کیا - یا اسے فیض پہنچایا - اسی طرح یہ بچے جو ادھر ادھر کھیلتے کودتے - پائے جاتے - وہ ہمیں نظر آتے ہیں - زمانہ آئندہ کی دنیا کے سنوارنے یا بگاڑنے والے ہونگے - اور آنیوالی پشت کے افراد سمجھے جائینگے - جو باتیں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں - انہیں یہی بچے دیکھیں گے جو کچھ ہم اسوقت برباد کر رہے ہیں - وہ اس کا جواب طلب کرینگے - یہی اس کے وارث اور مستقبل کے بنانیوالے ہیں -

بچوں پر خداوند کی نظر عنایت

ہم خیال نہیں کر سکتے - کہ بچے اس دنیا میں اتفاق سے پیدا ہوتے ہیں - یا خدا ان کی پیدائش اور ان کے یہاں آنے کے مقصد سے بیخبر ہے - اگر یہ صحیح ہے کہ ایک پتہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہلتا - تو یہ بھی صحیح ہے - کہ کوئی انسانی روح اس کی اجازت اور اس کے انتظام الٰہی کے بغیر اس دنیا میں وجود پذیر نہیں ہوتی خداوند مسیح کی پیدائش اس امر کی ابدی شہادت ہے - کہ خدا بچوں پر خاص مہربانی کرتا ہے - یسعیاہ نبی کی کتاب کے چالیسویں باب میں ایک شاندار پیشگوئی پائی جاتی ہے لکھا ہے "وہ اپنے گلہ کی گڈریہ کیطرح نگہبانی کریگا - اپنے بازو سے برّوں کو جمع کریگا اور سینہ سے لگا کر لیجائیگا" یہ پیشگوئی خداوند کی ذات اور تعلیم میں پوری ہوئی - متی کی انجیل کے اٹھارھویں باب میں خداوند مسیح نے آسمان کی بادشاہت میں

سلہ روم کا سنت ظالم - شہزادہ بادشاہ بڑا عیاش و جفاکار تھا -

کی سابق فطرت میں کوئی ردوبدل کر سکے۔ بلکہ الٰہی رفاقت اور ارتباط کے قابل
بنایا جائے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے الٰہی اور انسانی فطرتوں میں مساوات اور مشابہت
چلی آئی ہے ؛

مسیحی مذہب بچوں کو محض حیوان نہیں قرار دیتا۔ جنہیں ایمان لانے اور روحانی
کی ضرورت ہے۔ بلکہ یہ سکھاتا ہے۔ کہ ان کے اندر خدا پرستی کا عنصر اور رجحان
موجود ہے۔ اگر وہ اس قوت سے محروم ہوتے۔ تو مذہب کا ان کی فطرت پر وہی اثر
ہوتا۔ جو روشنی کا اندھے پر اور موسیقی کا بہرے پر ہوتا ہے۔ بچہ کی فطرت میں ایک
یہ اعلےٰ خوبی موجود ہے۔ جس سے وہ روحانی حقیقتوں کو اخذ کر کے پرکھ سکتا اور
انہیں قبول کر سکتا ہے۔ اس کی روح ایک بلند پرواز پرندہ ہے۔ جو تحریک پاتے
ہی آسمان کی طرف اڑ جاتا ہے ؛

بیت اللحم کے سرد میدانوں میں جو چرواہے آگ تاپ رہے تھے۔ انہیں گاتے
ہوئے فرشتوں نے یہ مژدہ دیا تھا "آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک نجات
دہندہ پیدا ہوا ہے۔ جو خداوند مسیح ہے" زکریا نے ہیکل میں جب خداوند کو ختنہ کے
واسطے لے گئے تھے کہا "مبارک وہ جو آج آیا ہے۔ کہ ان لوگوں کو روشنی پہنچے۔ جو
تاریکی اور موت کے سایہ میں بیٹھے ہیں۔ اور ہمارے پاؤں خداوند کی راہ پر ہدایت پذیر
ہوں" خداوند مسیح "اپنے لوگوں کو گناہوں سے بچانے کے واسطے" اس دنیا میں
ظاہر ہوئے تھے۔ اس کے اس دنیا میں آنیکا مقصد "شیطان کے کام برباد کرنا" تھا

اب اخیر میں ناظرین سے دست بستہ التماس ہے۔ کہ وہ اس سال کے شروع
ہی سے یہ قصد کر لیں کہ بچوں کی فلاح میں حقیقی اور سچی دلچسپی لیکر انہیں مبارک بنائیں
جو بچے بد اثروں سے خراب ہو رہے ہوں۔ ان کی حالت سنوارنے کی کوشش
کریں۔ اور انہیں خداوند مسیح کا پیغام سنائیں۔ اگر کوئی شخص لاپرواہ ہو۔ تو وہ خدا
اس سے توبہ کرے اپنے بچوں کے رکھ رکھاؤ اور تربیت کیطرف رجوع ہو جائے اور
خداوند کی مرضی کو پورا کرے ؛

(سی - آر - آر)

بڑا دن

بڑا دن عیسائی دنیا کا سب سے بڑا تیوہار ہے۔ یہ وہ دن ہے جب خداوند مسیح
اس دنیا میں انسان اور خدا کے درمیان مصالحت کرنے اور اول الذکر کو گناہوں سے
نجات دلانے کی غرض سے تولد پذیر ہوئے۔ انجیل سے ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ خداوند
کس دن اور کس مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر عیسائی مورخوں اور فاضلوں نے
بڑی تحقیقات کے بعد یہ قرار دیا ہے۔ کہ وہ ۲۵۔ دسمبر کو پیدا ہوئے تھے۔ اگر سال
کے مہینوں اور دنوں کی تقویم کا لحاظ کیا جائے۔ تو ۲۵۔ دسمبر شاید تمام سال
میں ایک چھوٹا دن ہوتا ہے۔ مگر خداوند مسیح کی پیدائش مبارک سے یہ دن سب سے
بڑا یعنی مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ اس دن وہ شخص پیدا ہوا تھا۔ جس نے بقول
نپولین اعظم زمانہ کی رو کا رخ بدل ڈالا۔ تمام صدیوں پر حاوی ہو گیا۔ اپنا سن و سال
چلایا۔ عظیم ترین اشخاص کے درمیان مقدس ترین۔ اور موخر الذکر کے مابین اول
الذکر نے کئی درجے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اور جس نے اپنے چھدے ہوئے ہاتھوں
سے سلطنتوں کے بند جوڑ جدا کر دیئے۔ اور اپنی سلطنت ابد الاباد کے لئے انسان
کے دلوں میں قائم کی"

بزرگ پرستی

انسان طبعاً بزرگ پرستی کا شیدا ہے۔ اس کی زندگی میں جو اہم اور انقلاب خیز
واقعات پیش آتے ہیں۔ ان کی یاد اس کے دل میں مرتے دم تک تازہ رہتی ہے
اور وہ اس دن کو خاص طور پر یاد رکھتا ہے۔ جب وہ سالانہ ایام کے سلسلہ میں
چکر کھا کر آتا ہے تو اس دن خوشی یا رنج کا اظہار کرتا ہے۔ ماں کو دیکھو۔ جس دن
اس کا پہلوٹھا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کیسی خوشیاں مناتی ہے۔ اور ہر سال جب وہ
دن آتا ہے۔ تو اس کی یاد میں ضیافتیں کرتی ہے۔ اپنے لخت جگر کو کوئی نہ کوئی
تحفہ دیتی ہے۔ جب کسی کا بچہ خدانخواستہ مر جاتا ہے۔ تو وہ دن اسے کس درد
اور رنج کے ساتھ یاد آتا ہے۔ انسان کی زندگی میں کئی اہم واقعات پیش آتے ہیں

سب سے بڑی پیدائش اور موت کے واقعات ہیں۔ اس کی زندگی میں وہ دن بھی بڑا
انقلاب خیز اور قابل یاد ہے۔ جب وہ اپنی خودغرضی اور تجرد کو خیرباد کہکر بھرے گرجا کی باضابطہ دھوم
دھامی رسوم کے ساتھ کسی نیک بخت کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اور اپنی راحت و آسائش اور اپنا
گھر بار اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ وہ شادی کا دن ہوتا ہے۔ اس کی یاد میں بعض خوش
نصیب میاں بیوی پانچویں۔ دسویں۔ پندرھویں۔ بیسویں۔ پچیسویں۔ پچاسویں اور ساٹھویں
سال بڑے تزک سے جوبلیاں کرتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مدعو کرکے
خوب خوشیاں مناتے ہیں۔ مگر خوشی کی ضد رنج ہے ایک اور اہم واقعہ میاں
بیوی کی ابدی مفارقت ہے۔ جو مدت دراز نہیں بھول سکتی۔ بلکہ بعض نازک دل
اشخاص رنج و غم کو اپنا مونس و مددگار بنا لیتے۔ اور اسی کے ساتھ زندگی گزار دیتے ہیں۔
جو واقعات افراد کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔ وہ اقوام کی زندگیوں میں بھی آتے ہیں۔
کیونکہ قوم صرف افراد کا مجموعہ ہے۔ انگلستان والوں کے کئی قومی تیوہار ہیں۔ مثلاً ملک
الشعرا شیکسپیئر کی سالگرہ۔ جنگ جبرالٹر کا دن۔ ہمارے ہاں دسہرہ یعنی رام لیلا کا
تیوہار راجہ رام کا ہے۔ گو اس کی غائت دیگر تیوہاروں سے مختلف ہے۔ سب قومیں کوئی
نہ کوئی بڑا دن مانتی ہیں۔ جو کسی اہم واقعہ کے سبب سے قابل یاد سمجھا جاتا ہے۔ کسی
بزرگ کی پیدائش کا دن اس لئے خوشی کرنے کا دن ہوتا ہے۔ کہ اس کی ذات سے کسی
فرقہ یا گروہ یا قوم کو فائدہ پہنچ چکا ہے ہر سال ۴۔ جولائی کو اہل امریکہ بڑی دھوم دھام
سے اس وجہ سے خوشیاں منایا کرتے ہیں۔ کہ اس تاریخ کو انہوں نے ایک غیر حکومت
سے خود کو آزاد کیا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک ۲۵ دسمبر اس واسطے مبارک اور خوشی منانے
کا دن ہے۔ کہ اس روز خداوند قادر مطلق نے اپنا اکلوتا بیٹا اس دنیا میں بھیجا تھا۔ کہ وہ
ہمارے گناہوں سے ہمیں پاک کرکے والد سماوی سے ہمارا ملاپ کر دے۔ واقعی آپ
نے ہم پر بہت ہی بڑا احسان کیا ہے۔ جس کا شکریہ کروڑوں زبانوں سے ادا نہیں ہو
سکتا۔ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی محبت قبول کرکے اس کا اظہار کریں۔ اور
اس کی بادشاہت کو اس دنیا میں قائم کرکے اس کا جلال ظاہر کریں ❊

جتنی برکتیں اور نعمتیں خداوند نے گنہگار اور نالائق انسان کو عطا کی ہیں۔ ان
سب سے بڑی برکت ازلی زندگی ہے۔ جسے خداوند مسیح کے وسیلہ سے ایماندار

حاصل کرتا ہے۔ اس کے وسیلہ سے خداوند باپ نے اُس **محبت** کا اظہار ہم پر کیا۔ جو وہ اپنے خطاوار اور نافرمانبردار بچوں کے واسطے اپنے دل میں رکھتا ہے۔ بیت اللحم کی چرنی میں الٰہی **محبت** مجسم ہوئی۔ مسیح نے انسانی جامہ پہنا۔ تاکہ **باپ** کی محبت بے انتہا انسانوں پر ظاہر کرے۔ نہ صرف محبت ظاہر ہوئی۔ بلکہ **نور** اور **روشنی** اور **حیاتِ ابدی** بھی ظاہر ہوگئی۔ مسیح نے اپنے تجسم اور مولود مبارک سے مغائرت اور دوئی کے اُس پردہ کو چاک کیا۔ جو صدیوں سے خدا کو انسان کی نظروں سے اوجھل کئے ہوئے تھا۔ اُسنے اُس سکوت کی مہر کو توڑا۔ اور باپ کا پیارا کلام سنایا جس سے کہ انسان مدت دراز سے محروم تھا۔ باپ کو کسی نے نہیں دیکھا ہے مگر بیٹے نے جو اُس کی گود میں ہے باپ کو ظاہر کیا ہے۔ فیلبوس سے مخاطب ہوکر خداوند نے کہا۔ "جس نے مجھے دیکھا ہے۔ اُس نے باپ کو بھی دیکھا ہے"۔

بڑادن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جس طرح باپ اور بیٹا ایک ہیں اور بیٹے نے تمام دنیا کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا ہے۔ اور اُسنے بڑے ایثار سے کام لیکر مصلوب ہوا تھا۔ چاہئے کہ ہم بھی جو اُس کے پیرو ہونے کے دعویدار ہیں۔ اُس کی برادرانہ محبت اور یگانگت کا اظہار کریں۔ وہ سب کو اپنے بھائی سمجھتا ہے۔ آؤ ہم بھی اس کی تقلید کریں اور بلا امتیاز ایک دوسرے سے الفت کریں۔ ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز نہ کریں۔ سب کو اپنے بھائی تصور کریں۔ اور اُن کے ساتھ ویسا برتاؤ کریں۔ پولوس کہتا ہے "جس کے اندر مسیح کی رُوح نہیں ہے۔ وہ اس کا نہیں ہے"۔

ہماری مسیحی سیرت اور محبت ایسی ہو۔ جیسی سورج کی روشنی۔ جو ہر جگہ یکساں چمکتی ہے خواہ بادشاہ کا محل ہو یا مہتر کا جھونپڑا۔ برادرانہ اور نیک برتاؤ ایسا ہو۔ جیسا مینہ جو زرخیز اور بنجر۔ خشک ریتلے بیابان اور سرسبز و شاداب وادی میں مساوی پڑتا ہے۔ خداوند مسیح نے کہا۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرے احکام پر عمل کرو۔ میں ایک نیا حکم دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو۔

ناظرین اگر سال رواں بے پروائی میں گذرا ہے۔ تو آنیوالے سال کے شروع سے قصد کر لو۔ کہ اپنے قول و فعل اور زندگی سے اس کا جلال اور محبت ظاہر کرینگے جس نے ہمیں ایسی شاندار آزادی اور بیش بہا ابدی زندگی عطا کی ہے۔ اور جس کی سالگرہ کے یاد میں ہم بڑادن مناتے اور خوشیاں کرتے ہیں۔ د۔ جے۔ آر۔ آر

باپ اور بیٹے کی گفتگو

(ایک خیالی قصہ)

ایک دن یوسف اپنے مختصر سے کارخانہ میں لکڑیوں کے کئی غیر ضروری اور نکمے ٹکڑے دیکھکر یسوع سے کہنے لگا " یہ ٹکڑا (ایک طرف اشارہ کرکے) بالکل کسی کام کا نہیں ہے - اسے اپنی ماں کے پاس لیجاؤ - وہ اسے چولھے میں جلا دیگی - جب اسے میں یہاں لایا - تو میرا خیال تھا کہ یہ کسی مفید کام میں آئیگا - لیکن اب اسقدر خراب ہوگیا ہے کہ صرف جلانے ہی کے کام آسکتا ہے "

یسوع اس ٹکڑے کو بڑے غور سے دیکھنے لگا - وہ دل میں خیال کرتا تھا - شاید اس سے کوئی اچھا کام نکل سکے - جب یوسف شام کو گھر چلا گیا - تو یسوع وہیں پڑا رہا - اس نے ٹکڑے کو درست کیا - جہاں جہاں شگاف تھے - انہیں سریش سے بند کر دیا - اور اسے کاٹ چھانٹ کر کارآمد بنالیا - صبح کو باپ اسے دیکھکر بہت خوش ہوا - کہنے لگا - گو لکڑی قیمتی نہیں ہے مگر یہ ٹکڑا کاٹنے اور جوڑنے سے کارآمد بن گیا ہے -

پھر اس نے ایک اور لکڑی اٹھائی - جو بہت سخت تھی اور اس میں گانٹھیں بھی بڑی کثرت سے تھیں - یوسف کہنے لگا " برخوردار یہ لکڑی کسی کام کی نہیں ہے - اسے تم درست نہیں کرسکتے - اس لئے چولھے میں ڈالا جائے گی " مگر یسوع نے اسے بھی صاف اور کام کے قابل بنانے کا ارادہ کرلیا - اسے تراشا - اس کے اونچ نیچ کو صاف کیا - بڑی محنت اور صبر سے کام لیکر اسے ٹھیک کیا - اس پر پالش کی - جس سے وہ ایک قیمتی لکڑی بن گئی - باپ دیکھکر بہت ہی خوش ہوا - ہمسائیوں نے دیکھکر اس کی کارگیری کو بہت سراہا - دیکھنے والوں نے کہا - یہ ٹکڑا ہیرودیس کے محلوں کی زیبائش کے لائق ہے -

اس کے بعد یوسف نے ایک اور ٹکڑا اٹھایا - جس میں آڑے بینڈے خم تھے اور بڑا بے ڈھب - اور بہت نکما اور خراب معلوم ہوتا تھا - اسے کوئی نجار درست کرنے کی حامی نہ بھر سکتا تھا - یوسف کہنے لگا " یہ تو چولھے ہی میں کام آئیگا - اسے درست کرنا تیری بساط اور کارگیری سے باہر ہے "

یسوع دیر تک اسے دیکھتا بھالتا رہا۔ آخر کار بہت سوچ بچار کرنے کے بعد اسے ایک کونہ میں رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے کس کام میں لایا جا سکتا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ ٹکڑا کام آگیا۔ لکڑی کی ایک چیز تیار ہو رہی تھی۔ جس میں یہ ٹکڑا عین موزوں بیٹھ گیا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یوسف نے لکڑی کا ایک اور ٹکڑا اٹھایا۔ جو بالکل گلا اور بوسیدہ ہو گیا تھا۔ اسے کسی کام میں لانا ممکن نہ تھا۔ یسوع سے کہنے لگا "یہ ٹکڑا بالکل کرم خوردہ ہے اسے چولہے میں ڈالنا چاہیے۔ تو اسے اور کسی مصرف میں نہیں لا سکتا"۔

یسوع نے اسے بہت ہوشیاری سے دیکھا بھالا۔ معلوم ہوا۔ کہ ٹکڑا بالکل بوسیدہ نہیں ہے۔ اس نے اسکے خراب حصہ کو کاٹ کر پھینک دیا۔ اور باقیماندہ حصہ کی ایک کارآمد چیز تیار کر لی۔

یہ قصہ محض خیالی ہے۔ اناجیل میں اس کا کوئی ذکر اور کوئی اشارہ نہیں ہے۔ جب خداوند یسوع مسیح اپنے والدین کے ساتھ ناصرت میں رہتے۔ اور نجاری کے کام سے اپنے والدین کو کما کر کھلایا کرتے تھے۔ اُن کی اُس زندگی کا حال کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ اوپر جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وہ ایک تشبیہ اور ایک تمثیل ہے۔ نکمی۔ ردی۔ بوسیدہ۔ کھٹیلی۔ ٹیڑھی۔ آڑھی۔ بینڈھی لکڑیاں وہ آدمی ہیں۔ جن کی طبیعت اور اخلاق ایسا خراب اور بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کی طاقت اور دانائی اسے بنا اور سنوار نہیں سکتی۔ مگر جب وہ خداوند کے پاس پہنچتا ہے۔ تو اس کے تمام کج۔ تمام خامی۔ اور ساری بوسیدگی نکل جاتی ہے۔ اور وہ کام کا آدمی بنجاتا ہے۔

بعض ایسے ٹیڑے اور تلخ مزاج آدمی ہوتے ہیں۔ کہ ان کی برداشت سوائے خداوند کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ آدمی خود کو اس کے سپرد کر دیں۔ تو رفتہ رفتہ وہ آسمانی محلوں کی زینت کے قابل ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے بدشعار۔ اکھڑ اور نالائق آدمی دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہ ہم انہیں کسی مصرف کا نہیں سمجھتے۔ مگر خداوند کی حکمت ان سے وہ کام لیتی ہے۔ جسکے وہ فطرۃً قابل ہوتے ہیں۔

بعض ایسے آدمی بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ کہ وہ ابتداء زندگی میں بہت ہونہار۔ نیک چلن ہوتے اور اُنسے تمام نیک امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ مگر کسی گناہ میں پھنس جانے سے ان کی حالت دگرگوں اور یاس خیز ہو جاتی ہے۔ مگر خداوند ایسے آدمیوں کو بھی راہ راست پر لاتا۔ انہیں

کرتا اور اُنسے نیک کام لیتا ہے۔ بعض ایسے لوگ بھی دیکھے جاتے ہیں۔ جو بالکل گئے گذرے ہیں۔ ہر طرح کی بداخلاقیوں سے انکا دامن اخلاق آلودہ ہے۔ مکر اور دروغ ان کا شیوہ ہے۔ دل و دماغ فاسد اور گناہ آلودہ خیال کا نشیمن اور مسکن بنا رہتا ہے کسی آدمی کو انکے راہ راست پر آنیکی امید نہیں ہوتی ہیں ان میں کوئی بھلائی نظر نہیں آتی مگر خداوند انہیں درست کرتا ہے۔ انکی بدکاریاں ان سے دُور کر دیتا ہے اور وہ کسی نہ کسی کام کے آدمی بنجاتے ہیں۔ سب سے بڑی برکت جو کسی انسان کو مل سکتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ خداوند کے لئے کسی نہ کسی صورت میں مفید ہو سب سے بڑی شامت یہ ہے کہ انسان کسی کام کا نہ رہے۔ اور جو کسی کام کا نہیں اُسے آگ میں جلا دینا چاہئے۔ جو وقت پر پھل نہیں لاتا۔ ایسے کاٹکر بھاڑ میں ڈالا جاتا ہے۔ خداوند کیطرح صبر کرنا سیکھو۔ بگڑے آدمیوں کے سنورنے کی امید نا اُمید نہ ہو۔ کیونکہ ہماری اپنی زندگیاں بھی اسی کے ترحم اور صبر سے اس قابل بنی ہیں کہ اُسنے بندگان خدا کو کم و بیش فیض پہنچتا ہے۔ (جے۔ آر۔ آر)

مسیح اور مسیحی زندگی

(گذشتہ سے پیوستہ)

بعض آدمیوں کے معیار انکی خواہشوں کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے بعض ایسے بھی ہیں جو اخلاقی اندھے ہیں " بدن کا چراغ تیری آنکھ ہے۔ جب تیری آنکھ درست ہے تو تیرا سارا بدن بھی روشن ہوگا۔ اور جب خراب ہے تو تیرا بدن بھی تاریک ہے۔ پس دیکھنا جو روشنی تجھ میں ہے تاریکی تو نہیں " (لوقا ۱۱: ۳۴ و ۳۵)۔ اگر کوئی شخص مہلک غلطی کر کے یہ عذر پیش کرے کہ میری اخلاقی نگاہ کمزور ہے۔ حالانکہ اُسکو اپنی نگاہ کو درست کرنیکے لئے کافی وقت دیا گیا ہے تو اُسکا عذر نامعقول ہوگا۔ اگر کوئی انجن ڈرائیور جو مختلف رنگوں میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ لال جھنڈی کو ہری سمجھکر ٹرین کو دریا میں گرا دے تو نہ وہ بیچارے مسافروں کو ہلاکت سے بچا سکیگا۔ اور نہ خود بچ سکیگا۔ اسیطرح اخلاقی عالم میں اگر کوئی آدمی جھوٹ کو بعض حالتوں میں جائز سمجھے تو وہ جھوٹا ہی کہلائیگا۔ مگر بدقسمتی سے مکاشفہ کی کتاب اس قسم کی مصلحت آمیز دروغ کو دوسری قسم کے جھوٹ سے متفرق نہیں ٹھیراتی۔ سب جھوٹوں کا حصہ جلتی ہوئی جھیل میں ہوگا۔ درحقیقت خدا کے معیار استوار اور غیر مبدل ہیں اور وہی زندگی طاقتور اور قابل تعریف کہلا سکتی ہے۔ جو انکے مطابق بسر کیجاتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ جس طریق پر اور لوگ عمل کرتے ہیں وہی میرا بھی دستورالعمل ہو۔ اعلےٰ ترین انسانیت یہ ہے کہ ہم خدا کی پاک مرضی کو معلوم کریں۔ اور مسیح کے صاف مکاشفہ پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ابدی صداقت کے مطابق زندگی بسر کریں ؎

غزل میلاد مسیح

کھلی آج اپنی قسمت کہ ہوا مسیح پیدا | یہ ہماری ہے سعادت کہ ہوا مسیح پیدا
بنے دین اور دنیا ہمیں کیا کسی کی پروا | ملی دو جہاں کی دولت کہ ہوا مسیح پیدا
چلو چھوٹے شیطنت سے بنے ہم خدا کے فرزند | یہ ہے باپ کی محبت کہ ہوا مسیح پیدا
سرِ آسمان خوشی ہے تو زمین پہ شادمانی | ہو مبارک و سلامت کہ ہوا مسیح پیدا

یہی اپنی آرزو تھی یہی اپنا مدعا تھا
کرو حمد و شکر منت کہ ہوا مسیح پیدا

ضروری التماس

ہم اپنے کرمفرما ناظرین کی خدمت میں ملتمس ہیں کہ مسیحی تجلی کا جنوری ۱۹۰۹ء نمبر حسب معمول ویلیوپے ایبل پارسل کے ذریعہ ارسال خدمت کیا جائیگا اس سی کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ ہم انکی معتبری پر شک کرتے ہیں یہ بزنس کا طریقہ ہی۔ اور امید ہی کہ قدردان احباب اپنی فیاضی سی ہماری ہمت بڑھائینگے۔ نیز یہ بھی عرض کیا جاتا ہی کہ جن صاحبوں نے اسوقت تک ۱۹۰۸ء کا چندہ ادا نہ کیا ہو وہ چندہ بھیجکر ہمیں ممنون و مشکور فرمائیں۔ بعض اشخاص کے پاس غلطی سی دو دو کاپیاں بابت اکتوبر اور نومبر روانہ ہوگئی ہیں۔ وہ ازراہِ نوازش دوسری کاپی نمونہ کے طور پر اپنے احباب کو دیدیں ؛

اڈیٹر

توجہ طلب اشتہار

ہم شروع ہی میں ناظرین کو مطلع کر چکے ہیں کہ جنوری ۱۹۰۹ء سے "مسیحی" اور "تجلی" بذریعہ الحاق ایک نیا میگزین بن جائینگے۔ اور یہ الحاق اُن کے نئے نام "مسیحی تجلی" سے ظاہر ہوگا۔ اسکے متعلق چند ایک ہدایتوں کی ضرورت ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ مضامین "مسیحی تجلی" کے لئے پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے (بنا۔ لے۔ پی۔ چرچ نولکھا لاہور) کے نام بھیجے جائیں۔ مضامین کے متعلق جو کچھ لکھنا یا کتابوں پر ریویو کرانا منظور ہو تو اسکے متعلق مذکورۃ الصدر پادری صاحب کو مخاطب کرنا چاہئے۔

۲۔ ترسیل زر۔ اور میگزین کے منگوانے یا بند کرنے۔ یا اڈرس کے تبدیل کرانے کے متعلق جو کچھ لکھنا منظور ہو۔ وہ پادری بے۔ علی بخش صاحب (سی۔ ایم۔ ایس مہاں سنگھ کا باغ لاہور) کو لکھا جانے۔ اگر اس ہدایت کی پیروی نہ کرنے پر کسی صاحب کو جواب نہ ملے تو وہ شکایت نہ کرے۔

۳۔ مسیحی۔ اور تجلی کے تبادلہ میں جو اخبارات اور میگزین اب بھیجے جاتے ہیں وہ آئندہ سال سے پادری طالب الدین صاحب (لے۔ پی۔ چرچ نولکھا لاہور) ایڈیٹر مسیحی تجلی کے نام بھیجے جائیں۔ امید ہے کہ سب ایڈیٹر صاحبان جو اپنے نامی اخبارات اور رسالہ جات تبادلہ میں روانہ فرمارہے ہیں۔ اس عرض کو یاد رکھیں گے۔

۴۔ "مسیحی تجلی" کے متعلق سکرٹری پنجاب ریلیجس ٹریکٹ سوسائٹی لاہور کو خط وکتابت سے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ نئے میگزین کا پہلا پرچہ جنوری ۱۹۰۹ء کے آخر میں ویلیو پے ایبل کے وسیلے ارسال خدمت کیا جائیگا۔

(فیض عام پریس لاہور میں چھپوایا)